



ایقان اور فرقان

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان



اقبال اور قرآن

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان

اقبال اکادمی پاکستان

۱۹۴۷ء سے ۱۹۸۱ء تک اقبالیات پر شائع ہونے والی بہترین کتاب
جس پر پہلا قومی صدارتی اقبال ایوارڈ دیا گیا۔

جملہ حقوق محفوظ

ناشر
محمد سہیل مفتی
ناظم

اقبال اکادمی پاکستان
(حکومت پاکستان، قومی تاریخ و ادبی ورثہ ڈویژن)
چٹھٹی منزل، ایوان اقبال، لاہور

Tel: [+92-42] 3631-4510

[+92-42] 9920-3573

Fax: [+92-42] 3631-4496

Email: info@iap.gov.pk

Website: www.allamaiqbal.com

ISBN 978-969-416-188-6

طبع اول: ۱۹۷۷ء، طبع دوم: ۱۹۸۸ء، طبع سوم: ۱۹۹۴ء،
طبع چہارم: ۱۹۹۸ء، طبع پنجم: ۲۰۰۳ء، طبع ششم: ۲۰۰۶ء، طبع ہفتم: ۲۰۰۷ء، طبع ہشتم: ۲۰۱۰ء
طبع نهم : ۲۰۱۶ء
تعداد : ۱۰۰۰
قیمت : -/۸۰۰ روپے
مطبع : ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد

محل فروخت: ۱۱۶ میکوڈ روڈ، لاہور، فون نمبر ۳۷۳۵۷۲۱۴

آبروے ما ز نام مصطفیٰ است
(صلی اللہ علیہ وسلم)

اُن کے نام
جن کے صدقے میں یہ کائنات پیدا کی گئی،
اقبال کو ایسا دل حاصل ہوا
اور
راقم الحروف کو ایسی سعادت نصیب ہوئی!

مندرجات

۷	تولِ سدید (پیش لفظ)
	تَبْصِرَةً وَذِكْرًا
۱۱	قرآن سے شغف
۱۸	قومی انحطاط کے اسباب
۲۱	حدیث دیگر اہل
۳۰	قرآن اور دیگر مسائل
	لِكُلِّ عَبْدٍ مُنِيبٍ
۴۳	اسرار و رموز
۴۵	اسرارِ خودی
۶۳	رموزِ بے خودی
۹۵	پیامِ مشرق
۱۶۱	بانگِ درا
۲۳۳	زبورِ عجم
۳۰۹	جاوید نامہ
۳۹۹	بالِ جبریل

- ۵۲۳ پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق!
- ۵۵۱ مثنوی مسافر
- ۵۶۷ ضربِ کلیم
- ۶۶۳ ارمغانِ حجاز (فارسی)
- ۷۲۷ ارمغانِ حجاز (اُردو نظمیں)
- ۷۴۳ تشکیلِ جدید الہیاتِ اسلامیہ
- ۷۴۷ پہلا خطبہ: علم اور مذہبی مشاہدات
- ۷۵۵ دوسرا خطبہ: مذہبی مشاہدات کا فلسفیانہ معیار
- ۷۶۲ تیسرا خطبہ: ذاتِ الہیہ کا تصور اور حقیقتِ دعا
- ۷۷۲ چوتھا خطبہ: خودی، جبر و قدر، حیات بعد الموت
- ۷۸۲ پانچواں خطبہ: اسلامی ثقافت کی روح
- ۷۸۹ چھٹا خطبہ: الاجتہاد فی الاسلام
- ۷۹۳ ساتواں خطبہ: کیا مذہب کا امکان ہے؟

قولِ سدید

بفضلہ تعالیٰ ۱۹۳۶ء میں راقم الحروف علی گڑھ سے فارغ ہو کر چند ماہ کے بعد ناگ پور یونیورسٹی کے ایک کالج میں اردو کا استاد مقرر ہوا اور قریب تین سال کے بعد اس یونیورسٹی میں صدر شعبہ اردو بھی بنا دیا گیا۔

طالب علمی کے زمانے میں محترم حمید جان لدھی (جو بعد میں دارالمعلمین کابل میں پروفیسر بھی رہ چکے ہیں اور میرے لیے حقیقی بھائی سے کم نہیں) میرے ہم سبق تھے۔ اس کی وجہ سے مجھے علامہ اقبال سے شغف پیدا ہوا تھا۔ چنانچہ جب میں ناگ پور یونیورسٹی میں صدر شعبہ اردو بنایا گیا تو میں نے میٹرک سے لے کر ایم اے تک ہر کلاس میں علامہ اقبال کے کلام کو داخل نصاب کر دیا اور یہی سعادت مجھے شروع میں کراچی میں اور بعد میں سندھ یونیورسٹی میں بھی حاصل رہی۔ اب عمر کی آخری منزل میں اللہ پاک کے خصوصی انعام کی وجہ سے مجھے قرآن سے متعلق یہ کام عنایت ہوا جو میں نے بجز اللہ چند ماہ میں مکمل کر لیا۔ کاش یہ کام اس کی بارگاہ میں منظور و مقبول ہو کر میرے لیے ذریعہ مغفرت بن جائے۔

میرے کام کی تقسیم یہ ہے کہ ”تبصرہ و ذکر“ کے ذیل میں قرآن سے متعلق علامہ اقبال کے خیالات، نظریات اور واقعات درج کر دیے گئے ہیں اور ”لکل عبد نبی“ کے تحت ان کے ہر مجموعہ کلام کے قرآنی مضامین کو حتی الامکان جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ قرآنی آیات کا ترجمہ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی، مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا احمد رضا خان سے لیا گیا ہے اور بعض مقامات پر خود بھی کر دیا ہے۔

آخر میں معذرت خواہ ہوں کہ متعدد مقامات پر ”ہم مضمون“ اشعار کی ”ہم مضمون“

اقبال اور قرآن

آیات کو دہرانا پڑا ہے۔ بہت سی آیات ایسی بھی ہیں جن کی ”ہم مضمون“ احادیث لے بھی مل سکتی تھیں لیکن ان کو مجبوراً چھوڑنا پڑا کیونکہ میرا موضوع صرف قرآن تک محدود تھا۔

۲۹ نومبر ۱۹۷۶ء

احقر: غلام مصطفیٰ خان



اس کتاب میں شیخ غلام علی لاہور کے مطبوعہ کلیات اقبال، فارسی ۱۹۷۵ء اور کلیات اقبال، اردو ۱۹۷۳ء کے صفحات درج ہیں۔ [ناشر]

تَبْصِرَةٌ وَذِكْرًا

قرآن سے شغف

علامہ اقبال ایک مکتوب مورخہ ۱۹ جنوری ۱۹۱۵ء میں لکھتے ہیں:
 ”شخصی عنصر“ سے مراد وہ اشعار ہیں جن میں مصنف کے ذاتی حالات و اکتساب فیض کا اشارہ یا
 ذکر ہے۔ میں نے یہ لفظ خود ہی وضع کیا تھا۔ اردو زبان میں مروج نہیں ہے۔ انگریزی میں اس کو
 اصطلاح Personal Element سے واضح کرتے ہیں!

علامہ اقبال کے اس قول کی روشنی میں رموزِ بے خودی کے یہ اشعار (بجزور
 رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دیکھیے:

جلوہ ات تعمیر خوابِ زندگی	اے ظہورِ تو شبابِ زندگی
آسماں از بوسہ بامت بلند	اے زمیں از بار گاہت ارجمند
ترک و تاجیک و عرب ہندوئے تو	شش جہت روشن زتابِ رُوئے تو
فقرِ تو سرمایہٴ این کائنات	از تو بالا پایہٴ این کائنات
بندگاں را خواجگی آموختی!	در جہاں شمعِ حیاتِ افروختی

از اب و اُم گشتہٴ محبوب تر	تا مرا افتاد بر رویت نظر
فرصتتں بادا کہ جانم سوخت است	عشق در من آتشی افروخت است
آں چراغِ خانہٴ ویرانِ من	نالہٴ ماندِ نے سامانِ من
بادہ در مینا نہفتنِ مشکل است	از غمِ پنہاں نگفتنِ مشکل است

[۱۶۶ص]

اس کے بعد آج کے مسلمانوں کی حالت بیان کی ہے، پھر کہتے ہیں:
 داستا نے گفتم از یارانِ نجد نکہتے آوردم از بُستانِ نجد

اقبال اور قرآن

محفل از شمع نوا افرو ختم قوم را رمز حیات آمو ختم
[ص ۱۶۷]

گر دلم آئینہ بے جوہر است
اے فروغت صبح اعصار و دہور
پردہ ناموس فکرم چاک گن
تنگ کن زحمت حیات اندر برم
سبز کشت ما بسا نامم مکن
خشک گرداں بادہ در انگور من
روز محشر خوار و رسوا کن مرا
گر دُر اسرار قرآن سفته ام
اے کہ از احسان تو ناکس کس است
عرض کن پیش خدای عز و جل
در بحر نم غیر قرآن مضمحل است
چشم تو بیندہ ما فی الصدور
ایں خیاباں راز خرم پاک گن
اہل ملت را نگہدار از شرم
بہرہ گیر از ابر نیسانم مکن
زہر ریز اندر من کافر من
بے نصیب از بوسہ پاکن مرا
با مسلماناں اگر حق گفتم ام
یک دعایت مزد گفتارم بس است
عشق من گردد ہم آغوش عمل

[ص ۱۶۸]

آخر کے اشعار میں کس قدر خلوص ہے کہ اگر میں قرآن کے علاوہ کچھ اور کہوں تو مجھے ختم کر دیا جائے اور قوم کو میرے شر سے محفوظ رکھا جائے۔ نیز مجھے قیامت میں رسوا کیا جائے اور اپنی پابوسی سے بھی محروم کر دیا جائے۔ اللہ اللہ! کس قدر اخلاص ہے کہ اہل اللہ کے یہاں بھی اس نوعیت کا اخلاص کمیاب ہے۔

پھر اپنے پدر بزرگوار کے احسان کو یاد کرتے ہیں کہ ان کے ذریعے مجھے آپ کا نام معلوم ہوا اور اسی وقت سے ایک آرزو پیدا ہوئی:

از پدر تا نام تو آمو ختم آتشِ این آرزو افرو ختم
[ص ۱۶۸]

سالہا بودم گرفتارِ شے از دماغِ خشکِ من لایفکے

[ص ۱۶۹]

زندگی را از عمل ساماں نبود پس مرا این آرزو نمایاں نبود
 شرم از اظہارِ او آید مرا شفقتِ تو جرأتِ افزاید مرا
 ہست شانِ رحمتِ گیتی نواز آرزو دارم کہ میرم در حجاز
 [ص ۱۶۹]

ان اشعار میں اقبال اپنی ”گرفتاری شک“ (فلسفہ دانی) کا ذکر بھی کرتے ہیں اور دوسرے حالات بھی بیان کرتے ہیں، لیکن سب سے زیادہ امتیازی شان یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بارگاہ میں سراپا ادب بن کر حجاز میں مرنے کی آرزو کرتے ہیں۔ یہی ان کی اصل آرزو ہے اور یہی ان کی حیاتِ جاودانی کا راز ہے۔

عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) اور قرآن مجید ہی سے علامہ اقبال کے شخصی عناصر (Personal Elements) کی تعمیر ہوئی ہے اور اس اجمال کی تفصیل ان اقوال و احوال میں پیش کی جاتی ہے جو مختلف کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں، لیکن شروع میں قرآن سے متعلق علامہ کے تاثرات بھی ملاحظہ فرمائیے:

گر تو می خواہی مسلماناں زیستن نیست ممکن جز بقراں زیستن
 [ص ۱۲۳]

نقشِ قرآن تادریں عالم نشست نقشہاے کاہن و پاپا شکست
 فاش گویم آنچہ در دل مضمراست ایں کتابے نیست چیزے دیگر است!
 چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود جاں چو دیگر شد جہاں دیگر شود
 مثلِ حق پنہان وہم پیدا است ایں زندہ و پایندہ و گو یاست ایں
 اندرو تقدیر ہائے غرب و شرق سرعتِ اندیشہ پیدا کن چو برق
 با مسلماناں گفت، جاں بر کف بند ہر چہ از حاجت فزوں داری بدہ

ز قرآن پیش خود آئینہ آویز دگرگوں گشتہ از خویش بگریز
 ترازوئے بند کردارِ خود را قیامت ہاے پیشیں را بر انگیز

اس قرآن کی بدولت ایک مسلمان کی شان کیا ہو سکتی ہے:

دو گیتی را صلا از قرأتِ اوست
مسلمان لایموت از رکعتِ اوست
نداند گشینهٔ این عصر بے سوز
قیامت ہا کہ در قد قامتِ اوست^۵

اب وہ اقوال و احوال پیش کیے جاتے ہیں۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے علامہ اقبال کی ابتدائی زندگی کے دو واقعے اس طرح بیان کیے ہیں:

سفرِ کابل کی واپسی میں قندھار کا ریگستانی میدان طے ہو چکا تھا اور سندھ و بلوچستان کے پہاڑوں پر ہماری موٹریں دوڑ رہی تھیں۔ شام کا وقت تھا۔ ہم دونوں ایک ہی موٹر میں بیٹھے تھے۔ روحانیات پر گفتگو ہو رہی تھی۔ اربابِ دل کا تذکرہ تھا کہ موصوف نے بڑے تاثر کے ساتھ اپنی زندگی کے دو واقعے بیان کیے۔ میرے خیال میں یہ دونوں واقعے ان کی زندگی کے سارے کارناموں کی اصل بنیاد تھے۔ فرمایا: جب میں سیالکوٹ میں پڑھتا تھا تو صبح اٹھ کر روزانہ قرآن پاک کی تلاوت کرتا تھا۔ والد مرحوم اپنے اورداد و وظائف سے فرصت پا کر آتے اور مجھ کو دیکھ کر گزر جاتے۔ ایک دن صبح کو وہ میرے پاس سے گزرے تو مسکرا کر فرمایا: ”کبھی فرصت ملی تو میں تم کو ایک بات بتاؤں گا۔“

میں نے دو چار دفعہ بتانے کا تقاضا کیا تو فرمایا: ”جب امتحان دے لو گے، تب“۔

جب امتحان دے چکا اور لاہور سے گھر آیا تو فرمایا: ”جب پاس ہو جاؤ گے“۔

جب پاس ہو گیا اور پوچھا تو فرمایا: ”بتاؤں گا“۔

ایک دن صبح کو حسب دستور قرآن کی تلاوت کر رہا تھا تو وہ میرے پاس آگئے اور فرمایا: ”بیٹا، کہنا یہ تھا کہ جب تم قرآن پڑھو تو یہ سمجھو کہ قرآن تم ہی پر اتر رہا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ خود تم سے ہم کلام ہے“۔

ڈاکٹر اقبال کہتے تھے کہ اُن کا یہ فقرہ میرے دل میں اُتر گیا اور اس کی لذت دل میں اب تک محسوس کرتا ہوں۔ یہ تھا وہ عظیم جو اقبال کے دل میں بویا گیا اور جس کی تن آدرشاخیں پہنائے عالم میں ان کے (موزوں نالوں) کلام کی شکل میں پھیلی ہیں۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ باپ نے ایک دن بیٹے سے کہا کہ:

”میں نے تمہارے پڑھانے میں جو محنت کی ہے تم سے اس کا معاوضہ چاہتا ہوں“۔

لائق بیٹے نے بڑے شوق سے پوچھا: ”وہ کیا ہے؟“

باپ نے کہا: ”کسی موقع پر بتاؤں گا۔“

چنانچہ انھوں نے ایک دفعہ کہا کہ ”میری محنت کا معاوضہ یہ ہے کہ تم اسلام کی خدمت کرنا“۔ بات ختم ہوگئی۔ ڈاکٹر اقبال کہتے تھے کہ اس کے بعد میں نے لاہور میں کام شروع کیا۔ ساتھ ہی میری شاعری کا چرچا پھیلا اور نوجوانوں نے اس کو اسلام کا ترانہ بنایا۔ لوگوں نے نظموں کو ذوق و شوق سے پڑھا اور سنا، اور سامعین میں ولولہ پیدا ہونے لگا۔ انھی دنوں میں میرے والد مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ میں ان کو دیکھنے کے لیے لاہور سے آیا کرتا تھا۔ ایک دن میں نے اُن سے پوچھا کہ والد بزرگوار، آپ سے جو میں نے اسلام کی خدمت کا عہد کیا تھا وہ پورا کیا نہیں؟ باپ نے بستر مرگ پر شہادت دی: ”جان من، تم نے میری محنت کا معاوضہ ادا کر دیا“۔ کون انکار کر سکتا ہے کہ اقبال نے ساری عمر جو پیغام ہم کو سنایا وہ انھی دو مثنویوں کی شرح تھی۔^۱ یہ بیان مولانا سید سلیمان ندوی کا ہے اور عباد اللہ فاروقی لکھتے ہیں:

علامہ اقبال اپنے مشہور و معروف خطبات میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ صوفیہ اسلام میں ایک بزرگ کا قول ہے کہ جب تک مومن کے دل پر بھی کتاب (قرآن حکیم) کا نزول ویسا ہی نہ ہو جائے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوا تھا، اس کا سمجھنا محال ہے — علامہ موصوف نے یہ تصریح نہیں فرمائی کہ یہ صوفی بزرگ کون تھے لیکن یہ قول معائن کی اپنی زندگی کے ایک واقعے کی یاد دلاتا ہے۔ وہ یہ کہ جب اقبال سیالکوٹ میں ابھی زیر تعلیم تھے تو وہ صبح کی نماز کے بعد قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ ایک دن اسی دوران میں اُن کے والد محترم ان کے پاس آئے اور فرمایا: ”جب تک تم یہ نہ سمجھو کہ قرآن تمہارے قلب پر اُسی طرح اترتا ہے جیسا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلبِ اقدس پر نازل ہوا تھا، تلاوت کا مزہ نہیں۔

اس واقعے کو اور مذکورۃ الصدر قول کے مفہوم کو علامہ نے بالِ جبریل میں اس طرح ادا کیا ہے:

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشف کے

اور علامہ اقبال فرماتے تھے:

جب میں ایف اے میں پڑھتا تھا تو صبح کی نماز کے بعد قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتا تھا۔ والد صاحب مسجد سے نماز پڑھ کر آتے تو کبھی منزل ختم کر چکا ہوتا، کبھی جاری ہوتی۔ ایک دن آکر پوچھتے ہیں: ”کیا پڑھتے تھے؟

مجھے حیرت بھی ہوئی اور غصہ بھی آگیا۔ چھ مہینے ہو گئے اور ہر روز دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم پڑھتا ہوں، پھر یہ سوال کیسا؟

اقبال اور قرآن

نہایت نرمی سے فرمایا: ”میں پوچھتا ہوں کہ کچھ سمجھ میں بھی آتا ہے؟“ اب میرا استعجاب اور غصہ جاتا رہا اور کہا: ”کچھ عربی جانتا ہوں، کہیں کہیں سمجھ میں آ جاتا ہے۔“

بات ختم ہو گئی۔ کوئی چھ ماہ بعد ایک دن بیٹھ گئے اور فرمایا: ”بیٹا، قرآن کریم اس کی سمجھ میں آ سکتا ہے جس پر نازل ہوتا ہے۔“

میں حیران تھا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد قرآن کریم کسی کی سمجھ میں آ ہی نہیں سکتا۔
..... فرمایا: ”یہ تم نے کیسے سمجھ لیا کہ قرآن کریم حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اب کسی پر نازل ہی نہیں ہو سکتا؟“

میں پھر حیران ہوا تو فرمایا: ”انسانیت کو جس معراج پر پہنچانا فطرت کا مقصود ہے، اس کا نمونہ ہمارے سامنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں پیش کر دیا گیا۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک ہر نبی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے مختلف مدارج تھے۔ وہ سلسلے گویا Muhammad in the making (تکمیل محمدؐ) کی منازل تھے۔ بنیادی اصول ہر جگہ ایک تھا البتہ شعور انسانی کے ارتقا کے ساتھ ساتھ فروعات کی تکمیل ہوتی جاتی تھی حتیٰ کہ ’محمدؐ مکمل ہو گیا اور باب نبوت بند ہو گیا۔ انسانیت اپنی معراج کبریٰ تک پہنچ گئی۔ اب ہر انسان کے سامنے معراج انسانیت کا نمونہ ’محمدؐ موجود ہے۔ کوئی انسان جتنا محمدؐ کی زندگی میں رنگا جاتا ہے اتنا ہی قرآن اس پر نازل ہوتا جاتا ہے۔ یہ مفہوم تھا میرے کہنے کا کہ قرآن کریم اس کی سمجھ میں آ سکتا ہے جس پر نازل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔“

رئیس الاطباء حکیم محمد حسن صاحب قرشی لکھتے ہیں:

”قرآن حکیم سے ان کو بے حد شغف تھا۔ وہ بچپن سے بلند آواز سے قرآن پڑھنے کے عادی تھے۔ قرآن حکیم پڑھتے ہوئے وہ بے حد متاثر معلوم ہوتے تھے۔ آواز بیٹھ جانے کا انہیں سب سے زیادہ قلق یہ تھا کہ وہ قرآن حکیم بلند آواز سے نہیں پڑھ سکتے تھے۔ بیماری کے دنوں میں بھی جب کبھی کسی نے قرآن حکیم کو خوش الحانی سے پڑھا تو آنسو جاری ہو گئے اور ان پر لرزش و اهتزاز کی کیفیت طاری ہو گئی۔“

آپ کلام پاک خاص دل سوزی اور شغف کے ساتھ تلاوت کیا کرتے تھے۔ پڑھتے جاتے اور روتے جاتے۔ حتیٰ کہ اوراقِ مصحف ترتر ہو جاتے اور ان کو دھوپ میں سکھایا جاتا۔ آپ کی تلاوت کا خاص قرآن پاک اسلامیہ کالج لاہور کے کتب خانے میں محفوظ ہے اور اس روایت کا عینی ثبوت فراہم کرتا ہے۔

مرزا جمال الدین بیرسٹر فرماتے ہیں:

مطالب قرآنی پر ان کی نظر ہمیشہ رہتی۔ کلام پاک کو پڑھتے تو اس کے ایک ایک لفظ پر غور کرتے بلکہ نماز کے دوران میں جب بہ آواز بلند پڑھتے تو وہ آیات قرآنی پر فکر کرتے اور ان سے متاثر ہو کر رو پڑتے۔ ڈاکٹر صاحب کی آواز میں ایک خاص کشش تھی۔ جب وہ قرآن پاک بہ آواز بلند پڑھتے تو سننے والوں کا دل پکھل جاتا۔

اسلام کی تمام تعلیمات کا سرچشمہ قرآن حکیم ہے۔ اقبال نے اپنے پیام میں قرآن کو پڑھنے اور اس سے نور ہدایت حاصل کرنے پر بڑا زور دیا ہے۔ ایک خط میں اکبر الہ آبادی کو لکھا تھا: ”واعظ قرآن بننے کی اہلیت تو مجھ میں نہیں ہے۔ ہاں، اس مطالعے سے اپنا اطمینان خاطر روز بروز ترقی کرتا جاتا ہے۔“

مختلف بزرگوں نے فرمایا کہ قرآن پڑھنے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اس کے معنی بھی آتے ہوں۔ علامہ کی بھی یہی رائے تھی۔ نیاز الدین خاں کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

قرآن کثرت سے پڑھنا چاہیے تاکہ قلب، مجری نسبت پیدا کرے۔ اس نسبت محمدیہ کی تولید کے لیے یہ ضروری نہیں کہ قرآن کے معنی بھی آتے ہوں۔ خلوص دل کے ساتھ محض قراءت کافی ہے۔^۹ علامہ اقبال کے ملازم علی بخش کا بیان ہے:

صبح کی نماز اور قرآن خوانی مدت سے ان کا معمول تھا۔ قرآن بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ آواز ایسی شیریں تھی کہ ان کی زبان سے قرآن سن کر پتھروں کے دل پانی ہو جاتے تھے۔ بیماری کے زمانے میں قرآن پڑھنا چھوٹ گیا تھا۔ نماز بھی کم پڑھتے تھے۔ موت سے کچھ عرصہ پیش ترجمہ سے کہنے لگے: علی بخش! میرا جی چاہتا ہے کہ آج نماز پڑھوں۔

میں نے کہا: آپ پلنگ پر بیٹھ جائیے میں آپ کو وہیں بیٹھے بیٹھے وضو کرا دیتا ہوں۔ وضو کر چکے تو میں نے کہا: ڈاکٹر صاحب! میں نے مہر صاحب کو بیٹھے بیٹھے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ خدا جانے کیا بات ہے!

کہنے لگے: ہاں مجبوری کی حالت میں یہ بھی جائز ہے۔ جن دنوں ہم بھائی دروازے میں رہتے تھے، ایک دفعہ پورے دو مہینے بڑی باقاعدگی سے تہجد کی نماز پڑھتے رہے۔ ان دنوں ان کا عجب حال تھا۔ قرآن اس خوش الحانی کے ساتھ پڑھتے تھے کہ جی چاہتا تھا بس سارے کام کاج چھوڑ کر انہی کے پاس بیٹھا رہوں۔ اس زمانے میں کھانا پینا بھی چھوٹ گیا تھا۔ صرف شام کو تھوڑا سا دودھ پی لیا کرتے تھے۔ خدا جانے اس میں کیا رمز تھی۔^{۱۰}

قومی انحطاط کے اسباب

علامہ اقبال کے قرآنی شغف کے واقعات بہت سبق آموز ہیں اور ان کا جی گڑھتا تھا کہ قوم نے اس نعمت سے صحیح فائدہ حاصل نہیں کیا۔ وہ قوم کے انحطاط کے اسباب بھی بیان کرتے ہیں، مثلاً ۳۱ اپریل ۱۹۱۶ء کو لکھتے ہیں:

میں نے مسلمانوں اور ہندوؤں کی گذشتہ دماغی تاریخ اور موجودہ حالت پر بہت غور کیا ہے جس سے مجھے یقین ہو گیا ہے کہ ان دونوں قوموں کے اطباء کو اپنے مریض کا اصلی مرض اب تک معلوم نہیں ہو سکا۔ میرا عقیدہ ہے کہ ان کا اصلی مرض تو اِنے حیات کی ناتوانی اور ضعف ہے اور یہ ضعف زیادہ تر ایک خاص قسم کے لٹریچر کا نتیجہ ہے جو ایشیا کی بعض قوموں کی بدنصیبی سے ان میں پیدا ہو گیا۔ جس نقطہ خیال سے یہ قومیں زندگی پر نگاہ ڈالتی ہیں وہ نقطہ خیال صدیوں سے مضعف مگر حسین و جمیل ادبیات سے محکم ہو چکا ہے، اور اب حالات حاضرہ اس امر کے متقاضی ہیں کہ اس نقطہ خیال میں اصلاح کی جائے۔^{۱۱}

پھر ۱۰ جولائی ۱۹۱۶ء کو لکھتے ہیں:

حدیث میں آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔ افسوس ہے مسلمان مردہ ہیں۔ انحطاط ملی نے ان کے تمام قومی کوشش کر دیا ہے، اور انحطاط کا سب سے بڑا جادو یہ ہے کہ یہ اپنے صید پر ایسا اثر ڈالتا ہے جس سے انحطاط کا مسورا اپنے قاتل کو اپنا مرنی تصور کرنے لگ جاتا ہے۔ یہی حال اس وقت مسلمانوں کا ہے۔^{۱۲}

پھر ۱۹ جولائی ۱۹۱۶ء کو لکھتے ہیں:

تصوف کا سب سے پہلا شاعر عراقی ہے جس نے لمعات میں فصوص الحکم محی الدین ابن عربی کی تعلیموں کو نظم کیا ہے (جہاں تک مجھے علم ہے فصوص میں سوائے الحادوزنقہ کے اور کچھ نہیں.....) اور سب سے آخری شاعر حافظ ہے (اگر اُسے صوفی سمجھا جائے)۔ یہ حیرت کی بات ہے کہ تصوف کی تمام شاعری مسلمانوں کے پوٹیکل انحطاط کے زمانے میں پیدا ہوئی اور ہونا بھی یہی چاہیے تھا۔ جس قوم میں طاقت و توانائی مفقود ہو جائے جیسا کہ تاتاری یورش کے بعد مسلمانوں میں مفقود ہو گئی، تو پھر اس قوم کا نقطہ نگاہ بدل جایا کرتا ہے۔ اُن کے نزدیک ناتوانی ایک حسین و جمیل شے ہو جاتی ہے اور ترک دنیا موجب تسکین۔ اس ترک دنیا کے پردے میں تو میں اپنی سستی دکا بلی اور اس شکست کو جو ان کو تازع بلقما میں ہو، چھپایا کرتی ہیں۔^{۱۳}

اسی لیے وہ چاہتے تھے کہ اسلامی مذہبی مسائل کے لیے ایک خصوصی تربیت دی جائے۔ ایک جگہ وہ لکھتے ہیں:

مذہبی مسائل، بالخصوص اسلامی مذہبی مسائل کے فہم کے لیے ایک خاص تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ افسوس کہ مسلمانوں کی نئی پودا اس سے بالکل کوری ہے۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے تعلیم کا تمام تر غیر دینی ہو جانا اس مصیبت کا باعث ہوا ہے اور ہندوؤں کے ہاں تو ایک گونہ مذہب کا وجود ہی نادر ہے۔^{۱۲}

مولانا عبدالسلام ندوی نے علامہ اقبال کے اس مزاج اور مذاق کے متعلق تفصیل سے لکھا ہے۔ فرماتے ہیں:

اس بات کا خاص طور پر لحاظ رکھنا چاہیے کہ مذہب کے متعلق ڈاکٹر [اقبال] صاحب نے اپنی تصانیف میں جو خیالات ظاہر کیے ہیں وہ اگرچہ فلسفیانہ ہیں لیکن عملی حیثیت سے وہ مسلمانوں کے لیے صرف عقیدہ تو حید و رسالت اور نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کو کافی سمجھتے تھے جس کے معنی یہ ہیں کہ ایک مسلمان کو مسلمان بننے کے لیے فلسفے کی ضرورت نہیں بلکہ عمل کی ضرورت ہے۔^{۱۳} چنانچہ ایک ملاقات میں حکیم محمد حسین صاحب عرش نے ان سے کہا: ”آپ کے مدراس والے لیکچر بے حد مشکل ہیں۔ اگر اسلام یا قرآن کا منشا وہی ہے جو آپ نے ان لیکچروں میں بیان فرمایا ہے اور جس کو اس ترقی یافتہ زمانے کے بڑے بڑے اہل علم سمجھنے سے قاصر ہیں تو قرن اول کے عرب صحرا نشینوں نے اسے کیا سمجھا ہوگا؟“ اس کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے فرمایا، ”بِنَبِيِّ الْاِسْلَامِ عَلٰی خَمْسٍ كَسِي قَوْمِ كِي تَشْكَيلِ وَ تَعْمِيرِ كَلِي لِي لاسلام کے پانچ ارکان مشہورہ کا اجراء انضباط کافی ہے۔ چنانچہ اس کی محسوس علمی صورت عہد سعادت سے بہتر کہیں نظر نہیں آسکتی اور تاریخ کا حافظ اس حقیقت کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔“^{۱۴}

قرآن سے متعلق حالات کو مولانا عبدالسلام ندوی بھی لکھتے ہیں۔ یعنی:

ڈاکٹر صاحب کے انتقال کے بعد ان کی وصیت کے مطابق ان کی کتابیں اسلامیہ کالج لاہور کی لائبریری کو دے دی گئیں۔ ان ہی کتابوں میں ڈاکٹر صاحب کی تلاوت کا خاص قرآن از روئے وصیت ان کے لخت جگر جاوید کو ملا اور اس صحف کے متعلق ڈاکٹر صاحب کے خاص خاص احباب کا بیان ہے کہ وہ بلا ناغہ صبح کے وقت اس کی تلاوت ایسے ذوق و شوق، ایسے درد و محبت اور ایسے سوز و گداز کے ساتھ کیا کرتے تھے کہ آنسوؤں کا تار بندھ جاتا تھا، روتے جاتے تھے اور پڑھتے جاتے

اقبال اور قرآن

تھے یہاں تک کہ کتاب عزیز کے ورق بھیگ جاتے۔ جب تلاوت ختم ہو جاتی تو اسے اٹھا کر دھوپ میں رکھ دیتے تاکہ صفحے خشک ہو جائیں۔ مدت العمر تک ان کا یہی دستور رہا حتیٰ کہ زندگی کے آخری دنوں میں جب بیماری کا تسلط بڑھتا گیا اور گلا خراب ہو جانے کی وجہ سے آواز میں پتی لگ گئی تو ڈاکٹروں کے روکنے پر آپ کا یہ طریق تلاوت بھی چھوٹ گیا جس کا ان کو نہایت رنج تھا۔^{۱۸}

آخر عمر میں وہ ایک کتاب قرآن مجید پر لکھنا چاہتے تھے۔ سر اس مسعود کو ایک خط میں لکھتے ہیں:..... اور اس طرح میرے لیے ممکن ہو سکتا تھا کہ میں قرآن کریم پر عہد حاضر کے افکار کی روشنی میں اپنے وہ نوٹ تیار کر لیتا جو عرصے سے میرے زیرِ غور ہیں۔ لیکن اب تو، نہ معلوم کیوں، ایسا محسوس کرتا ہوں کہ میرا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے گا۔ اگر مجھے حیاتِ مستعار کی بقیہ گھڑیاں وقف کر دینے کا سامان میسر آئے تو میں سمجھتا ہوں قرآن کریم کے ان نوٹوں سے بہتر کوئی پیش کش مسلمانانِ عالم کو نہیں کر سکتا۔^{۱۹}

یہ خط ۲۶ اپریل ۱۹۳۵ء کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے بعد ۳۰ مئی ۱۹۳۵ء کو دوسرے خط میں لکھتے ہیں: ”..... چراغِ سحر ہوں، بجھا چاہتا ہوں۔ تمنا ہے کہ مرنے سے پہلے قرآن کریم سے متعلق اپنے افکارِ قلم بند کر جاؤں“۔^{۱۹}

اعلیٰ حضرت نواب بھوپال سے انھوں نے اس کتاب کے لکھنے کا وعدہ کیا تھا اور وہ اس کو انگریزی زبان میں لکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ۷ اگست ۱۹۳۶ء کے ایک خط میں مولانا سید سلیمان ندوی کو لکھتے ہیں: ”ان شاء اللہ موسمِ سرما میں وہ انگریزی کتاب لکھنا شروع کروں گا جس کا وعدہ میں نے اعلیٰ حضرت نواب صاحب بھوپال سے کر رکھا ہے۔“^{۲۰}

لیکن سوال یہ تھا کہ یہ کتاب کس رنگ میں لکھی جائے، تفسیر و تشریح یا ابتدائی مطالعے کے لیے ایک مقدمہ؟ بالآخر موجودہ زمانے کی اجتماعی تحریکات کو دیکھ کر ان کے دل میں یہ خیال روز بروز مستحکم ہوتا گیا کہ اس وقت اسلام کے نظامِ عمرانی کی تشریح و توضیح کی ضرورت ہے، اس لیے وہ چاہتے تھے کہ تفصیلی جدید الہیاتِ اسلامیہ کی طرح تفصیلی جدید فقہِ اسلامی پر، یہ دیکھ کر کہ قرآن پاک نے ان مسائل کی رہنمائی کس انداز میں کی ہے، قلم اٹھائیں۔ اس غرض سے انھوں نے یورپ اور مصر کی بعض نئی مطبوعات بھی فراہم کرنا شروع کر دی تھیں، لیکن افسوس یہ ہے کہ اس تصنیف کا کام استقصائے مسائل، ترحیبِ مقدمات اور تقسیمِ مباحث سے آگے نہ بڑھ سکا۔^{۲۱}

اب قرآن سے متعلق علامہ اقبال کے حالات ”حدیثِ دیگران“ کے ذیل میں عرض کیے جاتے ہیں۔

حدیث دیگرال

فقیر سید وحید الدین نے روزگارِ فقیر (حصہ اول) میں قرآن کے متعلق علامہ اقبال کی زندگی کے کئی واقعات لکھے ہیں:

فرمایا۔ ایک مرتبہ فارمن کرسچن کالج لاہور کا سالانہ اجلاس ہو رہا تھا۔ کالج کے پرنسپل ڈاکٹر لوکس نے مجھے بھی اس میں دعوت شرکت دی۔ اجلاس کا پروگرام ختم ہونے کے بعد چائے کا بندوبست کیا گیا تھا۔ ہم لوگ چائے پینے بیٹھے تو ڈاکٹر لوکس میرے پاس آئے اور کہنے لگے: چائے پی کر چلے نہ جانا، مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔ ہم لوگ چائے پی چکے تو ڈاکٹر لوکس آئے اور مجھے اپنے ساتھ ایک گوشے میں لے گئے اور کہنے لگے: ”اقبال، مجھے بتاؤ کہ تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم کا مفہوم نازل ہوا تھا اور چونکہ انھیں صرف عربی زبان آتی تھی، انھوں نے قرآن کریم عربی میں منتقل کر دیا یا یہ عبارت ہی اسی طرح اتری تھی؟

میں نے کہا: ”یہ عبارت ہی اتری تھی۔“

ڈاکٹر لوکس نے حیران ہو کر کہا کہ: اقبال! تم جیسا پڑھا لکھا آدمی اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ عبارت ہی اسی طرح اتری ہے!“

میں نے کہا: ”ڈاکٹر لوکس! یقین، میرا تجربہ ہے، مجھ پر شعر پورا اترتا ہے تو پیغمبر پر عبارت کیوں نہیں پوری اتری ہوگی۔“^{۲۲}

اسی کتاب میں فقیر سید وحید الدین آگے چل کر لکھتے ہیں:

بعض ایسے لوگ بھی مسلمانوں میں پائے جاتے ہیں جو نہ عربی زبان و ادب میں خاطر خواہ استعداد رکھتے ہیں نہ عرب قدیم کے علمی سرمائے پر ان کی نگاہ ہے، اور نہ قرآن کریم کو ٹھیک طور پر سمجھ سکتے ہیں مگر اپنی اس علمی تہی ماگی کے باوجود قرآن کریم کے ترجمہ اور تفسیر کی کوشش فرماتے ہیں۔ ڈاکٹر [اقبال] صاحب کو اس قسم کی باتوں سے بڑی اذیت ہوتی تھی۔ وہ اپنی متانت و سنجیدگی اور عالی ظرفی کے باوجود اس غم کو چھپانہ سکے۔ ایک بار فرمایا: قرآن کریم اس اعتبار سے بڑا ہی مظلوم صحیفہ ہے کہ جسے دنیا میں اور کوئی کام نہیں ملتا، وہ اس کے ترجمہ و تفسیر میں مصروف ہو جاتا ہے؛ حالانکہ یہ نہایت ہی نازک اور محتاط ذمہ داری ہے۔^{۲۳}

پھر لکھتے ہیں:

ڈاکٹر صاحب اپنی میٹھو روڈ والی کوٹھی میں قیام فرماتھے۔ اس زمانے میں ڈاکٹر صاحب کی قیام گاہ

پراکے نئے ملاقاتی آئے۔ ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ اتنے میں انھوں نے ڈاکٹر صاحب سے ایک سوال کر دیا۔ کہنے لگے:

”آپ نے مذہب، اقتصادیات، سیاسیات، تاریخ اور فلسفہ وغیرہ علوم پر جو کتابیں اب تک پڑھی ہیں، ان میں سب سے بلند پایہ اور حکیمانہ کتاب آپ کی نظر سے کونسی گزری ہے؟“

ڈاکٹر صاحب اس سوال کے جواب میں کرسی سے اٹھے اور نووارد ملاقاتی کی طرف ہاتھ کا اشارہ کیا کہ تم ٹھہرو، میں ابھی آتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اندر چلے گئے۔ دو تین منٹ میں واپس آئے تو ان کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی۔ اس کتاب کو انھوں نے اس شخص کے ہاتھوں پر رکھتے ہوئے فرمایا: قرآن کریم! ۱۴

آگے چل کر فقیر سید وحید الدین ایک اور واقعہ پروفیسر یوسف سلیم چشتی کے متعلق بھی لکھتے ہیں کہ وہ پہلے فلسفے میں ڈوبے ہوئے تھے۔

علامہ اقبال نے ان کی توجہات کا رخ مذہب کی طرف موڑ دیا اور اس حقیقت سے آگاہ کیا کہ قرآن کریم فلسفے اور الہیات کی کوئی تصنیف نہیں ہے، اس کا مقصد دل کو طمینان عطا کرنا ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے یہ مشورہ بھی دیا کہ قرآن کریم کو اس زاویہ نگاہ سے پڑھو کہ اللہ تعالیٰ سے میرا کیا رشتہ ہے اور کائنات میں میرا کیا مقام ہے۔ قرآن اس لیے نازل ہوا ہے کہ وہ انسان میں خدا سے ربط قلبی کا اعلیٰ شعور پیدا کر دے تاکہ انسان اس ربط کی بدولت مشیت ایزدی سے ہم آہنگی پیدا کر سکے۔ ۱۵

پھر وحید الدین ایک اور واقعہ لکھتے ہیں:

ایک دن پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے علامہ سے براہ راست یہ سوال کیا: ”آپ کے فلسفہ خودی کا ماخذ کیا ہے؟ اور چونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ خودی کا فلسفہ صوفیہ کرام اور قرآن کریم سے ماخوذ ہے، اس لیے میں نے خاص طور پر یہ بات آپ سے پوچھی ہے۔

فرمایا: ”ہاں، یہ آیت استحکام خودی پر دل ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيكُمْ أَنْفُسُكُمْ لَا
يَضُرُّكُمْ مَن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۗ إِلَى
اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُونَ ○ (المائدہ: ۱۰۵)

مفہوم: اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم پر فرض ہے خودی کی محافظت، اگر تم ہدایت پر ہو۔ تو وہ شخص جو گمراہ ہے، تمہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ تم سبھوں کو اللہ ہی کے پاس واپس جانا

ہے اور وہ تمہیں تمہارے اعمال پر مطلع
 کر دے گا (تاکہ ان کے مطابق جزا و سزا
 مل سکے) ۲۶

فقیر سید وحید الدین اپنی کتاب کے دوسرے حصے میں بھی قرآن کے متعلق واقعات بیان کرتے
 ہیں۔ لکھتے ہیں:

ایک روز ڈاکٹر میکس پلانک (Max Planck) کے نظریہ کوآٹم (Quantum theory) اور اس
 کے بعد کی علمی تحقیق کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ ممتاز حسن نے سائنس کی اس دریافت کا ذکر کیا کہ
 جب بہت سے برقیے مل کر حرکت کرتے ہیں تو ان کا عمل یکساں ہوتا ہے، یعنی اس عمل کے نتائج
 یکساں ہوتے ہیں، لیکن جب ایک برقیہ اپنی انفرادی حیثیت میں مصروف عمل ہو تو یہ ضروری نہیں
 کہ یکساں حالات میں اور یکساں اسباب کے پیش نظر اس برقیہ کا عمل یکساں ہو۔ اس سے
 معلوم ہوا کہ اسباب و نتائج کے جس رشتے کی بنیاد پر سائنس کا سارا کارخانہ قائم ہے خود وہ رشتہ ہی
 کمزور نظر آتا ہے اور کائنات کی بنیادی ساخت میں کچھ غیر متعین عناصر ایسے ہیں کہ جن کے عمل
 کے بارے میں کوئی پیشگی اندازہ کرنا ممکن نہیں۔

علامہ نے فرمایا: ”اب سائنس دانوں پر وہ حقیقت منکشف ہو رہی ہے جس کو قرآن کریم نے مختصر
 طور پر یوں بیان کیا ہے: اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿البقرہ: ۲۰﴾“
 ممتاز حسن، علامہ کے اس جواب سے نہایت متاثر ہوئے اور عرض کیا ”واقعی قرآن کریم کی اس
 حقیقت پر عام مسلمانوں کی نظر نہیں گئی اور سائنس دان اسی خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ وہ خدائے حقیقی
 و برتر جو قادرِ مطلق ہے، ان اسباب و نتائج کے محرکات اور مسلسل عمل کے سامنے اصولی طور پر مجبور
 اور بے بس ہے۔“ ۲۷

پھر وحید الدین نے یہ واقعات بھی لکھے ہیں:

ممتاز حسن بیان کرتے ہیں کہ ایک روز آئن سٹائن کے نظریہ اضافیت کے سلسلے میں روشنی کی رفتار کا
 ذکر آیا تو میں نے کہا: ”عجیب بات ہے، اب تک خلا میں روشنی سے زیادہ تیز رفتار اور کوئی چیز دریافت
 نہیں ہوئی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ روشنی بجائے خود طبعیاتی نقطہ نگاہ سے ایک قدرِ مطلق ہے۔“

علامہ نے نہایت متانت سے میرا سوال سنا اور فرمایا: ”کیا تمہیں قرآن حکیم کی وہ آیت یاد نہیں؟“

اللّٰهُ نُورٌ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴿النور: ۳۵﴾ ۲۸

اقبال اور قرآن

علامہ کی بہن کو ان کے سسرال والوں نے پریشان کیا اور وہ میکے چلی آئیں، پھر وہ لوگ کسی طرح مصالحت کے لیے آئے۔ علامہ کو یہ مصالحت پسند نہ تھی۔ لیکن ”اُن کے والد نے جب دیکھا کہ اقبال کسی طرح رضامند نہیں ہوتے تو انھوں نے خاص انداز میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں وَالصُّلْحُ خَيْرٌ فرمایا ہے۔ اتنا سننا تھا کہ علامہ خاموش ہو گئے۔“^{۲۹}

پھر مصالحت واقعی خیر ثابت ہوئی۔

شیخ اعجاز احمد کو بھی علامہ نے ایک خط میں تلاوتِ قرآن کی تلقین فرمائی ہے: ”قرآن پر میں زیادہ اصرار کرتا ہوں کہ اس کے پڑھنے کے فوائد میرے تجربے میں آچکے ہیں۔“^{۳۰}

مثنوی رومی (ہست قرآن در زبانِ پہلوی) سے بھی علامہ کو قرآن ہی کی وجہ سے شغف تھا۔ محمد حسین عرشی نے مثنوی رومی کے مطالعے کے بعد، اپنی مشکلات کو حل کرنے کے لیے علامہ اقبال کو خط لکھا۔ علامہ نے ۱۹/ مارچ ۱۹۳۵ء کو یہ جواب لکھا:

جناب عرشی صاحب، السلام علیکم!

آپ کا خط ابھی ملا۔ میری صحت عامہ تو بہت بہتر ہو گئی ہے مگر آواز پر ابھی خاطر خواہ اثر نہیں ہوا۔ علاجِ برقی ایک سال تک جاری رہے گا۔ دو ماہ کے وقفے کے بعد پھر بھوپال جانا ہوگا۔ آپ اسلام اور اس کے حقائق کے لذت آشنا ہیں۔ مثنوی رومی کے پڑھنے سے اگر قلب میں گرمی شوق پیدا ہو جائے تو اور کیا چاہیے! شوق خود مرشد ہے۔ میں ایک مدت سے مطالعہ کتب ترک کر چکا ہوں۔ اگر کبھی کچھ پڑھتا ہوں تو صرف قرآن یا مثنوی رومی۔ افسوس ہے ہم اچھے زمانے میں پیدا نہ ہوئے۔

کیا غضب ہے کہ اس زمانے میں ایک بھی صاحبِ سرور نہیں بہر حال قرآن اور مثنوی کا مطالعہ جاری رکھیے۔ مجھ سے بھی کبھی کبھی ملتے رہیے۔ اس واسطے نہیں کہ میں آپ کو کچھ سکھا سکتا ہوں بلکہ اس واسطے کہ ایک ہی قسم کا شوق رکھنے والوں کی صحبت بعض دفعہ ایسے نتائج پیدا کر جاتی ہے جو کسی کے خواب و خیال میں بھی نہیں ہوتے۔ یہ بات زندگی کے پوشیدہ اسرار میں سے ہے جن کو جاننے والے، مسلمانانِ ہند کی بد نصیبی سے، اب اس ملک میں پیدا نہیں ہوتے۔ زیادہ کیا عرض کروں!

_____ محمد اقبال

محمد حسین عرشی لکھتے ہیں کہ:

اس کے بعد میں برابر حاضر خدمت ہوتا رہا۔ میرے اُن کے مکالمات کا غالب حصہ باریک روحانی، منصوبہ فائدہ اور قرآنی مسائل سے متعلق ہوتا۔ میں عموماً سوالات کی ایک فہرست تیار کر کے لے جاتا..... (ایک مرتبہ) حکیم طالب علی صاحب جو اس سے پہلے علامہ سے متعارف نہیں تھے، میرے ساتھ چلنے کو تیار ہو گئے۔ وہاں پہنچنے پر علی بخش نے میرے حاضر ہونے کی اطلاع دی۔ میں حکیم صاحب کی معیت میں اندر پہنچا تو تنہا بیٹھے تھے۔ خیریت پُرسی کے بعد گفتگو شروع ہوئی۔ حکیم طالب علی صاحب نے سورہ النجم کے پہلے رکوع کی تشریح دریافت کی۔ علامہ نے اس پر ایک طویل تقریر فرمائی۔ بالخصوص فَكَاَنَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی کی تفسیر اپنے رنگ میں عجیب و نادر چیز تھی..... علامہ کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ ناسوت والا ہوت یا عقل و وحی یا عالم بشریت و عرش الوہیت کو دو کمان نما دائروں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ بشری عقل کا منہتاے کمال یہ ہے کہ وحی سماوی سے مکمل مطابقت حاصل کرے، یعنی اس ترقی یافتہ عقل کے رباب سے بعض خاص اوقات جو نغمہ نکلتا ہے، وہ سازِ الہام سے ہم آہنگ ہوتا ہے۔ اس طرح یہ دو کمان کامل اتصال کے مقام پر پہنچ جاتے ہیں۔ نوع انسان میں انبیا علیہم السلام [بالعموم اور انبیا میں خاتم النبیین] صلی اللہ علیہ وسلم [بالخصوص اس مقام کے آخری نقطے سے واصل ہوئے۔ اس کے بعد علامہ نے فرمایا کہ اس تقریر سے یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ قرآن [معاذ اللہ] محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف ہے۔ وحی الہی میں فہم بشری کا قطعاً دخل نہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ جرمنی میں ہمارے ایک پروفیسر علم ریاضی کے بہت زیادہ مشاق تھے۔ بعض اوقات طلبہ ان سے نہایت مشکل سوال کر بیٹھتے۔ آپ فوراً جواب بتا دیتے۔ طلبہ تشریح پوچھتے تو کہتے: ”اس کے لیے دو ہفتوں کی مہلت درکار ہے“۔ ان کے نزدیک جواب دینا آسان تھا لیکن اس کا عمل سمجھانا دیر طلب تھا۔ اسی طرح عقل اور وحی کا تطابق ہرگز کے اہل کمال میں پایا جاتا ہے۔

میں نے کہا: ایک طرف تو يَسْرَنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فرمایا گیا اور اسی قسم کے دوسرے ارشادات فَصَلَّتْ اٰیٰتُهٗ اور فَصَّلْنٰهٗ عَلٰی عِلْمٍ وغیرہ بھی موجود ہیں اور دوسری طرف بہت سی آیات کو متشابہات کہہ کر ان کے فہم پر وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيْلَهٗ ۙ اِلَّا اللّٰهُ وَالرَّسِيْخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰنَا بِهٖ۔ (آل عمران: ۷) کی مہر لگادی۔ ظاہری نگاہ اس میں تضاد دیکھتی ہے۔

آپ نے فرمایا: اس کو یوں سمجھو۔ ایک دفعہ لندن میں ایک صاحب نے کسی مہمان کے اعزاز میں چند دوستوں کو ضیافت پر مدعو کیا۔ ان میں میں بھی شامل تھا۔ فراغتِ طعام کے بعد

مہمان عزیز سے تفصیلی تعارف کرایا گیا تو معلوم ہوا کہ آپ ماہرِ حجریات ہیں۔ میں نے آپ سے دوبارہ ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ فیصلہ ہوا کہ سیر کو اکٹھے چلیں گے۔ چنانچہ سیر کرتے ہوئے ہم سمندر کے ساحل پر پہنچ گئے۔ میں نے ان سے کہا: ”آپ اپنے مضمون (حجریات) کے متعلق کچھ فرمائیں۔ انھوں نے ساحل سے ایک چھوٹا سا سنگ پارہ اٹھا لیا اور اس کی سوانحِ عمری بیان کرنا شروع کر دی۔ مختصر یہ کہ ہم پندرہ دن روزانہ سیر کو جاتے رہے اور وہ اس پارہ حجر کے رموز و اسرار بیان کرتے رہے۔ اس کے اجزائے اولیہ، رنگ و صلابت و صورت نوعیہ وغیرہ کے تفصیلی اسباب، تاثیرات و خواص وغیرہ۔ اتنی باتیں بیان کر دیں جو میرے لیے اور اس علم سے ناواقف ہر شخص کے لیے پردہِ خفا میں تھیں یا متشابہ تھیں اور اس شخص کے لیے کہ راسخ فی العلم تھا، مفضل و مبشر تھیں۔ اسی طرح قرآن مجید سارے کا سارا مفضل بھی ہے اور متشابہ بھی۔ جس قدر انسان کا ذوق و وجدان اور اخلاق و روحانیت ترقی کرتے جائیں گے، اس پر قرآن کے مطالب آشکارا ہوتے جائیں گے۔“

اسی طرح کا ایک واقعہ سطحِ بحر کے ایک پروفیسر کا بھی نقل کیا ہے۔^{۱۱}

محمد حسین عرشى آگے چل کر لکھتے ہیں:

۱۲ اپریل ۱۹۳۵ء وقت چار بجے سہ پہر۔ میں نے سوال کیا: ”آیہ مبارکہ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (جولوگ ہمارے بارے میں کوشش کرتے ہیں ہم ضرور انہیں اپنی راہیں دکھائیں گے) (العنکبوت: ۶۹) سے کیا مراد ہے؟“

علامہ نے فرمایا: ”تمام علوم و کمالات اور مقاصدِ عالیہ جو نوعِ انساں کے لیے کسی نہ کسی جہت سے مفید ہوں، ان کے حصول کی سعی جہاد فی سبیل اللہ میں داخل ہے اور اس مشق و مزاولت کے ارتقائی نتائج لَنَهْدِيَنَّهُمْ کا ظہور ہیں۔“

میں نے عرض کیا: مولانا روم نے فرمایا ہے:

نطقِ آب و نطقِ باد و نطقِ گل ہست محسوسِ حواسِ اہلِ دل

اس سے کیا مراد ہے؟

آپ نے فرمایا: ”قرآن مجید میں ہے، زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اور کُلُّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَ تَسْبِيحَهُ (ہر مخلوق کو اپنی نماز اور تسبیح کا علم ہے) (النور: ۳۱)۔ ان آیتوں سے ثابت ہے کہ ہر شے کو علم اس کے حال کے مطابق عطا ہوا ہے۔“

میں نے کہا: ”مجھے نطقِ اشیا و عناصر سے انکار نہیں۔ میرا سوال محسوسِ حواسِ اہلِ دل پر ہے۔ آپ کی پیش کردہ دوسری آیت کے ساتھ ہی یہ لفظ بھی ہیں وَلٰكِنْ لَا تَفْقَهُونَ (یعنی ہر شے نمازی اور تسبیحِ حواسِ اہلِ دل پر ضرور ہے لیکن اے انسانو! تم اس کی سمجھ نہیں رکھتے) پھر اہلِ دل اس نطق کو کس طرح محسوس کرتے ہیں؟

آپ نے یہ شعر پڑھا:

ہر کہ عاشقِ گشتِ حسنِ ذاتِ را گشتِ سیدِ جملہ موجوداتِ را

آپ کی حالت متغیر ہو گئی۔ آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ میں خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا: معرفتِ الہی سے کیا مراد ہے؟

آپ نے فرمایا: سیدِ الطائفہ جنید بغدادی کے نزدیک معرفتِ یاعرفان کا لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب یا مضاف نہیں کرنا چاہیے کیونکہ قرآن عزیز میں اس کا استعمال نہیں کیا گیا؛ البتہ علم و ایمان کا ذکر بار بار آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ تو عارف ہے نہ معروف۔ ہاں عالم و علیم ہے اور معلوم ہے جس پر بہت سی آیتیں شاہد ہیں: اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (فاطر: ۲۸)۔ (اللہ تعالیٰ سے وہی لوگ ڈرتے ہیں جو اس کے بندوں میں علم سے ممتاز ہیں۔)

یہاں علما کہا گیا ہے، عرفان نہیں کہا۔ مجھے صحیح یاد نہیں کہ یہی آیت پڑھی تھی یا کوئی اور آیت پڑھی تھی۔ اس کے بعد لفظ علم پر گفتگو ہوئی۔ فرمایا: علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ہمارے اکتسابی معلومات کا ذخیرہ، ہم خود مخلوقِ الہی ہیں اور ہمارے اکتسابی آلاتِ علمیہ ہماری مخلوق، یعنی ہمارا علم مخلوق کا مخلوق ہے۔ پس ایسے علم کو علمِ الہی سے قطعاً کوئی واسطہ نہیں ہو سکتا۔ دوسرا علم وہ ہے جو خواص کو عطا ہوتا ہے۔ وہ بے منت کسب، قلب و روح کے اعمال سے اُبلتا ہے۔ میں نے عرض کیا: اُس علم کی کلید کیا ہے؟ فرمایا: ارشادِ خداوندی ہے: قَدْ افْلَحَ مَنْ زَكَّهَا (جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا اس پر اس علم کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں)۔ (الشمس: ۹) میں نے کہا: ”تزکیہ نفس کا طریقہ کیا ہے؟ اس پر آپ نے صوفیہ کے بعض مشائخ کی طرف اشارہ کر دیا.....

۱۲ اپریل ۱۹۳۵ء کی ملاقات میں میں نے پوچھا: ”اسلامِ تہامہ قرآن میں محصور ہے یا نہیں؟ فرمایا: ”مفصل کہو“۔ میں نے کہا: ”خارج از قرآن، ذخیرہ احادیث و روایات اور کتبِ فقہ و غیرہ کو شامل کر کے اسلامِ مکمل ہوتا ہے یا صرف قرآن اس باب میں کفایت کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”یہ چیزیں تاریخ اور معاملات پر مشتمل ہیں۔ ان کی بھی ضرورت ہے۔ ان سے پتا چلتا ہے کہ یہ

اقبال اور قرآن

کن ضروریات کے ماتحت وضع کی گئیں۔ لیکن نفسِ اسلام، قرآن مجید میں کمال و تمام آچکا ہے۔ خدائے تعالیٰ کا منشا دریافت کرنے کے لیے ہمیں قرآن سے باہر جانے کی ضرورت نہیں.....“

۱۴ اپریل ۱۹۳۵ء۔ میں نے حیات بعد الممات سے متعلق استفسار کیا، آپ نے فرمایا:

”حیاتِ اُخروی انسان کے ذوقِ حیات کی شدت پر منحصر ہے۔ جس قدر کسی شخص میں ذوقِ زندگی زیادہ ہوگا، اتنا ہی اس کا زمانہ برزخ کم ہوگا۔ شہدا کا ذوقِ زندگی بہت بڑھا ہوا ہے اس لیے ان کے لیے کوئی برزخ نہیں۔ اس زندگی سے آنکھ بند کرتے ہی ان کے لیے دوسری زندگی کا دروازہ کھل جاتا ہے۔“

میں نے عرض کیا: ”عام مومنین کے لیے بھی برزخ کا کہیں ذکر نہیں۔“

فرمایا: ”اس کا سبب بھی ذوقِ حیات ہے۔ میں نے اس خیال کو اپنے ایک شاعر میں بھی ظاہر کیا ہے: جانے کہ بخشد دیگر نگیرند آدم بگرد از بے یقینی

اس کے بعد سلسلہ گفتگو دوسری جانب مڑ گیا۔ آپ نے فرمایا:

یورپ سے آتے ہوئے ایک صبح جہاز میں میں قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا۔ میرے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا آگئی: **وَإِذْ ذُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ** (البقرہ: ۱۲۶) (خدایا، حرمِ کعبہ کے اہالی کو پھلوں سے رزق عنایت فرما۔)

اس سے میری طبیعت بے حد متاثر ہوئی۔ اس دعا کو زبان سے نکلے ہوئے چار ہزار سال گزر گئے۔ اس کی مقبولیت ایک بدیہی حقیقت بن گئی ہے۔ تمام اسلامی ممالک ایران، عراق، شام، افغانستان، بیروت، ترکی وغیرہ جو حرمِ کعبہ سے روحانی تعلق رکھتے ہیں، پھلوں کے رزق سے معمور ہیں اور غیر اسلامی دنیا یورپ، امریکہ وغیرہ اس نعمتِ خداوندی سے محروم۔ سبحان اللہ!“

۱۶ جنوری ۱۹۳۸ء، تین بجے بعد دوپہر، بمقام جاوید منزل، تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ ملاقات رہی۔ دورانِ گفتگو آپ نے فرمایا:

علم کے چار ذریعے ہیں اور قرآن مجید نے ان چاروں کی طرف واضح رہنمائی کی ہے۔ مسلمانوں نے ان کی تدوین کی اور دنیا کے جدید اسباب میں ہمیشہ مسلمانوں کی ممت کش رہے گی۔ پہلا ذریعہ وحی ہے اور وہ ختم ہو چکا۔ دوسرا ذریعہ آثارِ قدما و تاریخ ہے جس پر آیاتِ قرآنی متوجہ کر رہی ہیں۔ **سِيرُوا فِي الْأَرْضِ** اس آیت نے علمِ آثار کی بنیاد رکھ دی جس پر مسلم مصنفین نے عالی شان تفسیر تیسرے کیے۔ **ذُكِرْهُمْ بِآيَاتِ اللَّهِ** یہ آیت مجیدہ تاریخ کا ابتدائی نقطہ ہے جس نے ابنِ خلدون جیسے باکمال محقق پیدا کیے۔ علم کا تیسرا ذریعہ علمِ انفس ہے جس کا آغاز **وَفِي أَنْفُسِكُمْ**

أَفَلَا تُبْصِرُونَ سے ہوتا ہے اس کو حضرت جنید اور ان کے رفقاء اتباع نے کمال تک پہنچایا۔ آخری ذریعہ صحیفہ فطرت ہے جس پر قرآن مجید کی بے شمار آیات دلالت کر رہی ہیں، مثلاً وَاللّٰی الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ اس علم پر علمائے اندلس نے بہت توجہ مبذول کی۔“

آیات نشا بہات، فصلت آیاتہ، فُصِّلَتْ آيَاتُهُ اور رَاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ وغیرہ آیات کی تطبیق پر حضرت علامہ کی تقریر جو میں پہلے نقل کر آیا ہوں، اسی صحبت میں ہوئی تھی۔ اس تمام تشریح علوم، تفصیل آیات اور مساعی علمائے کرام کا ذکر کرنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ:

موجودہ دنیا اپنے تمام علم و تہذیب اور صنائع و بدائع سمیت مسلمانوں کی مخلوق ہے۔

میں نے اس لفظ پر ذرا اظہار تعجب کیا۔ آپ نے فرمایا:

’حقیقی خالق بے شک اللہ تعالیٰ ہے لیکن اس کے علاوہ بھی خالق ہو سکتے ہیں جیسا کہ آیہ احسن الخالقین (والتین: ۴) سے ظاہر ہے (خدائے پاک تمام دوسرے خالقوں سے احسن ہے)۔

اس کے بعد فرمایا: ”قرآن سے پہلے کسی ارضی و سماوی کتاب نے انسان کو اس بلند مقام پر نہیں پہنچایا جس کی قرآن نے اطلاع دی۔ یہ لفظ تم قرآن کے سوا کہیں نہ دیکھو گے۔

سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَّا فِي الْاَرْضِ ۝ اَج تَكْفُرُوْنَ آج تک تم جن ارضی و سماوی، مہیب یا مفید ہستیوں کو اپنا معبود سمجھتے رہے ہو، وہ سب اور دیگر تمام کائنات تمہاری خدمت کے لیے خلق کی گئی۔

توحید کا یہ مرتبہ اعلیٰ، ماسوا سے بے پروا کر دینے والا، یہ انسانی خودی کا حقیقی عرفان، قرآن سے پہلے کہیں نظر نہیں آتا۔“^{۳۳}

محمد حسین عرشی آگے چل کر لکھتے ہیں:

ایک دفعہ اسلام یا مسلم کی تعریف میں ایک بلوغ و عمیق تقریر فرمائی جس کو میں بمشکل سمجھ سکا۔ اس وقت کا دھندلا سا اجمالِ دماغ میں موجود ہے۔ کچھ ایسا مفہوم تھا کہ انسان صحیح معنوں میں مسلم اس وقت ہوتا ہے جب قرآن کے فرمائے ہوئے اوامر و نواہی اس کی اپنی خواہش بن جائیں، یعنی وہ

یہ نہ سمجھے کہ میں کسی حاکم یا آقا کے حکم و تسلط کے ماتحت فضائلِ اخلاق و عبادات پر کاربند اور ذمہ دارم و قبح نفس سے مجتنب ہوں، بلکہ یہ چیزیں اس کی اپنی تمنا بن کر اس کے عمقِ روح سے اُچھلیں۔

قرآن اس کے حق میں ایک تلخ اور شافی دوانہ رہے بلکہ ایک لذیذ اور زندگی بخش غذا بن جائے،

نشائے الہی اور فطرت انسانی میں مغائرت نہ رہے۔ یہی مطلب ہے فَطَّرَ اللّٰهُ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا کا۔ اس پر تاریخ سے بعض مثالیں بھی دیں جو میں اب بالکل بھول گیا ہوں۔^{۳۴}

اسی کتاب ملفوظاتِ اقبال میں سید الطاف حسین کا مضمون بھی شامل ہے، وہ لکھتے ہیں:

اقبال اور قرآن

”فرمایا: قرآن نے نئی قسم کی جنتیں بیان کی ہیں۔ بعض ماڈی ہیں اور بعض روحانی۔ مادی جنتوں کے بیان سے تو آپ واقف ہی ہوں گے، مگر بعض مقامات پر روحانی جنتوں کا بھی ذکر ہے۔“
میں نے عرض کیا: ”قرآن نے روحانی جنت کی تعریف کس طرح کی ہے؟“

فرمایا: لَا لَعُوَ فِيهَا وَلَا تَأْنِيْمٌ O (الطور: ۲۳) ۳۵

قرآن پاک سے متعلق دیگر مسائل پر بھی علامہ اقبال کے نظریات کا مطالعہ حسب ذیل واقعات سے کیا جاسکتا ہے:

قرآن اور دیگر مسائل

خواجہ عبدالحمید اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

گول میز کانفرنس کے سلسلے میں انگلستان میں ڈاکٹر (اقبال) صاحب کو اکابر اور فضلا سے تبادلہ خیال کا موقع ملا۔ ایک بزرگ نے عیسائی پادریوں کا مشہور اور جھوٹا اعتراض اسلام کے خلاف دہرایا اور پوچھا: ”کیا یہ سچ ہے کہ اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ عورت کے روح نہیں ہوتی؟“
ڈاکٹر صاحب نے پوچھا: ”کیا روح سے آپ کی مراد وہی شے ہے جو آپ لوگوں کے خیال میں جسم سے بالکل علیحدہ اور مختلف ہوتی ہے؟“
معترض صاحب نے کہا: ”جی ہاں۔“

انھوں نے جواب دیا: ”تو پھر صاحب، اسلام کے مطابق عورت کیا مرد میں بھی روح نہیں ہے۔“
اس دقیق اور لطیف جواب کو سمجھنے کے لیے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنے فلسفیانہ مضامین میں اس نظریے پر بہت زور دیا ہے کہ روح اور جسم کی تقسیم قرآنی تعلیم کے بالکل خلاف ہے اور یہ پرانے مذاہب اور فلاسفہ کی غلط تعلیم کا نتیجہ ہے۔ قرآن کے مطابق انسان ایک فرد ہے جس میں روحانی اور جسمانی خاصیتیں موجود ہیں۔ لیکن روح اور جسم دو الگ الگ چیزیں موجود نہیں جن سے وہ بنا ہو، یہ روح اور جسم کی ہی غلط تقسیم ہے جس کی وجہ سے بیسیوں ناقابل حل مسئلے فلسفہ مذہب میں پیدا ہو چکے ہیں۔ اسلام انسان کو ایک زندہ شخصیت (spiritual and organic being) تصور کرتا ہے اور یہ تصور قرآن میں نہ صرف اسی زندگی کے لیے استعمال ہوتا ہے بلکہ حشر اور حیات بعد الموت کے لیے بھی قائم رہتا ہے۔ چنانچہ حیات بعد الموت میں انسان کے لیے جو جزا اور سزا مقرر ہے، جس کا ذکر قرآن میں بار بار آتا ہے، وہ روحانی بھی ہے اور

جسمانی بھی۔ ڈاکٹر صاحب نے مندرجہ بالا جواب میں اس مسئلے کو واضح کیا ہے کہ اسلام کے مطابق روح جسم سے علیحدہ کوئی شے نہیں، اس لیے نہ وہ عورت میں پائی جاتی ہے اور نہ مرد میں۔^{۳۷} اسی مضمون میں خواجہ عبدالحمید آگے چل کر لکھتے ہیں:

ڈاکٹر صاحب کو سفر ہسپانیہ میں معلوم ہوا کہ اُس ملک میں قومیت اور وطنیت کی ایک نئی لہر دوڑ رہی تھی۔ ملک میں ایسے نوجوان اور فضلا نکل آئے تھے جو ہفت صد سالہ اسلامی حکومت ہسپانیہ کے کارناموں کو فخر یہ بیان کرتے تھے اور اس دور کو اندلس کا بہترین زمانہ کہہ کر یاد کرتے تھے۔

اس تحریک کا نتیجہ تھا کہ مسجد قرطبہ کو کیتھولک چرچ کے مختلف فرقوں سے چھین لیا گیا حالانکہ کئی سو سال سے ان فرقوں نے مسجد کے مختلف حصوں میں اپنی عبادت گاہیں بنالی تھیں۔ وطنیت کی اس تحریک کا چونکہ مذہب سے کوئی تعلق نہ تھا اس لیے مسجد کو محکمہ آثار قدیمہ کے حوالے کر دیا گیا۔ اس ضمن میں ڈاکٹر صاحب نے حکمتِ الہی کی ایک دل پذیر مثال یہ سنائی کہ مسلمانوں کے اخراج کے بعد جب مسجد قرطبہ (جو تعمیری جمالیات کے لحاظ سے دنیا کی نادر عمارتوں میں سے ہے) عیسائی راہبوں کے قبضے میں آئی تو انہوں نے آیات قرآنی پر، جو سنہرے حروف میں مسجد کی دیواروں اور محرابوں پر لکھی ہوئی تھیں، پلستر کرادیا۔ آج قریباً پانچ چھ سو سال کے بعد جب وہ پلستر محکمہ آثار قدیمہ کے حکم سے اکھاڑا جاتا ہے تو وہی نقوش اپنی پرانی شان میں دنیا کے سامنے آتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا یہ فقرہ میرے ذہن میں نقش ہے کہ: مسجد اور اس کے نقوش کو دیکھ کر جولڈت قرآن اور اسلام کے مفہوم کے متعلق میں نے حاصل کی، وہ بیسیوں تفسیروں سے حاصل نہ کر سکا۔^{۳۸}

اوپر گول میز کانفرنس کے سلسلے میں مختلف لوگوں سے تبادلہ خیال کا ذکر آچکا ہے، ایک واقعہ قاضی محمد ظریف نے بھی نقل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

علامہ اقبال نے گول میز کانفرنس سے واپسی پر فرانس کے مشہور فلسفی برگساں سے ملاقات کی۔ اُسے گنٹھیا کی شکایت تھی، اس لیے بہیوں والی کرسی پر بیٹھا تھا اور نوکراُس کی کرسی کو ضرورت کے وقت ادھر ادھر لے جاتا تھا۔ زمان کے متعلق بات چیت ہوئی تو علامہ نے برگساں کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی: لَا تَسْبُوا الدَّهْرَ فَإِنَّ الدَّهْرَ هُوَ اللّٰهُ زَمَانَهُ كَبُورُهُ۔ بے شک اللہ ہی زمانہ ہے۔

وہ سن کر بے اختیار کرسی سے اچھل پڑا اور ڈاکٹر صاحب سے پوچھنے لگا کہ کیا یہ سچ ہے؟^{۳۸}

ڈاکٹر رضی الدین صدیقی لکھتے ہیں:

نظریہ اضافیت اور کوانٹم نظریے (نظریہ قدریہ) نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ کائنات کی ہر شے میں ڈوئی پائی جاتی ہے۔ ایک ہی شے کہیں ڈڑے کے خواص کا اظہار کرتی ہے اور کہیں موج کے خواص کا۔ مادے اور توانائی میں کوئی اساسی اختلاف نہیں ہے۔ اس جدید انکشاف نے مادیت کا خاتمہ کر دیا ہے۔ مادہ پرستوں اور ہریوں کا خدا ہی کی ہستی کے خلاف یہ استدلال تھا کہ ایک غیر مادی خالق، مادی اشیا کو کس طرح پیدا کر سکتا ہے۔ لیکن اب ہم جانتے ہیں کہ مادے اور توانائی میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے: **اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ**، خدا آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔ (النور: ۳۵)

نظریہ اضافیت کے اس فلسفیانہ پہلو کی قدر و قیمت اقبال خوب جانتے تھے۔ چنانچہ وہ خطبات (ص ۵۲) میں فرماتے ہیں:

..... اس طرح ہمیں معلوم ہو گیا کہ قدیم طبیعیات کی مادیت کا سرے سے وجود ہی نہیں۔ نظریہ اضافیت نیچر کی واقعیت کو معدوم نہیں کرتا بلکہ مادے کے متعلق اس تصور کا خاتمہ کرتا ہے کہ مادہ نیچر میں خود بخود پھیلا پڑا ہے۔ اسی تصور نے قدیم طبیعیات کو مادیت کے غار میں دھکیلا تھا۔ جدید اضافیتی طبیعیات میں مادہ کوئی پایدار شے نہیں ہے جس کی خاصیتیں بدلی جائیں بلکہ یہ محض ایک باہمی تعلق رکھنے والے واقعات کے نظام کا نام ہے۔

انہی خطبات میں ایک اور جگہ (ص ۴۷) اقبال لکھتے ہیں: ”آئن سٹائن نے مادیت پر کاری ضرب لگائی ہے اور اس کے انکشاف نے انسانی خیالات میں ایک وسیع الاثر انقلاب کی بنیادیں رکھی ہیں۔“^{۳۹} کسی معترض نے پروفیسر ظفر احمد صدیقی سے کہا تھا کہ اقبال اس دور ترقی میں جنگ کے حامی ہیں۔ علامہ اقبال نے اس کے متعلق پروفیسر موصوف کو یوں لکھا:

میں جنگ کا حامی نہیں ہوں اور نہ کوئی مسلمان شریعت کے حدود و معینہ کے ہوتے ہوئے اس کا حامی ہو سکتا ہے۔ قرآن کی تعلیم کی رو سے جہاد یا جنگ کی دو صورتیں ہیں۔ محافظانہ اور مصلحانہ۔ پہلی صورت میں یعنی اس صورت میں جب کہ مسلمانوں پر ظلم کیا جائے اور ان کو گھروں سے نکالا جائے، مسلمان کو تلوار اٹھانے کی اجازت ہے (نہ حکم)۔ دوسری صورت میں جس میں جہاد کا حکم ہے ۲۹:۹ (التوبہ: ۲۹) میں بیان ہوئی ہے۔ ان آیات کو غور سے پڑھیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ چیز جس کو سیہو نیٹیل ہور جمعیت اقوام کے اجلاس میں Collective Security کہتا ہے، قرآن نے اس کا اصول کس سادگی اور فصاحت سے بیان کیا ہے..... جمعیت اقوام کی تاریخ یہی ثابت

کرتی ہے کہ جب تک اقوام کی خودی قانون الہی کی پابند نہ ہو، امن عالم کی کوئی سبیل نہیں نکل سکتی۔
جنگ کی مندرجہ بالا دو صورتوں کے سوا میں اور کسی جنگ کو نہیں جانتا۔ جُوْعُ الْأَرْضِ امپیریلزم کی تسکین
کے لیے جنگ کرنا حرام ہے۔ علیٰ ہذا، دین کی اشاعت کے لیے تلوار بھی اٹھانا حرام ہے۔^{۳۱}
خطبہٴ صدارت مسلم کانفرنس منعقدہ لاہور ۱۹۳۲ء میں فرمایا تھا:

میں یورپ کے پیش کردہ نیشنلزم کے خلاف ہوں، اس لیے کہ مجھے اس تحریک میں مادیت اور الحاد
کے جراثیم نظر آ رہے ہیں، اور یہ جراثیم میرے نزدیک دورِ حاضر کی انسانیت کے لیے شدید ترین
خطرات کا سرچشمہ ہیں۔ اگرچہ وطن ایک فطری امر ہے، اور اس لیے انسان کی اخلاقی زندگی
کا ایک جز ہے لیکن جو شے سب سے زیادہ ضروری ہے، وہ انسان کا مذہب، اس کا کچھ اور اس کی ملی
روایات ہیں۔ یہی وہ چیزیں ہیں جن کے لیے انسانوں کو زندہ رہنا چاہیے اور جن کی خاطر انھیں
اپنی جان قربان کرنی چاہیے۔ وہ خطہٴ زمین جس میں وہ رہتا ہے اور جس کے ساتھ عارضی طور پر
اس کی روح وابستہ ہوتی ہے، اس لائق نہیں کہ اسے خدا اور مذہب سے برتر قرار دیا جائے۔^{۳۲}

آل انڈیا ریڈیو (لاہور) کی اسٹند عا پر یکم جنوری ۱۹۳۵ء کو سالِ نو کے موقع پر یہ پیغام دیا تھا:
آج زمان و مکالم کی پہنائیاں سمٹ رہی ہیں اور انسان نے فطرت کے اسرار کی نقاب کشائی اور
تسخیر میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کی ہے، لیکن اس تمام ترقی کے باوجود استبداد نے جمہوریت،
قومیت، اشتراکیت اور فسطائیت اور نہ جانے کیا کیا نقاب اوڑھ رکھے ہیں۔ ان نقابوں کی آڑ میں
دنیا بھر میں قدرتِ حیرت اور شرفِ انسانیت کی ایسی مٹی پلید ہو رہی ہے کہ تاریخِ عالم کا کوئی تاریک
سے تاریک صفحہ بھی اس کی مثال پیش نہیں کر سکتا.....

وحدت صرف ایک ہی معتبر ہے، اور وہ بنی نوع انسان کی وحدت ہے جو نسل و زبان و رنگ سے
بالا تر ہے۔ جب تک اس نام نہاد جمہوریت، اس ناپاک قوم پرستی اور اس ذلیل ملکیت کی لعنتوں
کو پاش پاش نہ کر دیا جائے گا، جب تک انسان اپنے عمل کے اعتبار سے اَلْخَلْقُ عِبَادُ اللّٰهِ کے
اصول کا قائل نہ ہو جائے گا اور جب تک جغرافیائی وطن پرستی اور رنگ و نسل کے اعتبارات کو نہ مٹایا
جائے گا، اس وقت تک انسان اس دنیا میں فلاح و سعادت کی زندگی بسر نہ کر سکے گا اور اخوت،
حریت اور مساوات کے شاندار الفاظِ شرمندہ معنی نہ ہوں گے۔^{۳۳}

مارچ ۱۹۳۸ء میں انھوں نے اپنے ایک مضمون میں لکھا تھا:

قدیم الایام سے اقوام، اوطان کی طرف اور اوطان، اقوام کی طرف منسوب ہوتے چلے آئے
ہیں۔ ہم سب ہندی ہیں اور ہندی کہلاتے ہیں کیونکہ سب کرۂ ارضی کے اس حصے میں بودوباش

اقبال اور قرآن

رکھتے ہیں جو ہند کے نام سے موسوم ہے..... وطن محض ایک جغرافیائی اصطلاح ہے اور اس حیثیت سے اسلام سے متصادم نہیں ہوتا۔ ان معنوں میں ہر انسان فطری طور پر اپنے جنم بھوم سے محبت رکھتا ہے اور بقدر اپنی بساط کے، اس کے لیے قربانی کرنے کو تیار رہتا ہے۔ مگر زمانہ حال کے سیاسی لٹریچر میں وطن کا مفہوم محض جغرافیائی نہیں بلکہ وطن ایک اصول ہے ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کا اور اسی اعتبار سے ایک سیاسی تصور ہے۔ چونکہ اسلام بھی ایک ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کا قانون ہے اس لیے جب لفظ وطن کو ایک تصور کے طور پر استعمال کیا جائے تو وہ اسلام سے متصادم ہوتا ہے۔^{۳۲}

یہاں بے محل نہ ہوگا اگر ہم قرآن سے متعلق علامہ اقبال کے نظریات کا مزید ذکر کریں۔ یعنی علامہ اقبال کے انگریزی خطبے *The Reconstruction* جو مدراس، حیدرآباد اور علی گڑھ میں دیے گئے، جناب سید نذیر نیازی کی کوشش سے اردو میں منتقل ہو چکے ہیں۔ ان خطبات کے دیباچے میں علامہ اقبال فرماتے ہیں:

قرآن پاک کا رجحان زیادہ تر اس طرف ہے کہ 'فکر' کے بجائے عمل پر زور دیا جائے۔ یوں بھی بعض طبائع میں قدرتاً یہ صلاحیت نہیں ہوتی کہ واردات باطن کی اس مخصوص نوع کو جو مذہب کے لیے ایمان و یقین کا آخری سہارا ہے، ویسے ہی اپنے تجربے میں لائیں جیسے زندگی کے دوسرے احوال اور اس کائنات کو جسے ہم اپنے آپ سے بیگانہ پاتے ہیں، اپنے اندر جذب کر لیں۔ رہا عہد حاضر کا انسان سو اسے محسوس یعنی اس قسم کے فکر کی عادت ہو گئی ہے جس کا تعلق ایشیا اور حوادث کی دنیا سے ہے، اور یہ وہ عادت ہے جس کی اسلام نے اور نہیں تو اپنے تہذیبی نشوونما کے ابتدائی دور میں حمایت کی۔ لہذا وہ ان واردات کا اور بھی اہل نہیں رہا بلکہ انھیں شک و شبہ کی نظر سے دیکھتا ہے کیونکہ ان میں وہم و التباس کی پوری پوری گنجائش ہے۔ صحیح قسم کے سلسلہ ہائے تصوف نے تو بے شک ہم مسلمانوں میں مذہبی احوال و واردات کی تشکیل اور راہنمائی میں بڑی قابل قدر خدمات انجام دی ہیں لیکن آگے چل کر ان کی نمائندگی جن حضرات کے حصے میں آئی، وہ عصر حاضر کے ذہن سے بالکل بے خبر ہیں اور اس لیے وہ موجودہ دنیا کے افکار و تجربات سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکے۔ وہ آج بھی انھی طریقوں سے کام لے رہے ہیں جو ان لوگوں کے لیے وضع کیے گئے تھے جن کا تہذیبی سطح نظر بعض اہم پہلوؤں کے لحاظ سے ہمارے سطح نظر سے بڑا مختلف تھا۔

قرآن پاک کا ارشاد ہے: مَا خَلَقَكُمْ وَلَا بَعَثَكُمْ إِلَّا كُنْفُسٍ وَّ اٰحَدَةً (لقمان: ۲۸) اس آیت کا اشارہ جس حیاتی وحدت کی طرف ہے اگر آج اُسے تجربے میں لایا جائے تو کسی ایسے منہاج کی ضرورت ہوگی جو عضویاتی اعتبار سے تو زیادہ سخت یعنی شدید بدنی ریاضت کا طالب نہ ہو مگر نفسیاتی

اعتبار سے اس ذہن کے قریب تر ہو جو گویا محسوس کا ٹوگر ہو چکا ہے تاکہ وہ اسے آسانی سے قبول کر لے۔ لیکن پھر جب تک ایسا کوئی منہاج منتقل نہیں ہو جاتا، یہ مطالبہ کیا غلط ہے کہ مذہب کی بدولت ہمیں جس قسم کا علم حاصل ہوتا ہے، اسے سائنس کی زبان میں سمجھا جائے چنانچہ یہی مطالبہ ہے جسے ان خطبات میں جو مدراس مسلم ایسوسی ایشن کی دعوت پر مرتب ہوئے، اور مدراس، حیدرآباد اور علی گڑھ میں دیے گئے، میں نے اسلامی روایات فکر علیٰ ہذا ان ترقیات کا لحاظ رکھتے ہوئے جو علم انسانی کے مختلف شعبوں میں حال ہی میں رونما ہوئی ہیں، الہیات اسلامیہ کی تشکیلی جدید سے ایک حد تک پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ یوں بھی یہ وقت اس طرح کے کسی کام کے لیے بڑا مساعد ہے۔ قدیم طبعیات نے خود ہی اپنی بنیادوں کی تنقید کرنا شروع کر دی ہے۔ لہذا جس قسم کی ماڈرن ایتہا اس کے لیے ناگزیر تھی، بڑی تیزی سے ناپید ہو رہی ہے اور وہ دن دور نہیں کہ مذہب اور سائنس میں ایسی ایسی ہم آہنگیوں کا انکشاف ہو جو سیر دست ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔ بایں ہمہ یاد رکھنا چاہیے کہ فلسفیانہ غور و فکر میں قطعیت کوئی چیز نہیں۔ جیسے جیسے جہان علم میں ہمارا قدم آگے بڑھتا ہے اور فکر کے لیے نئے نئے راستے کھل جاتے ہیں کتنے ہی اور، اور شاید ان نظریوں سے جو ان خطبات میں پیش کیے گئے ہیں، زیادہ بہتر نظریے ہمارے سامنے آتے جائیں گے۔ ہمارا فرض بہر حال یہ ہے کہ فکر انسانی کے نشوونما پر احتیاط سے نظر رکھیں اور اس باب میں آزادی کے ساتھ نقد و تنقید سے کام لیتے رہیں۔

علامہ اقبال کے ان سات انگریزی خطبات کا مکمل اردو ترجمہ جناب سید نذیر نیازی نے کیا ہے اور جناب ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم نے ان خطبات کا خلاصہ اپنی کتاب فکر اقبال میں دیا ہے۔ ان کے عنوانات یہ ہیں:

- ۱: علم اور روحانی حال و وجدان
- ۲: مذہبی وجدان کی فلسفیانہ جانچ
- ۳: تصوّر باری تعالیٰ اور دعا کا مفہوم
- ۴: نفس انسانی، مسئلہ اختیار و بقا
- ۵: اسلامی ثقافت کی روح
- ۶: اسلام کی تعمیر میں اصول حرکت
- ۷: روحانی وجدان کی حقیقت کا امکان

علامہ لکھتے ہیں:

ان لکچروں [خطبات] کے مخاطب زیادہ تر وہ مسلمان ہیں جو مغربی فلسفے سے متاثر ہیں اور اس بات کے خواہش مند ہیں کہ فلسفہ اسلام کو فلسفہ جدید کے الفاظ میں بیان کیا جائے۔ اور اگر پرانے تخیلات میں خامیاں ہیں تو ان کو رفع کیا جائے۔ میرا کام زیادہ تر تعمیری ہے اور اس تعمیر میں میں نے فلسفہ اسلام کی بہترین روایات کو ملحوظ خاطر رکھا ہے مگر میں خیال کرتا ہوں کہ اردو خواں دنیا کو شاید ان سے فائدہ نہ پہنچے کیونکہ بہت سی باتوں کا علم میں نے فرض کر لیا ہے کہ پڑھنے والے یا سننے والے کو پہلے سے حاصل ہے۔^{۴۳}

یہاں بطور ضمیمہ علامہ اقبال کے پی ایچ ڈی کے مقالے کا ذکر خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ علامہ نے پی ایچ ڈی کی ڈگری کے لیے میونخ یونیورسٹی (جرمنی) میں اپنا انگریزی مقالہ *The Development of Metaphysics in Persia* پیش کیا تھا۔ اس کا ترجمہ جناب میر حسن الدین صاحب نے حیدرآباد دکن سے ۱۹۳۶ء میں شائع کیا تھا۔ اس مقالے میں چھ ابواب ہیں:

۱: فلسفہ ایران — اسلام سے قبل

۲: یونانی ثنویت

۳: اسلام میں عقلیت کا عروج و زوال

۴: تصویریّت اور حقیقت

۵: تصوّف

۶: مابعد کا ایرانی تفکر

باب پنجم میں الجبلی کے سلسلے میں علامہ اقبال نے انسانِ کامل سے متعلق بھی بحث کی ہے۔ اقبال نامہ، اول کے آخر میں ڈاکٹر نکلسن کے نام جو مکتوب ”سخت کوشی“ سے متعلق ہے اُس میں لکھتے ہیں:

وہ انسانِ کامل کے متعلق میرے تخیل کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے خلطِ محبت کر کے میرے انسانِ کامل اور جرمن مفکر (نیٹشے) کے فوق الانسان کو ایک ہی چیز فرض کر لیا ہے میں نے آج سے تقریباً بیس سال قبل انسانِ کامل کے متصوّفانہ عقیدے پر قلم اٹھایا تھا۔ اور یہ وہ زمانہ ہے جب نہ تو نیٹشے کے عقائد کا غلغلہ میرے کانوں تک پہنچا تھا، نہ اس کی کتابیں میری نظروں سے

گزری تھیں۔ یہ مضمون Indian Anti Query میں شائع ہوا۔ جب ۱۹۰۸ء میں میں نے ایرانی الہیات پر ایک کتاب لکھی تو اس کتاب میں اس کو شامل کر لیا گیا۔ یہ کتاب (ایرانی الہیات) وہی ہے جو میونخ یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کی ڈگری کے لیے پیش کی گئی تھی۔

یہ مقالہ گو کہ شروع میں لکھا گیا تھا لیکن اس کا ذکر ضروری تھا کیونکہ علامہ اقبال کے ذہنی ارتقا کی بنیاد یہیں قائم ہوئی تھی۔



حوالے اور حواشی

- ۱- اقبال بنام شاد (مرتب: محمد عبداللہ قریشی) بزم اقبال، کلب روڈ، لاہور، ۱۹۸۶ء، ص ۱۷۰۔
- ۲- حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے علامہ اقبال کے عشق کی تفصیل کے لیے الگ کتاب کی ضرورت ہے۔ چند اشعار یہاں بھی ملاحظہ فرمائیں۔
- در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰؐ است آبروئے ماز نامِ مصطفیٰؐ است

[ص ۱۹]

توت قلب و جگر گردد نبیؐ از خدا محبوب تر گردد نبیؐ

[ص ۱۰۱]

چوں بنامِ مصطفیٰؐ خوانم درود از خجالت آب می گردد وجود

[ص ۸۳۳]

در جہان ذکر و فکر انس و جان تو صلوتِ صبح، تو بانگِ اذان

[ص ۸۴۴]

اقبال نامہ بھی دیکھیں (اول، ص ۳۳۹)۔ رسالہ اسلامی تعلیم (لاہور، مارچ تا جون ۱۹۷۷ء) کے صفحہ ۶ میں ایک غیر مطبوعہ نعت شائع ہوئی ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

اے کہ بردلہا رموزِ عشق آسمان کردہ ای
سینہ ہا را از حجتی یوسفستان کردہ ای

- ۳- جاوید نامہ، ص ۲۶۹۔
- ۴- ارمغان حجاز، ص ۹۵۵۔
- ۵- ایضاً، ص ۱۰۲۔
- ۶- اقبال کے پیغام کا متن اور شرح، رسالہ جوہر (جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی) کا ”اقبال نمبر“ جوہر اقبال، دسمبر ۱۹۳۸ء۔ ص ۱۹۔ ۲۱۔
- ۷- رسالہ اقبال، لاہور، اکتوبر ۱۹۷۲ء تا جنوری ۱۹۷۳ء، ص ۴۹۔
- ۸- بحوالہ رسالہ فکر و نظر، اسلام آباد، اگست ۱۹۷۶ء، ص ۱۱۹۔
- ۹- حکیم محمد حسن قرشی کے بیان سے لے کر یہاں تک پروفیسر محمد طاہر فاروقی کی کتاب سیرت اقبال (لاہور ۱۹۶۶ء)، ص ۹۹-۱۰۰ سے لیا گیا ہے۔
- امام احمد بن حنبل نے خواب میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ دیکھا۔ عرض کیا کہ تجھ تک پہنچنے کا اقرب طریقہ کیا ہے؟ جواب ملا کہ قرآن پڑھا کرو۔ پھر عرض کیا کہ سمجھ کر پڑھا جائے یا بغیر سمجھے بھی؟ جواب ملا کہ دونوں طرح۔
- ۱۰- چراغ حسن حسرت، (مرتب)، اقبال نامہ، تاج کمپنی لاہور، ت۔ ن، ص ۱۸۔
- ۱۱- رسالہ صحیفہ، اکتوبر ۱۹۷۳ء۔
- ۱۲- شیخ عطاء اللہ (مرتب)، اقبال نامہ، اول، ص ۳۴۔
- ۱۳- ایضاً، ص ۴۴-۴۵۔
- ۱۴- علامہ اقبال خطبہ علی گڑھ میں بھی فرماتے ہیں: ”مجھے رہ رہ کر یہ رنج دہ تجربہ ہوا ہے کہ مسلمان طالب علم جو اپنی قوم کے عمرانی، اخلاقی اور سیاسی تصورات سے ماہد ہے، روحانی طور پر بمنزلہ ایک بے جان لاش کے ہے۔ اور اگر موجودہ صورت حال بیس سال تک اور قائم رہی تو وہ اسلامی روح جو قدیم اسلامی تہذیب کے چند علم برداروں کے فرسودہ قالب میں ابھی تک زندہ ہے، ہماری جماعت کے جسم سے بالکل ہی نکل جائے گی۔ وہ لوگ جنہوں نے تعلیم کا یہ اصل الاصول قائم کیا تھا کہ ہر مسلمان بچے کی تعلیم کا آغاز کلام مجید کی تعلیم سے ہونا چاہیے، وہ ہمارے مقابلے میں ہماری قوم کی ماہیت و نوعیت سے بہت زیادہ واقف تھے۔ اقبال نامہ میں بھی دینیاتی افکار کی توسیع پر زور دیا ہے۔
- ۱۵- اقبال کامل، ص ۷۵۔
- ۱۶- ملفوظات اقبال، مرتب: محمود نظامی، طبع اول، ص ۳۹۔
- ۱۷- اقبال کامل، طبع علی گڑھ، ص ۷۶-۷۷۔
- ۱۸- اقبال نامہ، اول، ص ۳۵۷-۳۵۸۔
- ۱۹- ایضاً، ص ۳۶۱-۳۶۲۔
- ۲۰- ایضاً، ص ۱۹۹۔
- ۲۱- اقبال کامل، ص ۱۰۸۔

۲۲- روز گار فقیر اول، لاہور ۱۹۶۶ء، ص ۲۰، ۲۱۔ اسی کتاب کے صفحہ ۲۲ میں ہے: علامہ اقبال نے کہا: ”مشہور جرمن شاعر گوٹے کے متعلق ایک کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ جب اس نے جرمن زبان میں قرآن حکیم کا ترجمہ پڑھا تو اس نے اپنے بعض دوستوں سے کہا کہ میں یہ کتاب پڑھتا ہوں تو میری روح میرے جسم میں کانپنے لگتی ہے۔“

۲۳- ایضاً، (اول) ص ۸۰، ۸۱۔

۲۴- ایضاً، ص ۹۲، ۹۳۔

۲۵- ایضاً، ص ۱۷۹۔

۲۶- ایضاً، ص ۱۸۳۔

۲۷- ایضاً (دوم)، ص ۱۰۰-۱۰۱۔

۲۸- ایضاً، ص ۱۰۱-۱۰۲۔

۲۹- ایضاً، ص ۱۵۵۔

۳۰- ایضاً، ص ۱۷۷۔ ان فوائد کے سلسلے میں اسرار خودی سے متعلق پروفیسر نکلسن کی رائے بھی یاد آتی ہے کہ ”مثنوی زبردست آواز ہے جو مسلمانوں کو محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] اور قرآن کی طرف بلاتی ہے۔“ (ایضاً، دوم، ص ۱۶۷)

۳۱- ملفوظات اقبال، ص ۴۲-۵۲۔

۳۲- اس آیت میں یہ الفاظ نہیں ہیں بلکہ یہ ہیں: وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ O (النور: ۴۱)۔

۳۳- ملفوظات اقبال، ص ۵۵-۶۲۔

۳۴- ایضاً، ص ۷۰۔

۳۵- ایضاً، ص ۲۴۷۔ تیسرے انگریزی خطبے میں بھی اس پر بحث ہے۔

۳۶- آثار اقبال (مرتب: غلام دستگیر رشید) حیدرآباد، دکن ۱۹۳۶ء، ص ۷۲-۷۳۔

۳۷- ایضاً، ص ۷۷۔

۳۸- قاضی محمد ظریف، اقبال، قرآن کی روشنی میں۔ لاہور ۱۹۵۵ء، ص ۲۵۱-۲۵۲، حاشیے۔

۳۹- محمد رضی الدین صدیقی، اقبال کا تصور زمان و مکان۔ لاہور، ۱۹۷۳ء، ص ۱۱۸-۱۱۹۔

۴۰- اقبال نامہ، اول، مکتوب نمبر ۱۰۳-۱۰۴ (ص ۲۰۳-۲۰۴) لیکن خواجہ عبدالوحید نے اپنے مضمون، (ملفوظات اقبال، ص ۲۱۱-۲۱۲) میں لکھا ہے: ”آپ [اقبال] نے یہ بھی فرمایا کہ قرآن میں مسلمانوں کو جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا گیا ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ اشاعتِ حق کے پیچھے شیعہ کی حمایت ہونی چاہیے۔ اس لیے کہ بغیر طاقت کے امر و نہی کیسے ممکن ہو سکتی ہے؟ اگر امر و نہی کے فرائض مسلمان ادا کرنا چاہتے ہیں تو ان کے ہاتھوں میں تلوار کا ہونا ضروری ہے۔“

پھر اقبال نامہ، (اول) کے آخر میں ڈاکٹر نکلسن کے نام ایک طویل مکتوب میں بھی اس موضوع پر مفصل

بحث آتی ہے۔

۲۱- مولانا ابوالحسن ندوی، نقوشِ اقبال، کراچی ۱۹۷۳ء، ص ۲۸۱۔

۲۲- ایضاً، ص ۲۸۰۔

۲۳- ایضاً، ص ۲۸۱۔

۲۴- اقبال نامہ (اول) ص ۲۱۰۔

۲۵- علامہ اقبال نے لکھا ہے کہ اس یونیورسٹی نے مجھے انگریزی میں مقالہ لکھنے کی اجازت دے دی تھی اور وہاں کے قیام سے بھی مستثنیٰ کر دیا تھا۔ البتہ زبانی امتحان کے لیے تھوڑی سی جرمن سیکھ لی تھی۔ دیکھیں: اقبال نامہ (دوم)، ص ۲۲۸-۲۲۹۔



لِكُلِّ عَبْدٍ مُنِيبٍ

اسرار و رموز

اسرارِ خودی ————— پہلی اشاعت، ۱۹۱۵ء
رموزِ بے خودی ————— پہلی اشاعت، ۱۹۱۸ء

[شاعری سے] مقصود صرف یہ ہے کہ خیالات میں انقلاب پیدا ہوا اور بس۔

(اقبال نامہ، اول ص ۱۰۸)

جو خیالات میں نے ان مثنویوں میں ظاہر کیے ہیں، ان کو برابر ۱۹۰۷ء سے ظاہر کر رہا ہوں۔

(ایضاً، ص ۱۰۸)

دونوں کتابیں ۱۹۱۵ء اور ۱۹۱۸ء میں شائع ہوئیں..... میں نے مسئلہ خودی کے صرف اس پہلو (اخلاقی اور مابعد الطبعی) کو نمایاں کیا ہے جس کا جاننا اس زمانے کے ہندی مسلمانوں کو میرے خیال میں ضروری ہے اور جس کو ہر آدمی سمجھ سکتا ہے۔ خودی کے متعلق تصوف کے جو دقیق مسائل ہیں ان سے میں نے اعراض کیا ہے۔ (ایضاً، دوم، ص ۲۳۹)

عجمی تصوف سے لٹریچر میں دل فریبی اور حسن و چمک پیدا ہوتا ہے مگر ایسا کہ طبائع کو پست کرنے والا ہے۔ اسلامی تصوف دل میں قوت پیدا کرتا ہے اور اس قوت کا اثر لٹریچر پر ہوتا ہے۔ میرا تو یہی عقیدہ ہے کہ مسلمانوں کا لٹریچر تمام ممالکِ اسلامیہ میں قابلِ اصلاح ہے۔ Pessimistic Literature قوطی ادب کبھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ قوم کی زندگی کے لیے اس کا اور اس کے لٹریچر کا Optimistic رجائی ہونا ضروری ہے۔ اسرارِ خودی میں حافظ پر جو کچھ لکھا گیا ہے اس کو خارج کر کے اور اشعار لکھے ہیں جن کا عنوان یہ ہے:

”در حقیقت شعر و اصلاح ادبیاتِ اسلامیہ“ (ایضاً، ص ۵۶)

غلام قوم مادیات کو روحانیت پر مقدم سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور جب انسان میں خوں غلامی راسخ ہو جاتی ہے تو وہ ہر ایسی تعلیم سے پزیری کے بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد قوتِ نفس

اقبال اور قرآن

اور روح انسانی کا ترقی ہے..... خودی خواہ موسیٰ کی ہو خواہ ہٹلر کی، قانون الہی کی پابند ہو جائے تو مسلمان ہو جاتی ہے۔ موسیٰ نے حبشہ کو محض جوع الارض کی تسکین کے لیے پامال کیا۔ مسلمانوں نے اپنے عروج کے زمانے میں حبشہ کی آزادی کو محفوظ رکھا۔ فرق اس قدر ہے کہ پہلی صورت میں خودی کسی قانون کی پابند نہیں۔ دوسری صورت میں قانون الہی اور اخلاق کی پابند ہے۔ بہر حال حدودِ خودی کے تعین کا نام شریعت ہے اور شریعت کو اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام طریقت ہے۔ جب احکام الہی خودی میں اس حد تک سرایت کر جائیں کہ خودی کے پرائیویٹ امیال و عواطف باقی نہ رہیں اور صرف رضائے الہی کا مقصود ہو جائے تو زندگی کی اس کیفیت کو بعض اکابر صوفیائے اسلام نے فنا کہا ہے اور بعض نے اسی کا نام بقا رکھا ہے۔

(ایضاً، اول، ص ۲۰۱-۲۰۳)

حقیقی اسلامی خودی میرے نزدیک اپنے ذاتی اور شخصی میلانات، رجحانات و تخیلات کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند ہو جانا ہے، اس طرح پر کہ اس پابندی کے نتائج سے انسان بالکل لاپرواہ ہو جائے اور محض رضا و تسلیم کو اپنا شعار بنائے۔ یہی اسلامی تصوف کے نزدیک فنا ہے۔

(ایضاً، دوم، ص ۲۰۱-۲۰۳)



اسرارِ خودی

نغمہ ام از زخمہ بے پروا ستم من نواے شاعرِ فردا ستم

[ص ۶]

اس مثنوی کی قرآنی تلمیحات کی نشان دہی خود علامہ اقبال نے حاشیوں میں کر دی ہے۔ یہاں وہ آیات پوری کی پوری لکھی جاتی ہیں تاکہ مزید وضاحت ہو سکے۔ قرآنی مضامین سے متعلق بھی حوالے پیش کیے جاتے ہیں جن کا ذکر ان حاشیوں میں نہیں ہے:

عصر من داندۀ اسرار نیست یوسف من بہر ایں بازار نیست

[ص ۶]

یوسف علیہ السلام کے فروخت کیے جانے کا واقعہ سورہ یوسف میں اس طرح آتا ہے:

وَ شَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ ۝ اور بھائیوں نے اسے (یوسف علیہ السلام کو) تھوڑی سی قیمت پر، گنتی کے چند

(یوسف: ۲۰)

روپیوں میں بیچ ڈالا۔

نا امید استم ز یارانِ قدیم طویر من سوزد کہ مے آید کلیم

[ص ۷]

فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَى الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهِ
 أَنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ نَارًا ۗ قَالَ لِأَهْلِهِ
 امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّي آتِيكُمْ مِنْهَا
 بِخَبَرٍ أَوْ جَذْوَةٍ مِنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ۝
 پھر جب موسیٰ نے اپنی میعاد پوری کر دی اور
 اپنی بیوی کو لے کر چلے، طور کی طرف سے ایک
 آگ دیکھی، اپنی اہلیہ سے کہا تم ٹھہرو، مجھے
 طور کی طرف سے ایک آگ نظر پڑی ہے، شاید
 میں وہاں سے کچھ خبر لاؤں یا تمہارے
 لیے کوئی آگ کی چنگاری لاؤں کہ تم تاپو۔

(الفصص: ۲۹)

ہر چرمی بیٹی ز اسرارِ خودی است ہیکرِ ہستی ز آثارِ خودی است

[ص ۱۲]

روزگارِ فقیر میں وحید الدین نے پروفیسر یوسف سلیم چشتی کے حوالے سے لفظ خودی کے لیے قرآنی آیت خود علامہ اقبال کی زبانی نقل کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ یہ آیت استحکامِ خودی پر دال ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا
يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ط إِلَى اللَّهِ
مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَبِئْسَ لَكُمْ بِمَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُونَ ○ (المائدہ: ۱۰۵)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم پر فرض ہے
خودی کی محافظت، اگر تم ہدایت پر ہو۔ تو وہ
شخص جو گمراہ ہے، تمہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا
سکتا۔ تم سبھوں کو اللہ ہی کے پاس واپس جانا
ہے اور وہ تمہیں تمہارے اعمال پر مطلع کر دے
گا (تا کہ ان کے مطابق جزا و سزا مل سکے)۔

اسی شعر کے ذیل میں دوسرے اشعار ہیں: مثلاً

خویشتن را چوں خودی بیدار کرد آشکارا عالمِ پندار کرد
صد جہاں پوشیدہ اندر ذاتِ او غیر او پیدا است از اثباتِ او

می کشد از قوتِ بازوے خویش تا شود آگاہ از نیروے خویش
خود فریبی ہائے او عینِ حیات ہچو گل از خونِ وضو عینِ حیات

[ص ۱۳]

خودی سے متعلق تفصیل خود علامہ اقبال نے ڈاکٹر نکلسن کی فرمائش پر مرتب کی تھی اور اپنے فلسفہ کا ایک اجمالی خاکہ تیار کیا تھا جو ڈاکٹر موصوف نے اسرارِ خودی کے انگریزی ترجمے کے ساتھ شائع کیا۔

شعلہ ہائے او صد ابراہیم سوخت تا چراغِ یک محمد بر فروخت

[ص ۱۳]

سورۃ الانبیاء کی آیات ۵۱ سے ۷۰ میں ابراہیم علیہ السلام کے واقعات ترتیب کے ساتھ آتے ہیں۔

قَالُوا احْرَقُوهُ وَانصُرُوا آلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
فَاعِلِينَ ○ قُلْنَا بِنَارِ كُوْنِي بَرِّدًا وَسَلْمًا عَلٰى
اِبْرٰهِيْمَ ○ (الانبیاء: ۶۸، ۶۹)

”وہ بولے کہ اس (ابراہیم) کو جلا دو اور اپنے
خداؤں کی مدد کرو اگر تمہیں کرنا ہے ہم نے فرمایا،
اے آگ ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی ابراہیم پر۔

ع تا چراغ یک محمد بر فروخت

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو ”تمہارے باپ ابراہیم کا دین“ کہا گیا ہے۔

مِلَّةَ أَبِيكُمْ اِبْرَاهِيْمَ ط (الحج: ۷۸)

تمہارے باپ ابراہیم کا دین

علامہ اقبال لکھتے ہیں کہ، میرے والد نے فرمایا:

انسانیت کو جس معراج پر پہنچانا فطرت کا مقصود ہے اس کا نمونہ ہمارے سامنے محمدؐ کی صورت میں پیش کر دیا گیا ہے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک ہر نبی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے مختلف مدارج تھے۔ وہ سلسلے گویا Muhammad in the making (تکمیل محمدؐ) کے منازل تھے۔ بنیادی اصول ہر جگہ ایک تھا البتہ شعور انسانی کے ارتقا کے ساتھ ساتھ فروعات کی تکمیل ہوتی جاتی تھی حتیٰ کہ ”محمدؐ“ مکمل ہو گیا اور ہر باب نبوت بند ہو گیا۔^۱

شعلہ خود در شر تقسیم کرد جز پرستی عقل را تعلیم کرد

[ص ۱۴]

ہر چیز میں نمود کی قوت رکھی گئی اور یہی اس کی زندگی کی دلیل ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا
تَنْبَتُ الْاَرْضُ وَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ مِمَّا لَا
يَعْلَمُوْنَ ۝ (يسين: ۳۶)

پاکی ہے اسے جس نے سب کے جوڑے
بنائے، اُن سے جنھیں زمین اُگاتی ہے اور
خود اُن کی جانوں سے اور ان چیزوں سے
جن کی انھیں خبر نہیں (یہ جوڑے ہر چیز کی نمود
کے لیے ہیں)۔

عقل کی جز پرستی کے بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد ہوا:

فَلَمَّا جَاءَ تَهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا
بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ ۝ (المومن: ۸۳)

پس جب ان (منکروں) کے پاس ان کے
رسول روشن دلائل لائے تو وہ لوگ اسی پر خوش
رہے جو ان کے پاس (ناقص عقل والا) علم تھا۔

زندگانی را بقا از مدعاست کاروانش را درا از مدعاست

[ص ۱۵]

وہ زندگی بے کار ہے جس میں آرزو نہ ہو۔ ہمت اور استقلال کے ساتھ زندگی کی مشکلات کا مقابلہ کرنا چاہیے۔

وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ ۗ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ
عَزْمِ الْأُمُورِ ۝ (لقمان: ۱۷)
پڑے۔ بے شک یہ بڑی ہمت کے کاموں
میں سے ہے۔
وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا ۗ وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ
إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ (آل عمران: ۱۳۹)
اور نہ سست پڑو اور نہ غم کرو، تم ہی غالب رہو
گے اگر تم مؤمن ہو۔

طاقتِ پرواز بخشد خاک را خضر باشد موسیٰ ادراک را
[ص ۱۶]

یہی آرزو انسان کو زندگی بخشتی ہے اور علم و ادراک کی رہنما بن جاتی ہے۔
لَا تَخَفْ ۗ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَىٰ ۝ (طہ: ۶۸) خوف نہ کر۔ بے شک تو ہی (برتر) غالب
رہے گا۔
موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا واقعہ سورۃ الکہف (آیات ۶۵-۸۲) میں آتا ہے۔

علم و فن از پیش خیزانِ حیات علم و فن از خانہ زادانِ حیات!
[ص ۱۷]
قرآن میں حصول علم کے لیے مختلف مقامات پر یوں دعا سکھائی گئی ہے (کیونکہ زندگی کے
لیے ضروری ہے)۔

رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا ۝ (طہ: ۱۱۴) اے رب، بڑھاتا رہ مجھے علم میں۔
مَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا
كَثِيرًا ۝ (البقرة: ۲۶۹) کثیر دی گئی۔
جس کو حکمت دی گئی تو (گویا) اسے دولت

آں کہ بر اعدا در رحمت کشاد مکہ را پیغامِ لا تشریب داد
[ص ۲۰]

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو — لَا تَشْرِبْ عَلَیْكُمْ الْيَوْمَ
(یوسف: ۹۲) (آج کے دن تم پر کوئی مواخذہ نہیں) کہہ کر معاف کر دیا تھا۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے یہی الفاظ کہہ کر حجِ مکہ کے موقع پر سب دشمنوں کو یک لخت معاف فرما دیا تھا۔

محکم از حق شو سوئے خود گام زن لات و عزائے ہوں را سرشکن!
[ص ۲۲]

لات، عزّٰی اور منات تینوں بت کعبے کے اندر رکھے ہوئے تھے:
اَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ ۝ وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ
الْاٰخَرٰی ۝ (النجم: ۱۹-۲۰)
بھلا تم دیکھو تو لات اور عزّٰی کو اور منات
تیسرے پچھلے کو۔

تا خداے کعبہ بنوازد ترا شرح انی جاعل سازد ترا
[ص ۲۲]
قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی
الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ۗ قَالُوْۤا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ
یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۗ وَنَحْنُ
نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۗ قَالَ
اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرة: ۳۰)
کہا آپ کے رب نے فرشتوں کو، مجھ کو بنانا
ہے زمین میں ایک نائب۔ بولے، کیا تو
رکھے گا اس میں جو شخص فساد کرے وہاں اور
بہائے خون؟ اور ہم پڑھتے ہیں تیری
خوبیاں اور یاد کرتے ہیں تیری پاک ذات
کو۔ فرمایا، جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔

پنجرہ او پنجرہ حق می شود ماہ از انگشت اوشق می شود
[ص ۲۵]

یہ معجزہ شق القمر کی طرف اشارہ ہے:
اِفْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَاَنْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ (القمر: ۱)
حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مکہ کی درخواست پر چاند شق کر کے دکھایا اور یہ واقعہ
باہر والوں نے بھی مشاہدہ کیا۔

نعرہ زد اے قوم ”کذّاب اشْر“ بے خبر از ”یومِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ“
[ص ۲۹]
اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا صَرَّصًا فِیْ یَوْمِ
نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۝ (القمر: ۱۹)
بے شک ہم نے ان پر (قومِ عاد پر) ایک
سخت آندھی بھیجی ایسے دن میں جس کی

نحوست ان پر ہمیشہ کے لیے رہی۔

مزید ارشاد ہے:

ءَ الْقَيِّ الدِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْ ؕ بَيْنَنَا بَلْ
هُوَ كَذَّابٌ أَشْرٌ ۝ سَيَعْلَمُونَ عَدَا مَن
الْكَذَّابُ الْأَشْرُ ۝ (القمر: ۲۵-۲۶)

(قومِ ثمود نے کہا) کیا ہم سب میں سے اس
پر ذکر اتارا گیا۔ بلکہ یہ سخت جھوٹا بڑائی
مارنے والا ہے (وہ) بہت جلد کل جان
جائیں گے، کون تھا بڑا جھوٹا بڑائی مارنے والا۔

راہبِ دیرینہ افلاطون حکیم از گروہِ گوسفندانِ قدیم

[ص ۳۲]

گفت سرّ زندگی در مردن است شمع را صد جلوه از افسردن است

[ص ۳۲]

افلاطون نے اپنے استاد سقراط کی طرح اس بات کا اعتراف کیا کہ انسان کو اشیائے کائنات کا علم حاصل تو ہو سکتا ہے لیکن محض کلیات (General ideas) تصورات (Concepts) اور عالمگیر صدقوتوں (Universal truths) کے ذریعے سے، لیکن چونکہ یہ ایشیا ہر وقت تغیر پذیر رہتی ہیں اس لیے ان کا علم حقیقی اور اصلی نہیں (صرف اعیان (Ideas) کا علم حقیقی ہو سکتا ہے)۔ چنانچہ دنیا میں جو کچھ نظر آتا ہے وہ لائق اعتبار نہیں۔ گویا افلاطون نے عالم موجودات کا انکار اور عالم غیر محسوس کا اثبات کیا۔ اس فلسفے کی وجہ سے مسلمانوں میں بے عملی پیدا ہوئی جس کی اقبال نے سخت مذمت کی ہے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ وَهِيَ هِيَ جَسَدٌ فِي الْأَرْضِ
جَمِيعًا (البقرة: ۲۹)

وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لیے جو
کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

جب ہر چیز انسان کے لیے پیدا کی گئی ہے تو اسے اس کا برتنا بھی ہے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنا جائز نہیں۔

افلاطون کے مذکورہ بالا خیالات نے اوحدی، بابا فغانی اور محمود شبستری جیسے صوفیہ کو بھی متاثر کیا اور انھوں نے نفی خودی کے راگ الاپے۔ اسی کا ذکر اقبال نے اس طرح کیا ہے:

توہما از سکر او مسموم گشت خفت و از ذوقِ عمل محروم گشت

زندگی، مضمونِ تنخیر است و بس آرزو افسونِ تنخیر است و بس
[ص ۳۴]

انسانی زندگی کی صلاحیتوں کو بیدار کرنے کے لیے اللہ پاک نے قرآن حکیم میں یہاں تک فرمایا ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَّا فِي
الْاَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (الجاثیہ: ۱۳)

اور مسخر کر دیا تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں فکر اور زمین میں ہے، سب کا سب۔ اس میں کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ اس آیت میں اللہ پاک نے انسان کو بشارت دی ہے کہ وہ سب کچھ پر، جو آسمانوں کے اندر اور زمین کے اندر ہے، قبضہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس طرح انسانی زندگی کی تمام صلاحیتیں بیدار کی گئی ہیں۔

ہر چہ باشد خوب و زیبا و جمیل در بیابانِ طلب ما را دلیل
[ص ۳۵]

قرآن حکیم میں یوں ارشاد ہے:
اِنَّا جَعَلْنَا مَّا عَلٰی الْاَرْضِ زِينَةً لِّهَا
لِنَبْلُوْهُمْ اَيْهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝
(الکھف: ۷)

وائے قومے کز اجل گیرد برات شاعرش وا بوسد از ذوقِ حیات
[ص ۳۶]

قرآن حکیم میں ارشاد ہے:
وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوِنُ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ
فِيْ كُلِّ وَاْدٍ يَّهِيْمُوْنَ وَ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ
مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ۝ (الشعراء: ۲۲۳-۲۲۶)

اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر نالے میں سرگرداں پھرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جو خود نہیں کرتے۔

علامہ نے بھی بے عمل اور قوم کو بے عمل بنانے والے شاعروں کی مذمت کی ہے۔

تو ہم از بارِ فرائضِ سرمتاب
بر خوری از عنده حسن المآب
[ص ۴۱]

رُئِيَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ
وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ
وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ
وَالْحَرْبِ ۗ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ ۝
(آل عمران: ۱۴)

رجھایا ہے لوگوں کو موزوں کی محبت پر، عورتیں
اور بیٹے اور ڈھیر جوڑے ہوئے سونے کے
اور چاندی کے اور گھوڑے پلے ہوئے اور
مویشی اور کھیتی۔ یہ متاع ہے دنیا کی زندگی میں،
اور اللہ جو ہے اسی کے پاس ہے اچھا ٹھکانا۔

امتزاج ماء وطین تن پرور است
کشتہ فحشا ہلاک منکر است
[ص ۴۲]

الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ وَبَدَأَ خَلْقَ
الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ
سُلْمَةٍ مِّنْ عِظِّ حَامِ ۝ ثُمَّ كَسَى الْخَلْقَ
الْحَبْلَ مِنْ حَبْلٍ مُّسْوًى ۝ ذَٰلِكُمْ
مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۗ وَالْآخِرَةُ
خَيْرٌ لِّمَن يَحْسَبُ ۗ أَلَيْسَ لِلَّهِ الْخَلْقُ
الْأُولَىٰ ۗ أَلَيْسَ اللَّهُ بِعَلِيمٍ
مَا تَصْنَعُونَ ۝ (العنكبوت: ۲۵)

وہ جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی اور پیدائش
انسان کی ابتدا مٹی سے فرمائی پھر اس کی سے۔
یہ پہلے مصرعے کی تلخ تھی۔ اس کے دوسرے مصرعے کی تلخ ملاحظہ ہو:

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ
وَالْمُنْكَرِ ۗ وَلَذِكْرِ اللَّهِ أَكْبَرُ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ
مَا تَصْنَعُونَ ۝ (العنكبوت: ۲۵)

بے شک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بُری
بات سے اور بے شک اللہ کا ذکر سب سے
بڑا ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

اسی تبلیغ سے متعلق یہ شعر بھی ہے:

در کتب مسلم مثال خنجر است
قاتل فحشا و بنی و منکر است
[ص ۴۳]

اعصائے لا الہ داری بدست
ہر طلسم خوف را خوابی شکست
[ص ۴۲]

آلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا
هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ (يونس: ۶۲)

سن رکھو، جو لوگ اللہ کی طرف ہیں نہ ڈر ہے
اُن پر اور نہ وہ غم کھائیں۔

اقبال نے کہا:

می کند از ما سوئی قطع نظر می نهد سا طور بر حلق پر

[ص ۴۳]

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسمعیل علیہ السلام کے حلق پر چھری رکھی۔ اس کی طرف قرآن حکیم میں یوں ارشاد ہوا:

فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ۝
(الصُّفَّت: ۱۰۳)

طاعتے سرمایہ جمعیتے ربط اور اق کتاب ملتے
[ص ۴۳]

وَاطِئِعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا
فَتَفَشِلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ
اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝ (الانفال: ۴۶)

اور اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی
اور آپس میں نہ جھگڑو (ورنہ) پھر کمزور ہو جاؤ
گے اور جاتی رہے گی تمہاری ہوا، اور صبر کرو۔
بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اقبال فرماتے ہیں:

دل ز حتی تنفقوا محکم کند زر فزاید ألفتِ زر کم کند

[ص ۴۳]

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا
تُحِبُّونَ ۗ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ
بِهِ عَلِيمٌ ۝ (آل عمران: ۹۲)

ہرگز نہ پہنچو گے نیکی کی حد کو جب تک نہ خرچ
کرو اُس میں سے جس سے تم محبت رکھتے
ہو اور جو چیز خرچ کرو گے سو اللہ کو معلوم ہے۔

اسرار و رموز کا ایک اور شعر:

تا جہاں باشد جہاں آرا شوی تاجدارِ ملکِ لا یبلی شوی

[ص ۴۴]

فَوَسَّوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ يَا دُمْ هَلْ
أَذْلَكَ عَلَى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْكٍ لَّا

پھر جی میں ڈالا اُس کے شیطان نے، کہا، اے
آدم، میں بتاؤں تجھ کو درخت سدا جینے کا اور

بادشاہی جو دست بُردِ زمانہ سے محفوظ رہے۔

یٰلَیْلٰی ۝ (طہ: ۱۲۰)

اقبال کا ایک اور شعر ملاحظہ فرمائیں:

نائبِ حق در جہاں بودن خوش است بر عناصر حکمران بودن خوش است

[ص ۴۴]

نائبِ حق (خلیفۃ اللہ) کے متعلق صفحہ ۲۳ کی تلمیح ملاحظہ ہو:

از رموزِ جزو و کل آگہ بود در جہاں قائم بامر اللہ بود

[ص ۴۴]

قرآن میں ارشاد ہوا:

وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ
وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ
الْحِسَابِ ۝ (الرعد: ۲۱)

اور اس آیت کی تلمیح بھی ہو سکتی ہے:

الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّهْمُ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا
الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ
وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۝ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ۝
(الحج: ۴۱)

اسی تسلسل میں اقبال فرماتے ہیں:

نوعِ انساں را بشیر و ہم نذیر ہم سپاہی، ہم سپہ گر، ہم امیر

[ص ۴۵]

فَقَدْ جَاءَ كُمْ بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ ۝ وَاللَّهُ عَلِيُّ
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ (المائدہ: ۱۹)

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا

(البقرہ: ۱۱۹)

دوسرے مصرعے کا تعلق سورۃ والصفّت (آیت ۱۷۳) سے ہو سکتا ہے:

وَإِنَّ جُنَدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ۝
 (وَالصُّفَّتْ: ۱۷۳)
 اور بے شک ہمارا لشکر (اہل ایمان) ہی
 غالب آئے گا۔
 سورۃ الانفال کی آیت ۶۰ بھی جنگی طاقت سے متعلق ہے۔

مدعائے علم الاسما سے سرّ سبحان الذی اسراتے
 [ص ۴۵]

پہلے مصرعے کی تلمیح سورۃ البقرہ کی آیت ۳۱ ہے:
 وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ۝
 (البقرہ: ۳۱)
 اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام (اشیا کے) نام
 سکھائے۔
 دوسرے مصرعے میں سورۃ بنی اسرائیل کی پہلی آیت کا اشارہ ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ
 الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا
 الَّذِی بَرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیْہٖ مِّنَ الْاَیْنِطَّاۃِ اِنَّہٗ
 هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝ (بنی اسرائیل: ۱)
 پاکی ہے اسے جو اپنے بندے (حضور انور
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو راتوں رات لے
 گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے
 گردا گرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم نے اسے
 اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہ سنتا
 دیکھتا ہے۔

از عصا دست سفیدش محکم است قدرت کامل بعلمش توام است
 [ص ۴۵]

موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا ذکر سورۃ طہ میں ہے اور ”دست سفید“ (ید بیضا) کی تلمیح بھی اسی
 سورہ میں ہے:

وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ
 بَيْضًا مِّنْ غَيْرِ سُوِّۤ اَيَّةِ الْاٰخِرٰی ۝ (طہ: ۲۲)
 سے ملا، خوب سفید نکلے گا بے کسی مرض کے۔

خشک سازد پیت او نیل را می برد از مصر اسرائیل را
 [ص ۴۵]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعے کا قرآن حکیم میں یوں بیان ہوا ہے:

وَلَقَدْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنِ اسْرِ ۖ وَأَنْبَسَ لَهٗ فِي الْبَحْرِ
بِعِبَادِي فَأَضْرِبْ لَهُمُ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ ۗ يَسَّاءَ لَا تَخَفْ دَرَكًا وَلَا تَخْشَىٰ (طہ: ۷۷)

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے چل اور ان کے لیے دریا میں سوکھا راستہ نکال دے، تجھے ڈر نہ ہوگا کہ فرعون آلے اور نہ خطرہ۔

اسرار و رموز کا ایک اور شعر:

از قم او خیزد اندر گور تن مردہ جانہا چوں صنوبر در چمن

[ص ۳۵]

قرآن میں ارشاد ہوا:

وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ بِأَذْنِي ۗ
اور جب (عیسیٰ علیہ السلام) کھڑا کر دیتا
(المائدہ: ۱۱۰) مُردوں کو میرے حکم سے۔

مذکورہ بالا شعر کے بعد علامہ کا ایک دوسرا شعر:

ذاتِ اَوْ تَوْجِيهِ ذَاتِ عَالَمِ اسْتِ از جلالِ اَوْ نَجَاتِ عَالَمِ اسْتِ

[ص ۳۵]

اکثر صوفیہ نے ایک قول کو، جس کو امام غزالی اور ابن عربی نے بھی نقل کیا ہے، حدیث قدسی کہا ہے:

كنت كنزاً مخفياً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لا اعرف ۝ لیکن اگر یہ قول صوفیہ ہی کا ہے تب بھی سورۃ الذاریات کی ایک آیت اسی کی توجیہ کرتی ہے کہ:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا اَوْرِثِيْنَ ۗ لِيَعْبُدُوْا ۝ (الذاریات: ۵۶)

صرف اپنی عبادت کے لیے۔

گویا انسان کی ذات اللہ کی عبادت (اور معرفت) کے لیے پیدا کی گئی ہے اور اللہ کے نیک بندوں ہی کے لیے نجات ہے:

ثُمَّ نُنَجِّي رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا كَذَلِكَ ۗ حَقًّا عَلَيْنَا نُنَجِّ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (یونس: ۱۰۳)

پھر ہم اسی طرح بچا دیتے ہیں اپنے رسولوں کو اور جو ایمان لائے ذمہ ہمارا ہے بچا دیں

گے ایمان والوں کو۔

علامہ اسرار خودی میں فرماتے ہیں:

مرسلِ حق کرد نامش بُو تراب حق ید اللہ خواند در اُم الکتاب

[ص ۴۷]

دوسرے مصرعے میں سورۃ الفتح کی آیت کی تلمیح ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ
يَذَلُّهُ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۝ (الفتح: ۱۰)
ہیں وہ اللہ (ہی) سے بیعت کرتے ہیں اور
اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اسد اللہ بھی کہا گیا ہے۔

آزماید صاحبِ قلبِ سلیم زورِ خود را از مہماتِ عظیم

[ص ۴۹]

قرآن پاک کی درج ذیل آیات میں مکمل تشریح بیان ہوتی ہے:

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۝ إِلَّا مَنْ آتَى
اللَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝ (الشعراء: ۸۸-۸۹)
جس دن نہ کام آئے گا کوئی مال نہ بیٹے، مگر
جو آیا اللہ کے پاس قلبِ سلیم لے کر۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کے ساتھ یہ آیتیں ہیں۔

از رموزِ زندگی آگاہ شو ظالم و جاہل ز غیر اللہ شو

[ص ۵۱]

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَ
الْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَ
أَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ
ظَلُومًا جَهُولًا ۝ (الاحزاب: ۷۲)
بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں
اور زمین اور پہاڑوں پر، تو انھوں نے اُس
کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے
اور انسان نے اسے اٹھالیا۔ بے شک وہ اپنی
جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔

مذکورہ بالا شعر کے تسلسل میں ایک اور شعر:

چشم و گوش و لب کشا اے ہوشمند گر نہ بینی راہِ حق برمن بخند

[ص ۵۱]

در اصل صوفیہ کے اس شعر میں ترمیم کی گئی ہے:

چشم و گوش و لب بند اے ہوشمند گر نہ بینی راہِ حق برمن بخند

یعنی غیر اللہ سے آنکھ، کان اور لب کو بند کر لینے سے اسرارِ الہی منکشف ہوتے ہیں۔ علامہ اقبال نے اس مفہوم کو یوں نظم کیا ہے:

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند تا رسد فکر تو بر چرخ بلند

[ص ۳۰]

تا کجا خود را شاری ماء و طیں از گلِ خود شعلہ طور آفریں

[ص ۵۲]

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلْةٍ مِّنْ طِينٍ ۚ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ۝
اور ہم نے بنایا ہے آدمی چُجی ہوئی مٹی سے، پھر رکھا اس کو بوند کر کے ایک جے ٹھہراؤ
(المومنون: ۱۲-۱۳) میں.....

گفت بالماس در معدن زغال اے امین جلوہ ہائے لازوال

[ص ۵۶]

قرآن حکیم کی ایک آیت اس طرح شروع ہوتی ہے:

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ

اللہ پاک آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔

(النور: ۳۵)

قلب را از صبغة اللہ رنگ ده عشق را ناموس و نام و ننگ ده

[ص ۶۲]

صِبْغَةَ اللَّهِ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً ۗ
ہم نے لیا رنگ اللہ کا، اور کس کا رنگ ہے
وَنَحْنُ لَهُ عِبِيدُونَ ۝ (البقرہ: ۱۳۸) اللہ سے بہتر؟ اور ہم اسی کی بندگی پر ہیں۔

خیمہ در میدانِ الاّ اللّٰه زودست

در جہاں شاہد علی الناس آمدست

[ص ۶۲]

قرآن حکیم میں ارشاد ہوا:

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا
شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُونَ الرَّسُولُ
عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ط (البقرہ: ۱۴۳)

سورہ حج میں ارشاد ہوا:

وَ جَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ط
هُوَ اخْتَبَكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ
مِنْ حَرَجٍ ط مَلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ط هُوَ سَمُّكُمْ
الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلِ وَ فِي هَذَا لِيَكُونَ
الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُونُوا
شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ ط (الحج: ۷۸)

اور جہاد کرو اللہ کے واسطے جو اس کے جہاد کا
حق ہے۔ اس نے تم کو پسند کیا اور نہیں رکھی
تم پر دین میں کچھ مشکل۔ دین تمہارے
باپ ابراہیم کا۔ اس نے نام رکھا تمہارا
مسلمان (حکم بردار) پہلے سے اور اس
قرآن مجید میں، تاکہ رسول ہو بتانے والا تم
پر اور تم ہو بتانے والے لوگوں پر۔

صلح شرگردو چو مقصود است غیر

گر خدا باشد غرض، جنگ است خیر

[ص ۶۳]

قرآن حکیم میں ارشاد ہوا:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَ هُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ؕ وَ
عَسَىٰ اَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ
وَ عَسَىٰ اَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ
وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝

(البقرہ: ۲۱۶)

جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

اور ہم تم کو جانچتے ہیں شر سے اور خیر سے،
آزمانے کو اور تم ہماری طرف پھر آؤ گے۔

وَ بَلَّوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَ اَلَيْنَا
تُرْجَعُونَ ۝ (الانبیاء: ۳۵)

از ہوس آتش بجائ افروختے تیغ را ہل من مزید آموختے

[ص ۶۳]

ہل من مزید (کچھ اور بھی) یہاں بطور محاورہ مستعمل ہے:

يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاتِ وَ جَس دن ہم کہیں دوزخ کو، تو بھر چکی ہے؟
نَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ (ق: ۳۰) اور وہ بولے گی، کچھ اور بھیجے۔

علمِ مسلمِ کامل از سوزِ دل است معنی اسلام ترکِ آفل است

[ص ۶۷]

سورۃ الانعام کی آیات ۷۶ سے ۸۲ تک میں ابراہیم علیہ السلام کے اُن واقعات کا ذکر ہے جب کہ آپ نے تارے، چاند اور سورج کے چھپنے پر ان سے قطع نظر کر کے اللہ پاک تک پہنچنے کی ہدایت حاصل کی۔ آیت ۷۶ میں لا اُحِبُّ الْاَفْلٰلِیْنَ (مجھے خوش نہیں آتے چھپ جانے والے) مذکورہ واقعات کے سلسلے میں ہے۔

چول ز بندِ آفلِ ابراہیمِ رُست در میانِ شعلہ ہا نیکو نشست

[ص ۶۸]

جب ابراہیم علیہ السلام نے بتوں سے بیزاری اختیار کی تو اُن بت والوں نے اُن کو آگ

میں پھینک دیا۔

قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا الْهَيْتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
فَعٰلِیْنَ ۝ قُلْنَا یٰنَارُ كُونِیْ بَرْدًا وَ سَلٰمًا
عَلٰی اِبْرٰهیمَ ۝ (الانبیاء: ۶۸-۶۹)

اے آگ! ٹھنڈک ہو جا اور آرام ابراہیم پر۔

اے امینِ حکمتِ امّ الکتاب! وحدتِ گم گشتہ خود بازیاب

[ص ۶۹]

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ
فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ
اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ
وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كٰنُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ

اللہ نے احسان کیا ایمان والوں پر جو بھیجا
اُن میں رسول اُنھی میں کا۔ پڑھتا ہے اُن
پر آیتیں اُس کی اور سنوارتا ہے ان کو اور
سکھاتا ہے ان کو کتاب اور حکمت اور وہ پہلے

ضَلَّلِ مُّبِينٍ ۝ (آل عمران: ۱۶۴) سے صریح گمراہ تھے۔
اس سلسلے میں سورۃ الجمعہ کی آیت ۲ بھی دیکھیں۔

حرفِ اقرأ حق بما تعلیم کرد رزقِ خویش از دستِ ما تقسیم کرد
[ص ۷۴]

اور سب سے پہلی وحی اس طرح شروع ہوتی ہے:
اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝
پڑھا اپنے رب کے نام سے، جس نے تخلیق
(العلق: ۱) فرمائی۔

در دل حق سرِّ مکنونیم ما وارثِ موسیٰ و ہارونیم ما
[ص ۷۵]

حق کی بات رکھنے والے موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) بھی تھے۔
قرآن میں ارشاد ہوا:

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هَارُونُ مِنْ قَبْلُ يَقَوْمِ اِنَّمَا
اور کہا تھا ان کو ہارون نے پہلے سے، اے
فُنْتُمْ بِهِ ۝ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُونِي
قوم اور کچھ نہیں، تم کو بہکا دیا گیا ہے اس
وَاطِيعُوا اَمْرِي ۝ (طہ: ۹۰)
پر۔ اور تمہارا رب رحمن ہے، سو میری راہ چلو
اور مانو میری بات۔

آیتِ بنمازِ آیاتِ مبین تا شود اعتناقِ اعدا خاضعین!
[ص ۷۶]

اِنَّ نَّشَا نُنزِلَ عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاۗءِ اٰیَةً
اگر ہم چاہیں، اتاریں اُن پر آسمان سے
فَطَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِينَ ۝
ایک نشانی، پھر رہ جائیں اُن کی گردنیں
(الشعراء: ۴) اُس کے آگے نیچی۔

رشتهٔ وحدتِ چوتوم از دست داد صد گره بر روئے کارِ ما فناد
[ص ۷۶]

وَ اِنَّ هٰذِهِ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّ اِحَدَةً ۝ وَاَنَا رَبُّكُمْ
اور یہ لوگ ہیں تمہارے دین کے، سب

فَاتَّقُونِ ۝ (المؤمنون: ۵۲) ایک دین پر اور میں ہوں تمہارا رب، سو مجھ

سے ڈرتے رہو۔

اس کے بعد ہے کہ پھر آپس میں پھوٹ ڈال لی۔

سورة البقرہ، آیت ۲۱۳، سورة الانبياء آیت ۹۲، اور سورة يونس آیت ۱۹ میں بھی ایسا مضمون آتا ہے۔

سازم از مشتِ گلِ خود پیکرش ہم صنم او را شوم ہم آزرش

[ص ۷۸]

اشارہ ہے ابراہیم علیہ السلام کے والد کی بُت پرستی کا:

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمٌ لِّاَبِيْهِ اَزْرَ اَتَّخِذُ اَصْنَامًا
الِهَةً اِنِّيْ اَرٰنَكَ وَ قَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ
مُّبِيْنٍ ۝ (الانعام: ۷۴) ہوں تو اور تیری قوم صریح بیکے ہوئی۔



حوالے اور حواشی

- ۱- فقیر وحید الدین، روزگار فقیر، اول: ص ۷۹۔
علامہ اقبال ایک جگہ لکھتے ہیں:
جہاں جہاں یہ لفظ (خودی) میں نے استعمال کیا ہے اس سے مراد شخص ذاتی یا احساسِ نفس ہے۔ انگریزی لفظ Individuality کا یہ ترجمہ ہے۔ (رسالہ صحیفہ، لاہور۔ بابت اکتوبر ۱۹۷۳ء ص ۱۷۳)۔
- ۲- بحوالہ رسالہ فکر و نظر اسلام آباد اگست ۱۹۷۶ء ص ۱۱۹۔
- ۳- صفحہ ۲۹ کا شعر ہے:

پختہ چوں گردد جنونِ انتقام فتنہ اندیشی کند عقلِ غلام

[ص ۲۹]

سورة البقرہ کی آیت ۲۹ سے اس شعر کا مضمون ماخوذ معلوم ہوتا ہے۔ دیکھیں تفسیر مولانا محمود حسن۔



رموزِ بے خودی

رموزِ بے خودی

اے تراحق خاتمِ اقوامِ کرد بر تو ہر آغاز را انجام کرد
 [ص ۸۱] مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّنَّ وَكَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (الاحزاب: ۴۰)
 محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) باپ نہیں کسی کے تمہارے مردوں میں سے، لیکن اللہ کے رسول ہیں اور مہر سب نبیوں پر۔ اور اللہ سب چیز جانتا ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب نبیوں پر مہر ہیں۔ گویا آخری نبی ہیں اور اس طرح اُن کی امت بھی آخری ہے۔

سورۃ البقرہ (آیت ۱۴۳) میں اس اُمت کو اُمةً وَسَطًا (معتدل اُمت) اور سورۃ آل عمران (آیت ۱۱۰) میں خَيْرُ اُمةٍ (سب اُمتوں سے بہتر) کہا گیا ہے۔

سخت کوشم مثلِ خنجر در جہاں آبِ خودی گیرم از سنگِ گراں
 [ص ۸۲] مکرر ارشاد ہے کہ:

فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (الانشراح: ۵-۶)
 پس البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔
 إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ (الرعد: ۱۱)
 بے شک اللہ پاک نہیں بدلتا کسی قوم کو جب تک وہ خود اپنے کو نہ بدلے۔

فرد و قوم آئینہ یک دیگر اند سلک و گوہر، کہکشاں و اختر اند
[ص ۸۶]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

المؤمن مرآة المؤمن
ایک مومن، دوسرے مومن کا آئینہ ہے۔

اور اسی شعر کے بعد یہ شعر آتا ہے،

فرد می گیرد ز ملت احترام
ملت از افرادی یابد نظام
[ص ۸۶]

سورۃ العصر میں فرد کے لیے ایمان اور عمل صالح کی تعلیم ہے اور پھر جماعت کے لیے ایک
دوسرے کے ساتھ حق اور صبر کی تلقین ہے:

وَالْعَصْرِ ۝ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَ
تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۚ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝
(العصر: ۱-۳)

سورۃ آل عمران کی آخری آیت میں بھی صبر، رابطہ اور تقویٰ کا حکم ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَ
رَابِطُوا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝
اے ایمان والو! ثابت رہو اور مقابلے میں
مضبوطی کرو اور مل کر رہو اور ڈرتے رہو اللہ
سے، شاید تم مراد کو پہنچو۔ (آل عمران: ۲۰۰)

ایسے ایمان والوں کے لیے سورۃ الکہف میں ارشاد ہے:

وَرَبَطْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا
رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَنْ نَدْعُوهُ مِنْ
دُونِهِ إِلَهًا لَقَدْ قُلْنَا إِذْ أَشْطَطْنَا
بُورِجِ رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَنْ نَدْعُوهُ مِنْ
دُونِهِ إِلَهًا لَقَدْ قُلْنَا إِذْ أَشْطَطْنَا
(الکہف: ۱۴)

اور گرہ دی اُن کے دلوں پر (ثابت قدم
رکھا ان کو) جب کھڑے ہوئے۔ پھر
بولے ہمارا رب آسمانوں اور زمین کا ہے۔
نہ پکاریں گے ہم اس کے سوا کسی معبود کو۔
(اگر ایسا ہو تو) ہم نے ضرور حد سے گزری
ہوئی بات کہی۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ
صَفًّا كَانَهُمْ بُنْيَانٌ مَرْصُورٌ ۝
(الصَّف: ۴)

بے شک، اللہ چاہتا ہے ان کو جو لڑتے ہیں
اس کی راہ میں قطار باندھ کر جیسے وہ دیوار
ہیں سیدسہ پلائی ہوئی۔

عزم اور ثابت قدمی کے لیے حکم ہے:
فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۝
(آل عمران: ۱۵۹)

پس جب عزم کر لو تو پھر اللہ پر بھروسہ رکھو۔

بہر حال اجتماعی زندگی کے لیے اعتصام اور مضبوطی پکڑنے کا حکم کئی جگہ ہے۔ مثلاً:
وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا
تَفَرَّقُوا ۝ (آل عمران: ۱۰۳) ڈالو۔

اور مضبوط پکڑو اللہ کی رسی اور پھوٹ مت

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا
تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۝
(المائدہ: ۲) میں۔

باہم مدد کرو نیکی اور تقویٰ کے کام میں اور نہ
مدد کرو ایک دوسرے کی گناہ اور زیادتی

سورہ محمد میں مسلمان قوم کی جماعت کے لیے اس طرح بشارت بھی ہے:
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنْصُرُوا اللَّهَ
يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ۝
(محمد: ۷)

اے ایمان والو۔ اگر تم اللہ (کے دین) کی
مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور
تمہارے قدم جمادے گا۔

اہل حق را رمز توحید از بر است
در اتی الرحمن عبداً مضمراً است
[ص ۹۱]

ان کُلُّ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا
اتى الرحمن عبداً ۝ (مریم: ۹۳)

کوئی نہیں آسمانوں میں اور زمین میں جو نہ
آئے رحمن کا بندہ ہو کر۔

اسی آیت کی تلمیح اس شعر میں بھی ہے:
چوں مقامِ عبدہ محکم شود
کاسہ در یوزہ جامِ جم شود
[ص ۹۲]

رشتہ اش شیرازہ افکارِ مالے
[ص ۹۲]

لا الہ سرامیہ اسرارِ ما

اس سلسلے کی بہت سی آیات ہیں۔ مثلاً

قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنذِرٌ مَّا وَمَا مِنَ اللَّهِ إِلَّا اللَّهُ
الْوَّاحِدَ الْقَهَّارَ (ص: ۶۵)

از ابیکم گیر اگر خواہی دلیل
[ص ۹۳]

ما مُسْلِمَیْم و اولادِ خلیل

دین تمہارے باپ ابراہیم کا۔ اس نے نام
رکھا تمہارا مسلمان۔

مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمُّكُمْ
الْمُسْلِمِينَ (الحج: ۷۸)

یک زبان و یک دل و یک جاں شدیم
[ص ۹۳]

ما ز نعمتہائے او اخوان شدیم

اور مضبوط پکڑو اللہ کی رسی اور پھوٹ مت
ڈالو اور یاد کرو نعمت اللہ کی اپنے اوپر۔ جب
تھے تم آپس میں دشمن۔ پھر الفت دی
تمہارے دلوں میں۔ اب ہو گئے اس کی
نعمت سے بھائی۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا
تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ
إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ
فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا
(آل عمران: ۱۰۳)

زندگانی محکم از لا تقنطوا است
[ص ۹۴]

مرگ راسامان ز قطع آرزوست

آپ فرما دیں اے میرے بندو! جنھوں
نے زیادتی کی اپنی جانوں پر، نہ آس توڑو
اللہ کی رحمت سے۔ بے شک اللہ بخشتا ہے
سب گناہ اور وہی ہے معاف کرنے والا
مہربان۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ
لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ
يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ
الرَّحِيمُ (الزمر: ۵۳)

قَالَ وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ ۝ (الحجرات: ۵۶) رب کی رحمت سے مگر جو راہ بھولے ہیں۔

اے کہ در زندانِ غم باشی اسیر از نبیؐ تعلیمِ 'لا تحزن' بگیر
[ص ۹۵]

إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ۚ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَآيَدَهُ بِيَمِينِهِ لَمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَى ۗ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ (التوبة: ۴۰)

اگر تم نہ مدد کرو گے رسولؐ کی، تو ان کی مدد کی ہے اللہ نے، جس وقت ان کو نکالا کافروں نے دو جان سے۔ جب دونوں تھے غار میں۔ جب وہ (رسولؐ) کہنے لگے اپنے رفیق (حضرت ابو بکرؓ) کو، تو غم نہ کھا، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر اللہ نے اتاری اپنی طرف سے تسکین ان پر اور مدد کو ان کی بھیجیں وہ فوجیں کہ تم نے نہیں دیکھیں اور نیچے ڈالی بات کافروں کی۔ اور اللہ کی بات ہمیشہ اوپر ہے۔ اور اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

گر خدا داری ز غم آزاد شو از خیالِ بیش و کم آزاد شو
[ص ۹۵]

اللہ پاک نے کس خوبی سے تسلی دی ہے کہ اَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ ۗ (الزمر: ۳۶) کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟

قوتِ ایماں حیاتِ افزایدت وردِ 'لا خوف' علیہم؛ بایت
[ص ۹۵]

آلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا سن رکھو، جو لوگ اللہ کی طرف ہیں، نہ ڈر

کے شعر کی وضاحت اس شعر سے بھی ہوتی ہے۔

خوفِ حق عنوانِ ایماں است و بس
خوفِ غیر از شرک پنہاں است و بس
[ص ۹۹]

سورة المائدہ میں ارشاد ہوا۔

مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَ عَمِلَ
صَالِحًا فَلَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَحْزَنُونَ ۝ (المائدہ: ۶۹)
جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور پچھلے دن پر
اور عمل کرے نیک، نہ ان پر ڈر ہے اور نہ وہ
غم کھائیں۔

تارکِ آفل براہیمِ خلیلؑ انبیا را نقشِ پائے او دلیل
آفل کے سلسلے میں دیکھیں صفحہ ۶۷-۶۸ کے اشعار کی تیج۔

[ص ۱۰۰]

آں خدائے لم یزل را آیتے داشت در دل آرزوئے اُمّتے

[ص ۱۰۰]

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا
أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۖ وَآرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ
عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝
(البقرہ: ۱۲۸)
(ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے) اے رب
ہمارے، اور کر ہم کو حکم بردار اپنا اور ہماری
اولاد میں بھی ایک اُمت حکم بردار اپنی اور
بتا ہم کو دستور حج کے اور ہم کو معاف کر۔ تو
ہی ہے اصل معاف کرنے والا مہربان۔

جوئے اشک از چشم بے خوابش چکید تا پیامِ طہرًا بیتی شنید

[ص ۱۰۰]

وَعَهْدَنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنَّ طَهْرًا
بَيْتِي لِلطَّائِفِينَ وَاللُّكَّافِينَ وَالرُّكَّعِ
السُّجُودِ ۝ (البقرہ: ۱۲۵)
اور کہہ دیا ہم نے ابراہیم اور اسمعیل کو، کہ
پاک رکھو گھر میرا، واسطے طواف والوں کے
اور رکوع و سجود والوں کے۔

بہر ما ویرانہ آباد کرد طائفان را خانہ بنیاد کرد

[ص ۱۰۰]

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْنِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ (ابراہیم: ۳۷)

ابراہیم علیہ السلام نے کہا) اے رب تاکہ ہمارے، میں نے بسائی ایک اولاد اپنی میدان میں، جہاں کھیتی نہیں، تیرے ادب والے گھر کے پاس، اے رب ہمارے قائم رکھیں نماز، سو رکھ بعضے لوگوں کے دل جھکتے ان کی طرف اور روزی دے اُن کے میووں سے، شاید یہ شکر کریں۔

تا نہالِ نُبِّ عَلَيْنَا، غنچہ بست صورتِ کارِ بہارِ ما نشست

[ص ۱۰۰]

مذکورہ بالا شعر (آں خدائے لم یزل را آیتے) کی تلمیح یہاں بھی دیکھی جائے۔ پہلے وہاں پوری آیت آچکی ہے۔

از رسالت صد ہزارِ ما یک است جزو ما از جزو ما لا ینفک است

[ص ۱۰۱]

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِينَ مُبَشِّرِينَ وَ مُنذِرِينَ (البقرہ: ۲۱۳)

تھا لوگوں کا دین ایک، پھر بھیجے اللہ نے نبی، خوشی اور ڈرسانے والے۔

وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا (یونس: ۱۹)

اور لوگ جو ہیں سوا ایک ہی امت ہیں اور پیچھے جدا جدا ہوئے۔

سورۃ المائدہ آیت ۴۸ — سورۃ ہود آیت ۱۱۸ — سورۃ النحل آیت ۹۳ — سورۃ الانبیاء آیت ۹۲ — سورۃ المؤمنون آیت ۵۲ بھی دیکھیں۔

آں کہ شان اوست یُہْدی مَنْ یُرید، از رسالت حلقہ گردِ ما کشید

[ص ۱۰۱]

وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لَّوَّ أَنَّ اللَّهَ

اور یوں اتارا ہم نے یہ قرآن، کھلی باتیں

يَهْدِي مَنْ يُرِيدُ ۝ (الحج: ۱۶) اور یہ ہے کہ اللہ سوجھ دیتا ہے جس کو چاہے۔

ما ز حکم نسبت او ملتیم اہل عالم را پیام رحتم

[۱۰۱ص]

مسلمانوں کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔
وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝ اور آپ کو جو ہم نے بھیجا تو رحمت بنا کر
(الانبیاء: ۱۰۷) جہانوں کے لیے۔

قلب مومن را کتابش قوت است حکتمش حبل الوردی مدلت است

[۱۰۱ص]

ہم نے بھیجے ہیں اپنے رسول نشانیاں دے لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ
الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۝ (الحديد: ۲۵)
کہ لوگ قائم رہیں انصاف پر۔

سورہ ق میں دراصل اللہ پاک نے انسان سے اپنے قرب کا ذکر کیا ہے:
وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرْدِ ۝ اور ہم اس (انسان) سے نزدیک ہیں شاہ
(ق: ۱۶) رگ سے زیادہ۔

شعر میں حبل الوردی انتہائی قرب کے لیے بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے۔

دین فطرت از نبی آموختیم در ره حق مشعلی افروختیم

[۱۰۲ص]

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۝ فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۝ لَا تَبْدِيلَ
لِخَلْقِ اللَّهِ ۝ ذَلِكَ الدِّينُ الْقِيمُ ۝ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَمْلِكُونَ ۝ (الروم: ۳۰)
سو تو سیدھا رکھ اپنا مند دین پر، ایک طرف کا ہو کر۔ وہی تراش اللہ کی جس پر تراشا لوگوں
کو۔ بدلنا نہیں اللہ کے بنائے کو۔ یہی ہے دین سیدھا۔ لیکن بہت لوگ نہیں سمجھتے۔

پس خدا بر ما شریعت ختم کرد بر رسول ما رسالت ختم کرد

[۱۰۲ص]

پہلے مصرعے میں سورۃ المائدہ کی آیت کی تلمیح ہے کہ:

أَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اتَّمَمْتُ
 پورا کیا میں نے تم پر احسان اپنا۔
 دوسرے مصرعے میں خاتم النبیین سورۃ الاحزاب کی آیت کی تلمیح ہے جس کا ذکر شعر (اے
 تراحق خاتم اقوام کرد) کے ذیل میں آچکا ہے:

[ص ۸۱]

مرسلان و انبیا آبائے او اکرم او نزد حق اتقائے او

[ص ۱۰۴]

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتَّقَى ط
 بے شک اللہ کے نزدیک وہی عزت والا
 ہے جس کا تقویٰ بڑا ہے۔ (الحجرات: ۱۳)

ناشکیب امتیازات آمدہ در نہاد او مساوات آمدہ

[ص ۱۰۴]

اس سے پہلی تلمیح کے علاوہ شعر (از رسالت صد ہزار ما یک است) کی تلمیح بھی دیکھیں۔

ہچو سرو آزاد فرزندان او پختہ از 'قالو' بلی، بیان او

[ص ۱۰۵]

وَ إِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ
 اور (اے محبوب یاد کرو) جب تمہارے نکالی
 ذُرِّيَّتَهُمْ وَ أَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ
 رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی نسل
 أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا أَن
 اور انھیں خود پر گواہ کیا، کیا میں تمہارا رب
 تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا
 نہیں؟ سب بولے کیوں نہیں! ہم گواہ
 غَفْلِينَ ۝ (الاعراف: ۱۷۲)
 ہوئے کہ کہیں قیامت کے دن، کہو کہ ہمیں
 اس کی خبر نہ تھی۔

گفت قاضی فی القصاص آمد حیوة زندگی گیرد بایں قانون ثبات

[ص ۱۰۸]

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَاۤؤُلَىٰٓاْلَآءِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (البقرہ: ۱۷۹) عقل مندو! شاید تم بچتے رہو۔ اور تم کو قصاص میں ہے زندگی — اے

مدعی را تابِ خاموشی نہ ماند آئیۂ بالعدلِ والاحسان خواند
[ص ۱۰۸]

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِتْيَاۤئِ ذِي الْقُرْبٰىيِ وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۤءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ ۗ يَعِظْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ (النحل: ۹۰) بے شک اللہ حکم کرتا ہے انصاف کو اور بھلائی کو اور دینے کو ناتے والے کے اور منع کرتا ہے بے حیائی کے اور نامعقول کام کو اور سرکشی کو، تم کو سمجھاتا ہے۔ شاید تم یاد رکھو۔

اللہ اللہ باے بسم اللہ پدر معنی ذَبْحِ عَظِيْمٍ آد پسر
[ص ۱۱۰]

در اصل ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمعیل علیہ السلام کی قربانی کی تھی اس کا ذکر ہے۔
وَقَدْ يَنْبَغُ بِذَبْحِ عَظِيْمٍ ۝ اور اس کا بدلہ دیا ہم نے ایک جانور ذبح کو (الصّافات: ۱۰۷) بڑا (یعنی بڑے درجے کا جو بہشت سے آیا تھا)

علامہ اقبال نے اس آیت کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے لیے یاد کیا ہے:

درمیانِ اُمت کیواں جناب ہچو حرفِ قل ہو اللہ در کتاب
[ص ۱۱۰]

یعنی جس طرح قل ہو اللہ (سورۃ الاخلاص) کا درجہ قرآن میں ہے (کہ اس کی تین مرتبہ تلاوت کا ثواب ایک قرآن کی تلاوت کے برابر سمجھا جاتا ہے) اسی طرح اُمت میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا مقام خاص الخاص ہے۔

تتج بہر عزت دین است و بس مقصدِ او حفظ آئین است و بس
[ص ۱۱۱]

الدِّیْنَ اٰمَنُوۡا یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۗ وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ کی راہ میں جنگ

يَصْلُوْنَهَا وَ بِنَسِ الْقَرَارِ ۝
اتارا اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں جو دوزخ
ہے، داخل ہوں گے اس میں اور بُرا ٹھکانا ہے۔ (ابراہیم: ۲۸-۲۹)

گرچہ ملت ہم بمیرد مثلِ فرد
از اجل فرماں پذیرد مثلِ فرد
[ص ۱۱۸]

لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۙ اِذَا جَاءَ اَجْلُهُمْ فَلَا
يَسْتَاخِرُوْنَ سَاعَةً ۙ وَلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝
ہر گروہ کا ایک وعدہ (وقت) ہے۔ جب
پہنچان کا وعدہ (وقت) نہ ڈھیل کریں ایک
گھڑی نہ جلدی۔ (یونس: ۲۹)

اُمّتِ مسلم ز آیاتِ خداست
اصلش از ہنگامہٗ قَالُوا بَلٰی ست
[ص ۱۱۹]

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي اٰدَمَ مِنْ
ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ۙ وَاَشْهَدَهُمْ
اَنْفُسِهِمْ ۙ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۙ قَالُوا بَلٰی ۙ
شَهِدْنَا ۙ (الاعراف: ۱۷۲)
اور جب نکالی آپ کے رب نے آدم کے
بیٹوں سے ان کی پیٹھ میں سے ان کی اولاد
اور اقرار کرایا ان سے ان کی جان پر۔ کیا
میں نہیں ہوں رب تمہارا؟ بولے البتہ ہم
تاکل ہیں۔

از اجلِ ایں قوم بے پروا ست
استوار از نحن نزلنا ست
[ص ۱۱۹]

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ ۙ وَاِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ۝
بے شک ہم نے اتاری یہ نصیحت (قرآن)
(الحجر: ۹) اور ہم اس کے نگہبان ہیں۔

یہ آیت دراصل قرآنِ پاک سے تعلق رکھتی ہے لیکن قرآنِ پاک جس قوم کو استقامت عطا
فرماتا ہے وہ مسلمان ہیں۔

اسی بات کو فوراً آگے اقبال کہتے ہیں:

ذکر قائم از قیامِ ذاکر است
از دوامِ اُو دوامِ ذاکر است
[ص ۱۷۸]

تا خدا ان يَطْفُؤُوا فرمودہ است از فردن این چراغ آسودہ است
[ص ۱۱۹]

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ
وَاللَّهُ مَتِّمٌ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝
(الصف: ۸) اور پڑے بُرمانیں کافر۔

حق بروں آورد این تیغ اصیل از نیام آرزوہائے خلیل
[ص ۱۱۹]

سورۃ البقرہ کی آیت ۱۲۸ میں ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کا ذکر ہے۔ اس شعر میں بھی اس
تلمیح کو ملاحظہ فرمائیں۔

ماکہ توحیدِ خدا را حُجَّتِیم حافظِ رمزِ کتاب و حکمتِیم
[ص ۱۱۹]

سورۃ آل عمران: آیت ۱۶۴ اور سورۃ الجمعہ: آیت ۲ کی آیتیں ملاحظہ ہوں جن کا ذکر صفحہ ۶۹
کے شعر کے سلسلے میں اوپر آچکا ہے۔

زآنکہ ما را فطرتِ ابراہیمی است ہم بہ مولیٰ نسبتِ ابراہیمی است
[ص ۱۲۰]

سورۃ الحج کی آیت ۷۸ ملاحظہ ہو جس کا ذکر صفحہ ۹۲، ۹۳ کے اشعار کے ساتھ آچکا ہے۔

در جہاں با ننگِ اذالِ بودست و ہست ملّتِ اسلامیاں بودست و ہست
[ص ۱۲۰]

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ قَدْ وَ
مَا اخْتَلَفَ الدِّينَ أَوْ تَوَّأ الْكِتَابِ إِلَّا مِنْهُ
بَعْدَ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۗ وَمَنْ
يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ
الْحِسَابِ ۝ (آل عمران: ۱۹)

بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے
اور مخالف نہیں ہوئے کتاب والے مگر جب
ان کو معلوم ہو چکا، آپس کی ضد سے۔ اور جو
کوئی منکر ہو اللہ کے حکموں سے تو اللہ
شتاب لینے والا ہے حساب۔

سورہ آل عمران میں اللہ نے اس حقیقت کو باندازدگر بیان کیا:

وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ
مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَسِرِينَ ۝
اور جو کوئی چاہے سوا اسلام کے اور دین، سو
اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں
(آل عمران: ۸۵) خراب ہے۔

نسخہٴ اسرارِ مکتوبین حیات بے ثبات از قوتِ تش گیرد ثبات
[ص ۱۲۱]

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَ
يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ
الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ۝
بے شک یہ قرآن بتاتا ہے وہ راہ جو سب
سے سیدھی ہے اور خوشی سناتا ہے اُن کو جو
ایمان لائے اور اچھے عمل کیے کہ ان کو ہے
ثواب بڑا۔ (بنی اسرائیل: ۹)

حرف اُورا ریب نے، تبدیل نے آیه اش شرمندہ تاویل نے
[ص ۱۲۱]

ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ
اس کتاب میں کوئی شک نہیں ہے۔
(البقرہ: ۱)

لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ذَٰلِكَ هُوَ
الْقَوْرُ الْعَظِيمُ ۝
نہیں بدلتیں اللہ کی باتیں یہی ہے بڑی
مراد۔ (یونس: ۶۴)

نوعِ انساں را پیامِ آخرین حاملِ اُرحمۃ للعالمین
[ص ۱۲۲]

سورۃ المائدہ آیت ۳ میں دین کی تکمیل (یعنی پیامِ آخرین) کا ذکر ہے:
الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ
عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ
دِينًا
آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمہارا اور
پوری کی تم پر اپنی نعمت اور پسند کیا میں نے
تمہارے لیے دین اسلام۔
اور آپ کو جو ہم نے بھیجا تو رحمت بنا کر تمام
وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝

(الانبیاء: ۱۰۷) جہانوں کے لیے۔

آنکہ دوش کوہ بارش برتافت سوت اوزہرہ گردوں شگافت
[ص ۱۲۲]

اس شعر کی تلمیح (اَنَا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ.....) اسرارِ خودی کے شعر میں آگئی ہے۔

قطع کردی امرِ خود را در زُبرِ جادہ پیمائی الی شیءِ نُکُر
[ص ۱۲۳]

وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ
فَاتَّقُونِ ۝ فَتَقَطُّ عَوَا أَمْرُهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا
كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ۝
(المؤمنون: ۵۲-۵۳)
اور یہ لوگ ہیں تمہارے دین کے سب
ایک دین پر۔ اور میں ہوں تمہارا رب سو
مجھ سے ڈرتے رہو۔ پھر پھوٹ کر کے لیا
اپنا اپنا کام ٹکڑے ٹکڑے۔ ہر فرقہ جو ان
کے پاس ہے اُس پر تکیہ رہے ہیں۔

یہ آیت پہلے مصرعے سے متعلق ہے اور دوسرے مصرعے میں سورہ قمر کی طرف اشارہ ہے:
فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَى شَيْءٍ
نُكْرٍ ۝ (القمر: ۶)
پس تو ہٹ آ ان کی طرف سے جس دن
پکارے پکارنے والا ایک ان دیکھی چیز کو
(یعنی حساب کو)۔

از تلاوت بر تو حق دارد کتاب تو از و کاے کہ می خواہی بیاب
[ص ۱۲۳]

قرآن (کتاب) کے فضائل میں بہت سی آیات ہیں:
وَنُنزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ
لِّلْمُؤْمِنِينَ لَا (بنی اسرائیل: ۸۲)
اور ہم اتارتے ہیں قرآن میں سے جس
سے شفا اور رحمت ہے مومنوں کے لیے۔

راہ آبارو کہ ایں جمعیت است معنی تقلید ضبط ملت است
[ص ۱۲۴]

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۗ
وَأذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ
أَعْدَاءً فَأَلْفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاصْبِرْتُمْ
بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ج

اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی سب مل کر، اور
پھوٹ نہ ڈالو اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے
اوپر، جب تھے تم آپس میں دشمن، پھر الفت
دی تمہارے دلوں میں۔ اب ہو گئے اس
کے فضل سے بھائی۔ (آل عمران: ۱۰۳)

جمعیت اور ضبطِ ملت سے متعلق یہ آیت ہے جو ”راہِ آبا“ کی ”تقلید“ سکھاتی ہے۔

پیکرت دارد اگر جانِ بصیر عبرت از احوالِ اسرائیل گیر
[پانچ اشعار، ۱۲۳-۱۲۵]

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَ
بَاءُوا وَابْغَضِبَ مِنَ اللَّهِ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ
كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَ يُقْتُلُونَ
النَّبِيَّ بَغْيٍ الْحَقِّ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَ
كَانُوا يَعْتَدُونَ ۝ (البقرہ: ۶۱)

اور ان (یہودیوں) پر خواری اور ناداری
(مال کے باوجود حرص) مقرر کر دی گئی اور
خدا کے غضب میں مبتلا ہوئے۔ یہ بدلہ تھا
اس کا کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے اور
انبیاء کو ناحق قتل کرتے۔ یہ بدلہ تھا ان کی
نافرمانیوں اور حد سے بڑھنے کا۔

ماہمہ خاک و دل آگاہ اوست اعتصامش کن کہ حبل اللہ اوست
[۱۲۶ ص]

اس شعر سے متعلقہ آیت پچھلے اشعار میں دی جا چکی ہے۔

علم حق غیر از شریعت ہیج نیست اصل سنت جز محبت ہیج نیست
[۱۲۶ ص]

ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ
فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا
يَعْلَمُونَ ۝ (الحجاثیہ: ۱۸)

پھر ہم نے اس کام (دین) کی شریعت
(عمدہ راستہ) پر تمہیں کیا تو اسی راہ چلو اور
نادانوں کی خواہشوں کا ساتھ نہ دو۔

اے کہ باشی حکمتِ دین را میں باتو گویم نکتہٴ شرعِ میں
[ص ۱۲۷]

سورہٴ بنی اسرائیل میں دین کو حکمت کہا گیا ہے:

ذَلِكَ مِمَّا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ
الْحِكْمَةِ ط (بنی اسرائیل: ۳۹)

یہ ہے کچھ جو وحی کیا تمہارے رب نے
تمہاری طرف حکمت کی باتوں کو۔

شرع می خواهد کہ چون آئی جنگ شعلہ گردی، واشکانی کام سنگ
[ص ۱۲۷]

سورہٴ التوبہ اور سورہٴ التحریم میں ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفْرَ وَالْمُنَافِقِينَ
وَاعْلَظْ عَلَيْهِمْ ط (التوبہ: ۷۳). (التحریم: ۹)

اے نبی! آپ جہاد کریں کافروں اور
منافقوں پر اور ان پر سختی کریں۔

ہست دین مصطفیٰ دینِ حیات شرع او تفسیر آئینِ حیات
[ص ۱۲۸]

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ انْفَىٰ وَهُوَ
مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ
أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝
(النحل: ۹۷)

جس نے نیک کام کیا، مرد ہو یا عورت اور وہ
مومن ہے تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی
چلائیں گے اور ضرور بدلے میں ان کو حق
ان کا دیں گے بہتر کاموں پر جو وہ کرتے ہیں۔

قلب رازیں حرفِ حق گردانِ قوی با عرب در ساز تا مسلم شوی
[ص ۱۲۹]

وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا أَعْجَمِيًّا لَقَالُوا
لَوْ لَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ أَعْجَمِيًّا وَعَرَبِيًّا ط
قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشَفَاءً ط
(حَم السجده: ۳۴)

اور اگر ہم اس کو کرتے قرآن عجم کی زبان
(اوپری زبان) کا، تو کہتے کہ اس کی باتیں
کیوں نہ کھولی گئیں (یعنی عربی میں کیوں نہ
بتائی گئیں کہ ہم سمجھ سکتے) کیا کتابِ عجیبی اور
نبیِ عربی؟ آپ فرمادیں کہ وہ (قرآن)

ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے۔

عرب کی زبان کو قرآن میں عربی مبین کہا گیا ہے (النحل: ۱۰۳؛ الشعراء: ۱۹۵)

جس میں ہر بات کھول کر بیان کی گئی ہے۔

وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ حُكْمًا وَعَرَبِيًّا ۗ

اور اسی طرح ہم نے اسے عربی حکم اتارا۔

(الرعد: ۳۷)

قرآن کو حکم کہا گیا ہے جو عربی (مبین) — کھلی ہوئی زبان میں ہے۔

غازیانِ ملتے بیضائے او حافظانِ حکمتِ رعنائے او

[ص ۱۳۱]

الَّذِينَ آمَنُوا وَ هَاجَرُوا وَ جَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَكْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ ۗ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے، ان کو بڑا درجہ ہے اللہ کے پاس اور وہی ہیں مراد کو پہنچے۔ (التوبہ: ۲۰)

آگے کی آیتوں میں ان مجاہدوں کے لیے بشارتیں ہیں۔

ہم شہیدانے کہ دیں راجت اند مثلِ انجم در فضا ئے ملت اند

[ص ۱۳۱]

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَ الرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَ الصَّادِقِينَ وَ الشُّهَدَاءِ وَ الصَّالِحِينَ ۗ وَ حَسَنٌ أَوْلَئِكَ رَفِيقًا ۝

اور جو لوگ حکم میں چلتے ہیں اللہ کے اور نے رسول کے، سو ان کے ساتھ ہیں جن کو اللہ نوازا (یعنی وہ لوگ) نبی اور صدیق اور شہید اور نیک بخت ہیں اور خوب ہے ان کی رفاقت۔ (النساء: ۶۹)

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۗ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ۗ

اور جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر وہی ہیں صدیق اور شہید (گواہ) اپنے رب کے یہاں۔ ان کے لیے ان کا

(الحديد: ۱۹) ثواب اور ان کا نور ہے۔

فطرتِ مسلم سراپا شفقت است در جہاں دست و زبانش رحمت است

[ص ۱۳۲]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ارشاد ہے: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ
(الانبیاء: ۱۰۷) تو ان کی امت بھی سراپا شفقت و رحمت ہوئی چاہیے۔

آنکہ مہتاب از سرا نکشش دو نیم رحمتِ او عام و اخلاش عظیم

[ص ۱۳۲]

سورۃ القمر آیت: ۱ میں وَأَنْشَقُّ الْقَمَرَ (اور شق ہو گیا چاند) مذکور ہے اور رحمتِ عام کا ذکر
اوپر آ گیا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سورۃ القلم میں ارشاد ہے:

وَأَنْتَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝ اور بے شک آپ کے اخلاق بڑی شان

(القلم: ۴) والے ہیں۔

قوم را ربط و نظام از مرکزے روزگارش را دوام از مرکزے

[ص ۱۳۵]

یہاں کعبہ کے متعلق کہا گیا ہے:

جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَمًا لِّلنَّاسِ (المائدہ: ۹۷) باعث کیا۔

در جہاں جانِ امم جمعیت است در نگر سرِّ حرم جمعیت است

[ص ۱۳۵]

صفحہ ۱۲۴ کے شعر کے ساتھ جمعیت سے متعلق آیت مبارکہ کا ذکر آچکا ہے۔

عبرتے اے مسلم روشن ضمیر از مالِ امتِ موسیٰ بگیر

[ص ۱۳۶]

پچھلے صفحوں میں (عبرت از احوال اسرائیل گیر) سے متعلق آیت ملاحظہ فرمائیں۔

مِ نَدَانِي آيَةِ اَمِّ الْكِتَابِ اَمَّتِ عَادِلٌ تَرَا اَمَدَ خَطَابِ
[ص ۱۳۹]

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا
شُهَدَاءَ عَلٰى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُوْلُ
عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ط (البقره: ۱۴۳)
اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو امتِ عادل
(معتدل) کہ تم ہو شاہد (بتانے والے) لوگوں
پر اور رسول ہوں تم پر شاہد (بتانے والے)۔

اُمِّيَ پَاكٍ اَزْ هَوٰى غَفْتَارِ اُو شَرْحِ رَمَزِ مَاغَوٰى غَفْتَارِ اُو
[ص ۱۳۹]
وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ (النجم: ۳)
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بولتے اپنی ہوا
(خواہش) سے۔

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝ (النجم: ۲)
اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتَمَمْتُ
عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ
دِيْنًا ط (المائدہ: ۳)
بہیکے نہیں تمہارے صاحب (صلی اللہ علیہ
وسلم) اور نہ بے راہ چلے۔
آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمہارا اور
پورا کیا میں نے تم پر احسان اپنا اور پسند کیا
میں نے تمہارے واسطے دین اسلام۔

حَرْفِ حَقِّ اَزْ حَضْرَتِ مَا بَرَدَهْ پَسِ چَرَا بَا دِيْگَرَاں نَسْرَدَهْ
[ص ۱۴۰]

دین کے لیے تبلیغِ ضروری ہے:
قُلْ اَنْتُمْ شِىْءٌ اَكْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللّٰهُ
شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۝ وَاَوْحٰى اِلَيَّ
هٰذَا الْقُرْآنُ لِاُنْذِرْكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ ط
(الانعام: ۱۹)
آپ کہیے کس چیز کی بڑی گواہی؟ کہیے، اللہ
گواہ ہے میرے اور تمہارے بیچ اور اترا ہے
مجھ پر قرآن کہ تم کو اس سے خبردار کروں اور
(اُس کو) جس کو یہ پہنچے۔

اے کہ با نادیدہ پیمانِ بسنتِ ہچھو سیل از قیدِ ساحلِ رسنتِ
[ص ۱۴۱]

يَوْمُنُونَ بِالْغَيْبِ (البقرہ: ۳) جو یقین رکھتے ہیں بن دیکھا۔
 کا پیمان آتا ہے۔

غایتش توسیع ذاتِ مسلم است امتحانِ ممکناتِ مسلم است
 [ص ۱۴۲]

مسلمان کی خفتہ صلاحیتوں کو بیدار کرنے کا پیام سورۃ الجاثیہ میں ملتا ہے:
 وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ
 اور مسخر کر دیے تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے سب کا سب۔
 اس کی طرف سے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو فکر کرتے ہیں۔
 (الجاثیہ: ۱۳)
 سورۃ لقمان میں بھی اسی طرح کا مضمون آتا ہے۔

چشمِ خود بکشا و در اشیا نگر نغمہ زیرِ پردہ صہبا نگر
 [ص ۱۴۳]

اشیائے عالم پر غور و فکر کی دعوت قرآن پاک میں اکثر مقامات پر دی گئی ہے:
 وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تَبْيٰنًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرٰى لِّلْمُسْلِمِيْنَ
 اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور بشارت مسلمانوں کے لیے۔
 (النحل: ۸۹)

اسی صفحے ۱۴۳ میں ہے:

تو کہ مقصودِ خطابِ انظری پس چرا ایں راہ چوں کوراں بری
 [ص ۱۴۳]

قرآن پاک میں اکثر مقامات پر دیکھنے اور سمجھنے کا پیام ملتا ہے:
 فَانظُرْ اِلٰى اَثْرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِي الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (الروم: ۵۰)
 پس اللہ کی رحمت کے آثار دیکھو کیونکہ وہ زمین کو زندہ کرتا ہے، اس کی موت کے بعد۔
 آپ فرمادیں کہ دیکھو کیا کچھ ہے آسمانوں قُلْ اَنْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ

وَالْأَرْضِ ط (یونس: ۱۰۱) میں اور زمین میں۔

علمِ اُسما اعتبارِ آدمِ است حکمتِ اشیا حصارِ آدمِ است
[ص ۱۴۴]

اسرارِ خودی صفحہ ۴۵ میں اس آیت کا ذکر آچکا ہے یعنی:
وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام (اشیا) کے نام
(البقرہ: ۳۱) سکھائے۔

توم روشن از سوادِ سرگزشت خود شناس آمد زیادِ سرگزشت
[ص ۱۴۷]

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلَهُ ط وَتِلْكَ الْآيَاتُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ ط وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝
(آل عمران: ۱۴۰)
اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف پاچکے ہیں اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے لیے باریکیاں رکھی ہیں اور اس لیے کہ اللہ پہچان کرادے ایمان والوں کی اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دے اور اللہ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو۔

زمانے کی تاریخ کا مطالعہ کرنے کا پیام ہے۔ اسی طرح سورۃ العصر بھی تاریخ کا مطالعہ کرنے سبق دیتی ہے کہ:

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوٰصَوْا بِالْحَقِّ ۝ وَتَوٰصَوْا بِالصَّبْرِ ۝
(العصر: ۱-۳)
زمانے (کی تاریخ) کی قسم! بے شک (عام) انسان پر ٹوٹا ہے مگر جو ایمان لائے اور عمل صالح کیے اور آپس میں تقید کیا سچے دین کا اور آپس میں تقید کیا صبر کا۔

اس سورۃ میں فرد کے لیے ایمان اور عمل صالح کی ہدایت ہے اور اجتماعی زندگی کے لیے حق اور صبر کی تلقین ہے اور اگر ایسا نہ کیا جائے گا تو خسران ہی خسران ہے۔

اقبال نے (تاریخ کے متعلق) کہا ہے:

ایں ترا از خوشبختن آگہ کند
آشنائے کار و مردِ رہ کند

[ص ۱۴۷]

ضبط کن تاریخ را، پابندہ شو
از نفسہائے رمیدہ زندہ شو

[ص ۱۴۸]

پوششِ عربی مرداں زن است
حسن دلجو عشق را پیراہن است

[ص ۱۴۹]

هَنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ أَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ
وہ پوشاک ہیں تمہاری اور تم پوشاک ہو ان

(البقرہ: ۱۸۷) کی۔

گفت آں مقصودِ حرفِ کُن فکان
زیرِ پائے امہات آمد جنان

[ص ۱۵۰]

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ
اس کا حکم یہی ہے۔ جب چاہے کسی چیز کو کہ

فَيَكُونُ ○ (یس: ۸۳) کہے اس کو ہو جاؤ، وہ ہو جائے۔

دوسرے مصرعے میں مشہور حدیث کی تلخیص ہے کہ جنت ماں کے قدموں میں ہے۔

ع کہتے ہیں ماں کے پاؤں کے نیچے بہشت ہے

بانوے آں تاجدار 'ہل اتی' مرتضیٰ، مشکل کشا، شیرِ خدا

[ص ۱۵۲]

سورۃ الدھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے گھر والوں کے حق میں یہ آیت یادگار ہے:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا
اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین

وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ○ (الدھر: ۸) اور یتیم اور اسیر کو۔

حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ بیمار ہوئے تو ان کے والدینؑ نے ان کی صحت کے لیے تین

روزوں کی نذر مانی تھی۔ صحت پر ان بزرگوںؑ نے روزے رکھے اور تین صاع جو کے، ایک یہودی

سے لے کر آئے۔ حضرت فاطمہؑ نے ایک ایک صاع تینوں دن پکایا لیکن جب افطار کا وقت آیا اور

روٹیاں سامنے رکھیں تو ایک روز مسکین کو، ایک روز یتیم کو اور ایک روز اسیر کو (اُن کے مانگنے پر) وہ روٹیاں دے دیں اور خود پانی سے افطار کر لیا۔

کودکِ ماچوں لب از شیرِ توشت لا اله آمونجی او را نخست
[ص ۱۵۴]

بچا بھی شیرِ خوار ہی ہوتا ہے کہ اس کی ماں اس کو اللہ اللہ سکھاتی ہے اسی لیے اللہ پاک نے اپنی عبادت کے بعد ہی والدین کے ساتھ نیکی کا حکم دیا ہے۔
سورہ بنی اسرائیل میں ہے:

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا يَٰهٗ وَ
بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا (بنی اسرائیل: ۲۳)
سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ
اچھا سلوک کرو۔

ہمتِ او کشتِ ملت را چو ابر ثانی اسلام و غار و بدر و قبر
[ص ۱۵۶]

یہ شعر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل سے متعلق ہے۔ غارِ ثور کے بارے میں

ارشاد ہے:

إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ
الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيًا إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ
إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا
فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ
لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا
السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةَ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللَّهُ
عَزِيزٌ حَكِيمٌ (التوبه: ۴۰)

اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے
ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت
سے انھیں باہر (ہجرت کے لیے) جانا ہوا،
صرف دو جان سے، جب وہ دونوں غار
(ثور) میں تھے۔ جب اپنے دوست
(ابوبکرؓ) سے فرماتے تھے، غم نہ کھا۔ بے
شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو اللہ نے اس
پر اپنا سکینہ (قلبی اطمینان) اتارا اور اُن
فوجوں سے اس کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں

اقبال اور قرآن

اور کافروں کی بات نیچے ڈالی۔ اللہ ہی کا
بول بالا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

رنگِ او بر کن مثالِ او شوی در جہاں عکسِ جمالِ او شوی

[ص ۱۵۷]

پہلے مصرعے میں صغۃ اللہ (سورۃ البقرہ، آیت ۱۳۸) کا ذکر ہے جس کی تلمیح اسرارِ
خودی کے صفحہ ۱۲ کے شعر میں آچکی ہے۔ دوسرے مصرعے میں اَللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط
(سورۃ النور، آیت ۳۵) کی تلمیح بیان ہوئی ہے۔

لذتِ ایماں فزاید در عمل مردہ آں ایماں کہ ناید در عمل

[ص ۱۵۷]

قرآن پاک میں بکثرت مقامات ایسے ہیں جہاں امنوا کے ساتھ ساتھ عَمِلُوا
الصَّلٰحٰتِ کا ذکر ہے:

مسلمِ استی بے نیاز از غیر شو اہلِ عالم را سراپا خیر شو

[ص ۱۵۸]

پہلے مصرعے کی تلمیح سورۃ المؤمن آیت: ۶۰ میں ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ
اور تمہارے رب نے فرمایا کہ مجھ سے مانگو،
میں قبول کروں گا۔

(میں دوں گا۔ اس لیے غیر اللہ سے مانگنا مسلمان کی شان کے خلاف ہے۔)

اور دوسرے مصرعے سے متعلق دیکھیں کہ جب مسلمان کے لیے اللہ کے یہاں خیر ہی خیر
ہے تو مسلمان بھی اہلِ عالم کے لیے خیر ہے۔

سورۃ النحل میں ہے:

اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
بے شک جو اللہ کے یہاں ہے وہی خیر ہے
تَعَلَّمُوْنَ ۝ (النحل: ۹۵) تمہارے لیے، اگر تم جانتے ہو۔

آں نگاہش سرّ ما زاغ البصر سُوئے قومِ خویش باز آید اگر

[ص ۱۶۰]

سورۃ النجم میں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج شریف کے سلسلے میں ہے کہ آپ اللہ پاک کے بالکل قریب پہنچ گئے لیکن:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ ۝ (النجم: ۱۷) (آپ کی) آنکھ نہ کسی طرف پھری، نہ حد سے بڑھی۔

از پیامِ مصطفیٰ آگاہ شو
فارغ از اربابِ دونِ اللہ شو
[ص ۱۶۱]

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ۝ (آل عمران: ۶۴)

آپ فرمادیں، اے کتاب والو! آؤ ایک سیدھی بات پر۔ ہمارے تمہارے درمیان کی، کہ بندگی نہ کریں مگر اللہ کی اور شریک نہ ٹھہرائیں اس کی کوئی چیز اور نہ پکڑیں آپس میں ایک ایک کو رب سوا اللہ کے۔ پھر اگر وہ قبول نہ رکھیں تو آپ فرمادیں کہ شاہد ہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

قوم تو از رنگ و خوں بالا تراست
قیمتِ یک اسوڈس صد احمر است
[ص ۱۶۲]

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَقْوَاهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝ (الحجرات: ۱۳)

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے بنا دیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔ بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

ملتِ ما شانِ ابراہیمی است
شہدِ ما ایمانِ ابراہیمی است
[ص ۱۶۲]

سورۃ الحج کی یہ آیت جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ۝ (الحج: ۷۸) تمہارے باپ ابراہیم کا دین۔

امتِ اُوْمِثْلِ اُوْنُوْرِحِقِ اسْتِ ہستی ما از وجودش مشتق است

[ص ۱۶۳]

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَ كِتَابٌ مُّبِينٌ ۝ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَ يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَ يَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ (المائدہ: ۱۵-۱۶)

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔ اللہ اس سے ہدایت دیتا ہے اُسے جو اللہ کی مرضی پر چلا، سلامتی کے راستے۔ اور انھیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اپنے حکم سے اور انھیں سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

خِرْقَةٌ لَا تَحْزَنُوا اَنْدِرْبِرَشِ انتم الاعلون تاجے بر سرش

[ص ۱۶۴]

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا ۝ وَ اَنْتُمْ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ (آل عمران: ۱۳۹)

اور سستی نہ کرو اور غم نہ کھاؤ۔ تم ہی غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔

مِی کَشِد بَارِ دُو عَالَمِ دُوْشِ اُوْ بَحْرٍ وَ بَرٍ پُروردہ آغوش اُو

[ص ۱۶۴]

سورۃ الاحزاب کی آیت ۲ کی تلمیح ہے جس کا ذکر اسرارِ خودی کے صفحہ ۵۱ والے شعر

میں آچکا ہے۔

پیشِ باطلِ تیغِ و پیشِ حقِ سپرِ امر و نہی اُو عیارِ خیر و شر

[ص ۱۶۴]

سورۃ الفتح میں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں کا ذکر ہے کہ

مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ اَشِدَّاءُ عَلٰى الْكُفٰرِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے (جو ہیں وہ)

(الفتح: ۲۹) کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔

عفو و عدل و بذل و احسانِ عظیم ہم بقہر اندر مزاجِ اُو کریم
[ص ۱۶۵]

در اصل حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ شان تھی کہ وہ ہر موقع پر نرم مزاج تھے۔
فِيمَا رَحِمَةٍ مِنَ اللَّهِ لَنْتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنْتَ
فَطَّاءَ غَلِيظًا لَآ نَفَضُوا مِنْ لِيءِ نَرَمِ دَلِ هُوَ ۚ
حَوْلِكَ ص (آل عمران: ۱۵۹) اور دل کے سخت ہوتے تو یہ لوگ تمہارے
پاس سے تڑپتے ہو گئے ہوتے۔

بخاری شریف میں بھی حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت مزاج نہ تھے اور نہ کو سنا دینے والے تھے۔ کوئی بات عتاب کی ہوتی تو یوں فرماتے۔ 'فلاں شخص کو کیا ہو گیا ہے اس کی پیشانی کو خاک لگ جائے، (گو یا وہ سجدہ شکر ادا کرے۔ یہ بھی ایک دعا بن گئی)۔

اے ظہورِ تو شبابِ زندگی جلوہ ات تعمیرِ خوابِ زندگی
[ص ۱۶۶]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی وجہ سے انسانی زندگی کو مکمل رہبری حاصل ہوئی۔
الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ
عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيْتُ لَكُمْ الْاِسْلَامَ
دِينًا (المائدہ: ۳) آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمہارا اور
پوری کی تم پر میں نے اپنی نعمت اور پسند کیا
میں نے تمہارے لیے دین اسلام۔
شش جہت روشن زتابِ روے تو ترک و تاجیک و عرب ہندوے تو

[ص ۱۶۶]

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تمام روئے زمین کے لیے رسول بن کر تشریف لائے۔
وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا
وَنَذِيرًا ۗ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝
(السبا: ۲۸) اور آپ کو جو ہم نے بھیجا تو سارے لوگوں
کے واسطے خوشی اور ڈر سنانے کو لیکن بہت
لوگ نہیں سمجھتے۔

سورۃ الاعراف (آیت ۱۵۸) میں کچھ ایسا ہی مضمون آتا ہے۔

اے فروغت صبح اعصار و دہور چشم تو بیندہ ما فی الصدور
[ص ۱۶۸]

دراصل اللہ پاک ہی دلوں کا حال جانتا ہے اور وہی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا سکتا ہے۔
أَوْ لَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِمَا فِي صُدُورِ كَيْفَا اللَّهُ خُوبٌ نَهَيْسُ جَانْتَا جُو كُحْ جَهَانِ بَهْرُ كِ
الْعَلَمِينَ ۝ (العنكبوت: ۱۰) دلوں میں ہے؟

ہست شانِ رحمت گیتی نواز آرزو دارم کہ میرم در حجاز
وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝ اور آپ کو جو ہم نے بھیجا تو رحمت بنا کر تمام
(الانبیاء: ۱۰۷) جہانوں کے لیے۔

ہر کجا بنی جہانِ رنگ و بو انکہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نورِ مصطفیٰ او را بہاست یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ است
[جاوید نامہ، ص ۱۲۸]



حوالے اور حواشی

- ۱- اسی صفحے میں ہے: ”اسود از تو حید احمری شود“۔ جتہ الوداع کا خطبہ اس کے لیے دیکھیں۔
- ۲- صفحہ ۱۱۱ میں یہ شعر ہے:
سر ابراہیمؑ و اسمعیلؑ بود
اور بال جبریل میں یہ شعر ہے:
غریب و سادہ و رنگین ہے داستانِ حرم
۳- ہجرت سے متعلق صفحہ ۱۱۴ میں بھی اشعار ہیں، مثلاً
معنی ہجرت غلط فہمیدہ اند
ہجرت آئینِ حیاتِ مسلم است
ایں ز اسبابِ ثباتِ مسلم است



پیام مشرق

پیامِ مشرق

پہلی اشاعت: ۱۹۲۳ء

”مشرق اور بالخصوص اسلامی مشرق نے صدیوں کی مسلسل نیند کے بعد آنکھ کھولی ہے مگر اقوامِ مشرق کو یہ محسوس کر لینا چاہیے کہ زندگی اپنے حوالی میں کسی قسم کا انقلاب پیدا نہیں کر سکتی جب تک کہ پہلے اس کی اندرونی گہرائیوں میں انقلاب نہ ہو اور کوئی نئی دنیا خارجی وجود اختیار نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کا وجود پہلے انسانوں کے ضمیر میں متشکل نہ ہو۔ فطرت کا یہ اٹل قانون جس کو قرآن نے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ کے سادہ اور بلیغ الفاظ میں بیان کیا ہے، زندگی کے فردی اور اجتماعی دونوں پہلوؤں پر حاوی ہے اور میں نے اپنے فارسی تصانیف میں اسی صداقت کو مد نظر رکھنے کی کوشش کی ہے۔“

اقبال

دیباچہ پیامِ مشرق

پیامِ مشرق

جز بعلمِ النفس و آفاق نیست [ص ۱۸۸]	زندگی جہد است و استحقاق نیست
اور جس نے (اللہ کے لیے) کوشش کی تو وہ اپنے بھلے کے لیے کوشش کرتا ہے۔	وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ ط (العنکبوت: ۶)
اور جو کوئی کمائے وہ اسی کے ذمے ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔	وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى ۗ (الانعام: ۱۶۴)
اور بے شک ہم نے تم کو زمین میں جماؤ دیا اور تمہارے لیے اس میں زندگی کے اسباب بنائے۔ تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔	وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ ط قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۝ (الاعراف: ۱۰)
اب ہم دکھائیں گے اپنی نشانیاں آفاق میں اور ان کی جانوں میں، حتیٰ کہ کھل جائے ان پر کہ یہ ٹھیک ہے۔	سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَّبِعِنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ط (فُصِّلَتْ: ۵۳)

ہر کجا این خیر را بینی بگیر [ص ۱۸۹]	گفت حکمت را خدا خیرِ کثیر
وہ دیتا ہے حکمت (سمجھ) جس کو چاہے اور جس کو حکمت ملی، خیرِ کثیر ملی اور وہی سمجھیں جن کو عقل ہے۔	يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ۝ (البقرہ: ۲۶۹)

گرچہ عین ذات را بے پردہ دید رب زدنی از زبان او چکید
 رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا (طہ: ۱۱۴) میرے رب مجھے علم زیادہ دے۔
 [ص ۱۸۹]

علم اشیا علم الاسما سے ہم عصا و ہم ید بیضاستے
 وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (البقرہ: ۳۱) اور سکھائے آدم کو نام سارے، پھر وہ فرشتوں کو، کہا بتاؤ مجھ کو نام ان کے، اگر ہو تم سچے۔
 سورہ طہ کی آیت ۱۸-۲۳ میں عصا اور ید بیضا کا ذکر ہے۔ (اوپر بھی ان کا ذکر آچکا ہے)۔
 [ص ۱۸۹]

علم و دولت نظم و کارِ ملت است علم و دولت اعتبارِ ملت است
 وَلَقَدْ جِئْتُم بِكِتَابٍ فَصَّلْنَاهُ عَلَى عِلْمٍ هُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (الاعراف: ۵۲) اور ہم نے ان کو پہنچادی ہے کتاب جو کھول کر ہم نے بیان کی ہے علم سے متعلق، وہ ہدایت اور رحمت ہے ایمان والوں کے لیے۔
 [ص ۱۸۹]

هَآئِنْتُمْ هَؤُلَاءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمِنْكُمْ مَنْ يَبْخُلُ وَمَنْ يَبْخُلْ فَإِنَّمَا يَبْخُلْ عَنِ نَفْسِهِ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبَدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ لَا تُمْ لَآ يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ (محمّد: ۳۸)
 سنتے ہو تم لوگ؟ تم کو بلا تے ہیں کہ خرچ کرو اللہ کی راہ میں۔ پھر تم میں کوئی ہے کہ بخل کرتا ہے اور جو کوئی بخل کرے تو بخل کرے گا خود کے لیے۔ اور اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو۔ اور اگر تم پھر جاؤ گے تو وہ بدل لے گا کوئی لوگ سوا تمہارے، پھر وہ نہ ہوں گے تمہاری طرح کے۔

اس طرح بے شک علم اور مال دونوں ملت کے لیے ضروری ہوئے۔

در ہجومِ کارہائے ملک و دیں بادلِ خود یک نفسِ خلوت گزین
[ص ۱۹۰]

سورۃ الحشر، آیت ۱۸ میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَانْتَظِرُوا
نَفْسَ مَا قَدَّمْتُمْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ
خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ○ (الحشر: ۱۸)

اے ایمان والو، ڈرتے رہو اللہ سے اور
چاہیے دیکھ لے ہر نفس کہ کیا بھیجا ہے کل کے
واسطے اور ڈرتے رہو اللہ سے۔ بے شک
اللہ کو خبر ہے جو کرتے ہو۔

یہاں غور و فکر اور محاسبہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

در شہنشاہی فقیری کردہ اند آں مسلماناں کہ میری کردہ اند
[ص ۱۹۰]

وَعَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا
اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ
لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ
مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۗ يَعْبُدُونَنِي
لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۗ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ
ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ○

اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان
لائے اور اچھے کام کیے کہ ضرور انھیں زمین
میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو
دی۔ اور ضروران کے لیے جمادے گا ان کا وہ
دین جو ان کے لیے پسند فرمایا ہے اور ضرور
ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے
گا۔ میری عبادت کریں، میرا شریک کسی کو
نہ ٹھہرائیں اور جو اس کے بعد ناشکری
(النور: ۵۵)

کرے تو وہی فاسق ہیں۔

ایمان اور عملِ صالح والوں ہی کے لیے حکومت ہے اور یہی وہ چیز ہے جس سے ایک شہنشاہ
بھی معمولی انسان بن کر، شہنشاہ سے زیادہ، فقیر کا مزاج حاصل کر سکتا ہے۔

بِحْر و بر در گوشہ داماں اوست ہر کہ عشقِ مصطفیٰ سامانِ اوست
[ص ۱۹۰]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی افضلیت حاصل ہے۔

وَسَيَجْنِبُهَا الْاِنْتَقَى ۝ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ
يَتَزَكَّى ۝ وَمَا لِاحِدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ
تُجْزَى ۝ اِلَّا اِبْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلَى ۝
وَلَسَوْفَ يَرْضَى ۝

(اللیل: ۱۷-۲۱)

اور (دوزخ کی آگ کو) اس سے بہت دور
رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے،
جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر
کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔ وہ
صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب
سے بلند ہے۔ اور بے شک قریب ہے کہ وہ
راضی ہوگا۔

حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کرنے کا یہ انعام ہے۔

شہید ناز او بزمِ وجود است نیاز اندر نہاد ہست و بود است
نمی بینی کہ از مہر فلک تاب بسیمائے سحر داغِ سجد است

[ص ۱۹۵]

اللہ الصمد (اللہ بے نیاز ہے) اور تمام عالم اس کا محتاج ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ
هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝ (فاطر: ۱۵)

وہی ہے بے پروا سب خوبیوں والا۔
آسمانوں اور زمین میں جو چیز بھی ہے وہ اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔ ایسی آیتیں متعدد ہیں۔
اللہ کی تسبیح کرتا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور
زمین میں ہے اس کی جو بادشاہ، پاک
ذات، زبردست، حکمت والا ہے۔
(جمعه: ۱)

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي
السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ
وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ
وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ ۝ (الحج: ۱۸)

اور درخت اور جانور اور بہت آدمی؟

بہ برگِ لاله رنگ آمیزی عشق بجانِ ما بلا انگیزی عشق

اگر اس خاکداں را وا شگافی درویش بنگری خوں ریزی عشق

[ص ۱۹۶]

اللہ پاک ہی ہر چیز میں نشوونما کی صلاحیت عطا فرماتا ہے:

وَلَقَدْ عَلَّمْتُمُ النَّشَأَ الْأُولَىٰ فَلَوْ اِثْمَان) پھر کیوں نہیں سوچتے؟

هُوَ اَنْشَأَكُمْ مِنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا (هود: ۶۱) اس میں۔

چنانچہ اٹھنے اور بڑھنے کی صلاحیت ہر چیز میں رکھی گئی ہے۔

برآید آرزو یا برنیاید شہید سوز و ساز آرزویم

[ص ۱۹۷]

فَاَزَلَهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۗ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۗ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝ (البقرہ: ۳۶)

پس شیطان نے جنت سے انھیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے ان کو خارج کرادیا اور ہم نے فرمایا، نیچے اترو۔ آپس میں ایک تمھارا، دوسرے کا دشمن ہے اور تمھیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے۔

اس آیت میں متاع الی حین سے ”سوز و ساز آرزو“ کی طرف اشارہ ہے۔

کہن را تو کن و طرح دگر ریز دل ما بر نتابد دیر و زودش

[ص ۱۹۸]

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۝ (الرعد: ۱۱)

بے شک اللہ نہیں بدلتا کسی قوم کو جب تک وہ نہ بدلیں جو ان کے بیچ ہے۔

نوائے عشق را ساز است آدم کُشاید راز و خود راز است آدم

جہاں او آفرید، اس خوب تر ساخت مگر با ایزد انباز است آدم

[ص ۱۹۸]

اِنَّهٗ يَبْدُوْا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيُحْجِزَی الَّذِیْنَ
 اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ
 بے شک وہی پہلی بار بناتا ہے، پھر فنا کے
 بعد دوبارہ بنائے گا تاکہ اُن کو جو ایمان
 لائے اور اچھے کام کیے، انصاف کا صلہ دے۔
 (یونس: ۴)

اچھے کام (عملِ صالح) ہی سے انسان اپنی دنیا تعمیر کرتا ہے اور ایسی دنیا ہی ”خوب تر“ اس
 کے لیے اور سب کے لیے بن جاتی ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلَیْفَی الْاَرْضِ وَرَفَعَ
 بَعْضُكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوْكُمْ فِیْ
 مَا اٰتٰكُمْ
 اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں نائب
 کیا اور تم میں ایک دوسرے پر درجوں
 بلندی دی کہ تمہیں آزمائے اس چیز میں جو
 تمہیں عطا کی۔
 (الانعام: ۱۶۵)

یکے خود را بسوز خوشتر سوز طواف آتش بیگانہ تاکے

[ص ۱۹۹]

دوسروں کی محتاجی سے خود کو بچانا چاہیے اور اپنی خفتہ صلاحیتوں کو بروئے کار لانا چاہیے۔
 انسان خدا کا نائب ہے اور اس کی فطرت، فطرتِ الہی کے مطابق ہے۔

فَطَرَتِ اللّٰهَ الَّذِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا
 تَبْدِیْلَ لِحَلْقِ اللّٰهِ
 اللہ کی تراش وہی ہے جس پر تراشا لوگوں
 کو۔ اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں۔
 (الروم: ۳۰)

چنانچہ انسان کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے فکر و عمل سے حالات اور حقائق پر قابو پائے اور
 دوسروں کا محتاج نہ بنے۔

تنے پیدا کن از مشتی غبارے تنے محکم تر از سنگیں حصارے

درون او دل درد آشنائے چو جوئے در کنار کو ہسارے

[ص ۱۹۹]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم دلی کا ذکر سورہ آل عمران میں ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ
 فَظًّا غَلِيظًا لَّفُتِنَّا مِنَّا
 پس یہ اللہ کی رحمت ہے کہ آپ رحمدل ملے
 ان کو اور اگر آپ سخت کلام اور سخت دل

حَوْلِكَ ۷ (آل عمران: ۱۵۹) ہوتے تو وہ منتشر ہو جاتے آپ کے گرد سے۔

زآب و گل خدا خوش پیکرے ساخت جہانے از ارم زیبا ترے ساخت
ولے ساقی باں آتش کہ دارد ز خاکِ من جہانِ دیگرے ساخت
[ص ۲۰۰]

دنیا کو اللہ پاک نے کیسا ”زیبا تر“ بنایا ہے۔

انَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَإِخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي
تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا
أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ
الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ
دَابَّةٍ ۷ وَتَصْرِيفِ الرِّيْحِ وَالسَّحَابِ
الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لآيَاتٍ
لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۷ (البقرہ: ۱۶۴)

بے شک آسمانوں اور زمین کے بنانے اور
رات اور دن کے اختلاف میں اور کشتیوں
میں جو دریاؤں میں اُن چیزوں کو لے کر چلتی
ہیں جن سے لوگوں کو نفع ہوتا ہے اور اس پانی
میں جو اللہ ابر سے اتارتا ہے اور جس سے
زمین کو زندہ کرتا ہے اس کی موت کے بعد اور
اس میں پھیلا دیتا ہے ہر طرح کے جاندار اور
ہواؤں کے پلٹانے میں اور بادل میں جو آسمان
اور زمین کے درمیان مطبوع ہیں ان لوگوں کے
لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔

اس دنیا کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ”علم و حکمت“ کی تعلیم سے ایک اور دنیا بنا دیا۔
علامہ اقبال نے اپنے پانچویں خطبے میں اسلامی ثقافت کی روح کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

..... پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی، قدیم اور جدید دنیا کے درمیان ایک واسطے کی
حیثیت رکھتی ہے۔ اپنے سرچشمہٴ وحی کے اعتبار سے آپ کا تعلق دنیا کے قدیم سے ہے لیکن بہ
اعتبار اس کی روح کے، آپ جدید دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ آپ ہی کا وجودِ گرامی ہے کہ زندگی
پر علم اور حکمت کے وہ سرچشمے منکشف ہوئے جو اس کے آئندہ رُخ کے عین مطابق تھے۔ لہذا
اسلام کا ظہور استقرائی عقل کا ظہور ہے.....

قطعہ مذکورہ بالا میں ساقی سے مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے اللہ کی آیات کی
تلاوت فرمائی، لوگوں کا تزکیہ فرمایا اور کتاب (قرآن) اور حکمت سکھائی۔ (آل عمران: آیت ۱۶۴)

یہ یزداں روئے محشر برہمن گفت
فروغِ زندگی تاب شرر بود
ولیکن گر زنجی با تو گویم،
صنم از آدمی پایندہ تر بود

[ص ۲۰۰]

پتھر کے بت بے شک انسان سے زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔

وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا (النساء: ۲۸) اور انسان بنایا گیا کمزور۔

لیکن فضیلت اسی ضعیف انسان کو ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْوَجْرِ
وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ
عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا

اور البتہ ہم نے آدم کی اولاد کو بزرگی دی اور
ان کو مسلط کر دیا خشکی اور تری پر اور ان کو روزی
دی اچھی اچھی چیزوں سے اور ان کو بڑی
فضیلت دی۔ بہتوں پر جن کو ہم نے پیدا کیا ہے۔
(بنی اسرائیل: ۷۰)

علامہ اقبال نے اس مقام پر بت کی مضبوطی اور پختگی کو سراہا ہے کہ بت بھی مضبوط اور مستحکم
ہیں لیکن انسان اُن کے مقابلے میں ویسا بھی نہیں ہے، ورنہ حقیقت میں کافر تو اُس دن مٹی ہی
ہونے کی آرزو کرے گا۔

وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا

اور کہے گا کافر کہ کاش میں مٹی ہوتا (تاکہ

عذاب میں گرفتار نہ ہوتا) (النساء: ۴۰)

گذشتی تیز گام اے اختر صبح

مگر از خوابِ ما بیزار رفتی

من از نا آگہی گم کردہ راہم

تو بیدار آمدی بیدار رفتی

[ص ۲۰۰]

ابراہیم علیہ السلام نے تارے، چاند اور سورج کے چھپ جانے پر ان کی ربوبیت سے
انکار کیا تھا (سورۃ الانعام: آیت ۷۶-۷۸)۔ یہاں اقبال نے تارے کی بیداری سے سبق
حاصل کرنے کا سبق دیا ہے کیونکہ وہ ہر چیز کی بیداری اور زندگی کو سراہتے ہیں اور سکوت اور بے عملی
سے نفرت کرتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے:

جس شخص کے دودن یکساں گزر جائیں وہ

مَنْ اسْتَوَىٰ يَوْمَاهُ فَهُوَ مَغْبُونٌ

بڑے گھاٹے میں ہے۔

تہی از ہاے و ہو میخانہ بودے گل ما از شرر بیگانہ بودے
 نبودے عشق و ایں ہنگامہ عشق اگر دل چوں خرد فرزانہ بودے

[ص ۲۰۱]

فَادَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ پھر جب عزم ہو کام کا تو اگر سچے رہیں اللہ
 خَيْرًا لَّهُمْ ۝ (محمد: ۲۱) سے تو اُن کا بھلا ہے۔

اللہ پاک کے حکم کے مطابق عزم ہو تو کامیابی ہی کامیابی ہے خواہ عقل اس مشکل کی
 بھیانک شکل ہی دکھلاتی رہے۔

چلذت یارب اندر ہست و بود است دل ہر ذرہ در جوش نمود است
 شگافد شاخ را چوں غنچہ گل تبسم ریز از ذوق وجود است

[ص ۲۰۱]

ہر چیز کی تخلیق اور تشکیل سے جوش نمود کا ثبوت ملتا ہے۔

وَاللَّهُ أَخْرَجَكُمْ مِنْ بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لَا اور اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے
 تَعْلَمُونَ شَيْئًا وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ نکالا، تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے اور تمہارے
 وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ لیے کان، آنکھیں اور دل بنا دیے تاکہ تم شکر
 (النحل: ۷۸) کرو۔

سورۃ ابراہیم (آیات ۳۲-۳۳) میں بھی مختلف چیزوں کی نشوونما اور انسان پر انعامات کا ذکر ہے۔

مسلماناں! مرا حرفے است در دل کہ روشن ترز جان جبرئیل است
 نہانش دارم از آزر نہاداں کہ ایں سرے ز اسرارِ خلیل است

[ص ۲۰۲]

ابراہیم علیہ السلام نے ڈوبنے والی اور زوال پذیر چیزوں کی ربوبیت سے انکار کر کے یہ فرمایا:
 اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهَیْ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ بے شک میں نے اپنا رخ کیا اسی کی طرف
 وَالْاَرْضِ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ جس نے بنائے آسمان اور زمین ایک طرف

الْمُشْرِكِينَ ۝ (الانعام: ۷۹) کا ہو کر اور میں نہیں شرک کرنے والوں میں سے۔
یعنی غیر اللہ سے ہٹ کر صرف اللہ کے آگے سر جھکانا مسلمان کا مسلک ہے۔

دما دم آرزوہا آفرینی مگر کارے نہ داری اے دل، اے دل!
[ص ۲۰۲]

اللہ پاک خود ہمہ وقت مصروفِ کار ہے۔

كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ۝ (الرحمن: ۲۹) وہ ہر دن ایک دھندے میں ہے۔
جب اللہ ہر دن مصروفِ کار ہے تو اس کے نائب اور جانشین کا بے کار بیٹھنا خود اس کے منصب کے منافی ہے۔

رہے در سینہ انجم کشائی و لے از خویشتن نا آشنائی
یکے بر خود کشاچوں دانہ چشمے کہ از زیر زمیں نخلے بر آئی
[ص ۲۰۳]

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ ۝ وَفِي
والوں کو اور خود تمہارے اندر (بھی)۔ کیا تم
الذريت: ۲۰-۲۱) کو سوچھ نہیں؟
گویا انسان اپنے باطن کو دیکھے اور اپنی صلاحیتوں کا جائزہ لے۔

بر آور ہر چہ اندر سینہ داری سرودے، نالہ، آہے، فغانے
[ص ۲۰۳]

سکوت اور جمود کو دور کر کے زندگی اور عمل کا ثبوت دینا چاہیے۔

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ
تاکہ جسے ہلاک ہونا ہے اتمامِ حجت کے بعد
الانفال: ۴۲) ہلاک ہو اور جسے زندہ رہنا ہے وہ بھی دلائل و
براہین کے ساتھ زندہ رہے۔

بگیری گر بہ تن جانے نہ داری و گر جانے بہ تن داری نمیری
[ص ۲۰۳]

عمل کرنے والا شخص مرتا نہیں ہے۔ انسانی زندگی بے مقصد نہیں ہے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا
بَيْنَهُمَا لَعِبِينَ ﴿۳۸﴾ (الدخان: ۳۸)
اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل کے طور پر۔

من آں پروانہ را پروانہ دانم
کہ جانش سخت کوش و شعلہ نوش است
[ص ۲۰۴]

مشکلات کا مقابلہ کرنا ہی زندگی کی علامت ہے۔ عمل ہی کے لیے اور اچھے عمل ہی کے لیے

انسان کو پیدا کیا گیا ہے:

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيُبْلُوَكُمْ
أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيزُ
الْعَفُورُ ﴿۲﴾ (الملک: ۲)
وہی ذات ہے جس نے موت اور زندگی کو
پیدا کیا تاکہ تم کو آزمائے کہ تم میں کون اچھے
عمل کرنے والا ہے اور وہ غالب بخشنے والا ہے۔

خودی تعمیر کن در پیکر خویش
چو ابراہیمؑ معمرا حرم شو
[ص ۲۰۵]

اس سے پہلے شعر والی آیت ملاحظہ ہو جس میں اچھے عمل کی خاطر انسان کی تخلیق کا ذکر کیا گیا
ہے۔ بہر حال انسان کو اپنے مقام کے مطابق عمل پیش کرنا چاہیے۔

حرم کے متعلق سورۃ البقرہ میں ہے:

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ
إِسْمَاعِيلُ ﴿۱۲۷﴾ (البقرہ: ۱۲۷)
اور جب اٹھاتا تھا ابراہیمؑ اس گھر کی نیویں
اور اسمعیلؑ
جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَمًا
لِّلنَّاسِ ﴿۹۷﴾ (المائدہ: ۹۷)
اللہ نے ادب والے گھر کعبہ کو لوگوں کے
قیام کا باعث کیا۔

تو اس جنگ از کنارِ عرصہ بنی
بمیر اندر نبرد و زندہ تر شو
[ص ۲۰۶]

اللہ پاک کی مرضی کے لیے جان دینے والے زندہ ہی رہیں گے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
اور مت کہو جو مارا جائے اللہ کی راہ میں کہ وہ

أَمْوَاتٌ طَبْلٌ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ مُرْدے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر
(البقرہ: ۱۵۴) نہیں۔

ولیکن من ندانم گوہرم چیست نگاہم برتر از گردوں، تنم خاک
[ص ۲۰۶]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی معراج سے انسانیت کی انتہائی رفعت اور بلندی کا ایک
اعلیٰ ترین نمونہ پیش فرمایا ہے کہ خاکی نژاد ہونے کے باوجود اللہ پاک سے اتنے قریب ہو گئے کہ دو
کمانوں کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم۔

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ۝ پھر رہ گیا فرق دو کمانوں کا فاصلہ بلکہ اس
(النجم: ۸) سے بھی نزدیک۔

اسی سورہ کے بعد کی آیت نمبر ۱۸ تک ملاحظہ ہوں۔

اگر امروز تو تصویر دوش است بخاک تو شرارِ زندگی نیست
[ص ۲۰۷]

سکوت اور جمود توڑنے کے لیے کہا گیا ہے جس کے لیے اوپر صفحات ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲ کے
اشعار کی آیتیں ملاحظہ ہوں۔

دل از ذوقِ تپشِ دل بود لیکن چو یک دم از تپشِ افتادِ گل شد
[ص ۲۰۷]

اوپر والے شعر کا مضمون دیکھیں جو سکوت اور جمود کے خلاف ہے۔

من ایں مے چوں مغانِ دورِ پیشین ز چشمِ مستِ ساقی وامِ کردم
[ص ۲۰۹]

دوسرا مصرع عراقی کے مصرع کی ترمیم ہے:

ع ز چشمِ مستِ ساقی وامِ کردند

قدم در جستجویِ آدمے زن خدا ہم در تلاشِ آدمے ہست
[ص ۲۱۰]

جس آدم کو اللہ نے اپنا نائب اور خلیفہ بنایا تھا وہ آدم (انسان) اپنے منصب اور شان کے مطابق عمل کیوں نہیں کرتا؟ رومی نے بھی کہا تھا:

دی شیخ با چراغ ہی گشت گردِ شہر
کزدام و دد ملولم و انسائم آرزوست
زیں ہمرہان سست عناصر دم گرفت
شیر خدا و رستم دستائم آرزوست
گفتم کہ یافت می نشود جستم ایم ما
گفت آنکہ یافت می نشود آئم آرزوست
[جاوید نامہ، ص ۲۰۶]

اوپر کئی آیتیں ایسے انسان کے منصب سے متعلق آچکی ہیں۔

عمل خواہی یقین را پختہ تر کن
کیے جوے و کیے بین و کیے باش
[ص ۲۱۱]
قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ كَابِهِي يَبِي مُتَصَدِّقٌ هُوَ۔ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ (الزمر: ۶) كَانِ
النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً قَف (البقرہ: ۲۱۳): اِنَّ هَذِهِ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَاحِدَةً (الانبیاء: ۹۲) کا یہی
پیام ہے۔

بخود باز آ، خودی را پختہ تر گیر
اگر گیری، پس از مردن نمیری
[ص ۲۱۱]
خود کو پہچاننا اور اپنے منصب کے مطابق عمل کرنا انسان کو دوامی زندگی بخشتا ہے۔

خرد آتش فروزد، دل بسوزد
ہمیں تفسیر نمرود و خلیل است
[ص ۲۱۲]
بانگِ در میں بھی ہے:

بے خطر کو در پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے جو تماشا لے لبِ بام ابھی
[کلیات اقبال، اردو، ص ۲۹۲]

اللہ کے حکم کے آگے وہ عقل جو مشکلات کی بھیا تک شکل دکھلائے بالکل مردود ہے۔ تسلیم و
رضا کا تقاضا وہی ہے:

فَلَمَّا آسَلَمَا وَتَلَّهٖ لِلْجَبِيْنِ ۝
پھر جب دونوں نے حکم مانا اور چھاڑا اس کو

(الصُّفَّت: ۱۰۳) (اسْمِعِيلِ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَو) ماتھے کے بل۔

لیکن اس نوائے سادہ کیست کسے در سینہ می گوید کہ ہستم
[ص ۲۱۳]

فَإِذَا سَوَّيْتَهُ وَنَفَخْتَ فِيهِ مِنْ رُوحِيْ پھر جب ٹھیک کروں اس کو اور پھونک دوں
فَفَعَّلُوا لَهُ سَجِدِيْنَ ۝ (ص: ۷۲) اس میں اپنی روح سے تو گر پڑیو اس کے
سجدے میں۔

انسان کے تپنے میں اللہ کی روح پھونکی گئی ہے اس لیے اُسے بھی بقا حاصل ہو سکتی ہے۔

بہ بزم ہم نوا یاں آنچناں زی کہ گلشن بر تو خلوت خانہ گردد
[ص ۲۱۴]

دنیا میں رہ کر خدا سے قریب ہونا یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو ملحوظ رکھنا اسلام
سکھاتا ہے۔ وہ رہبانیت نہیں سکھاتا۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ وَهِيَ هِيَ جَسَدِ جَسْمًا ۝ (البقرة: ۲۹)
زمین میں ہے سب کا سب۔

تو جب سب کچھ انسان کے لیے بنایا گیا ہے تو کیا یہ بات اسے زیب دیتی ہے کہ سب سے
منہ موڑ کر گوشہ نشین راہب بن جائے۔

پھر سورہ بنی اسرائیل: آیت ۲۳ میں اللہ پاک کی عبادت کے ساتھ ہی والدین کے حقوق کا
ذکر ہے۔ پھر آگے ذوی القربی، مساکین اور ابن السبیل کے حقوق کا حکم آتا ہے۔ یہ حقوق ایک
راہب ادا نہیں کر سکتا۔

بدریا غلط و با موبش در آویز حیات جاوداں اندر ستیز است
[ص ۲۱۵]

مشکلات کا مقابلہ کرنا اور تن آسانیوں سے بھاگنا عین زندگی بلکہ زندگی جاوداں یہی ہے۔

أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۝ (البقرة: ۱۶۵) اللہ پاک کو سب کچھ قوت حاصل ہے۔

إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ۝ (البروج: ۱۴) اللہ پاک کی پکڑ بھی بہت سخت ہے۔

وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاسًا وَّ اَشَدُّ تَنْكِيلًا ۝ اور اللہ سخت ہے لڑائی والا اور سخت سزا دینے والا۔

(النساء: ۸۴)

یہی اوصاف اللہ کے نائب اور خلیفہ میں بھی ہونے چاہئیں۔

نہ مختارم تو اس گفتن نہ مجبور کہ خاکِ زندہ ام در انقلابم
[ص ۲۱۵] كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَ نَبَلُوْكُمْ بِالْاَشْرِ وَالْخَبِيْرِ فَاِنَّهُ وَاَلَيْنَا تَرْجَعُوْنَ ۝
ہر نفس کو چھنی ہے موت اور ہم تجھ کو جانچتے ہیں برائی سے اور بھلائی سے، آزمانے کو۔
(الانبیاء: ۳۵) اور ہماری طرف پھر آؤ گے۔
وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَى ۝ (الاعلیٰ: ۳) اور وہ جس نے مقدر کیا اور پھر ہدایت دی۔
تقدیر تو ہے لیکن ہدایت بھی ہے۔

من از ذوقِ سفر آں گو نہ مستم
کہ منزل پیش من جز سنگِ رہ نیست

[ص ۲۱۵]

اللہ کے حکم کے آگے وہ عقل جو مشکلات کی بھیا تک شکل دکھلائے بالکل مردود ہے۔
مقصد کے حصول سے زیادہ مسلسل کوشش اور جدوجہد کو اپنا مقصد بنانا چاہیے تاکہ زندہ
ہونے کا ثبوت پیش ہو سکے۔ کوشش اپنی ہو اور نتیجہ اللہ کے سپرد ہو۔ یہی اصل توکل ہے۔
فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلٰی اللّٰهِ ۙ اِنَّ اللّٰهَ ۙ
بے شک اللہ (اپنے) بھر وسا کرنے والوں
يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۝ (آل عمران: ۱۵۹) کو دوست رکھتا ہے۔

بہ زرخود را منسج اے بندہ زر کہ زر از گوشہ چشم تو زرشد

[ص ۲۱۶]

انسان کے لیے ہر چیز بنائی گئی ہے اور اسی نے ہر چیز کی قدر و قیمت مقرر کی ہے۔
هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَاُوٰىءُكُمْ فِيهَا وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ وہی ہے جس نے تمہارے لیے جو کچھ

جَمِيعًا (البقرہ: ۲۹) زمین میں ہے سب کا سب پیدا کیا۔
 وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ
 اور ہم نے تم کو زمین میں رہنے اور تصرف کرنے کے لیے جگہ دی اور اسی میں تمہارے لیے زندگی کے سامان مہیا کیے۔ تم بہت کم شکر کرتے ہو۔ (الاعراف: ۱۰)

زندگی کے سامان مہیا کیے جو مختلف ہیں۔ اسی لیے ہر چیز کی قدر و قیمت میں بھی اختلاف پیدا ہوا۔

پچشم ماچسن یک موج رنگ است
 کہ می داند پچشم بلبلاں چپست

[ص ۲۱۸]

وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَإِنَّمَا تَوَلَّوْا
 اور اللہ ہی کے لیے مشرق اور مغرب ہے۔
 فَنَمَّ وَجْهَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ
 پس تم جدھر بھی رخ کرو اُدھر خدا کی ذات ہے۔ بے شک اللہ گنجائش والا ہے سب خبر رکھتا۔ (البقرہ: ۱۱۵)

تو خورشیدی و من سیارہ تو سراپا نورم از نظارہ تو
 ز آغوش تو دُورم، ناتمام تو قرآنی و من سیپارہ تو

[ص ۲۱۸]

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (سورة النور: آیت ۳۵) کے علاوہ سورة الحجر: ۲۹ اور سورة
 ص: آیت ۷۲ ملاحظہ ہو جن کی آیت ہے:

فَإِذَا سَوَّيْتَهُ وَنَفَخْتَ فِيهِ مِنْ رُوحِي
 پھر جب ٹھیک کروں اس کو اور پھونک دوں اس
 فَفَعَّلُوا لَهُ سُلَيْدِينَ (ص: ۷۲) میں روح سے تو گر پڑ لو اس کے سجدے میں۔
 جزو کا تعلق کُل سے ہے۔

مرصاحب دلے این نکتہ آموخت ز منزل جادہ پچپیدہ خوشتر

[ص ۲۱۹]

مشکلات کا مقابلہ کرنا اور دقتوں کو لیک کہنا ایک جگہ منزل کرنے سے بہتر ہے۔

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ (آل عمران: ۱۳۹) رہو گے اگر تم مومن رہے۔ اور نہ ہمت ہارو اور نہ غم کرو۔ تم ہی غالب

حریش آفتاب و ماہ و انجم دلِ آدمِ درِ نکشادہ اُو
[ص ۲۱۹]

ہر جگہ اللہ کا جلوہ موجود ہے اور ہر جگہ اس کا ذکر ہے لیکن افسوس کہ انسان انسان ہو کر اسے یاد نہیں کرتا۔

قرآن پاک میں متعدد مقامات پر ہے کہ ہر چیز اس کا ذکر کرتی ہے۔

يَسْبُحُ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (الحشر: ۲۴) اس کی تسبیح کرتی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی ہے غالب، حکمت والا۔

ز انجم تا بہ انجم صد جہاں بود
و لیکن چوں بخود نگرستیتم من
خرد ہر جا کہ پدزد آسماں بود
کران بیکراں در من نہاں بود
[ص ۲۲۰]

وَ فِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ ۗ وَ فِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝ (الذاریات: ۲۰-۲۱) یقین لانے والوں کے لیے زمین میں (خدا کی قدرت کی) بہت نشانیاں ہیں اور خود تمہاری جانوں میں بھی، کیا تم نہیں دیکھتے؟

پاپے خود مزین زنجیر تقدیر
صفحہ ۲۱۵ والی آیت (الاعلیٰ: ۳) ملاحظہ ہو۔
تہ ایں گنبد گرداں رہے ہست

نوا در سازِ جاں از زخمہ تو
چراغم، با تو سوزم، بے تو میرم
چساں در جانی واز جاں برونی تو
تو اے بیچون من بے من چگوننی تو
[ص ۲۲۱]

إِنَّ رَبَّكُمْ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَىٰ بے شک تمہارا پروردگار اللہ ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین چھ دن میں، پھر قائم

العُرْشِ فَيُعْشَى الْبَيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا
وَالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَالنُّجُومِ مُسَخَّرَاتٍ
بِأَمْرِهِ ۗ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۗ تَبْرَكَ اللَّهُ
رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝ (الاعراف: ۵۴)

ہو گیا عرش پر، اڑھاتا ہے رات پردن، اس
کے پیچھے لگا آتا ہے دوڑتا ہے، اور سورج
اور چاند اور تارے، کام لگے اس کے حکم پر۔
سن لو، اسی کا کام ہے بنانا اور حکم فرمانا۔ بڑی
برکت اللہ کی جو پروردگار ہے سارے جہانوں کا۔

تلاش او کئی جز خود نہ مبنی تلاش خود کئی جز او نیابی

[ص ۲۲۲]

اس کو دیکھنا ہو تو خود اپنے نفس کو دیکھو۔ سورۃ الذاریات کی آیتیں ۲۰-۲۱، آچکی ہیں، یعنی:
وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝ وَفِي
أَنفُسِكُمْ ۗ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝
(الذاریات: ۲۰-۲۱)

یقین لانے والوں کے لیے زمین میں (خدا
کی قدرت کی) بہت نشانیاں ہیں اور خود
تمہاری جانوں میں بھی، کیا تم نہیں دیکھتے؟

تیز رنگ و بو برما حرام است کہ ما پروردہ یک نو بہاریم

[ص ۲۲۲]

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ
وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۗ إِنَّ
أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ
خَبِيرٌ ۝ (الحجرات: ۱۳)

اے آدمیو، ہم نے تم کو بنایا ایک نر اور مادہ
سے اور رکھیں تمہاری ذاتیں اور گوتیں تاکہ
آپس کی پہچان ہو۔ بے شک عزت اللہ
کے یہاں اسی کو بڑائی ہے جس کا تقویٰ
بڑا۔ بے شک اللہ سب جانتا ہے خبردار۔

نہاں در سینہ ما عالمے ہست بخاکِ مادلے، دردل غمے ہست

[ص ۲۲۳]

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرًا لِّمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ
أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ۝
(ق: ۳۷)

بے شک اس میں سوچنے کی جگہ ہے اس کو
جس کے پاس دل ہے یا لگائے کان، دل
لگا کر (متوجہ ہو کر)۔

برون از شاخ بنی خاروگل را درون او نہ گل پیدا نہ خار است
[ص ۲۲۳]

اصل چیز عمل ہے۔

وَالْعَصْرُ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
وَتَوَصَّوْا بِالْحَقِّ ۗ وَتَوَصَّوْا بِالصَّبْرِ
(العصر: ۱-۳)

دریں دریا چو موج بیقرارم اگر بر خود نہ پچم نیستم من
[ص ۲۲۴]

زندگی کا تقاضا ہے کہ ہاتھ پاؤں توڑ کر نہ بیٹھا جائے بلکہ ہر وقت عمل کے لیے بیقرار رہ جائے۔
وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ
بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيُبْلُوَكُمْ فِي
مَا آتَاكُمْ ۗ (الانعام: ۱۶۵)
دی کہ تمہیں آزمائے اس میں جو تمہیں عطا کی۔

یعنی انسان کو اللہ نے اپنا جانشین اور خلیفہ اسی لیے بنایا ہے کہ وہ اپنے منصب کے مطابق عمل
پیش کرے۔

پچندیں جلوہ در زیر نقابی نگاہ شوقِ ما را بر نتابی
[ص ۲۲۴]

صفحہ ۲۱۸ کی تمیحات دیکھیں۔

بیا اے عشق، اے رمز دل ما! بیا اے کشتِ ما، اے حاصل ما!
گہن گشتند این خاکی نہاداں دگر آدم بنا گن از گل ما
[ص ۲۲۵]

وَمَنْ يُعْظَمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى
الْقُلُوبِ ۝ (الحج: ۳۲)
اور جو شخص شعائرِ الہی کا احترام کرتا ہے اس کا
طریق عمل، قلب کے لیے تقویٰ کا نتیجہ ہے۔
تقویٰ دراصل ضمیر کے اس احساس کا نام ہے جس کی بنا پر ہر کام میں خدا کے حکم کے مطابق

عمل کرنے کی شدید رغبت اور اس کی مخالفت سے شدید نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ گویا تقویٰ جو اقبال کی زبان میں عشق ہے، ایک ایسی ایجابی صفت ہے جو پہلے دل سے تعلق رکھتی ہے پھر تمام جوارح وغیرہ سے — اور اسی سے بیداری پیدا ہوتی ہے جو انسان کو عملِ پیہم کے لیے آمادہ کرتی ہے۔

کمالِ زندگی خواہی، پیاموز گشادان چشم و جُز بر خود نہ بستن

[ص ۲۲۶]

خود کو پہچاننا اور اپنے منصب کے مطابق عمل کرنا اصل زندگی ہے۔
اس کے لیے صفحہ ۲۲۳ کی آیت ملاحظہ ہو۔

اگر نیبے نہ داری بحر صحراست اگر ترسی بہر موجش نہنگ است

[ص ۲۲۶]

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعْمَةً ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ط
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے مسخر کر دیا تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور پھر دیں تم کو اپنی نعمتیں کھلی اور چھپی۔ (لقمن: ۲۰)

اسی لیے بحر و بر، زمین و آسمان تمام کو تسخیر کرنا انسان کا منصب ہے۔

چناں پیغم چو بر دل دیدہ بندم کہ جانم دیگر است و دیگر من

[ص ۲۲۷]

اپنے دل پر نگاہ کرنا اور اپنی خفّہ صلاحیتوں کا اندازہ کرنا بہت بڑی آگاہی ہے۔
صفحہ ۲۲۵-۲۲۷ کی آیات ملاحظہ ہوں۔

چو در جنت خرامیدم پس از مرگ پیغمم ایں زمین و آسماں بود
شکے باجان حیرانم در آویخت جہاں بود آں کہ تصویر جہاں بود

[ص ۲۲۸]

یہ دنیا صرف دھوکا (وہم) معلوم ہوگی۔ سورہ آل عمران: آیت ۱۸۵ اور سورہ الحدید

آیت ۲۰ میں ہے:

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْعُرُوْدِ ۝ اور دنیا کی زندگی تو یہی ہے جس دعا (دھوکا) والی۔
اسی لیے عقبی میں یہ دنیا محض 'تصویر' نظر آئی۔

تراش از تیشہ خود جادہ خویش براہ دیگران رفتن عذاب است
گر از دست تو کار نادر آید گنا ہے ہم اگر باشد ثواب است
[ص ۲۲۹]

دوسروں کی راہ پر چلنا اور خود اپنے لیے کوئی راہ متعین نہ کرنا بھی غفلت اور موت کی نشانی ہے۔
صفحہ ۱۹۹، ۲۰۲، ۲۲۲ والی آیتیں ملاحظہ ہوں۔

بیا با شاہد فطرت نظر باز چرا در گوشہ خلوت گزینی
[ص ۲۳۰]

فطرت چاہتی ہے کہ نشوونما اور تعمیر قائم رہے۔
صفحہ ۱۹۹ اور ۱۰۰ کی تلمیحات دیکھیں۔

ز آغازِ خودی کس را خبر نیست خودی در حلقہٴ شام و سحر نیست
ز خضرِ این نکتہٴ نادر شنیدم کہ بحر از موجِ خودِ دیرینہ تر نیست
[ص ۲۳۰]

یعنی خودی انسان کے ساتھ ہی پیدا ہوتی ہے۔

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:
..... اس (خودی) سے مراد شخصِ ذاتی یا احساسِ نفس ہے۔ انگریزی لفظ Individuality کا
یہ ترجمہ ہے۔ ہماری زبان میں اس مفہوم کو ادا کرنے کے لیے، جہاں تک مجھے علم ہے، کوئی ایسا لفظ
نہیں جو شعر میں کام دے سکے۔ شخص یا تعین وغیرہ ایسے الفاظ ہیں جن کا یہ مفہوم ہے مگر یہ دونوں
الفاظ شعر کے لیے موزوں نہیں۔ انا یا انانیت بھی ایسے ہی الفاظ ہیں.....^۱
صفحہ ۱۰۳ کی آیات ملاحظہ ہوں:

دلا رمزِ حیات از غنچہ دریا ب حقیقت در مجازش بے حجاب است
ز خاکِ تیرہ می روید و لیکن نگاہش بر شعاعِ آفتاب است
[ص ۲۳۱]

اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَفِي خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُئْتُ مِنْ ذٰلِكَ اٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْقِنُوْنَ ۝ وَاٰخِثَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِزْقٍ فَاٰخِثًا بِهٖ الْاَرْضُ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ تَصْرِيفِ الرِّيْحِ اٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ ۝

(الجاثية: ۳-۵)

بے شک آسمانوں میں اور زمین میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لیے اور تمہارے بنانے میں اور جتنے کھیرتا ہے جانور (ان میں بھی) نشانیاں ہیں یقین رکھنے والوں کے لیے اور بدلنے میں رات دن کے اور جو اتاری ہے اللہ نے آسمان سے روزی پھر جلایا اُس سے زمین کو اُس کی موت کے بعد اور بدلنے میں ہواؤں کے، نشانیاں ہیں اُن کے لیے جو عقل رکھتے ہیں۔

دل من راز دان جسم و جان است نہ پنداری اجل بر من گران است
چہ غم گریک جہاں گم شد ز چشمم ہنوز اندر ضمیر صد جہان است

[ص ۲۳۲]

انسان اپنے عمل کے لیے بہت سے جہان رکھتا ہے اور ایک مقصد سے دوسرے مقصد کی طرف دوڑتا ہے۔

كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِى شَأْنٍ ۝ (الرحمن، ۲۹) وہ ہر دن ایک دھندے میں ہے۔
جب خدا ہر وقت مصروف عمل ہے تو اس کے نائب کو بھی اسی طرح مصروف عمل ہونا چاہیے:
فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِىْ فِطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ۝ اللہ کی تراش وہی ہے جس پر تراشا لوگوں کو۔
(الروم: ۳۰)

جہاں یک نغمہ زار آرزوے بم و زیرش ز تار آرزوے
پیشم ہرچہ ہست و بود و باشد دے از روزگار آرزوے

[ص ۲۳۳]

ہر چیز بڑھنے اور اُگنے کی طرف مائل ہے۔ صفحہ ۲۳۰ کی آیتیں دیکھیں۔

دوامِ ماز سوزِ ناتمام است چو مانی جز تپش برام حرام است
[ص ۲۳۴]

اس کے لیے بھی صفحہ ۲۳۰ کی آیت دیکھیں۔

حکیمان گرچہ صد پیکر شکستند مقیم سومناتِ بود و ہستند
چساں افرشتہ و یزداں بگیرند ہنوز آدم بہ فترا کے نہ بستند
[ص ۲۳۴]

فلسفیوں نے ہنوز آدم کو بھی نہیں پہچانا۔ انسان کی خفّہ صلاحیتوں کا ادراک فلسفیوں کو نصیب نہیں ہوا۔ صفحہ ۱۹۸ کی آیت دیکھیں۔

ہزاراں سال با فطرت نشستم بہ او پیوستم و از خود گستم
لیکن سرگد شتم این دو حرف ست ترا شیدم، پرستیدم، شکستم
[ص ۲۳۵]

علامہ اقبال ایک خط میں لکھتے ہیں:

ہمارے صوفیہ کی کتابوں میں اس امر پر ایک عجیب و غریب بحث موجود ہے کہ گستن اچھا ہے یا پیوستن، اور صوفیہ کا اس میں اختلاف ہے۔ اسلامی تصوف کا دار و مدار گستن پر ہے۔ تصوف وجودیہ کا پیوستن یا فنا پر.....!

فطرت نے مجھے پیدا کیا، مجھے اپنایا، پھر توڑ دیا۔

اللَّهُ يَبْدُوُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ثُمَّ إِلَيْهِ
تُرْجَعُونَ (الرّوم: ۱۱) پھر اسی کی طرف پھر جاؤ گے۔

دروغِ جلوہ افکارِ ایں چست! بروں من ہمہ اسرارِ ایں چست!
بفرما اے حکیمِ نکتہ پرداز بدن آسودہ، جاں سیتا ایں چست!
[ص ۲۳۶]

فلسفی کا صرف دماغ کام کرتا رہتا ہے۔ گویا اُس کی جان سیر کرتی رہتی ہے اور بدن (عمل) بے کار پڑا رہتا ہے۔ ایسے لوگ دراصل قیاس کی دنیا میں رہتے ہیں۔

یاد رکھو کہ جتنے کچھ آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں یہ سب اللہ ہی کے ہیں اور جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسرے شرکاء کی عبادت کر رہے ہیں، کس چیز کا اتباع کر رہے ہیں، محض بے سند خیال کا اتباع کر رہے ہیں اور محض قیاسی باتیں کر رہے ہیں۔

أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ ۗ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ شُرَكَاءَ ۗ إِنَّ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۝ (یونس: ۲۶)

دلا در یوزہ مہتاب تا کے! شبِ خود را بر افروز از دم خویش

[ص ۲۳۶]

دوسروں کی محتاجی سے دور رہنا چاہیے اور اپنے خدا کے فضل سے اپنے اندر قدرت پیدا کرنا چاہیے۔ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن انہوں نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا، سو ان کے وہ معبود جن کو وہ خدا کو چھوڑ کر پوجتے تھے، ان کو کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے جب آپ کے رب کا حکم آپہنچا اور اللہ ان کو نقصان پہنچایا۔

وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ۗ فَمَا أَغْنَتْ عَنْهُمْ آلِهَتُهُمُ الَّتِي يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ لَمَّا جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ ۗ وَمَا زَادُوهُمْ غَيْرَ تَتْبِيبٍ ۝ (ہود: ۱۰۱)

چغم داری، حیاتِ دل زوم نیست کہ دل در حلقہ بود و عدم نیست

[ص ۲۳۷]

جس دن کہ نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد دگر ہاں جو اللہ کے پاس پاک دل لے کر آئے (گویا پاک دل ہی آخرت میں کام دے سکے گا)

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۗ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝ (الشعراء: ۸۸-۸۹)

پر دہر ذرہ سوے منزلِ دوست نشانِ راہ از ریگِ رواں گیر

[ص ۲۳۹]

اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو۔ یاد رکھو، بے شک وہ احاطہ کیے ہوئے ہے

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۗ (الحديد: ۴) أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ ۝

(فصلت: ۵۴) ہر چیز کو۔

ضمیر کن دکاں غیر از تو کس نیست نشان بے نشاں غیر از تو کس نیست
[ص ۲۳۹]

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ وہی ذات ہے جس نے تمہارے لیے پیدا
جَمِيعًا (البقرہ: ۲۹) کیا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

دل از نور خرد کردم ضیا گیر خرد را بر عیارِ دل زدَم من
[ص ۲۴۱]

أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ سو جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے
عَلَى نُورٍ مِّنْ رَبِّهِ ۗ فَوَيْلٌ لِلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ لیے کھول دیا اور وہ اپنے پروردگار کے نور پر
مِن ذِكْرِ اللَّهِ ۗ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ ہے، کیا وہ شخص اور اہل قساوت برابر ہیں؟
(الزمر: ۲۲) سو جن لوگوں کے دل خدا کے ذکر سے متاثر
نہیں ہوتے اُن کے لیے بڑی خرابی ہے۔
یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

ز شاخِ آرزو بر خوردہ ام من بہ رازِ زندگی پے بردہ ام من
[ص ۲۴۳]

اقبال نے آرزو اور عمل کی تعلیم دی ہے۔ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا
اور جو شخص بھی کوئی عمل کرتا ہے وہ اسی پر (الانعام: ۱۶۴)
رہتا ہے۔ وَمَنْ جَاهَدْ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ ۗ
اور جو شخص محنت کرتا ہے وہ اپنے ہی لیے (العنکبوت: ۶)
محنت کرتا ہے۔

و لیکن من نہ رانم کشتی خویش بہ دریائے کہ موجش بے نہنگ است
[ص ۲۴۴]

یعنی جس جگہ مشکلات کا مقابلہ نہیں ہے، وہاں میں نہیں جاتا۔

صفحہ ۲۱۵ کی آیتیں دیکھیں۔

بگیر امروز را محکم کہ فردا
ہنوز اندر ضمیرِ روزگار است
[ص ۲۴۴]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ
مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (الحشر: ۱۸)
اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر
شخص دیکھ بھال کر لے کہ کل کے واسطے
اس نے کیا بھیجا ہے۔

بہ پرواز آ و شایمی بیاموز
تلاشِ دانہ در خاشاک تاکہ؟
[ص ۲۴۵]

فَاقِمِ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ
اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا
(الروم: ۳۰)
پس یک سو ہو کر اپنا رخ اُس دین کی طرف
رکھو۔ اللہ کی دی ہوئی قابلیت کا اتباع کرو
جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے،
(بلندی اور رفعت بھی دین سکھاتا ہے)۔

نفس دارد و لیکن جاں ندارد
کسے کو بر مرادِ دیگران زیست
[ص ۲۴۶]

صفحہ ۲۳۶ کی آیت دیکھیں۔

و لے چشم از درونِ خود نہ بندی
کہ در جان تو چیزے دیدنی ہست
[ص ۲۴۶]

صفحہ ۲۲۲ کی آیت دیکھیں۔

بہر دل عشقِ رنگِ تازہ بر کرد
ترا از خود ربود و چشمِ تر داد
[ص ۲۴۸]

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ
ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا۔
(البلد: ۴)

اسی مشقت کی وجہ سے اُس میں گونا گوں کیفیات پیدا ہوتی ہیں۔ تاہم یہ مشقت اُس کے لیے مشکلات کا مقابلہ کرنے کی ایک دعوت ہے۔

ہنوز از بند آب و گل نہ رستی تو گوئی رومی و افغانیم من!
 من اول آدم بے رنگ و بویم از اں پس ہندی و تورانیم من!
 [ص ۲۴۸]

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ
 وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ
 أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ
 خَبِيرٌ (الحجرات: ۱۳)

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا، تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ اللہ کے نزدیک تم میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ اللہ خوب جاننے والا پورا خبردار ہے۔

مرا ذوق سخن خون در جگر کرد غبارِ راه را مشقتِ شرر کرد
 [ص ۲۴۹]

صفحہ ۲۴۸ کی آیت دیکھیں۔

نعرہ زد عشق کہ خونیں جگرے پیداشد حسن لرزید کہ صاحب نظرے پیداشد
 [ص ۲۵۵]

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذاریت: ۵۶) اپنی ہی بندگی کے لیے۔

یعنی جن اور انسان کو یہ بات زبیا نہیں کہ وہ غیر اللہ کے آگے سر جھکائے، اس لیے وہ غیر اللہ کو خاطر میں نہیں لاتا، ایمان عمل صالح پر کار بند ہوتا ہے، صاحب نظر ہوتا ہے۔

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ۗ وَ فِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین لانے والوں کے لیے اور خود تمہارے اندر کیا تم

(الذاریت: ۲۰-۲۱) نہیں دیکھتے؟

زندگی گفت کہ درخاک تپیدم ہمہ عمر
تا ازیں گنبدِ دیرینہ درے پیدا شد
[ص ۲۵۵]

اللہ کے لیے زندہ رہنا اور اس کی راہ میں مرنا عین زندگی ہے جو ایک مومن کو زیبا ہے۔
إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَ
رَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ
وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ هُمْ
الصَّادِقُونَ (الحجرات: ۱۵)
اللہ پر اور اس کے رسول پر۔ پھر شہ نہ لائے
اور لڑائی کی اللہ کی راہ میں، اپنے مال اور
جان سے وہ جو ہیں وہی ہیں سچے۔

نوری نادان نیم، سجدہ بادم برم!
او بہ نہاد است خاک، من بہ نژاد آذر م!
[ص ۲۵۵]

قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ
وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ (الاعراف: ۱۲)
میں اُس (شیطان) بولا، میں اُس (انسان) سے
بہتر ہوں، مجھ کو تونے آگ سے بنایا اور
اُس کو خاک سے بنایا۔ (ص: ۷۶)

زندگی سوز و ساز، بہ زسکون دوام
فاختہ شاہیں شود، از تپش زیر دام
[ص ۲۵۶]

انسان عمل کے لیے پیدا کیا گیا ہے، ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا۔
صفحہ ۲۳۹، ۲۴۲، ۲۴۸ کی آیات دیکھیں۔

ہمہ سوزِ ناتمام، ہمہ دردِ آرزویم
بگماں دہم یقین را کہ شہیدِ جستجویم
[ص ۲۵۷]

انسان میں عمل کے لیے تڑپ اور درد ہونا چاہیے، صفحہ ۲۱۷، ۲۲۵ کی آیات کے علاوہ
(المدرثر: ۲۵) ملاحظہ ہو جہاں دوزخیوں میں ایسے بھی مذکور ہیں جو کہیں گے کہ ہم بے مقصد مشغول
میں زندگی گزارتے تھے:

وَكُنَّا نَحْوُ مَعَ الْخَائِبِينَ ۝
اور (فضول) مشغول میں رہنے والوں کے

(المقدر: ۲۵) ساتھ ہم بھی (فضول) مشغلے میں پڑے
رہتے تھے۔ (گویا صحیح عمل سے کوئی تعلق نہ تھا)۔

من بہ زمیں در شدم، من بفلک بر شدم
بستہ جادوے من ذرہ و مہر مُنیر

[ص ۲۵۸]

انسان نے زمین پر بھی قبضہ کیا۔

آلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي
السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاسْبَغَ
عَلَيْكُمْ نِعْمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے مسخر کر دیا
تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور
جو زمین میں ہے اور بھر دیں تم کو اپنی نعمتیں
(لقمن: ۲۰) کھلی اور چھپی؟

اور انسان نے عرش تک رسائی حاصل کی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے اتنے قریب
ہوئے کہ:

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ۖ
پھر رہ گیا فرق دو کمان کا میانہ یا اس سے بھی
(النجم: ۹) نزدیک۔

نظم نوائے وقت کے متعلق ڈاکٹر رضی الدین صدیقی لکھتے ہیں کہ:

وہ اقبال کے تصورِ زمان کو بہت اچھی طرح پیش کرتی ہے۔ طبعیاتی وقت جو زمان و مکان سلسلہ کی
ایک سمت ہے، اضافی ہے۔ لیکن اصل زمان کو قرآن کریم نے وحدت اور کلیت قرار دے کر تقدیر
کے نام سے موسوم فرمایا ہے۔ تقدیر محض زمان کا نام ہے جبکہ اس کو امکانات کے ظہور سے پہلے
دیکھا جائے..... (اور) جبکہ اس کو تو اتر کے قید و بند سے آزاد کر دیا جائے۔ یہ وقت جو تقدیر ہے،
حقیقی ہے اور تمام اشیا کی جان ہے۔ یہ وقت محض یکساں آفات کا اعادہ نہیں بلکہ اس کا ہر لمحہ بالکل
جد گانہ ہے اور اس سے نئی اور انوکھی اشیا کی تخلیق ہوتی ہے۔ حقیقی وقت میں وجود رکھنا، معمولی
(تسلسلی) وقت کی جگڑ بند یوں سے آزادی کے مترادف ہے۔ حقیقت میں موجود رہ کر، تسلسلی
وقت کو لمحہ بہ لمحہ تخلیق کرتے ہیں اور یہ تخلیق بالکل آزادانہ اور غیر مقلدانہ ہوتی ہے۔ وقت کی اس
آزاد تخلیقی حرکت پر زندگی کی ساری جدوجہد کا دار و مدار ہے۔^۷

إِنَّا كُلُّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ (القمر: ۴۹) ہم نے ہر چیز کو ٹھہرا کر (اندازے پر) پیدا کیا۔
اس آیت کی تفسیر میں اوپر ڈاکٹر رضی الدین صدیقی کا بیان مذکور ہوا۔

اگر رمز حیات آگہی، مجھے و مگنیر دے لے کہ از خلشِ خارا آرزو پاک است
[ص ۲۶۴]

وہ دل ہی کیا جو آرزو سے خالی ہو۔

صفحات ۲۴۸، ۲۵۵، ۲۵۷ کی آیات ملاحظہ ہوں۔

خنک انساں کہ جانش بیقرار است سوارِ راہوارِ روزگار است
قبائے زندگی بر قائمشِ راست کہ او نوا فرین و تازہ کار است
[ص ۲۶۶]

انھی صفحات ۲۴۸، ۲۵۵، ۲۵۷ کی آیات ملاحظہ ہوں۔

عشق نے علم سے کہا:

ز افسون تو دریا شعلہ زار است ہوا آتش گزار و زہر دار است
چو با من یار بودی، نور بودی بریدی از من و نور تو نار است
بہ خلوت خانہ لاہوت زادی
ولیکن درخِ شیطان فتادی

[ص ۲۶۷]

اقبال کے نزدیک وہ علم، وہ عقل اور وہ فلسفہ مردود ہے جو عمل کے لیے آمادہ نہ کر سکے اسی عمل کے جذبے کو وہ عشق کہتے ہیں۔ صفحہ ۲۲۵ کی آیت کے ساتھ اس کی تفصیل آچکی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (م ۱۰۳۴ء) نے بھی فرمایا ہے کہ وہ علم بے کار ہے جس پر عمل نہ ہو اور وہ عمل بے کار ہے جس میں اخلاص نہ ہو۔^۵

پیش تو نزدِ ما کے
سالِ تو پیشِ ما دے

اے بکنارِ تو یہی
ساختہٴ بہ شننے
ما تلاشِ عالمے، مے نگریم و مے رویم

[ص ۲۷۰]

نظم ”سرود انجم“ کے یہ اشعار ہیں کہ انسان نے چھوٹی چھوٹی چیزوں پر اکتفا کر لیا ہے حالانکہ وہ بڑے بڑے کاموں کے لیے پیدا کیا گیا تھا۔ وہ اللہ کا خلیفہ اور نائب ہے اسے اپنے منصب کے مطابق کارنامے انجام دینے تھے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ
وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنَاهُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَ
فَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا
تَفْضِيلًا (بنی اسرائیل: ۷۰)

اور البتہ ہم نے آدم کی اولاد کو بزرگی دی اور
ان کو مسلط کر دیا خشکی اور تری میں اور ان کو
روزی دی اچھی اچھی چیزوں سے اور ان کو
بڑی فضیلت دی بہتوں پر جن کو ہم نے پیدا
کیا ہے۔

ز دستِ کسے طعمہٴ خود نگیر
نکو باش و پندِ نکویاں پذیر

[ص ۲۷۳]

اس نظم میں باز کی نصیحت اپنے بچے کے لیے ہے اور یہ نصیحت ایک انسان کے لیے بھی ہے کہ وہ کسی کا محتاج نہ بنے۔

صفحات ۲۲۵، ۲۳۰، ۲۳۵ کی آیات دیکھیں۔

تپش می کند زندہ تر زندگی را
تپش می دهد بال و پر زندگی را

[ص ۲۷۴]

جب تک تڑپ اور بے قراری نہ ہو، زندگی زندگی نہیں ہے۔
صفحات ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸ کی آیات دیکھیں۔

بو علی اندر غبارِ ناقہ گم
دستِ رومی پردہٴ محمل گرفت

[ص ۲۷۶]

فلسفی صرف سوچتا رہ جاتا ہے اور عاشق اپنے مقصد تک پہنچ جاتا ہے۔

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي
سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ
اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ
عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً ۗ وَكَلَّا اللَّهُ
الْحُسْنَى ۗ وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى
الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا

ثواب میں۔ (النساء: ۹۵)

”کرمکِ شبِ تاب“ (جگنو) کا سوز بھی اقبال کو پسند ہے۔

در تیرہ شبانِ مشعلِ مرغانِ شبِ استی
آل سوز چہ سوز است کہ درتاب و تب استی
گرمِ طلبِ استی

[ص ۲۷۷]

”سرم گرمِ عمل“ ہونا ہی زندگی ہے۔ صفحہ ۱۹۸، ۱۹۹ کی آیات دیکھیں۔

ناقۃٌ سیارِ من

آہوئے تاتارِ من

تیزترک گام زن، منزلِ ماڈرنیست

[ص ۲۷۹]

اوپر والے صفحات کی آیات یہاں بھی ملحوظ رہیں۔

”مجاورہ مابین خدا و انسان“ میں انسانی صلاحیتوں اور کارگزاریوں کا ذکر ہے۔

انسان کہتا ہے:

تو شبِ آفریدی چراغِ آفریدم سفالِ آفریدی ایامِ آفریدم

بیابان و کہسار و راغ آفریدی خیابان و گلزار و باغ آفریدم
 من آنم کہ از سنگ آئینہ سازم
 من آنم کہ از زہر نوشینہ سازم

[ص ۲۸۴]

سورہ ابراہیم: میں اللہ پاک نے اپنی ”انسان نوازی“ کا ذکر اس طرح کیا ہے:

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَ
 أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ
 الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمْ
 الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ
 وَسَخَّرَ لَكُمْ الْأَنْهَارَ وَ سَخَّرَ لَكُمْ
 الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبِينَ وَ سَخَّرَ لَكُمْ
 اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَاتَّكُم مِّنْ كُلِّ مَا
 سَأَلْتُمُوهُ وَإِن تَعَدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا
 تُحْصُوهَا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ
 (ابراہیم: ۳۲-۳۴)

اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین بنائی اور
 آسمان سے پانی اتارا تو اس سے کچھ پھل
 تمہارے کھانے کو پیدا کیے اور تمہارے لیے
 کشتی کو مسخر کیا کہ اس کے حکم سے دریا میں
 چلے اور تمہارے لیے ندیاں مسخر کیں اور
 تمہارے لیے سورج اور چاند مسخر کیے جو
 برابر چل رہے ہیں اور تمہارے لیے رات
 اور دن مسخر کیے اور تمہیں بہت کچھ منہ مانگا
 دیا اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کر سکو گے۔
 بے شک آدمی بڑا ظالم بڑا ناشکر ہے۔

ازاں مے فشاں قطرہ بر کشیری کہ خاکسترش آفریند شرارے

[ص ۲۸۶]

اہل کشمیر کو ان کے سرمایہ داروں نے مفلس بنا دیا ہے۔ انھیں چاہیے کہ بیدار ہوں۔

يَأْيُهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم
 بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ
 تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ
 اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے
 کے مال غلط طریقے سے نہ کھاؤ۔ لیکن دین
 (مفاد و نفع) آپس کی رضا مندی سے ہو اور
 اپنے آپ کو (یا باہم) قتل نہ کرو۔
 (النساء: ۲۹)

زد بانگ کہ شائیم و کارم بہ زمیں چست

صحر است کہ دریاست تیرِ بال و پر ماست!

[ص ۲۸۷]

مسلمان جس کو شاہین سے تشبیہ دی جاتی ہے آسمانوں اور زمین کے اندر تک کی تمام چیزوں کو مسخر کر سکتا ہے اور ہر چیز پر غالب ہو سکتا ہے۔

وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي
الْاَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (الجاثیہ: ۱۳)

اور زمین میں ہے، سب کا سب اپنے حکم
اور تمہارے لیے مسخر کیا جو کچھ آسمانوں میں
سے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں، سوچنے
والوں کے لیے۔

فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۙ

تو بے شک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔

(المائدہ: ۵۶)

اور جو اللہ کو، اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ایمان والوں کو اپنا دوست بنائے۔
”کرک شب تاب“ کہتا ہے:

اگر شب تیرہ تراز چشم آہوست خود افروزم چراغِ راہِ خویشم

[ص ۲۸۷]

خود اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانا چاہیے۔ اسی قسم کا مضمون اس سے پہلے والے شعر میں ملتا ہے۔

شدم محضرتِ یزداں، گذشتم از مہ و مہر کہ در جہان تو یک ذرہ آشنا یم نیست
جہاں تہی زدل و مشت خاک من ہمہ دل چمن خوش است و لے در خور نوایم نیست
تیسے بہ لب او رسید و ہیج کلفت

[ص ۲۸۸]

میں سراپا دل یعنی سراپا آرزو ہوں۔ صفحات ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸ کی آیات دیکھیں۔ عشق کی
کیفیات بتائی ہیں۔

از جلوہ علم بے نیازم سوزم، گریم، تیم، گدازم

[ص ۲۹۲]

عشق (دھن، لگن) انسان کو اسی طرح بے قرار بنا دیتا ہے یعنی عمل کے لیے تڑپ پیدا

کردیتا ہے۔ اس سے پہلے شعر والی آیات یہاں بھی دیکھیں۔

ع اگر خواہی حیات، اندر خطرزی

[۲۹۳ص]

زندگی نام ہی مشکلات کا مقابلہ کرنے کا ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ ۝ بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

(البلد: ۴)

ہست میں میکدہ و دعوت عام است میں جا قسمت بادہ باندا زہ جام است میں جا
[۲۹۴ص]

یہ دنیا عمل والوں کی ہے۔ جو جتنا کرے گا اتنا ہی پائے گا۔

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَنْ
دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے گا
يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝
(الزلزال: ۷-۸) اسے دیکھے گا۔

گفتم کہ شوق سیر نبردش بہ منزله
گفتا کہ منزله شوق مضمر است

[۲۹۵ص]

یعنی کوشش کرنا ہی مقصد ہونا چاہیے۔ مقصد حاصل کرنا مقصد نہیں ہے۔ صفحہ ۲۱۵ کی آیت
(آل عمران: ۱۵۹) دیکھیں۔

زشر ستارہ جویم، زستارہ آفتابے
سر منزله نہ دارم کہ بمیرم از قرارے

[۲۹۷ص]

اس سے پہلے والے شعر کی آیت یہاں کے لیے بھی کافی ہے۔

ع ہستم اگر می روم، گر نہ روم نیستم!

[۲۹۸ص]

میرا حرکت کرنا (عمل) ہی زندگی کی دلیل ہے۔ مردہ شخص حرکت نہیں کرتا۔ حرکت اور عمل ہی سے کامیابی ہے۔

لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ۝
انسان نہ پائے گا مگر وہ جو کوشش کی۔

(النجم: ۳۹)

طارق چو برکنارہ اندلس سفینہ سوخت گفتند کارِ تو بہ نگاہِ خرد خطاست
[ص ۲۹۹]

طارق نے سفینہ جلا دینے کے بعد لوگوں سے خطاب کیا:

”يَا أَيُّهَا النَّاسُ ائِنَ الْمَفْرَىٰ الْبَحْرُ مِنْ
ورائكم والعدو امامكم وليس لكم
والله الا الصدق والصبر“
اے لوگو! راہِ فرار کوئی نہیں۔ سمندر تمہارے
پیچھے اور دشمن تمہارے سامنے ہے۔ خدا کی
قسم، اب صبر و ثبات اور مجاہدانہ ذوق و شوق
کے سوا تمہارا کوئی ساتھی نہیں۔

اقبال کے اسی قطعے کا آخری مصرع یہ ہے:

ع ہر ملک ملکِ ماست کہ ملکِ خدائے ماست

[ص ۲۹۹]

قُلِ اللَّهُمَّ مَلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ
مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ
وَتُعْزِّزُ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ
بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيرٌ ۝ (آل عمران: ۲۶)

آپ عرض کریں کہ اے اللہ، ملک کے
مالک، تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس
سے چاہے سلطنت چھین لے اور جسے
چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت
دے۔ ساری بھلائی تیرے ہاتھ ہے۔

بے شک تو سب کچھ کر سکتا ہے۔

وَتَبَرَّكَ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۝ (الزخرف: ۸۵)

اور بڑی برکت والا ہے وہ کہ اسی کے لیے
ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ

ان کے درمیان ہے۔

زی سحر بیکرانہ چہ مستانہ می رود در خود یگانہ از ہمہ بیگانہ می رود
[ص ۳۰۰] حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم، تمام پیغمبروں (علیہم السلام) کی طرح، اللہ پاک کے یہاں سے پیام لے کر آئے لیکن صرف ان کو یگانہ بنایا گیا کہ ان کے ہاتھوں دین کی تکمیل ہوئی اور صرف ان کو رحمۃ للعالمین بنایا گیا۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝
اور ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر رحمت بنا کر
(الانبیاء: ۱۰۷) تمام جہانوں کے لیے۔
اقبال نے اس شعر والی نظم ”جوئے آب“ کو گونے کی نظم ”نغمہ محمدؐ“ کا ایک آزاد ترجمہ کہا ہے۔

اقبال نے بہشت کے متعلق کہا ہے:

ع کہ یزداں دارد و شیطان نہ دارد

[ص ۳۰۲]

در اصل حق و باطل کے ٹکراؤ ہی سے حق کی قدر ہوتی ہے۔ بہشت میں یہ چیز کہاں؟
إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ
لَهُمْ جَنَّاتُ الْفُردُوسِ نُزُلًا ۝ خَالِدِينَ فِيهَا
وہ ہمیشہ انہی میں رہیں گے، ان سے جگہ بدلنا
لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا ۝
(الکہف: ۱۰۷-۱۰۸) نہ چاہیں گے۔

عشق است کہ در جانت ہر کیفیت انگیزد از تاب و تب رومی تا حیرت فارابی
[ص ۳۰۳] صفحہ ۲۲۲، ۲۲۵ اور ۲۷۶ کی آیتیں دیکھیں:

گرد را بیم ولے ذوق طلب جوہر ماست بندگی باہمہ جبروتِ خدائی مفروش
[ص ۳۰۴]

اللہ سے عاجزی ہی مانگنا چاہیے۔
أَذْعُوا رَبِّكُمْ تَضَرُّعًا وَ خُفْيَةً إِنَّهُ لَا
يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝ (الاعراف: ۵۵) شک حد سے بڑھنے والے اُسے پسند نہیں۔

ع آدم از بے بصری، بندگی آدم کرد

[ص ۳۰۴]

انسان کو صرف اللہ کے آگے جھکنا سکھایا گیا تھا لیکن وہ غیر اللہ کے آگے جھکنے لگا اور خود اپنی توہین کرنے لگا۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ
اور اللہ کے ساتھ دوسرے خدا کو نہ پوج۔ اس
(القصص: ۸۸) کے سوا کوئی خدا نہیں۔

آں سخت کوش چيست که گیرد ز سنگ آب محتاج خضر مثل سکندر نمی شود
ص ۳۰۵

وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِبْ
اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم کے
لِیْءِ پَانِي مَانِكَا تُو هِم نَ فَرَمَا، اس پتھر پر اپنا
عصا مارو۔ فوراً اس میں سے بارہ چشمے بہ نکلے۔
عَشْرَةَ عَيْنًا (البقرہ: ۶۰)

گریز از طرزِ جمہوری، غلام پنختہ کارے شو کہ از مغرِ دو صد خرقہ انسانے نمی آید
[ص ۳۰۵]

پنختہ کار غلام (اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا) بن جانا ہزاروں جمہوریتوں سے
کہیں افضل ہے جہاں صرف پارٹی بازی اور نفسا نفسی ہوتی ہے۔

وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ
اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ
وَسَلْمِ كِي فَرَمَانِ بَدَارِي كِرُو كِ تُو اللّٰهُ تَمَّ هَارِے
كِسِي عَمَلِ كَاتَمَّ حِصِينِ نَقْصَانِ نَدِے كَا۔
(الحجرات: ۱۴)

حدیثِ عشق بہ اہل ہوں چرمی گوئی
پچشمِ مور مکش سرمہ سلیمانی!

[ص ۳۰۶]

مغرب والوں کو تبلیغ کرنے سے کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا۔ وہ ہوا و ہوس اور وطنیت کے
بتوں کی زیادہ پوجا کرتے ہیں۔

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بَغَيْرِ هُدًى
اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اپنی خواہش
مِنَ اللَّهِ ۗ (القصص: ۵۰) کی پیروی کرے اللہ کی ہدایت سے جدا۔

ع دریں خانہ جز من متاعے کجاست

[ص ۳۰۷]

یہ بات غنی کاشمیری نے اپنے لیے کہی تھی، لیکن انسان کے لیے بھی صادق آتی ہے کیونکہ اسی کے لیے یہ دنیا بنائی گئی ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ
اور بے شک ہم نے برتری دی آدم کی اولاد کو
وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَ
اور خشکی و تری میں اس کو سوار کر دیا اور عمدہ
فَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا
اور پاک چیزوں کی ان کو روزی اور اپنی
تَفْضِيلًا ۗ (بنی اسرائیل: ۷۰) بہت سی مخلوقات پر ان کو فضیلت دی۔
قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي
کہا آپ کے رب نے فرشتوں کو، مجھ کو بنانا
الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ۗ (البقرہ: ۳۰) ہے زمین میں ایک نائب۔
اللہ کا نائب (جانشین۔ خلیفہ) ہی اس دنیا کو برتنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

اُمّتی بود کہ ما از اثر حکمتِ او

واقف از سر نہاں خانہ تقدیر شدیم

[ص ۳۰۸]

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ
آپ فرمادیں، اے لوگو، میں تم سب کی
جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ
طرف اس اللہ کا رسول ہوں کہ آسمانوں اور
وَالْاَرْضِ ۗ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۗ
زمین کی بادشاہی اس کو ہے۔ اس کے سوا
فَأٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِي
کوئی معبود نہیں جلائے اور مارے۔ تو ایمان
يُوْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهِ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ
لاؤ اللہ اور اس کے رسول بے پڑھے، غیب
تَهْتَدُوْنَ ۗ (الاعراف: ۱۵۸) کی باتیں بتانے والے پر جو اللہ اور اس کی
باتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی غلامی
اختیار کرو کہ تم راہ پاؤ۔

نظم ”عشق“

آں حرفِ دلِ فروز کہ راز است و راز نیست
من فاش گویمت کہ شنید از کجا شنید؟
دزدید ز آسمان و بہ گل گفت شبنمش
بلبل ز گل شنید و ز بلبل صبا شنید

[ص ۳۱۰]

یعنی ہر جگہ عشق کا فرما ہے۔

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيُبْلُوَكُمْ
أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيزُ
الْعَفُورُ (المک: ۲)
عمل کرنے والا ہے اور وہ غالب بخشنے والا ہے۔
هُوَ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ
فِيهَا (هود: ۶۱) اس میں۔

ہر تخلیق نہ صرف اپنے خالق کے وجود کا ثبوت پیش کرتی ہے بلکہ خود اس کا پیدا ہونا بھی ایک
حرکت اور عمل کی غمازی کرتا ہے جسے عشق سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔
انسان جو ”تہذیب“ کا دعویٰ دار ہے ”جنگ“ (جو نفس و ہوا کے لیے ہو) کے وقت درندہ
نظر آتا ہے۔

دیدم چو جنگِ پردہ ناموسِ او درید
جز یسفک الدماء، خصیمِ مسببِ نبود!

[ص ۳۱۰]

یہ وہ انسان ہے جس کے متعلق فرشتوں نے بھی اللہ پاک سے کہا تھا:

قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَ
يَسْفِكُ الدِّمَاءَ؟
وہ بولے کیا ایسے کو (اپنا نائب) بنائے گا جو اس
میں فساد پھیلائے گا اور خونریزیوں کرے گا؟

(سورة البقرة: ۳۰)

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ
(اللہ نے) انسان کو پیدا کیا نطفہ سے، تو اسی

(النحل: ۴) لیے وہ کھلا جھگڑا ہے۔

بہ علم غزہ مشو، کارِ مے کشی دگر است
فقہ شہر گریبان و آستین آلود

[ص ۳۱۳]

خواہ مخواہ اپنی علمیت کا ڈھنڈورا پیٹنا اور صحیح بات کی تک نہ پہنچنا علم نہیں ہے۔
سورہ آل عمران میں اہل کتاب کو فرمایا گیا ہے:

فَلِمَ تَحَاجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ
وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝

(آل عمران: ۶۶)

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ
السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ
كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ۝

اور اس بات کے پیچھے مت پڑ جس کا تجھے علم
نہیں۔ بے شک کان اور آنکھ اور دل ان
سب سے سوال ہونا ہے (کہ تم نے ان سے
کیا کام لیا)۔ (بنی اسرائیل: ۳۶)

خرد افزود مرا درسِ حکیمانِ فرنگ
سینہ افروختِ مرا صحبتِ صاحبِ نظراں
[ص ۳۱۵]

مغربی فلسفیوں سے وہم و گمان والی عقل کو ترقی ہوتی ہے اور ”صاحبِ نظر“ لوگوں کی صحبت
میں، سینے میں عمل کے لیے گرمی پیدا ہوتی ہے۔

سورۃ الفتح میں حضورِ نور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھنے والوں کے لیے کہا گیا ہے:
مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ
عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ
اور ان کے ساتھ والے (اصحاب) کافروں
پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔ (الفتح: ۲۹)

حق کے لیے سینہ سپر ہونا اور ہر قربانی کے لیے تیار رہنا دراصل ان اصحاب کا شیوہ تھا۔ صحیح
”صاحبِ نظر“ لوگ وہی تھے۔

بہ نوریانِ زمنِ پابہ گل پیامے گوے
حذر ز مشقتِ غبارے کہ خویشتنِ نگر است!

[ص ۳۱۶]

فرشتے، انسان کی خود نگری سے محروم ہیں۔ انسان اللہ کا نائب ہے اس لیے اس کے منصب کا تقاضا ہے کہ اپنے منصب کے مطابق ہی عمل پیش کرے۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ
وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ
لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ
(الانعام: ۱۶۵)

اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں نائب
کیا اور تم میں ایک کو دوسرے پر درجوں
بلندی دی کہ تمہیں آزمائے اس چیز میں جو
تمہیں عطا کی۔

نوازینم و بہ بزمِ بہاری سوزیم
شر بہ مشقتِ پر ما ز نالہ سحر است
[ص ۳۱۶]

سورۃ المزمل میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سحر خیزی کا ذکر ہے جس سے امت کو سبق دیا ہے:
إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ
(نفس کے) اور بات خوب ٹھیک نکلتی ہے۔
(المنزل: ۲)

ع بہ کیشِ زندہ دلاں زندگی جفا طلبی است

[ص ۳۱۷]

مشکلات کا مقابلہ کرنا عین زندگی ہے۔
لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ
ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا۔

(البلد: ۴)

سورۃ الانعام کی آیت ۱۶۶ بھی دیکھیں۔

چو موج سازِ وجودم ز سبیلِ بے پروا است
گماں مبر کہ دریں بحرِ ساحلے جویم

[ص ۳۱۸]

طوفان کی پروا نہیں اور ساحل کی تلاش نہیں۔ صرف مشکلات کو دعوت دینا انسان کی زندگی ہے۔ صفحہ ۳۱۷ کی آیت دیکھیں۔

گر چہ متاعِ عشق را، عقل بہائے کم نہد من ندہم بہ تختِ جم، آہِ جگر گداز را
[ص ۳۱۹]

عشق ہی صحیح راہ پر لے چلتا ہے کیونکہ وہ عملِ صالح کے لیے ولولہ پیدا کرتا ہے۔ ایسے عشق کے سامنے اس عقل کی کوئی حیثیت نہیں جو صرف سوچنا سکھاتی ہے اور مشکلات کی بھیانک شکل دکھا کر انسان کو عمل سے روک دیتی ہے جسے ضلالت کہتے ہیں۔ اہلِ ضلالت کی مذمت قرآن پاک میں اس طرح ہے:

أُولَئِكَ الَّذِينَ اسْتَرَوْا الضَّلَاةَ بِالْهُدَىٰ ۗ
فَمَا رَبِحَتْ تِجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا
مُهْتَدِينَ ۝ (البقرہ: ۱۶)

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی تو ان کا سودا کچھ نفع نہ لایا اور وہ سودے کی راہ جانتے ہی نہ تھے۔

پچشمِ عشق نگر تا سراغِ او گیری جہاں پچشمِ خرد سیماء و نی رنگ است
[ص ۳۲۱]

اس کے اوپر والی آیت دیکھیں۔
مرزِ حیات جوئی جز در تپش نیابی
صفحہ ۳۱۷ کی آیت دیکھیں۔

[ص ۳۲۲]

از نالہ بر گلستاں آشوبِ محشر آور تادم بہ سینہ پیچد مگزار ہاے و ہورا
فَاَصْدَعُ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ
الْمُشْرِكِينَ ۝ (الحجور: ۹۴)

پس علانیہ کہہ دو جس بات کا تمہیں حکم ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو (یعنی مشرکوں کی ملامت کی پروا نہ کرو)۔

ع جرم ما از دانہ، تقصیر او از سجدہ
[ص ۳۲۳]

سورۃ البقرہ میں یہ واقعات ہیں:

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا
إِلَّا إِبْلِيسَ ۖ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ
الْكَافِرِينَ ۝ وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ
وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ
شِئْتُمَا ۖ وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا
مِنَ الظَّالِمِينَ ۝ فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا
فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ ۖ وَقُلْنَا اهْبِطُوا
بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ
مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۝

(البقرہ: ۳۴-۳۶)

اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو
سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس
کے کہ منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔ اور
ہم نے کہا، اے آدم! تُو اور تیری بیوی اس
جنت میں رہو اور کھاؤ اس میں سے بے
روک ٹوک جہاں تمہارا جی چاہے مگر اس پیڑ
کے پاس نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں
میں ہو جاؤ گے۔ تو شیطان نے اس سے
(جنت سے) انھیں لغزش دی اور جہاں
رہتے تھے وہاں سے انھیں الگ کر دیا اور ہم
نے کہا، نیچے اترو، آپس میں ایک تمہارا
دوسرے کا دشمن اور تمہیں ایک وقت تک
زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے۔

خوش آنکہ زحمتِ خرد را بہ شعلہٗ مے سوخت
مثالِ لاله متاعِ ز آتشے اندوخت

[ص ۳۲۵]

مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے عقل سے گزر کر عشق کو خرید ا۔
صفحہ ۳۱۹ کی آیت دیکھیں۔

نزوں قبیلہٗ آلِ پختہ کار باد کہ گُفت
چراغِ راہِ حیات است جلوۂ امید

[ص ۳۲۶]

امید ہی زندگی کو زندگی بخشتی ہے۔ مایوسی اور قنوطیت سے بے عملی پیدا ہوتی ہے۔
ابراہیم علیہ السلام کے سلسلے میں سورۃ الحجر کی آیات میں ہے:

قَالُوا بِشَرِّكَ بَالِحَقِّي فَلَا تَكُنْ مِّنَ
الْفٰئِطِيْنَ ۝ قَالَ وَمَنْ يَّقْنُطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهٖ
اِلَّا الضَّالُّوْنَ ۝ (الحجر: ۵۵-۵۶)

(فرشتوں نے) کہا، ہم نے آپ کو سچی
بشارت دی ہے۔ آپ ناامید نہ ہوں۔ کہا
(ابراہیم علیہ السلام نے)، اپنے رب کی رحمت
سے کون ناامید ہوگا۔ مگر وہی جو گمراہ ہوئے۔

گفتند لب بہ بند و ز اسرار ما گلو گفتم کہ خیر! نعرۃ تکبیرم آرزوست

[ص ۳۲۷]

اسلام اور قرآن کی تعلیم کا خلاصہ اس بلاغت کے ساتھ اس شعر میں دیا ہے کہ اس کا جواب
نہیں، یعنی اللہ پاک کے تمام اسرار کا خلاصہ لا الہ الا اللہ ہے۔ غیر اللہ سے جب تک انسان
بغاوت نہ کرے وہ اللہ کا بندہ نہیں ہو سکتا۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ الْهٰٓءَاخِرَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَ
اور اللہ کے ساتھ دوسرے خدا (دوسری
طاقت) کو نہ پوج۔ اُس کے سوا کوئی خدا
(قصص: ۸۸)
(طاقت) نہیں۔

ع گر نگاہ تو دو بین است ندین آموز

[ص ۳۲۷]

اگر تو غیر اللہ کو بھی دیکھتا ہے تو آنکھیں ہی بند کر لینا بہت ہے۔ اُوپر کی آیت اس کے لیے
بھی کافی ہے۔

تا کجا در تہ بال دگراں می باشی در ہوائے چمن آزادہ پریدن آموز

[ص ۳۲۸]

غیر اللہ کا محتاج ہونا اللہ کے بندے کو زیبا نہیں۔ وہی اُوپر والی آیت اس کے لیے بھی کافی ہے۔

ع تو دل گرفتہ نہ باشی کہ عشق تہا نیست ک

[ص ۳۲۹]

یَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتٰى
اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝

جس دن کہ نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد، مگر
ہاں جو اللہ کے پاس پاک دل لے کر آئے

(الشعراء: ۸۸-۸۹) (یہ پاک دل، عشق و عمل والا ہوتا ہے)۔

گر بنجو دمکام شوی سیلِ بلا انگیز چیت
مثلِ گوہر در دلِ دریا نشستن می توان

[ص ۳۰۳]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَ
رَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ
اے ایمان والو! صبر کرو اور صبر میں دشمن سے
آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی
کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ
(آل عمران: ۲۰۰)
کامیاب ہو۔^۵

من فقیر بے نیازم مشربم این است و بس
مومیائی خواستن نتواں، شکستن می توان
[ص ۳۳۰]

بانگِ در میں بھی کہا ہے:

مومیائی کی گدائی سے تو بہتر ہے شکست
مور بے پر، حاجتے پیش سلیمانے مبر

[ص ۲۹۴]

غیر اللہ کا محتاج ہونے سے بہتر ہے کہ ختم ہو جائے۔ مومن کے لیے اللہ کافی ہے۔
وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا
اور اللہ پر بھروسہ کرو اور اللہ کافی ہے کام
(الاحزاب: ۳) بنانے والا۔
إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ
بے شک جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ
أَمْثَلُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنَّ
تمہارے ہی جیسے بندے ہیں۔ سوا اگر تم سچے
كُنْتُمْ صَادِقِينَ
ہو تو تم انہیں پکارو۔ پھر ان کو چاہیے تمہیں
(الاعراف: ۱۹۴) جواب دیں۔

در عشق و ہوساکی دانی کہ تفاوت چیت
آں تیشہ فرہادے، ایں حیلہ پرویزے

[ص ۳۳۱]

عشق محض مشکلات کی دعوت دیتا ہے۔

وَلَا تَهْنُؤُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ (آل عمران: ۱۳۹)

اور نہ ہمت ہارو اور نہ غم کرو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن رہے۔

نشانِ راہ ز عقلِ ہزار حیلہ پرس
بیا کہ عشق کمالے زیک فنی دارد
[ص ۳۳۳]

صفحہ ۳۱۹ کی آیت دیکھیں۔

نہ بہ امر و زاسیرم، نہ بہ فردانہ بہ دوش
نہ نشپے نہ فرازے، نہ مقامے دارم
[ص ۳۳۴]

اسلام کسی زمانے اور کسی مقام تک محدود نہیں۔ وہ ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ رہے گا سب کا تھا اور سب کے لیے ہے۔ زمان و مکان کا پابند نہیں۔

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ۝
بے شک اللہ کے ہاں اسلام ہی دین ہے۔
(آل عمران: ۱۹)

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝
اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں میں سے ہے۔
(آل عمران: ۸۵)

بشارخ زندگی مانے ز تشنہ لہی است
تلاشِ چشمہٴ حیواں دلیلِ کم طلبی است

[ص ۳۳۴]

پیا سا ہونا پیاس بجانے سے بہتر ہے اور مقصد کے حصول کے لیے کوشش کرنا کم طلبی ہے بلکہ کوشش ہی کو اپنا مقصد بنانا چاہیے، جیسا کہ ارشاد ہے:

”السعی منی والا تمام من اللہ“
کوشش میرا کام ہے اور انجام کو پہنچانا خدا کا کام ہے۔

وَ أَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى ۝
اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر جو اس نے کوشش

(النجم: ۳۹) کی۔

إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ (الانشراح: ۶) بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔

نہالِ تَرکِ ز برقِ فرنگِ بارِ آورد ظہورِ مصطفویٰ را بہانہ بولہبی است
[ص ۳۳۵]

بانگِ درِ صفحہ ۲۶۸ میں بھی ہے۔

اگر عثمانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے!

کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

[ص ۲۹۸]

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۝ (البقرہ: ۲۵۷) اللہ والی ہے مسلمانوں کا، انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

در دشتِ جنونِ من جبریلِ زبوں صیدے

یزداں بہ کمند آور اے ہمتِ مردانہ

[ص ۳۳۶]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی رفعت کی انتہا اپنی معراج میں بتادی کہ اللہ سے کس قدر قریب ہوا جا سکتا ہے۔

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ۝ پس اس جلوہ اور اس محبوبؐ میں دو ہاتھ کا

(النجم: ۹) فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

(سورۃ النجم کی ابتدائی اٹھارہ آیتوں میں معراج شریف کی تفصیل ہے)۔

در جہانِ استِ دلِ ما کہ جہاں در دلِ ماست

لبِ فرو بند کہ این عقدہ کشودن نتواں!

[ص ۳۳۶]

سورہ ق میں قلبِ نبیبِ والوں کے لیے بشارت ہے:

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ جو رُحْمٰن سے بے دیکھے ڈرتا ہے (اور جو)

(ق: ۳۳) رجوع کرتا ہو ا دل لایا۔

مُنِيبٍ ۝

اس شعر سے پہلے ہی یہ مصرع ہے:

ع بے تو بودن نتواں، باتونبودن نتواں

[ص ۳۳۶]

اسرارِ ازل جوئی؟ بر خود نظرے واکن

یکتائی و بسیاری، پنہانی و پیدائی

[ص ۳۳۷]

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ ۝ وَ فِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝
اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کو اور
خود تم میں، تو کیا تمہیں سوچتا نہیں؟

(الذاریت: ۲۰-۲۱)

(زمین میں جو نشانیاں ہیں وہ اللہ پاک کی قدرت اور حکمت پر دلالت کرتی ہیں اور تمہاری پیدائش میں اور تمہارے تغیرات میں اور تمہارے ظاہر و باطن میں اللہ پاک کی قدرت کے عجائب و غرائب موجود ہیں)۔

ہم باخود وہم باو، ہجر اں کہ وصال است ایں؟

اے عقل چہ می گوئی؟ اے عشق چہ فرمائی؟

[ص ۳۳۸]

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۝ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝
اور وہ تمہارے ساتھ ہے، تم کہیں ہو اور اللہ
تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔
(عقل یہ بات تسلیم کرے یا نہ کرے، عشق تو تسلیم کرتا ہے)۔

بگذر از عقل و در آویز بہ موجِ یمِ عشق

کہ در آں جوئے تنگ مایہ گہر پیدا نیست

[ص ۳۴۰]

عقل میں تنگی ہے اور عشق میں بڑی فراخی ہے۔ عشق کسی مشکل کو مشکل نہیں سمجھتا۔

زندگی رہو اں درنگ و تا زاست و بس قافلہ موج را جادہ و منزل کجاست

[ص ۳۴۱]

صفحہ ۳۳۴ کی آیت دیکھیں۔

غانفل ترے زمر و مسلمان نہ دیدہ ام دل در میان سینہ و بیگانہ دل است
[ص ۳۲۲]

مسلمان کے لیے تو اللہ پاک نے یہاں تک فرمایا ہے:

أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَ أَيْدُهُمْ بِرُوحٍ مِّنْهُ (المجادله: ۲۲)
یہ وہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان
نقش فرمادیا اور اپنی روح سے ان کی مدد فرمائی۔

در رہ عشق فلاں ابن فلاں چیزے نیست^۹ یڈ بیضائے کلیمے بہ سیا ہے بخشنند
[ص ۳۲۲]

إِنَّ أَحْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَقَكُمُّ (الحجرات: ۱۳)
بے شک عزت اللہ کے نزدیک اُس کی بڑی
ہے جس کا تقویٰ بڑا ہے (یعنی نسلی فضیلت
کوئی چیز نہیں)۔

کہا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام سانولے رنگ کے تھے (لیکن یہ کوئی مستند بات معلوم نہیں
ہوتی) بہر حال یڈ بیضا بھی اُن کا ایک معجزہ تھا۔

تو برنخل کلیمے بے محابا شعلہ می ریزی تو بر شمع پیتمے صورت پروانہ می آئی
[ص ۳۲۳]

إِذْ رَأَىٰ نَارًا فَقَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ
نَارًا لَّعَلِّي آتِيكُمْ مِنْهَا بِقَبَسٍ أَوْ أَجْدٍ
عَلَىٰ النَّارِ هُدًى ۝ (طه: ۱۰)
جب اُس (موسیٰ علیہ السلام) نے ایک
آگ دیکھی تو اپنی اہلیہ سے کہا ٹھہرو مجھے
ایک آگ نظر پڑی ہے۔ شاید میں تمہارے
لیے اس میں سے کوئی چنگاری لاؤں یا آگ
پر (آگ کے ذریعے) راستہ پاؤں۔

سورۃ الکہف: آیت ۷۷-۷۸ میں پیتموں کی دیوار کا ذکر ہے جس کی حفاظت کی گئی۔
بانگِ درا: صفحہ ۲۵۶ میں بھی دیوارِ پیتم کا ذکر ہے۔

مثل آئینہ مشو محو جمالِ دگراں از دل و دیدہ فرو شوے خیالِ دگراں
[ص ۳۲۳]

دوسروں کو نہ دیکھو۔ خود اپنے کو دیکھو۔ صفحہ ۳۳۷ کی آیت دیکھیں۔

اے کہ نزدیک تراز جانی و پناہاں زنگہ ہجر تو خوشترم آید ز وصالِ دگراں!
[ص ۳۴۵]

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۝
اور ہم اُس سے اُس کی شہ رگ سے زیادہ
(ق: ۱۲) قریب ہیں۔

بندے سے اللہ اتنا زیادہ قریب ہے، پھر بھی بندہ اس کو دیکھنا نہیں چاہتا۔

ہزار خیر و صد گونہ اثر در است ایں جا نہ ہر کہ نانِ جویں خورد حیدری داند
[ص ۳۴۵]

ایمان اصل قوت ہے۔ امیری غریبی کوئی چیز نہیں۔

وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ
الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝
اور عزت اللہ کی ہے اور اُس کے رسول
(صلی اللہ علیہ وسلم) کی اور ایمان والوں
کی، لیکن منافق نہیں سمجھتے۔
(المنافقون: ۸)

بانگِ درا: صفحہ ۲۵۲ میں بھی کہا ہے:

تری خاک میں ہے اگر شر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری

فرنگِ شیشہ گری کر دو جام و مینارِ بخت بچترم کہ ہمیں شیشہ را پری داند
[ص ۳۴۵]

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَهُمْ
ذَكَرَ اللَّهُ أُولَئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۝
ان پر شیطان غالب آ گیا تو انھیں اللہ کی یاد
بھلا دی۔ وہ شیطان کی جماعت ہی نقصان
اٹھانے والی ہے۔
(المجادلہ: ۱۹)

چو گو بیت ز مسلمان نا مسلما نے جزایں کہ پور خلیاں است و آزی داند!
[ص ۳۴۶]

مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمُّكُمْ
 دین، اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے،
 اگلی کتابوں میں اور اس قرآن میں (گویا
 اب ہم تو نام کے مسلمان ہیں کہ مسلمان ہو
 کر بت تراشی کرتے ہیں)۔

عشق در صحبتِ میخانہ بگفتار آید زانکہ در دیو حرم محرم اسرارش نیست
 [ص ۳۴۷]

دیو حرم والوں نے عشق چھوڑ دیا ہے۔ اب میخانے ہی میں عشق اور جوش والے نظر آتے
 ہیں۔ جن سے اس عشق کی توقع تھی، انہوں نے اسے پس پشت ڈال دیا ہے۔ اُوپر والی آیت اس
 کے لیے بھی مناسب ہے۔

کسے کہ زخمہ رساند بتا سازِ حیاتِ زمن بگیر کہ آں بندہ محرمِ راز است
 [ص ۳۴۷]

جو شخص جوش اور ولولہ پیدا کر دے اور عمل کے لیے آمادہ کر دے، دراصل وہی محرمِ راز ہے،
 کیونکہ دنیا بے کار نہیں بنائی گئی ہے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا
 الْعَبِثِينَ (الانبیاء: ۱۶) (الدخان: ۳۸)
 اور ہم نے نہیں بنائے آسمان اور زمین اور جو
 کچھ ان کے درمیان ہے۔ کھیل کے طور پر۔

بانوریاں بگو کہ زعقلِ بلند دستِ ما خاکیاں بدوشِ ثریا سوارہ ایم
 [ص ۳۴۸]

اللہ پاک نے انسان کو ”عقلِ بلند دست“ کی بدولت مجبور ملائک بنا دیا اور اپنا خلیفہ مقرر
 کیا۔ ص ۳۵۲ کی آیتیں دیکھیں۔

اس ”عقلِ بلند دست“ کو بالِ جبریل: غزل ۱۵، ص ۳۱۱ میں دانشِ نورانی سے تعبیر کیا ہے:
 اک دانشِ نورانی، اک دانشِ برہانی ہے دانشِ برہانی، حیرت کی فراوانی

تپش است زندگانی، تپش است جاودانی
ہمہ ذرہ ہائے خاکم دل بے قرار بادا

[ص ۳۴۹]

سورۃ الرحمن میں اللہ پاک نے خود اپنے متعلق فرمایا ہے:

كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (الرحمن: ۲۹) وہ ہر دن ایک دھندے میں ہے۔

سورۃ البقرہ میں بھی ہے:

لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ (البقرہ: ۲۵۵) اسے نہ اونگھ آئے اور نہ نیند۔

اسی طرح اس کے خلیفہ کے اوصاف ہونے چاہئیں۔

نظر تو ہمہ تقصیر و خرد کوتاہی نہ رسی جزبہ تقاضاے کلیم اللہی

[ص ۳۵۰]

موسیٰ علیہ السلام نے اللہ پاک سے عرض کی:

قَالَ رَبِّ ارْنِيْ اَنْظُرُ اِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرِنِيْ وَلَكِنْ اَنْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنْ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرِنِيْ ۗ

عرض کی، اے رب میرے! مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں۔ فرمایا، تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا، ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھو،

یہ اگر اپنی جگہ ٹھہرا ہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ

لے گا۔ (موسیٰ علیہ السلام جیسا تقاضا ہو تو

دیدار الہی یعنی مقصد حاصل ہو سکتا ہے)۔

اے مسلمان وگرا عجازِ سلیمان آموز دیدہ برخاتم تو اہرمنے نیست کہ نیست

[ص ۳۵۱]

سورۃ الانبیاء میں سلیمان علیہ السلام کے لیے مسخر ہونے والوں میں پہاڑ (آیت ۷۹) تیز

ہوا (آیت ۸۱) اور اہرمن (شیطان) بھی تھے۔ آیت ۸۲ میں اہرمن سے متعلق ارشاد ہے:

وَمِنَ الشَّيْطَانِ مَنْ يَّعُوْصُوْنَ لَهُ وَيَعْمَلُوْنَ

اور شیطانوں میں سے (مسخر تھے) جو اس

عملاً دُونِ ذٰلِكَ ۗ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ۝

کے لیے غوطہ لگاتے (جو اہرات نکالنے کے

(الانبیاء: ۸۲) لیے) اور اس کے سوا دوسرے کام کرتے
اور ہم انہیں روکے ہوئے تھے۔

دریں رباط کھن چشم عافیت داری؟ ترا بہ کش مکش زندگی نگاہے نیست
[ص ۳۵۲]

صفحہ ۳۳۹ کی آیات دیکھیے۔

شعلہ در آغوش دارد عشق بے پرواے من!
برخیزد یک شرار از حکمت نازاے من!

[ص ۳۵۲]

حکمت اور فلسفے نے عمل کے لیے آمادگی نہیں سکھائی لیکن عشق ہی تڑپ پیدا کر سکتا ہے۔
سورہ آل عمران میں انبیاء علیہم السلام کے ساتھیوں کی مشکل پسندی اور تڑپ کا ذکر آتا ہے:
وَكَأَيِّنْ مِنْ نَبِيِّ قُتِلَ مَعَهُ رِيبُونَ كَثِيرُونَ
فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ
الصَّابِرِينَ (آل عمران: ۱۴۶)

اور کتنے ہی انبیاء علیہم السلام نے جہاد کیا۔
ان کے ساتھ بہت سے خدا والے تھے۔ تو
وہ نہ سست پڑے ان مصیبتوں سے جو اللہ کی
راہ میں انہیں پہنچیں اور نہ کمزور ہوئے اور نہ
دبے۔ اور صبر والے لوگ ان کو محبوب ہیں۔
(یہاں صبر، ہمت اور عشق والوں کا ذکر
ہے۔ ورنہ وہ علم، حکمت یا فلسفہ جو صرف
سوچنا سکھائے اور عمل کے لیے آمادہ نہ
کرے، محض مردود ہے)

سورۃ الصّف میں ہے:

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا
تَفْعَلُونَ (الصّف: ۳)

کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو
جو تم نہ کرو۔

با خدا در پردہ گویم یا تو گویم آشکار
یا رسول اللہ! او پہنان تو بیدائے من!
[ص ۳۵۳]

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ
الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۝

آنکھیں اس کو نہیں پاتیں اور وہ نگاہوں کو پا
لیتا ہے۔ وہ لطیف اور باخبر ہے۔

(الانعام: ۱۰۳)

ع درونِ خویش نہ کاویدہ درخ از تو
حکم تو یہی تھا کہ اپنے اندر دیکھو۔

[ص ۳۵۳]

گرفتم اس کہ کتابِ خرد فرو خواندی
حدیثِ شوق نہ ہمیدہ درخ از تو

صفحہ ۳۵۲ کی آیات دیکھیں۔

[ص ۳۵۴]

دانش اندوختہ، دل زکف انداختہ
آہ زان نقدگراں مایہ کہ در باحثہ

[ص ۳۵۸]

عقل خود میں دگر و عقلِ جہاں میں دگر است
بالِ بلبلِ دگر و بازوے شاہینِ دگر است

[ص ۳۵۹]

رہزنی را کہ بنا کرد جہاں بانی گفت
ستمِ خواجگی او کمر بندہ شکست

[ص ۳۶۱]

صفحہ ۳۲۸ کی آیت دیکھیں۔

قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً
أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعزَّةَ أَهْلِهَا أَذَلَّةً وَ
كَذَلِكَ يَفْعَلُونَ ۝

بے شک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل
ہوتے ہیں تو اسے تباہ کر دیتے ہیں اور اس
کے عزت والوں کو ذلیل، اور وہ ایسا ہی

کرتے ہیں۔ (النمل: ۳۴)

انقلابے کہ تلخجہ بہ ضمیرِ افلاک
بینم و بیچ ندانم کہ چساں می بینم

[ص ۳۶۲]

إِنَّهٗ لَا يَأْتِسُّ مِنْ رُوحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ
بے شک اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں

الْكَفْرُونَ ۝ (یوسف: ۸۷) ہوتے مگر کافر لوگ۔

اقبال ہمیشہ اچھے مستقبل کی امید دلاتے ہیں۔

آنچہ بود است و نباید ز میاں خواہد رفت آنچہ بایست و نبود است ہماں خواہد بود
[ص ۳۶۲]

اس سے پہلے والی آیت اس کے لیے بھی کافی ہے۔

من ازیں بیش ندانم کہ کفن دزدے چند
بہر تقسیم قبور انجمنے ساختہ اند
صفحہ ۳۴۵ کی آیت دیکھیں۔

[ص ۳۶۳]

در ماں ز درد ساز اگر خستہ تن شوی خوگر بہ خار شو کہ سراپا چمن شوی
[ص ۳۶۵]

صفحہ ۳۳۲ کی آیتیں دیکھیں۔

فلسفی را با سیاست داں بیک میزاں مسخ
چشم آں خورشید کورے، دیدہ ایں بے نئے
آں تراشد قول حق را، حجت نا استوار
وین تراشد قول باطل را دلیل محکے!

[ص ۳۶۵]

سورہ آل عمران کی ایک آیت ان دونوں کے متعلق کافی ہے:

هَآنَئِنَّمْ هُوَآلَآءِ حَآجَجْتُمْ فِیْمَا لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ سُنْتے ہو (اے اہل کتاب تم) تم جو یہ ہو، اس
فَلَمْ تُحَآجُّوْنَ فِیْمَا لَیْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ میں جھگڑے جس کا تمہیں علم تھا، تو اس میں
وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ کیوں جھگڑتے ہیں جس کا تمہیں علم ہی
(آل عمران: ۶۶) نہیں۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

زخاک تابہ فلک ہر چہ ہست رہ پیماست
قدم کشائے کہ رفتار کارواں تیزاست

[۳۶۸ص]

هُوَ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ
فِيهَا (ہود: ۶۱) اس میں۔

اسی لیے ہر چیز میں اٹھنے اور بڑھنے کی صلاحیت رکھی ہے۔

جرمن فلسفی نیٹشے (Nietzsche) کے متعلق اقبال یہ رائے دیتے ہیں:

ع دیوانہ بہ کارگہ شیشہ گر رسید!

[۳۶۸ص]

ست عناصر کو جھوڑ کر زندہ کرنا چاہتا ہے اور ہر توڑ پھوڑ کو پسند کرتا ہے۔ صفحہ ۳۷۱ میں اس کے لیے یوں بھی کہا ہے:

ع قلب او مومن دماغش کافر است

[۳۷۱ص]

مشکلات کو خاطر میں نہ لانا ایک مومن کا طریقہ ہے۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا إِلَهَ إِلَّا
هُوَ (القصص: ۸۸) کو نہ پوج۔ اس کے سوا کوئی خدا (کوئی طاقت) نہیں۔

مسلمانوں کا کلمہ طیب یہی سکھاتا ہے یعنی پہلے ہر طاقت سے انکار کیا جائے تاکہ اللہ کے لائق ہو سکے۔ افسوس کہ نیٹشے نے غیر اللہ کے انکار کے ساتھ ہی عیسائیوں کے خدا کا بھی انکار کر دیا۔

من چہ گویم از مقام آں حکیم نکتہ سنخ
کردہ زرد شستے ز نسل موسیٰ و ہارون ظہور!

[۳۷۰ص]

حکیم آئن سٹائن یہودی تھا لیکن اس نے نظریہ اضافیت کا انکشاف کیا ہے اور بتایا ہے کہ:

ع از فراز آسماں تا چشم آدم یک نفس!

[۳۶۹ص]

اقبال اور قرآن

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیک نفس مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ، پھر عرش تک کی سیر کی اور واپس بھی تشریف لے آئے (اسی ایک لمحے میں)۔

سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت اور سورہ النجم کی ابتدائی اٹھارہ آیتیں ملاحظہ ہوں، (ان کا ذکر اوپر آچکا ہے)۔

علامہ نے رومی کا شعر نقل کیا ہے:

”بہ خرد راہ عشق می پوئی؟ بہ چراغ آفتاب می جوئی؟“

[ص ۳۷۲]

اس کے لیے صفحہ ۳۴۸-۳۵۲ کی آیات دیکھیں۔

جہاں راست بہروزی از دست مُرد ندانی کہ این تیج کار است دزد

[ص ۳۷۵]

قرآن پاک میں اچھے مزدور کے لیے سورہ القصص میں ذکر ہے:

إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ ۝ بے شک بہتر مزدور (نوکر) وہ جو قوی

(القصص: ۲۶) (طاقتور) امانت دار ہو۔

سرمایہ دار اور مزدور کے سلسلے میں مزید کوئی چیز نہیں ملتی۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ بے شک اللہ نیکوں کا نیک (انعام) ضائع

(التوبہ: ۱۲۰) نہیں کرتا۔

علامہ نے رومی کا شعر نقل کیا ہے:

”داند آں کونیک بخت و محرم است

زیر کی ز ابلیس و عشق از آدم است“

[ص ۳۷۷]

اللہ کے حکم کے آگے اپنی عقل کی شنی بگھارنا شیطان ہی کا کام ہے۔

سورہ البقرہ میں فرمایا:

أَبِي وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (شیطان) منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر

(البقرہ: ۳۲) ہو گیا۔

ع عقلے بہم رساں کہ ادب خوردہ دل است

[۳۷۷ص]

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرًا لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ
أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِيدٌ
(ق: ۳۷) اور متوجہ رہے (یعنی نیکی کی طرف وہی متوجہ
ہوسکتا ہے جو دل سے سمجھنے کی کوشش کرے)

جلوہ او بے کلیم و شعلہ او بے خلیل
عقل ناپروا متاع عشق را غارت گراست

[۳۷۸ص]

فرنگ میں جلوہ (روشنی، چمک) بہت ہے لیکن موسیٰ علیہ السلام کی کلیم الہی نہیں ہے اور نہ
وہاں کی گرمی (جوش اور ولولہ) میں ابراہیم علیہ السلام کی وہ گرمی ہے جس کے آگے آتش نمرود سرد
ہوئی تھی۔ ان کی عقل میں بھی وہ عشق نہیں ہے جس میں تقویٰ ہو۔

وَمَنْ يُعْظَمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى
الْقُلُوبِ ۝ (الحج: ۳۲) طریق عمل قلب کے تقویٰ کا نتیجہ ہے۔

تقویٰ وہ ایجابی صفت ہے جو پہلے دل سے تعلق رکھتی ہے پھر تمام جوارح وغیرہ سے۔
اقبال کی اصطلاح میں اسی کو عشق کہتے ہیں۔

اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَاهُمْ
ذِكْرَ اللَّهِ ۗ أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۗ
آلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخٰسِرُونَ ۝
(المجادلہ، ۱۹) جماعت ہی خسارے میں ہے۔

ع لالہ از داغِ جگر سوزِ دواے آورد

[۳۸۱ص]

ہر چیز میں گرمی، جوش اور عشق، محض دل و جگر کی وجہ سے ہے۔ اگنا اور بڑھنا ضروری ہے۔
(دل میں عشق اور جگر میں عمل کا جذبہ ہوتا ہے)۔

آمیزشے گجا گہر پاک او گجا از تاک بادہ گیرم و در ساغر انعم
[ص ۳۸۲]

آلَا لِلَّهِ الدِّينُ الخَالِصُ ط (الزمر: ۳) ہاں اللہ ہی کو بندگی خالص ہے۔
يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات
فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۗ پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں —
(ابراہیم: ۲۷) (مسلمان کا دین اور اس کی ہر بات کھری
ہوتی ہے اور اس میں آمیزش نہیں ہوتی)۔

زمر د بندہ کر پاس پوش و محنت کش نصیبِ خواجہ ناکردہ کار، رختِ حریر
[ص ۳۸۶]

سورۃ الذاریت میں نیکو کاروں کے متعلق ہے کہ ان کے مال میں سائل اور محروموں کا حق تھا:
وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ اور ان کے مالوں میں حق تھا سائل اور محروم کا۔
(الذاریت: ۱۹)

وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا ۗ وَتُحِبُّونَ اور میراث کا مال ہپ ہپ کھاتے ہو
الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ط كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ (حلال و حرام کی تمیز نہیں کرتے) اور مال کی
دَكًّا دَكًّا ۗ وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ نہایت محبت رکھتے ہو۔ ہاں ہاں جب زمین
صَفًّا صَفًّا ۗ وَجَاءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ ۗ ٹکرا کر پاش پاش کر دی جائے گی اور
يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ وَأَنَّى لَهُ الذِّكْرَى ط تمہارے رب کا حکم آئے گا اور فرشتے قطار
(الفجر: ۱۹-۲۳) قطار۔ اور اس دن جہنم لائی جائے گی۔ اس دن
آدمی سوچے گا (اپنی تقصیر کو سمجھے گا) اور اب

اسے سوچنے کا وقت کہاں؟

یہ آیتیں میراث کے ہٹپ کر جانے کے سلسلے میں ہیں جن سے یہی نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ

کسی کا حق مارنے پر کس قدر سخت وعید ہے۔ (ان آیات سے پہلے یتیم اور مسکین کو محروم رکھنے والوں کا ذکر ہے)

ع زخویش ایں ہمہ بیگانہ زیستن تا کہ

[ص ۳۸۷]

اپنا جائز حق حاصل نہ کرنا بھی غلط ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ بے شک اللہ حکم دیتا ہے انصاف اور نیکی

(النحل: ۹۰) کرنے کا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے (الشوریٰ: ۱۵) بھی وحی الہی یہ کہلواتی ہے: وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ (الشوریٰ: ۱۵) اور مجھے حکم ہے کہ میں تم میں انصاف کروں۔

ع مرگ مشکل، زندگی مشکل تر است

[ص ۳۸۸]

بانگِ در: ص ۲۳۰ میں فرمایا ہے:

ع کتنی مشکل زندگی ہے، کس قدر آساں ہے موت

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ وَهَذَاتِ جَسَدِ نِيَّامُوتِ اور حیات کو
أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا تا کہ تمہاری جانچ ہو کہ تم میں کس کا کام

زیادہ اچھا ہے۔ (انسانی زندگی اسی جانچ

کے لیے ہے)۔

کلک را ناله از تہی مغزی است

قلم سرمہ را صریرے نیست

[ص ۳۸۸]

سورۃ الفرقان میں ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى اور رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستہ

چلتے ہیں (متواضعانہ طور پر) اور جب جاہل

ان سے بات کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں، بس

(الفرقان: ۲۳)

سلام۔ (یعنی اللہ کے نیک بندے وقار،

تواضع اور خاموشی اختیار کرتے ہیں)۔

کالبد را فریبی می آورد جامہٴ قز، جانِ بے غم، بوئے خوش
[ص ۳۹۰]

جامہٴ قز (ریٹھی کپڑے) سے بے شک بدن کو فریبی حاصل ہوتی ہوگی لیکن ”بوئے خوش“
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھی اور ”جانِ بے غم“ اللہ سے رشتہ رکھنے والوں کو حاصل ہے۔
آلَا يَذْكُرُ اللَّهُ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ۝
یاد رکھو، اللہ کی یاد میں دلوں کا چین ہے۔

(الرعد: ۲۸)

اے برادر من ترا از زندگی دادم نشان
خواب را مرگ سبک داں مرگ را خوابِ گراں

[ص ۳۹۰]

بانگِ در اصفحہ ۱۳۳ میں کہا ہے:

موت تجدیدِ مذاقِ زندگی کا نام ہے
خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے

بانگِ در: ۱ ص ۲۳۲ میں اس طرح بھی ہے۔

جوہرِ انساں عدم سے آشنا ہوتا نہیں
آنکھ سے غائب تو ہوتا ہے فنا ہوتا نہیں
سورۃ البقرہ میں ارشاد ہے:

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَ كُنْتُمْ آمَوَاتًا
فَاحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ
إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ (البقرہ: ۲۹)
بھلا تم کیونکر اللہ کے منکر ہو گے، حالانکہ تم
مردہ تھے اس نے تمہیں جلایا پھر تمہیں
مارے گا، پھر تمہیں جلانے گا، پھر اس کی

طرف پلٹ کر جاؤ گے۔

ع سینہ را کارگاہِ کینہ مساز

[ص ۳۹۰]

سورۃ الحشر میں مسلمانوں کو یہ دعا سکھائی گئی ہے:

وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ (اے رب) اور ہمارے دلوں میں ایمان
آمَنُوا.... (الحشر: ۱۰) والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ۔

در جہاں مانند جوئے کو ہسار از نشیب و ہم فراز آگاہ شو

[ص ۳۹۱]

دین میں فضائل کو اختیار کرنے اور زائل سے بچنے کے احکام ہی اس لیے ہیں کہ اچھے
برے کی تمیز ہو سکے۔

سورة التغابن میں ارشاد فرمایا:

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ
مُؤْمِنٌ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝
(التغابن: ۲) کوئی کافر کوئی مسلمان۔ اور اللہ تمہارے
کام دیکھ رہا ہے۔

ندارد کار بادوں ہمتاں عشق تدر و مردہ را شاہیں نہ گیرد

[ص ۳۹۱]

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَى
لَهُمْ وَحَسُنَ مَا يَ عملون (الرعد: ۲۹) خوش حالی ہے اور اچھا نتیجہ ہے۔
مسلمان کو اقبال نے شاہین سے تشبیہ دی ہے جو ہمیشہ بلندی اور رفعت (نیکی) کی طرف
بڑھتا ہے۔

اگر تقلید بودے شیوہ خوب پیہر ہم رہ اجداد رفتے

[ص ۳۹۲]

اندھی تقلید اگر اچھی چیز ہوتی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے اجداد کے طریقے پر
چلتے۔ ہمارے لیے صرف اللہ کا عنایت کردہ اسلام کافی ہے۔

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ۝
(آل عمران: ۱۹) اسلام ہے۔
بے شک اللہ کے نزدیک (پسندیدہ) دین

لیکن کفار ”رہ اجداد“ کو اختیار کرتے ہیں، جیسا کہ سورة البقرہ میں ہے:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ
نَتَّبِعُ مَا آلفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوْ لَوْ كُنَّا
اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی نازل
کی ہوئی چیز پر چلو تو کہیں، بلکہ ہم تو اس پر

ابَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ۝
 چلیں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا۔ کیا
 اگر چہ ان کے باپ دادا نہ کچھ عقل رکھتے
 ہوں، نہ ہدایت؟



حوالے اور حواشی

- ۱- صحیفہ - لاہور: شمارہ ۶۵، ص ۱۷۳۔
- ۲- ایضاً، ص ۱۷۲۔
- ۳- پیام مشرق میں یہاں پہلی بار شاہین کا لفظ استعمال ہوا ہے۔
- ۴- محمد رفیع الدین صدیقی، اقبال کا تصور زمان و مکان، لاہور، ۱۹۷۳ء، ص ۱۳۳-۱۳۴۔
- ۵- مجدد الف ثانی، مکتوبات: دفتر اول، مکتوب ۳۶۔
- ۶- رومی نے کہا تھا:
 حاصلِ عمر از سہ سخن نیست
 خامِ بدم، پختہ شدم، سو ختم
- ۷- اس سے پہلے یہ پد کیف شعر بھی ہے۔
 بملکِ جم نہ وہم مصرعِ نظیری را
 ”کسے کہ کشتہ نہ شد از قبیلہ مان نیست“
- ۸- یہ ترجمہ مولانا احمد رضا خان صاحب نے کیا ہے اور مولانا اشرف علی تھانوی نے اس طرح کیا ہے:
 ”اے ایمان والو! خود صبر کرو اور مقابلے میں صبر کرو اور مقابلے کے لیے مستعد رہو اور اللہ تعالیٰ سے
 ڈرتے رہو تاکہ تم پورے کامیاب ہو۔“
 اور صبر کے معنی میں حضرت جنید نے فرمایا کہ صبر نفس کو ماگوار امر پر روتا ہے بغیر جزع کے۔
 بعض نے کہا کہ صبر کہ تین قسمیں ہیں:

(۱) ترکِ شکایت

(۲) قبولِ قضا

(۳) صدقِ رضا

۹- بندہ عشقِ شدی ترکِ نسب کن جاتی

کاندریں راہِ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست



بانگِ درا

پہلی اشاعت ۱۹۲۳ء

”بانگِ درا کی بیشتر نظمیں میری طالب علمی کے زمانہ کی ہیں۔“

(اقبال نامہ، اول، ص ۲۹۹)

بانگِ درا

”گلِ رنگین“ کے دو شعر ہیں:

اس چمن میں میں سرِ ایا سوز و سازِ آرزو اور تیری زندگانی بے گدازِ آرزو
[ص ۲۴]

میری صورت تو بھی اک برگِ ریاضِ طور ہے
میں چمن سے دور ہوں، تو بھی چمن سے دور ہے

[ص ۲۴]

پہلے شعر کے پہلے مصرعے میں ”سوز و سازِ آرزو“ کا ذکر ہے جو علامہ اقبال کا خاص پیام ہے۔ مسلمان کی خفتہ صلاحیتوں کو بیدار کرنے کا بالواسطہ حکم سورۃ الجاثیہ میں موجود ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ○ (الجاثیہ: ۱۳)

اس کی طرف سے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو فکر کرتے ہیں۔

فَازَلَهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ ۖ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ○ (البقرہ: ۳۶)

پس شیطان نے جنت سے انھیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے ان کو خارج کر دیا اور ہم نے فرمایا، نیچے اترو۔ آپس میں ایک تمہارا دوسرے کا دشمن ہے اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے۔

”متاعُ الیٰ حین“ سے بھی ”سوز و سازِ آرزو“ کی طرف اشارہ ہے اور دوسرے شعر میں

”چمن سے دور“ ہونا جنت سے نکلنے کی طرف اشارہ ہے۔

وَسَجْرَةٌ تَخْرُجُ مِنْ طُورٍ سَيْنَاءَ تَنْبُثُ
بِالذَّهْنِ وَصَيْغِ لَلَاكِلِينَ
اور وہ درخت (زیتون) پیدا کیا کہ طور سینا سے نکلتا ہے، لے کر آگتا ہے تیل اور کھانے والوں کے لیے سالن۔ (المومنون: ۲۰)

جس طرح تیل اور سالن کے لیے زیتون ہوتا ہے اسی طرح انسان بھی ”برگ ریاض طور“ (یعنی مقدس) ہونے کی وجہ سے مخلوق کے لیے مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

ایک اور شعر ہے:

یہ پریشانی مری سامانِ جمعیت نہ ہو
یہ جگر سوزی چراغِ خانہ حکمت نہ ہو
[ص ۲۴]

علامہ اقبال نے (سکوت و جمود کے برخلاف) عمل، ولولہ، سخت کوشی اور مشکل پسندی کی تعلیم دی ہے اور پریشانی اور جگر کاوی کو ہر وقت لیبیک کہا ہے۔

أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي
السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ
نِعْمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً وَمِنَ النَّاسِ مَنْ
يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا
كِتَابٍ مُبِينٍ
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے مسخر کر دیا
تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو
کچھ زمین میں ہے اور پھر دین تم کو اپنی نعمتیں
کھلی اور چھپی ہوئی اور ایک آدمی وہ ہیں جو
جھگڑتے ہیں اللہ کی بات میں۔ وہ نہ سمجھ
رکھیں اور نہ سوجھ بوجھ اور نہ کتاب روشن۔

آسمانوں اور زمین کے اندر جو کچھ ہے اور جو نعمتیں کھلی اور چھپی ہوئی ہیں ان سب پر قبضہ کرنے کی صلاحیت انسان کے اندر ودیعت کی گئی ہے اور اس طرح ترغیب دی ہے کہ وہ اپنے عزم، حوصلہ اور پیہم جتو سے ان چیزوں کو مسخر کرے اور اپنی زندگی کا ثبوت دے۔

اس نظم کا آخری شعر بھی اسی مقصد کا پیامبر ہے:

یہ تلاش متصل شمعِ جہاں افروز ہے
تو سن ادراکِ انساں کو خرامِ آموز ہے
[ص ۲۵]

”ابرا کو ہسار“، نظم کے بعض اشعار سورۃ الاعراف: ۵، سورۃ النور: ۴۳، سورۃ الروم: ۴۸، سورۃ فاطر: ۹ کے مضامین سے ماخوذ معلوم ہوتے ہیں۔

”ایک پہاڑ اور گلہری“ میں ایک شعر ہے۔

نہیں ہے چیزِ نئی کوئی زمانے میں
کوئی بُرا نہیں قدرت کے کارخانے میں

[ص ۳۱]

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا ۚ

اے رب ہمارے تو نے یہ بے کار نہیں بنایا۔

(آل عمران: ۱۹۱)

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا

تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار

(المومنون: ۱۱۵) بنایا؟

”خفتگانِ خاک سے استفسار“ کا ایک شعر ہے:

دید سے تسکین پاتا ہے دلِ مجبور بھی؟
لن ترانی کہہ رہے ہیں یا وہاں کے طور بھی؟

[ص ۴۰]

موسیٰ علیہ السلام کے واقعے سے متعلق تبلیغ ہے:

وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ
قَالَ رَبِّ ارِنِي ۚ أَنْظُرْ إِلَيْكَ ۗ قَالَ لَنْ
تَرِنِي ۚ وَلَكِنِ انظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ
مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرِنِي ۚ فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُ
لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دُكًا ۚ وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا ۚ
فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ ۚ وَ
أَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ ۝

اور جب موسیٰ ہمارے وعدے پر حاضر ہوا
اور اُس سے اس کے رب نے کلام فرمایا،
عرض کی اے رب میرے! مجھے اپنا دیدار
دکھا کہ میں تجھے دیکھوں۔ فرمایا تو مجھے ہرگز
نہ دیکھ سکے گا، ہاں اس (طور) پہاڑ کی
طرف دیکھ۔ یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو
عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔ پھر جب اس
کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا تو اسے
پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گرے بے ہوش۔

(الاعراف: ۱۴۳)

پھر جب ہوش ہوا، بولا، پاکی ہے تجھے، میں
تری طرف رجوع لایا اور میں سب سے
پہلا مسلمان (بنی اسرائیل میں سے) ہوا۔

صفحہ ۴۱-۵۱ وغیرہ میں بھی طور اور کلیم کا استعارہ آتا ہے۔

صحیح ازل جو حسن ہوا دلستانِ عشق آواز کن ہوئی تپشِ آموز جانِ عشق
[ص ۴۵]

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذْ أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ اس کا کام تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کو چاہے تو
فَيَكُونُ ○ (یس: ۸۲) اُس سے فرمائے کہ ہو جا، وہ فوراً ہو جاتی ہے۔
سورۃ الانعام: ۳، النحل: ۴۰، مریم: ۳۵ اور عا فر ۶۸ میں بھی اسی طرح کے الفاظ اور
مضامین آتے ہیں۔

اے شمع! انتہائے فریبِ خیال دیکھ مسجدِ ساکنانِ فلک کا مال دیکھ
[ص ۴۶]

مسجدِ ساکنانِ فلک یا مسجدِ ملک (ص ۴۹) آدمؑ کے لیے کہا گیا ہے۔
وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو
فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ۖ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس
مِنَ الْكَافِرِينَ ○ (البقرہ: ۳۴) کے۔ منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔

”سید کی لوحِ تربت“ کا ایک شعر ہے:
دعا تیرا اگر دنیا میں ہے تعلیم دیں ترکِ دنیا قوم کو اپنی نہ سکھانا کہیں
[ص ۵۲]

اسلام ”ترکِ دنیا“ نہیں سکھاتا۔ اسی لیے رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً (البقرہ: ۲۰۱)
آخرت کی دعا سے پہلے دنیا کی دعا ہے۔

”انسان اور بزمِ قدرت“ کا ایک شعر ہے:

گل و گلزار ترے خلد کی تصویریں ہیں یہ سبھی سورہ و الشمس کی تفسیریں ہیں
[ص ۵۴]

قرآن پاک کی سورہ الشمس میں اللہ پاک نے ان نعمتوں کا ذکر کیا ہے جو انسان کی ذات (نفس) کے لیے بنائی گئی ہیں۔ پھر اس نفس میں فُجور اور تقویٰ کی صلاحیت کا ذکر ہے کہ صلاحیت تو دونوں کے لیے ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ انسان ان نعمتوں کو پہچان کر تقویٰ کی طرف بڑھتا ہے یا ان کو نظر انداز کر کے فُجور اختیار کرتا ہے۔

میرے بگڑے ہوئے کاموں کو بنایا تُو نے
بار جو مجھ سے نہ اٹھا، وہ اٹھایا تُو نے

[ص ۵۵]

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَ الْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا (الاحزاب: ۷۲)

بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی
آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انھوں
نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس
سے ڈر گئے اور انسان نے اٹھالی۔ بے

شک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا
نادان ہے۔

”پیامِ صبح“ کا ایک شعر ہے:

طلسمِ ظلمتِ شبِ سورۃُ النور سے توڑا
اندھیرے میں اڑایا تاجِ زرشچِ شبتاں کا

[ص ۵۶]

سورہ نور میں اللہ پاک کی نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (۳۵) والی صفات کا ذکر ہے۔

نظم ”دل“ کا پہلا شعر ہے:

قصہ دارو رسن بازی طفلانہ دل التجائے ارنی سرخی افسانہ دل

[ص ۶۱]

صفحہ ۴۰ کے شعر میں ارنی کی تشریح آچکی ہے۔

”رخصت اے بزمِ جہاں“ کا ایک شعر ہے:

مدتوں ڈھونڈا کیا نظارہ گل خار میں
آہ! وہ یوسف نہ ہاتھ آیا ترے بازار میں

[ص ۶۴]

سورہ یوسف میں یوسف علیہ السلام کے فروخت کیے جانے کا ذکر آتا ہے۔

وَسَرَّوْهُ بِشَمْنٍۚ بَخْسٍۚ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍۚ ۚ
(یوسف: ۲۰) کھوٹے داموں، گنتی کے روپیوں پر بیچ ڈالا۔

کنویں میں تو نے یوسف کو جو دیکھا بھی تو کیا دیکھا
ارے غافل! جو مطلق تھا مقید کر دیا تو نے

[ص ۷۳]

یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالے جانے کا واقعہ سورہ یوسف میں آتا ہے۔

فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَآجْمَعُوا أَن يَجْعَلُوهُ فِي
غَيْبَتِ الْجُبِّ ۚ (یوسف: ۱۵) گئے اور سب کی رائے ٹھہری کہ اسے
اندھے کنویں میں ڈال دیں۔

”نالہ فراق“ کا ایک شعر ہے:

تو کہاں ہے اے کلیمِ ذرۃ سینائے علم!
تھی تری موجِ نفسِ بادِ نشاطِ افزائے علم

[ص ۷۷]

صفحہ ۲۴ کے اشعار کی تلخیص ملاحظہ ہو۔

نظم ”چاند“ کا مصرع ہے:

ع آفرینش میں سراپا نور تو، ظلمت ہوں میں

[ص ۷۹]

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ
وہ ذات ہے جس نے بنایا سورج کو ضیاء اور
چاند کو نور۔ (یونس: ۵)

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ أَوْ تَحْتِيقِ هَمْ نَعْنِي بِنَايَا إِنْسَانِ كَوْنُ مِثْلِي هُوِي مِثْلِي
طِينٍ ۝ (المؤمنون: ۱۲) سے۔

اسی لیے علامہ اقبال نے کہا ہے کہ ’ظلمت ہوں میں‘
اسی صفحے میں ہے:

ع چاندنی ہے نُور تیرا، عشق میرا نُور ہے

[ص ۷۹]

عشق یعنی دُھن، لگن اور آرزو ہی سے انسانی زندگی قائم رہ سکتی ہے۔ جس کا صفحہ ۲۴ کے شعر
میں اُوپر ذکر آچکا ہے۔

اسی صفحے کا آخری شعر ہے:

مہر کا پرتو ترے حق میں ہے پیغامِ اجل محو کر دیتا ہے مجھ کو جلوہ حسنِ ازل
[ص ۷۹]

سورۃ الاعراف میں موسیٰ علیہ السلام کے واقعے میں ہے:

فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرًّا جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا،
مُوسَىٰ صَعِقًا..... (الاعراف: ۱۴۳) اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گرے بے ہوش۔
گویا جلوہ حسنِ ازل کو دیکھ کر مو ہو گئے۔

ع تجھے نظارے کا مثلِ کلیمِ سودا تھا

[ص ۸۱]

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا ہے کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو اللہ پاک کے جلوے
کا اشتیاق تھا اسی طرح حضرت بلالؓ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کا ہمہ وقت اشتیاق تھا۔
ربِ ارنی (اے ربؐ جو مجھ کو اپنا جلوہ دکھا) کا ذکر سورۃ الاعراف: آیت ۱۴۳ میں آیا ہے۔

”سرگذشتِ آدم“ کا مصرع ہے:

ع بھلایا قصہٴ پیمانِ اولیں میں نے

[ص ۸۱]

سورۃ الاعراف میں واقعہ ہے کہ آدم علیہ السلام کی اولاد سے اقرار کرایا گیا کہ:

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ کیا میں نہیں ہوں رب تمہارا؟ بولے،

(الاعراف: ۱۷۲) البتہ.....

نظم ”سرگزشت آدم“ میں انسانی تاریخ کے بہت سے اہم واقعات درج ہیں۔

لگی نہ میری طبیعت ریاضِ جنت میں پیا شعور کا جب جامِ آتشیں میں نے
[ص ۸۱]

وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ اور کہا ہم نے، اے آدم، سکونت اختیار کر تو
وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا اور تیری زوجہ جنت میں اور کھاؤ اس میں،
(البقرہ: ۳۵) محفوظ ہو کر جس جگہ چاہو.....

نکالا کعبے سے پتھر کی صورتوں کو کبھی
کبھی بتوں کو بنایا حرمِ نشیں میں نے

[ص ۸۲]

أَفَرَأَيْتُمْ اللَّكَّ وَالْعُرْيَىٰ وَمَنْوَةَ الثَّالِثَةَ بھلا تم دیکھو تولات اور عزیٰ کو اور منات
الْأُخْرَىٰ تیسرے پچھلے کو (جن کو کعبہ میں بت بنا کر
(النجم: ۱۹-۲۰) رکھتا تھا)

کبھی میں ذوقِ تکلم میں طور پر پہنچا چھپایا نور ازل زبرِ آستین میں نے
[ص ۸۲]

وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا اور باتیں کیں اللہ نے موسیٰ سے بول کر۔
(النساء: ۱۶۴)

دوسرے مصرعے کی تلمیح کے لیے سورہ طہ میں ہے:

وَاصْصُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجَ (فرمایا اللہ نے) اور لگا اپنا ہاتھ اپنے بازو
بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سَوْءٍ آيَةً أُخْرَىٰ سے کہ نکلے سفید ہو کر۔ نہ کچھ بری طرح۔
(طہ: ۲۲) یہ ایک نشانی اور ہے۔

کبھی صلیب پہ اپنوں نے مجھ کو لٹکایا کیا فلک کو سفر، چھوڑ کر زمیں میں نے
[ص ۸۲]

وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ
وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ
مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا
قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ
اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا

(النساء: ۱۵۷-۱۵۸)

نہ اس (عیسیٰ) کو مارا اور نہ سولی پر چڑھایا۔
ولیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے۔ اور
جو لوگ اس میں کئی باتیں نکالتے ہیں وہ اس
جگہ شبہ میں پڑے ہیں۔ کچھ نہیں ان کو اس
کی خبر مگر اٹکل پر چلنا۔ اور اس کو قتل نہیں کیا۔
بے شک۔ بلکہ اس کو اٹھا لیا اللہ نے اپنی
طرف۔ اور ہے اللہ زبردست حکمت والا۔

اس کے بعد یہ شعر ہے:

کبھی میں غارِ حرا میں چھپا رہا برسوں
دیا جہاں کو کبھی جامِ آخِرین میں نے
[ص ۸۲]

غارِ حرا جہاں پہلی وحی اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ (۹۶/۱) نازل ہوئی تھی اور
”جامِ آخِرین“ سے مراد دین کی تکمیل ہے جو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں ہوئی، جیسا
کہ سورۃ المائدہ میں ارشاد ہوا:

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ
عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي (المائدہ: ۳)
آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمہارا اور
پوری کی تم پر میں نے اپنی نعمت.....
اسی نظم کا آخری شعر یہ ہے:

ہوئی جو چشمِ مظاہر پرستِ وا آخر
تو پایا خانہ دل میں اُسے مکیں میں نے
[ص ۸۲]

وہ خانہ دل جس کا تعلق خدا سے ہو ”قلبِ سلیم“ ہے جو آخرت میں بھی موجبِ فلاح ہے۔

سورۃ الشعراء میں ہے:

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ إِلَّا مَنْ اتَى
اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ (الشعراء: ۸۸-۸۹)

جس دن نہ کام آئے گا کوئی مال اور نہ بیٹے۔
مگر جو آ یا اللہ کے پاس قلبِ سلیم لے کر۔

ع مذہب نہیں سکھاتا آپس میں پیر رکھنا

اسلام کے معنی سلامتی اور جان و مال کی حفاظت بھی ہے۔ زبان سے اقرار کر لینے سے بھی ایک شخص مسلمان ہو جاتا ہے۔ ایسے اسلام کا درجہ ایمان سے نیچے ہے جیسے سورۃ الحجرات میں ہے:

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا
 دین کہ تم ایمان نہیں لائے، لیکن کہو کہ ہم
 (الحجرات: ۱۴) مسلمان ہوئے۔

اسلام کے معتبر اور اصلی معنی ہیں ”اپنے آپ کو کسی کے حوالے کر دینا“، یعنی خدا کے حوالے کر دینا، جو امن کا سرچشمہ ہے۔

کثرت میں ہو گیا ہے وحدت کا راز مخفی
 جگنو میں جو چمک ہے وہ پھول میں مہک ہے

[ص ۸۵]

بعض صوفیہ نے وحدت اور کثرت کا استنباط سورۃ الحديد میں کیا ہے:

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ
 وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (الحديد: ۳) وہی سب کچھ جانتا ہے۔

جو پھول مہر کی گرمی سے سوچلے تھے، اُٹھے
 زمیں کی گود میں جو پڑے کے سورہے تھے، اُٹھے

[ص ۹۱]

ابراور گھٹا کی وجہ سے زندگی کی جولہر چل پڑی ہے، اُس کا ذکر سورۃ البقرہ میں ہے:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
 وَاجْتِذَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي
 تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا
 أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ
 الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ
 دَابَّةٍ وَنَصْرَفِ الرِّيحِ وَالسَّحَابِ

بے شک آسمانوں اور زمین کے بنانے میں
 اور رات دن کے اختلاف میں اور کشتیوں
 میں جو دریاؤں میں اُن چیزوں کو لے کر
 چلتی ہیں جن سے لوگوں کو نفع ہوتا ہے اور
 اس پانی میں جو اللہ ابر سے اتارتا ہے، اور
 جس سے زمین کو زندہ کرتا ہے اس کی موت

الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَأَيِّتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿١٦٣﴾ (البقرہ: ۱۶۳)

کے بعد اور اس میں پھیلا دیتا ہے ہر طرح کے جاندار اور ہواؤں کے پلٹانے میں اور بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان مطبوع ہیں، ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔

پشمہ کہسار میں، دریا کی آزادی میں حُسن
شہر میں، صحرا میں، ویرانے میں آبادی میں حُسن

[ص ۹۴]

أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ ﴿١٢٦﴾ (حم السجده: ۵۴)

سن رکھو، بے شک وہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا ﴿١٢٦﴾ (النساء: ۱۲۶)

اور اللہ ہے ہر چیز کو احاطہ کیے ہوئے۔

فسانہ ستم انقلاب ہے یہ محل کوئی زمان سلف کی کتاب ہے یہ محل

[ص ۹۵]

إِنْ يَمَسُّكُمْ فَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ فَرْحٌ مِّثْلُهُ ۗ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۗ وَيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذُ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۗ وَ لِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَ يَمْحَقَ الْكٰفِرِينَ ۗ

اگر تم نے زخم پایا تو وہ لوگ بھی پاپکے ہیں زخم ایسا ہی۔ اور یہ دن ہم بدلتے رہتے ہیں لوگوں میں اور اس واسطے کہ معلوم کرے اللہ جن کو ایمان ہے اور کرے بعضے تم میں گواہ۔ اور اللہ چاہتا نہیں ظلم کرنے والوں کو۔ اور اس واسطے کہ نکھارے اللہ ایمان والوں کو اور مٹا دے کفر والوں کو۔

(آل عمران: ۱۴۰-۱۴۱)

جہازِ زندگی آدمی رواں ہے یونہی
ابد کے بحر میں پیدا یونہی، نہاں ہے یونہی

[ص ۹۵]

فَدَخَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ.....
ہو چکے تم سے پہلے (بھی) دستور.....

(آل عمران: ۱۳۷)

نظر ہے ابر کرم پر، درختِ صحرا ہوں
کیا خدا نے نہ محتاجِ باغباں مجھ کو

[ص ۹۶]

”درختِ صحرا“ وہ درخت ہے جو خدا کی عنایت ہی سے پرورش پاتا ہے اور کسی باغباں کا
محتاج نہیں ہوتا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسی سورۃ الواقعہ میں آتی ہے کہ:

ءَ أَنْتُمْ أَنْشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ
الْمُنْشِئُونَ ۝ (الواقعہ: ۷۲) اٹھانے والے؟

وہیں سے رات کو ظلمت ملی ہے!
چمک تارے نے پائی ہے جہاں سے

[ص ۹۹]

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا
بِهَا فِي ظُلُمَاتِ اللَّيْلِ وَالْبَحْرِ ۝
اور اسی نے بنائے ہیں تمہارے لیے تارے
کہ ان سے راہ پاؤ اندھیروں میں جنگل اور

(الانعام: ۹۸) دریا کے۔

ع کیا کہوں اپنے چمن سے میں جدا کیونکر ہوا؟

[ص ۱۰۰]

اس کے لیے صفحہ ۲۴ کی تلمیح ملاحظہ ہو۔

ع مجھ کو یہ خلعت شرافت کا عطا کیونکر ہوا؟

[ص ۱۰۰]

اس کے لیے صفحہ ۶۴ کی تلمیح ملاحظہ ہو۔

ع کچھ دکھانے دیکھنے کا تھا تقاضا طُور پر

[ص ۱۰۰]

اس کے لیے صفحہ ۴۰ کی تلمیح دیکھیں۔

پرسش اعمال سے مقصد تھا رسوائی مری
ورنہ ظاہر تھا سبھی کچھ، کیا ہوا کیونکر ہوا؟
[ص ۱۰۰]

وَكُلُّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَبْعَهُ فِي عُنُقِهِ ۖ وَ
نُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ
مَنْشُورًا ۚ اقْرَأْ كِتَابَكَ ۖ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ
الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ۝
اور ہم نے ہر انسان کے اعمال نامے کو اس
کی گردن میں لٹکا رکھا ہے اور قیامت کے
دن اس کے لیے ہم کتاب نکالیں گے جس
کو وہ کھلا ہوا دیکھے گا۔ تو اپنی کتاب پڑھ
لے۔ آج تو خود ہی اپنا حساب لینے کے
(بنی اسرائیل: ۱۳-۱۴)

لیے کافی ہے۔

پھلا پھولا رہے یا رب چمن میری امیدوں کا
جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے میں نے پالے ہیں

[ص ۱۰۱]

سخت کوشی اور جگر کا دی ہی سے امیدوں کی نشوونما ہوتی ہے۔ اس کے لیے صفحہ ۲۴ کی
تلمیح ملاحظہ ہو۔

نہ پوچھو مجھ سے لذت خانماں بر باد رہنے کی
نیشنمن سیکڑوں میں نے بنا کر پھونک ڈالے ہیں

[ص ۱۰۱]

اس کے لیے صفحہ ۹۵ کی تلمیح دیکھیں۔

اڑ بیٹھے کیا سمجھ کے بھلا طور پر کلیم
طاقت ہو دید کی تو تقاضا کرے کوئی
[ص ۱۰۲]

اس کے لیے صفحہ ۴۰ کی تلمیح ملاحظہ فرمائیں۔

چمن زار محبت میں خموشی موت ہے بلبل
یہاں کی زندگی پابندی رسمِ نغاں تک ہے

[ص ۱۰۳]

یہ دنیا عمل اور کوشش کی دعوت دیتی ہے۔ سکوت و جمود اس کا مقصد نہیں۔ صفحہ ۲۴ کی تلمیح

ملاحظہ ہو۔

حقیقت اپنی آنکھوں پر نمایاں جب ہوئی اپنی
مکان نکلا ہمارے خانہ دل کے مکینوں میں

[ص ۱۰۳]

قُلْ هُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ
السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ قَلِيلًا مَّا
تَشْكُرُونَ (الملك: ۲۳) اور دل۔ تم تھوڑا حق مانتے ہو۔

تمنا دردِ دل کی ہو تو کر خدمتِ فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

[ص ۱۰۴]

اللہ کے نیک بندے تمام مخلوق سے بہتر ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ

کیے وہ ہیں بہتر سب خلق سے۔

(البینة: ۷)

سخن میں سوز، الہی کہاں سے آتا ہے
یہ چیز وہ ہے کہ پتھر کو بھی گداز کرے

[ص ۱۰۶]

الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَّتْ قُلُوبُهُمْ
وَالصَّبْرِينَ عَلَىٰ مَا آصَابَهُمُ وَالْمُحْسِنِينَ
الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ

وہ لوگ ہیں کہ جب نام لیجے اللہ کا، ڈر
جائیں ان کے دل اور صبر کرتے ہیں جو ان
پر پڑے اور کھڑی رکھنے والے نماز کے اور

ہمارا دیا ہوا کچھ خرچ کرتے ہیں۔ (الحج: ۳۵)

سختیاں کرتا ہوں دل پر، غیر سے غافل ہوں میں
ہائے کیا اچھی کبی ظالم ہوں میں، جاہل ہوں میں

[ص ۱۰۶]

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا
وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ
كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ۝
اور زمین اور پہاڑوں پر، تو انھوں نے اس
کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے
اور انسان نے اٹھالی۔ بے شک وہ اپنی ذات
کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔ (الاحزاب: ۷۲)

ع جو نمودِ حق سے مٹ جاتا ہے وہ باطل ہوں میں

[ص ۱۰۷]

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ
الْبَاطِلَ كَانَ زُهُوقًا ۝
اور آپ فرمادیں کہ آیا حق اور نکل بھاگا
باطل۔ بے شک باطل نکل بھاگنے والا ہے۔

(بنی اسرائیل: ۸۱)

ہے مری ذلت ہی کچھ میری شرافت کی دلیل
جس کی غفلت کو مملکت روتے ہیں وہ غافل ہوں میں

[ص ۱۰۷]

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي
الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ
يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ
نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالِ
إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝
کہا آپ کے رب نے فرشتوں کو، مجھ کو بنانا
ہے زمین میں ایک نائب۔ بولے، کیا تو
رکھے گا اس میں جو شخص فساد کرے وہاں
اور کرے خون؟ اور ہم پڑھتے ہیں تیری
خوبیاں اور یاد کرتے ہیں تیری پاک ذات
کو۔ فرمایا مجھ کو معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔ (البقرہ: ۳۰)

اس کے بعد کاشعر بھی اسی تلمیح کے ذیل میں آسکتا ہے۔

ع جینا وہ کیا جو ہو نفسِ غیر پر مدار

[ص ۱۰۸]

غیر اللہ پر مدار کرنے کے بجائے اللہ پر مدار کرنا ہی اسلام کی تعلیم ہے۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَ
 سَبِّحْ بِحَمْدِهِ
 اور بھروسا کر ہمیشہ زندہ رہنے والے پر جو
 نہیں مرے گا اور تسبیح کر اس کی حمد کے

(الفرقان: ۵۸) ساتھ.....

سورۃ النساء: ۸۱، سورۃ الاحزاب: ۳ وغیرہ میں بھی اسی طرح کا ارشاد ہے۔

ع شبِ درازِ عدم کا فسانہ ہے دنیا

[ص ۱۱۲]

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَيَبْقَىٰ وَجْهٌ
 رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۝
 جو کچھ ہے زمین پر فنا ہونے والا ہے اور باقی
 رہے گا وجہ تیرے رب کا، بزرگی اور تعظیم والا۔

(الرحمن: ۲۶-۲۷)

ہوئی ہے رنگِ تغیر سے جب نمود اس کی
 وہی حسین ہے حقیقت زوال ہے جس کی

[ص ۱۱۲]

”رنگِ تغیر“ کا ذکر کئی جگہ قرآن پاک میں ہے۔

اَكْفَرْتُمْ بِاللَّهِ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ
 مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّكَ رَجُلًا ۝
 کیا تو منکر ہو گیا اس ہستی سے جس نے بنایا تجھ کو
 مٹی سے، پھر بوند سے پھر پورا کر دیا تم کو مرد۔

(الکہف: ۳۷)

نئی ہستی اک کرشمہ ہے دل آگاہ کا لا کے دریا میں نہاں موتی ہے آلا اللہ کا

[ص ۱۱۲]

پہلے تمام غیر اللہ کی طاقتوں سے بغاوت کی جائے، پھر انسان اس قابل ہوتا ہے کہ وہ اللہ کا

بن سکے۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا إِلَهَ إِلَّا
 هُوَ ۝
 اور مت پکارا اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود۔
 کوئی معبود نہیں سوائے اس کے۔

(القصص: ۸۸)

ع جذبِ حرم سے ہے فروغِ انجمنِ حجاز کا

[ص ۱۱۵]

جذبِ حرم جمعیت کے لیے ہے۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا
تَفَرَّقُوا ۖ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ
كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ
فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا.....
(آل عمران: ۱۰۳) کے فضل سے بھائی۔

ع جلوہ طور میں جیسے یدِ بیضائے کلیمؑ

[ص ۱۱۶]

صفحہ ۴۰ کی تلمیح ملاحظہ فرمائیں۔

ع تو جو محفل ہے تو ہنگامہ محفل ہوں میں

[ص ۱۱۶]

صفحہ ۱۰۷ کی تلمیح ملاحظہ فرمائیں۔

خاص انسان سے کچھ حسن کا احساس نہیں
صورتِ دل ہے یہ ہر چیز کے باطن میں مکیں

[ص ۱۱۷]

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (النور: ۳۵) اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا (یعنی ہر چیز کا)۔

ع نور یہ وہ ہے کہ ہر شے میں جھلک ہے اس کی

[ص ۱۱۷]

اسی لیے ہر شے میں حسن و جمال موجود ہے۔

اس رہ میں مقام بے محل ہے پوشیدہ قرار میں اجل ہے

[ص ۱۱۹]

صفحہ ۲۴ کی تلمیح ملاحظہ ہو۔

انجام ہے اس خرام کا حسن آغاز ہے عشق، انتہا حسن

[ص ۱۱۹]

اپنے مقصد (حسن) کے حصول کے لیے عشق (تڑپ، دُھن، لگن) کی ضرورت ہے۔

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ
لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ۝ (العنكبوت: ۶) ہے۔ اللہ کو پروا نہیں دنیا والوں کی۔

سورۃ النساء میں جہاد کرنے والوں اور بیٹھے رہ جانے والوں کے سلسلے میں جو ارشاد ہے وہ

عمل کرنے والوں اور بے عمل (بیٹھے رہ جانے والوں) کے لیے بھی پیام ہو سکتا ہے، یعنی:

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ
أُولَى الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ
الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى
الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ
الْحُسْنَىٰ وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ
عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ دَرَجَاتٍ مِّنْهُ
وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً ۖ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا
رَّحِيمًا (النساء: ۹۵-۹۶)

برابر نہیں بیٹھے رہ جانے والے مسلمان جن کو بدن کا نقصان نہیں اور جہاد کرنے والے اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور جان سے۔ اللہ نے فضیلت دی جہاد کرنے والوں کو اپنے مال اور جان سے، اُن پر جو بیٹھے رہتے ہیں، درجے میں، اور سب کو وعدہ دیا اللہ نے خوبی کا، اور فضیلت دی اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھے والوں پر، اجر عظیم میں۔ بہت درجوں میں اپنے یہاں کے اور بخشش میں اور مہربانی میں اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔

نظم ”وصال“ کا پہلا شعر ہے۔

جب تو جس گل کی تڑپاتی تھی اے بلبل مجھے
خوبی قسمت سے آخر مل گیا وہ گل مجھے

[ص ۱۲۰]

ممکن ہے کہ یہاں گل سے مراد قرآن ہو جس کے مضامین کی وجہ سے:

ع اہل گلشن پر گراں میری غزل خوانی نہیں

[ص ۱۲۰]

ع اور آئینے میں عکسِ ہمدَمِ دیرینہ ہے

[ص ۱۲۰]

یہ ہمدَمِ دیرینہ سورۃ الاعراف کے واقعے سے متعلق معلوم ہوتا ہے۔ جب آدم علیہ السلام کی اولاد سے اقرار کرایا گیا کہ:

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلٰی کیا میں نہیں ہوں رب تمہارا؟ بولے
(الاعراف: ۱۷۲) البتہ.....

چنانچہ وہ ہمدَمِ دیرینہ اللہ پاک ہی ہے جس سے وصال قرآن پاک کے ذریعے ہو سکتا ہے۔

مُحْفَلِ ہستی میں جب ایسا تنگ جلوہ تھا حسن
پھر تخیل کس لیے لا انتہا رکھتا ہوں میں

[ص ۱۳۲]

کہنے کو تو اس کا جلوہ نظر نہیں آتا لیکن اس کی باتیں تخیل کے دائرے سے ماورا ہیں۔

قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مَدَادًا لَّكَلَّمَتْ رَبِّيْ
لَنفَعَدَّ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَعِدَ كَلِمَتٌ رَبِّيْ وَلَوْ
جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا (الکہف: ۱۰۹)
آپ فرمادیں کہ اگر دریا سیاہی ہو کہ لکھے
میرے رب کی باتیں — بے شک دریا
نہ بڑھ سکے، ابھی نہ نہڑیں میرے رب کی باتیں
اور اگر ہم دوسرا بھی لائیں ویسا اس کی مدد کو۔

وَلَوْ اَنَّ مَا فِى الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ
وَالْبَحْرُ يَمْدُءُ مِنْۢ بَعْدِهِ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ
مَا نَفَدَتْ كَلِمَتُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ
حَكِيْمٌ (لقمن: ۲۷)
اور اگر جتنے درخت ہیں زمین میں وہ قلم ہوں
اور سمندر ہو اس کی سیاہی، اس کے پیچھے
سات سمندر، نہ نہڑیں باتیں اللہ کی۔ بے
شک اللہ زبردست ہے، حکمت والا ہے۔

رازِ حیات پوچھ لے نضرِ فحشتہ گام سے زندہ ہر ایک چیز ہے کوششِ ناتمام سے
[ص ۱۲۲]

کوشش کی تکمیل نہ ہو اور کوشش جاری رہے تو زندگی ہی زندگی ہے۔

وَأَنَّ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ۚ وَأَنَّ
سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ ۚ ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ
الَّذِي كَسَبَ ۚ (النجم: ۳۹-۴۱) ہے۔ پھر اس کو بدلہ دینا ہے اس کا پورا بدلہ۔

جس طرح رفعتِ شبنم ہے مذاقِ رم سے میری فطرت کی بلندی ہے نوائے غم سے!
[ص ۱۲۵]

نوائے غم احساس کی وجہ سے ہے اور یہ احساس عشق کی وجہ سے بیدار ہوتا ہے۔

نہ ہو قناعت شعار گلچیں، اسی سے قائم ہے شان تیری

و نورِ گل ہے اگر چمن میں، تو اور دامن دراز ہو جا!

[ص ۱۳۰]

قناعت کر کے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جانا دراصل بے عملی ہے اور رہبانیت کی نشانی ہے۔ مسلسل عمل اور پیہم جستجو ایک مسلمان کا شیوہ ہوا کرتا ہے۔ صفحہ ۲۴ کی تلمیحات میں بھی اس چیز کا ذکر آچکا ہے۔

شع کی طرح جنیں بزمِ گہ عالم میں خود جلیں، دیدہ اغیار کو بینا کر دیں

[ص ۱۳۲]

مسلمان خود بھی باعمل ہو اور دوسروں کو بھی باعمل بنائے۔

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۗ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۚ

اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی (تاکید کرتے ہیں) اور ایک دوسرے کو صبر کی

وصیت کی (وصیت کرتے ہیں)۔

حق اور صبر (ہمت، استقلال) کی وصیت کرنے والوں کو کوئی گھانا نہیں ہوگا۔

مردہ عالم زندہ جن کی شورشِ غم سے ہوا آدمی آزاد، زنجیرِ توہم سے ہوا
[ص ۱۳۲]

مسلمان قوم دراصل اللہ پاک کی طرف سے رحمت بن کر آئی تھی۔ سورۃ الروم کی آیت اس

مقصد کے لیے استعارہ یاد کی جاسکتی ہے:

فَانظُرْ إِلَىٰ آثَرِ رَحْمَتِ اللَّهِ كَيْفَ يُحْيِي

پس دیکھو اللہ کی رحمت کے آثار، وہ کیونکر

الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۗ (الروم: ۵۰) جلاتا ہے زمین کو اس کی موت کے بعد۔

نرالاسارے جہاں سے اس کو عرب کے معمار نے بنایا
ہنا ہمارے حصارِ ملت کی اتحادِ وطن نہیں ہے

[۱۳۶ص]

وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ
فَاتَّقُونِ ۖ (المؤمنون: ۵۲) ہے اور میں ہوں تمہارا رب۔ پس مجھ سے
ڈرتے رہو۔ اور بے شک یہ تمہاری امت ایک امت

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى
وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ
أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ
خَبِيرٌ ۖ (الحجرات: ۱۳) شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا
وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے
شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔ اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک
عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور
قبیلے بنا دیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔ بے
شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا
وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے
شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

چمک تیری عیاں بجلی میں، آتش میں، شرارے میں
بھلک تیری ہو پیدا چاند میں، سورج میں، تارے میں
صفحہ ۱۸۵ اور صفحہ ۹۴ کی تلمیحات ملاحظہ ہوں۔

[۱۳۸ص]

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپائیدار ہوگا

[۱۴۱ص]

مغرب کی تہذیب جس کی بنامادہ پرستی ہے ناپائیدار ہے اور خسارہ ہی خسارہ ہے۔
قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۗ
الَّذِينَ ضَلَّ سَعِيَّهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ
آپ فرمادیں کہ کیا ہم بتا دیں تم کو کہ سب
سے زیادہ ناقص عمل کن لوگوں کے ہیں؟

ہُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝
 أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ
 وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ
 يَوْمَ الْقِيَامَةِ وِزْنًَا

(الکھف: ۱۰۳-۱۰۵)

ان کے ہیں جن کی ساری کوشش دنیا کی
 زندگی میں گم ہوگئی اور وہ اس خیال میں ہیں
 کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ
 ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیتیں اور اس
 کا ملنا نہ مانا۔ تو ان کا کیا دھرا سب اکارت
 ہے۔ پس ہم ان کے لیے قیامت کے دن
 کوئی وزن قائم نہ کریں گے۔

ع میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

[ص ۱۴۱]

اللہ پاک رب العالمین ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ اللعالمین ہیں۔ جن کی قرآن
 مجید میں ہے شریعت نے حقوق العباد پر سب سے زیادہ زور دیا ہے اور جنہوں نے فرمایا ہے کہ:

خير الناس من ينعف الناس
 وَأَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَ
 بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَ بِذِي الْقُرْبَىٰ
 وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ
 وَالْجَارِ الْجُنْبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ
 وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ إِنَّ
 اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ۝
 (النساء: ۳۶)

لوگوں میں بہتر وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔
 اور بندگی کرو اللہ کی اور اس کے ساتھ کسی کو
 شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی
 کرو اور قرابت والے سے اور یتیموں سے
 اور فقیروں سے اور ہمسایہ قریب سے اور
 ہمسایہ اجنبی سے اور برابر کے رفیق سے
 اور راہ کے مسافر سے اور اپنی باندی غلام
 سے۔ بے شک اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی
 اترانے والا، بڑائی مارنے والا۔

اس آیت میں اللہ کو ماننے کے بعد ہی مومن کو حقوق العباد کا حکم دیا گیا ہے۔

خاک اس بستی کی ہو کیونکر نہ ہمدوش ارم
 جس نے دیکھے جانشینانِ پیمبر کے قدم

[ص ۱۴۶]

بغداد کی سرزمین جہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے آل و اصحاب کے قدم پہنچے۔

وَالسَّبْقُونَ الْأَوْلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ
وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ
جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا
أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ
اور جو لوگ شروع کے ہیں مہاجرین اور
انصار میں سے اور جو لوگ ان کے پیرو
ہوئے نیکی میں، اللہ راضی ہے ان سے اور
وہ راضی ہیں اللہ سے اور رکھے ہیں ان کے
واسطے باغ (جنتیں) جن کے نیچے بہتی
ہیں نہریں۔ رہا کریں گے ان میں ہمیشہ۔
(التوبہ: ۱۰۰)

یہی ہے فوزِ عظیم۔

شروع شروع کے مہاجرین اور انصار (جنگِ بدر تک جو لوگ مسلمان ہوئے تھے) اور ان کے تبعین بھی قطعی جنتی ہیں اور ان میں سے کتنے ہیں جن کے قدم بغداد میں پہنچے تھے۔

تجھ میں راحت اُس شہنشاہِ معظمؐ کو ملی
جس کے دامن میں اماں اقوامِ عالم کو ملی
[ص ۱۴۶]

مدینہ کے شہنشاہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی تمام عالم کے لیے رحمت ہیں۔
وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ
اور آپ کو جو ہم نے بھیجا تو تمام جہانوں
کے لیے رحمت بنا کر۔
(الانبیاء: ۱۰۷)

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

[ص ۱۴۸]

يُقَلِّبُ اللَّهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ إِنَّ فِي ذَلِكَ
لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ (النور: ۴۳)
اللہ بدلتا ہے رات اور دن۔ اس میں بے
شک عبرت ہے آنکھ والوں کے لیے۔

گردش تاروں کا ہے مقدر
ہر ایک کی راہ ہے مقرر
[ص ۱۴۸]

وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَ النُّجُومُ مُسَخَّرَاتٍ
اور سورج اور چاند اور تاروں کو بنایا۔ سب

بَامْرِهِ ۷ (الاعراف: ۵۴) اس کے حکم سے مسخر ہیں۔

ایک صورت پر نہیں رہتا کسی شے کو قرار
ذوقِ جدت سے ہے ترکیبِ مزاجِ روزگار

[ص ۱۵۱]

صفحہ ۱۴۸ کے شعر کی تلمیح دیکھیں۔

ہو چکا گو قوم کی شانِ جلالی کا ظہور ہے مگر باقی ابھی شانِ جمالی کا ظہور

[ص ۱۵۳]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی کو جلالی اور مکی زندگی کو جمالی کہہ سکتے ہیں جس کی قسم
کھائی گئی ہے:

وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ ۵ (والنہین: ۳) اور اس ایمان والے شہر مکہ کی قسم۔

مکی زندگی کی سختیوں کو برداشت کرنے کا ذکر سورۃ الم نشرح آیت ۵-۶ میں بھی ہے۔

نہ تخم لا اللہ تیری زمین شور سے پھوٹا
زمانے بھر میں رسوا ہے تری فطرت کی نازائی

[ص ۱۵۴]

مسلمان ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا۔

شام جس کی آشنائے نالہ ”پارت“ نہیں
جلوہ پیرا جس کی شب میں اشک کے کوکب نہیں

[ص ۱۵۶]

شب بیداری اور سحر خیزی حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اور صحابہ کرام کا محبوب شیوہ ہے۔

سورۃ المزمل اسی طرح شروع ہوتی ہے:

يَا أَيُّهَا الْمَزْمَلُ ۵ قُمْ الْبَيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۶ نِصْفَةَ
اَوْ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۷ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ ۸ وَرَتِّلِ
الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۹

اے جھرمٹ مارنے والے! رات میں قیام
کیجیے سوا کچھ رات کے۔ آدھی رات یا اس
سے کچھ کم کیجیے یا اس پر کچھ بڑھائیے اور

(المزمل: ۱-۴) قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھیے۔

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِنْ
ثُلثِي اللَّيْلِ وَ نِصْفَهُ وَ ثُلُثَهُ وَ طَائِفَةٌ مِّنَ
الَّذِينَ مَعَكَ ۗ (المزمل: ۲۰)

بے شک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ قیام

کرتے ہیں کبھی دو تہائی رات کے قریب،

کبھی آدھی رات، کبھی تہائی اور ایک جماعت

آپ کے ساتھ والی۔

أُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَ خُفْيَةً ۗ

(الاعراف: ۵۵)

اسی سورۃ الاعراف میں آگے چل کر ارشاد ہے:

وَ اذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَ
خِيفَةً وَ دُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ
وَ الْأَصَالِ وَ لَا تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ ۝

اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو زاری

اور ڈر سے اور بے آواز نکلے زبان سے، صبح

اور شام اور غافلوں میں نہ ہونا۔

(الاعراف: ۲۰۵)

دنیا کے بتکدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا ہم اس کے پاسباں ہیں، وہ پاسباں ہمارا
[ص ۱۵۹]

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ
مُبْرَكًا وَ هُدًى لِّلْعَالَمِينَ ۝

بے شک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت

کو مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے، برکت والا

اور سارے جہانوں کے لیے ہدایت۔

(آل عمران: ۹۶)

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا
[ص ۱۵۹]

إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۝

بے شک جھوٹ ہے نکل بھاگنے والا۔

(بنی اسرائیل: ۸۱)

وَيَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَ يُحِقُّ الْحَقَّ

اور مٹا دیتا ہے اللہ باطل کو اور ثابت کرتا ہے

بِكَلِمَتِهِ ط (الشوریٰ: ۲۴) سچ کو اپنی باتوں سے۔

سالارِ کارواں ہے میر جازِ اپنا اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا
[ص ۱۵۹]

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ
عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ
رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝
بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں
سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا
گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے
والے۔ مسلمانوں پر کمال مہربان اور رحیم۔
(التوبہ: ۱۲۸)

اسی لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے لیے آرامِ جاں ہیں۔

ہے ترکِ وطن سنتِ محبوبِ الہی دے تو بھی نبوت کی صداقت پہ گواہی
[ص ۱۶۰]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت فرمائی۔ بے شک ان کی امت کہیں بھی
ہو، ایک ہے۔

وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ
فَاتَّقُونِ ۝ (المؤمنون: ۵۲) میں ہوں تمہارا رب۔ پس مجھ سے ڈرتے رہو۔
سورۃ البقرہ: ۲۱۸، آل عمران: ۱۹۵، الانفال: ۷۲، ۷۳، ۷۴، التوبہ: ۲۰، ۱۰۰، ۱۱۷، النحل:

۴۱، النساء: ۹۷، ۱۰۰، الحشر: ۸ وغیرہ میں ہجرت کرنے والوں کے لیے بشارتیں ہیں۔ پھر جس طرح
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو امتِ واحدہ کہا گیا ہے خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قوم
کے لیے نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا گیا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ
بَشِيرًا وَ نَذِيرًا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا
يَعْلَمُونَ ۝ (سبا: ۲۸) اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر تمام انسانوں
کے لیے خوشی اور ڈر سنانے والے لیکن بہت
لوگ نہیں سمجھتے۔

ع عشق کی لذت مگر خطروں کی جاں کا ہی میں ہے

[ص ۱۶۱]

اللہ کی محبت میں ہجرت کرنا اور جان کھپانا عجیب لذت اور عجیب درجات رکھتا ہے۔
 وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قُتِلُوا
 أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقْنَهُمُ اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًا وَإِنَّ
 اللَّهَ لَهُوَ خَيْرُ الرَّزُقِينَ ۝
 اللہ روزی اچھی۔ اور اللہ ہی سب سے بہتر
 روزی دینے والا ہے۔ (الحج: ۵۹)

اے خدا! شکوہ اربابِ وفا بھی سُن لے
 خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلا بھی سُن لے
 [ص ۱۶۳]
 مسلمان ہر حالت میں اللہ پاک کی حمد اور شکر کرتا رہتا ہے اور پھر سورہ الحمد کے بغیر اس کی
 کوئی نماز پوری ہی نہیں ہو سکتی۔

خوگرِ پیکرِ محسوس تھی انسان کی نظر
 مانتا پھر کوئی اُن دیکھے خدا کو کیونکر؟
 [ص ۱۶۴]
 لیکن مسلمان اُن دیکھے خدا اور اُس کی اُن دیکھی باتوں پر یقین رکھتا ہے۔ مسلمان (متقی)
 ہی کے لیے کہا گیا ہے۔

يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ (البقرہ: ۳) غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے!
 تیری سرکار میں پہنچ تو سبھی ایک ہوئے!
 [ص ۱۶۵]

قیام، رکوع، سجدہ سب کے لیے ایک ہے اور ایک ساتھ ہے۔
 وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا
 مَعَ الرَّاكِعِينَ ۝ (البقرہ: ۴۳)
 اور کھڑی کرو نماز اور دیا کرو زکوٰۃ اور رکوع
 کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔
 فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ
 السَّاجِدِينَ ۝ (الحجر: ۹۸)
 پس اپنے رب کی حمد میں اس کی تسبیح کرو اور
 ہو جا سجدہ کرنے والوں میں سے۔

ع خندہ زن کفر ہے، احساسِ تجھے ہے کہ نہیں؟
 [ص ۱۶۶]

الَّذِينَ يَلْمُزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللَّهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ
 وہ جو طعن کرتے ہیں دل کھول کر خیرات کرنے والے مسلمانوں کو اور ان پر جو نہیں رکھتے مگر اپنی محنت کا، پھر ان پر ٹھٹھے کرتے ہیں۔ اللہ نے ان سے ٹھٹھا کیا ہے اور ان کو دکھ کی مار ہے۔ (التوبہ: ۷۹)

ع سر فاراں پہ کیا دین کو کامل ٹونے

[ص ۱۶۸]

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا
 آج کے دن میں پورا دے چکا تم کو دین تمہارا اور پورا کیا میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے لیے دین اسلام۔ (المائدہ: ۳)

ع نغمہ ہندی ہے تو کیا، لے تو حجازی ہے مری

[ص ۱۷۰]

یعنی میرے اردو شعر میں حجازی دین کی تبلیغ ہے جہاں زبان کوئی چیز نہیں۔
 إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتَّقَى اللَّهَ أَكْرَمًا
 بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ (الحجرات: ۱۳)

یہ داغ سا جو تیرے سینے میں ہے نمایاں
 عاشق ہے تو کسی کا، یہ داغ آرزو ہے؟

[ص ۱۷۱]

ہر چیز اللہ سے تعلق رکھتی ہے اور اس کی تسبیح کرتی ہے۔
 يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ
 جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اللہ پاک کی تسبیح بیان کرتا ہے۔ (التغابن: ۱)
 ایسی آیات متعدد مقامات پر آئی ہیں۔

عہدِ حاضر کی ہوا راس نہیں ہے اس کو

[ص ۱۷۳]

عہدِ حاضر والوں نے دنیا کو خرید لیا آخرت دے کر۔

أُولَئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَهِيَ هِيَ جَنُوحٌ لَمْ يَشْرِكُوا فِيهَا بِشَيْءٍ مِنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يَنْصُرُونَ ۝ (البقرہ: ۸۶)

عذاب اور نمان کو مدد پہنچے گی۔

آئینِ تو سے ڈرنا، طرزِ کہن پہ اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

[ص ۱۷۴]

کوراندہ تقلید کرنا اور جدید حالات کا مقابلہ نہ کرنا بھی خسران ہے۔

وَمَنْ يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِّنْ دُونِ اللَّهِ أُوْحُوْا كُوْنِيْ كُوْنِيْ پکڑے شیطان کو رفیق، اللہ کو
فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِينًا ۝ (النساء: ۱۱۹)

چھوڑ کر، وہ ڈوبا صریح نقصان میں۔

ہیں جذبِ باہمی سے قائم نظام سارے پوشیدہ ہے یہ نکتہ تاروں کی زندگی میں

[ص ۱۷۴]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ (آل عمران: ۲۰۰)

اے ایمان والو! ثابت رہو اور مقابلے میں مضبوطی کرو اور مل جل کر رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے۔ شاید تم مراد کو پہنچو۔

اپنے انگار ساتھ لاتے ہیں اہل دنیا یہاں جو آتے ہیں

[ص ۱۷۶]

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ (البقرہ: ۳۹)

اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا، وہ ہیں نار (دوزخ) والے وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔

ع ہے جادہ حیات میں ہر تیز پا خموش

[ص ۱۷۸]

جو لوگ عزم و ہمت والے ہوتے ہیں ان میں سنجیدگی اور ثابت قدمی ہوتی ہے۔

وَرَبَطْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا
رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَنْ نَدْعُوَ مِنْ
دُونِهِ إِلَهًا لَقَدْ قُلْنَا إِذَا شَطَطًا
(الکھف: ۱۴)

اور ثابت قدم رکھان کو جب کھڑے زمین
ہوئے، پھر بولے کہ ہمارا رب آسمانوں اور زمین
کا ہے۔ نہ پکاریں گے ہم اس کے سوا
کسی کو معبود۔ (اگر ایسا ہو تو) ہم نے ضرور
حد سے گزری ہوئی بات کہی۔

وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْسُونَ عَلَىٰ
الْأَرْضِ هُونَ وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ
قَالُوا سَلَامًا
(الفرقان: ۶۳)

اور بندے رحمن کے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین
پر دبے پاؤں اور جب بات کرنے لگیں ان
سے بے سبھ لوگ تو وہ کہیں، صاحب سلامت۔

اس ذرہ کو رہتی ہے وسعت کی ہوس ہر دم
یہ ذرہ نہیں شاید سمٹا ہوا صحرا ہے

[ص ۱۷۹]

أَلَمْ تَكُنْ أَرْضًا وَاللَّهُ وَسِعَهَا جُرُوعًا
فِيهَا
(النساء: ۹۷)

کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں
ہجرت کرتے؟

گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے
کہ منع کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا

[ص ۱۸۰]

لینے والے اور دینے والے دونوں میں غیرت تھی۔ دینے والا غیرت سے اپنی محبوب چیز دیتا
تھا جس کا حکم سورہ آل عمران میں ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۗ
وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ۝

تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہ
خدا میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو اور تم جو

کچھ خرچ کرو اللہ کو معلوم ہے۔ (آل عمران: ۹۲)

لینے اور دینے والے کی غیرت مندی کا ذکر سورۃ الحشر میں آتا ہے:

وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ
 يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي
 صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْتُونَ
 عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ
 وَمَنْ يُوقِ شَحْنَ نَفْسِهِ فَاُولَئِكَ هُمُ
 الْمُفْلِحُونَ (الحشر: ۹)

اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر (مدینہ) اور ایمان میں گھر بنا لیا اور دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے اور وہ اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو وہ دیے گئے اور وہ اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔

تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی

کہ تو گفتار وہ کردار، تو ثابت وہ سیارا

[ص ۱۸۰]

سورۃ الصف میں مسلمانوں کو منع کیا گیا ہے کہ وہ بات مت کہو جو نہیں کرتے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا
 تَفْعَلُونَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا
 مَا لَا تَفْعَلُونَ ○ (الصف: ۲-۳)

اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے؟ کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ تم کہو جو نہ کرو۔

نظم ”شع اور شاعر“ (فروری ۱۹۱۲ء) کا شعر ہے:

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

[ص ۱۸۷]

مسلمان ایک متاع (عمل) کے لیے بھیجا گیا تھا لیکن اب وہ ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ گیا ہے

اور اس نقصان کا احساس بھی کھو چکا ہے۔

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ أَوَّلِ آخِرِ يَوْمِكُمْ أَجَلٍ لَّكُمْ فِيهَا تُعْمَلُونَ ﴿۳۶﴾ (البقرہ: ۳۶) ایک وقت تک متاع (کا حاصل کرنا) ہے۔

ع دہر میں عیشِ دوام آئیں کی پابندی سے ہے

[ص ۱۸۷]

اسلام کے آئین کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے سے عیشِ دوام حاصل ہوتا ہے۔
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۸۲﴾ (البقرہ: ۸۲) وہ لوگ ہیں جنت والے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

شامِ غم لیکن خبر دیتی ہے صبحِ عید کی
ظلمتِ شب میں نظر آئی کرنِ امید کی

[ص ۱۸۸]

لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ ۗ

تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

(الزمر: ۵۳)

ع اپنی اصلیت پہ قائم تھا تو جمعیت بھی تھی

[ص ۱۹۰]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۲۰۰﴾ (آل عمران: ۲۰۰) سے۔ شاید تم مراد کو پہنچو (ایمان اور جمعیت لازم و ملزوم ہیں)۔

اسی مضمون کو آگے چل کر بھی بیان کیا ہے:

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے، تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

[ص ۱۹۰]

اس کے لیے بھی اسی آیت کی تلمیح ملاحظہ ہو۔

تو اگر خود دار ہے منت کش ساقی نہ ہو عین دریا میں حباب آسائگوں پیمانہ کر
[ص ۱۹۱]

جس کا خدا ہے اسے کسی اور کا منت کش ہونا زیب نہیں دیتا۔

أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ ط (الزمر: ۳۶) کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟

آشنا اپنی حقیقت سے ہو اے دہقان! ذرا
دانہ تو، کھیتی بھی تو، باراں بھی تو، حاصل بھی تو

[ص ۱۹۲]

اللہ پاک نے ہر چیز انسان کے لیے پیدا کی ہے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ وَهِيَ جَسَدٌ مِمَّا تَعْبُدُونَ وَهِيَ جَسَدٌ مِمَّا تَعْبُدُونَ وَهِيَ جَسَدٌ مِمَّا تَعْبُدُونَ
جَمِيعًا ف (البقرہ: ۲۹) سب کا سب جو زمین میں ہے۔

ع شعلہ بن کر پھونک دے خاشاک غیر اللہ کو

[ص ۱۹۲]

لالہ کے معنی بھی یہی ہیں کہ پہلے غیر اللہ کی نفی کر دو، پھر تم اللہ کے بندے بننے کے لائق بن
سکو گے۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَهُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ عَالِمٌ غُيُوبٍ
هُوَ قَف (القصص: ۸۸) کوئی معبود نہیں ہے سوائے اس کے۔

ع تو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے!

[ص ۱۹۲]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سورۃ الاحزاب میں ارشاد ہوا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ط
اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں پر مہر ہیں۔
(الاحزاب: ۴۰)

اپنی اصلیت سے ہو آگاہ اے غافل کہ تو
قطرہ ہے لیکن مثالِ بحر بے پایاں بھی ہے!

[ص ۱۹۳]

انسان بظاہر ہیچ اور ہستی ناپائیدار ہے لیکن اس کو اللہ پاک نے اپنا نائب اور خلیفہ بنایا ہے اور
آسمانوں اور زمین کی ہر چیز پر قبضہ کرنے کی اس میں صلاحیت پیدا کی ہے:

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ط

بے شک میں بنانے والا ہوں (انسان کو)
(البقرہ: ۳۰) زمین میں اپنا خلیفہ۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي
الْاَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝
میں ہے اور زمین میں ہے سب کا سب،
بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں
(الجاثیہ: ۱۳) کے لیے جو فکر کرتے ہیں۔

سینہ ہے تیرا امیں اس کے پیامِ ناز کا
جو نظامِ دہر میں پیدا بھی ہے، نہاں بھی ہے

[ص ۱۹۳]

اِنَّا عَرَضْنَا الْاٰمٰنَةَ عَلٰی السَّمٰوٰتِ
وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا
وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ
سَكَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝
بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں
اور زمین اور پہاڑوں پر، تو انھوں نے اس
کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے
اور انسان نے اسے اٹھالیا۔ بے شک وہ اپنی
(الاحزاب: ۷۲) جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔

ہفت کشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفتک
تُو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے

[ص ۱۹۳]

اس شعر کے بارے میں اوپر تسخیر کائنات کی صلاحیتوں کے متعلق آیت آچکی ہے۔

دیکھ لو گے سطوتِ رفتارِ دریا کا مال
موج مضطر ہی اسے زنجیر پا ہو جائے گی!

[ص ۱۹۴]

سلطنتِ برطانیہ کا عروج ہی اس کے زوال کا باعث ہوگا اور ان شاء اللہ اسلام کو فتح ہوگی۔
هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ ۖ وَهُوَ الَّذِي هَدَىٰ نَبِيَّكَ بِالْحَقِّ لِيُطَهِّرَكَ إِلَىٰ الدِّينِ كُلِّهِ ۗ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ۝
الْحَقِّ لِيُطَهِّرَكَ عَلَىٰ الدِّينِ كُلِّهِ ۗ وَكَفَىٰ
أُوپر رکھے اس کو ہر دین سے۔ اور بس ہے
(الفتح: ۲۸) اللہ حق ثابت کرنے والا۔

اسی روشن مستقبل کا ذکر ایک شعر میں اس طرح ہے:

شب گریزاں ہوگی آخر جلوہ خورشید سے!
یہ چمن معمور ہوگا نعمتِ توحید سے!

[ص ۱۹۵]

یہ نظم فروری ۱۹۱۲ء کی ہے اور پینتیس سال کے بعد علامہ اقبال کی یہ پیش گوئی پاکستان کی صورت میں صحیح ثابت ہوئی۔ صفحہ ۲۶۶ میں اسی شعر کی تعبیر دیکھیے۔

کب ڈرا سکتا ہے غم کا عارضی منظر مجھے
ہے بھروسا اپنی ملت کے مقدر پر مجھے

[ص ۱۹۶]

علامہ اقبال نے اللہ سے ہمیشہ اچھی امید رکھی ہے جس کا ذکر اس سے پہلے والے شعر میں بھی ہے۔

علامہ فرماتے ہیں

ع حضور آئیہ رحمت میں لے گئے مجھ کو

[ص ۱۹۷]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سرِ پارِ رحمت اور تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝ اور آپ کو جو ہم نے بھیجا تو تمام جہانوں

(الانبیاء: ۱۰۷) کے لیے رحمت بنا کر۔

اطالیہ نے انگریزوں کی شہ پاکر اور ترکیہ کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر ۱۹۱۱ء میں طرابلس پر

حملہ کر دیا تھا۔ اسی کے متعلق علامہ اقبال نے فرمایا:

ع طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں

[ص ۱۹۷]

ع رکھتے ہیں اہل درد مسیحا سے کام کیا؟

[ص ۱۹۸]

اہل درد (اہل عشق) کے لیے اللہ کی محبت ہی سب کچھ ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ

اور جو لوگ ایمان والے ہیں ان کو اللہ سے

محبت اشد ہے (ایمان والوں کو اللہ کی محبت

کے برابر کسی کی محبت نہیں۔ اس لیے اس درد

محبت کے لیے علاج کی ضرورت نہیں)۔

علامہ کا ایک شعر:

اس قدر شوخ کہ اللہ سے بھی برہم ہے

تھا جو مجھ کو ملائک یہ وہی آدم ہے!

[ص ۱۹۹]

سورۃ البقرۃ کی آیت ۳۴ ہے جس کا ذکر صفحہ ۴۶ کی تلمیح میں آچکا ہے۔

بت شکن اٹھ گئے، باقی جو رہے بت گر ہیں

تھا براہیم پدر، اور پسر آزر ہیں

[ص ۲۰۰]

مسلمانوں کے آبا بت شکن تھے لیکن اب مسلمان آزر (بت گر) بن گئے ہیں۔ ابراہیم علیہ

السلام کے والد آزر کا ذکر سورۃ الانعام میں آتا ہے:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ أَسْنَمًا

اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے،

الهِتَةِ إِنِّي أَرَاكَ وَ قَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ

کیا تو پکڑتا ہے مورتوں کو خدا؟ میں دیکھتا

ہوں تو اور تیری قوم صریح گمراہی میں ہے۔

○ مُبِينٍ

(الانعام: ۷۴)

ع جو مسلمان تھا اللہ کا سودائی تھا

[ص ۲۰۱]

صفحہ ۱۹۸ کے مصرعے کے ساتھ یہ تبلیغ آچکی ہے۔

ع ملّتِ احمدِ مرسل کو مقامی کر لو

[ص ۲۰۱]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملّت تمام عالم پر محیط ہے لیکن اب طاغوتی فریب کاری کی وجہ سے لوگوں نے اسے مقامی سمجھ لیا ہے اور مقامی اور غیر مقامی مسلمانوں کی تفریق قائم کی جا رہی ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا
وَّ نَذِيرًا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝
اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر تمام انسانوں
کے لیے خوشی اور ڈر سنانے والے مگر اکثر
لوگ نہیں سمجھتے۔ (سبا: ۲۸)

وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَكُمْ مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ
فَمُسْتَقَرًّا وَمُسْتَوْدَعًا ط
اور وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے
پیدا کیا پھر ایک ٹھکانا ہے (رہنے کا) اور
ایک جگہ ہے سپردِ خاک ہونے کی۔ (الانعام: ۹۸)

قومِ مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں، تم بھی نہیں
جذبِ باہم جو نہیں، محفلِ انجم بھی نہیں

[ص ۲۰۱]

قرآن پاک کے محاورے میں قوم عام گروہ اور جماعت کو بھی کہتے ہیں اور ایک نسب اور وطن کے لوگوں کو بھی کہتے ہیں جن کو پیغمبروں سے تعلق تھا، لیکن ہماری زبان میں قوم کا اطلاق اُس جماعت پر ہوتا ہے جس کا تعلق کسی ایک دین یا مذہب سے ہو۔ چنانچہ پاکستان خود ہندو اور مسلم دو قوموں کی تفریق سے وجود میں آیا۔ ملّت کا تعلق بھی پیغمبروں سے ہے جن کے ذریعے دستورِ الہی کا نفاذ ہوا۔

مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ط (الحج: ۷۸) یہ تمہارے باپ ابراہیم کی ملّت ہے۔

چنانچہ ملت، وطن سے نہیں بلکہ دین سے ہے۔

ع عدل ہے فاطر ہستی کا ازل سے دستور

[ص ۲۰۲]

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ بے شک اللہ امر کرتا ہے عدل اور نیکی کو۔
(النحل: ۹۰)

ع مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار؟

[ص ۲۰۲]

مسلمانوں نے حق کو چھوڑ کر ”مصلحت وقت“ کو اپنا عمل بنا لیا ہے جس کی ممانعت میں سورۃ المائدہ میں ارشاد ہے:

وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ هُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنْ اور ان لوگوں کی خوشی پر مت چل، چھوڑ کر
الْحَقِّ حق کو جو تیرے پاس آیا ہے۔
(المائدہ: ۲۸)

ع مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے

[ص ۲۰۳]

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ بے شک نماز روکتی ہے بے حیائی سے اور
وَالْمُنْكَرِ (العنکبوت: ۴۵) بری بات سے۔
اگر نماز پڑھنے کے باوجود بے حیائی اور بری بات سے ہم نہیں بچتے تو سمجھ لینا چاہیے کہ
ہماری نماز نماز نہیں ہے اور مسجدیں صحیح معنی میں مرثیہ خواں ہیں۔

دمِ تقریر تھی مسلم کی صداقت بے باک

عدل اس کا تھا قوی، لوٹ مراعات سے پاک

[ص ۲۰۳]

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا اور تیرے رب کی بات پوری سچ ہے
(الانعام: ۱۱۵) انصاف کی۔

اسی لیے رب کے ماننے والوں کی بات میں بھی صداقت اور عدل ہے۔

ع ہر مسلمان رگِ باطل کے لیے نشتر تھا

[ص ۲۰۳]

سورۃ التوبہ اور سورۃ التحریم میں دونوں جگہ یہ ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ اءَ نَّبِي؁ جِهَادِ كُرُوْدَا كَافِرُوْدَا اُوْر مَنَافِقُوْدَا سَ
وَاعْلَظْ عَلَيْهِمُ ۗ (التوبه: ۷۳) اُوْر اِن پَر تَخْتِي كُرُو۔

(التحریم: ۹)

وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہو کر اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہو کر

[ص ۲۰۴]

وَمَنْ اَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَاِنَّ لَهُ مَعِيشَةً اُوْر جَس نَے مِیْر ی اَد سَے مَنَه پھِیْر ا تُو بَے
صَنَگَا (طہ: ۱۲۲) شَک ا س کَے لَیْے تَک زَنْدَا گَا نِی ہِے۔

ع تم ہو آپس میں غضب ناک، وہ آپس میں رحیم

[ص ۲۰۴]

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ اَشْهَدُوْا عَلٰى الْكُفَّارِ رُحَمَآءٌ بَيْنَهُمْ
مُحْر (صَلٰى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ) رَسُوْل هِیْن اللّٰهُ كَے
اُوْر جُو لُو گ ا ن کَے سَا تَھِی ہِیْن و ہ بَہ ت سَخت
(الفتح: ۲۹) ہِیْن کَا فِرُوْدَا پَر اُوْر رَچِیْم ہِیْن اُپْس مِیْن۔

ع تم اخوت سے گریزاں، وہ اخوت پہ نثار

[ص ۲۰۴]

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ فَاصْلِحُوْا بَيْنَ اَخْوِيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝
ا پْنِے دُو بھَا ئِیُوْل کُو اُوْر ڈُر تَے رَھُو اللّٰھ سَے،
(الحجرات: ۱۰) شَا یْد تَم پَر رَچِیْم ہُو۔

ع نخلِ اسلام نمونہ ہے برومندی کا

[ص ۲۰۵]

وَاللّٰهُ مِثْمُ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكُفْرُوْنَ ۝ اُوْر اللّٰھ کُو ا پِنَا نُور (اسلام) پُوْر ا کَر نَا ہِے اُوْر

(الصف: ۸) چاہے برائیاں کافر۔

ع پاک ہے گردِ وطن سے سرِ داماں تیرا

[ص ۲۰۵]

ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے
[ص ۲۰۶]

اللہ پاک ہے جس سے چاہے دین کا کام لے لے۔

وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ اِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (البقرہ: ۲۱۳) اور اللہ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہے سیدھی
راہ کی طرف۔

اور ان میں سے اوروں کو پاک کرتے ہیں اور علم عطا کرتے ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے۔
(الجمعه: ۳)

ع نورِ حق بجھ نہ سکے گا نفسِ اعدا سے

[ص ۲۰۶]

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّا اَنْ يُنۡزِلَ نُوْرَهٗ وَتُؤَكِّرَهٗ الْكٰفِرُوْنَ (التوبہ: ۳۲) (کافر) چاہیں کہ بجھا دیں روشنی اللہ کی اپنے
منہ سے اور (لیکن) اللہ بغیر اپنی روشنی پوری کیے ہوئے نہ رہے اور برامانتے رہیں کافر۔

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کر دے
[ص ۲۰۷]

صفحہ ۲۴ کی تمبیحات دیکھیں۔

ع رفعتِ شانِ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ دیکھیے

[ص ۲۰۷]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی رفعت کے لیے فرمایا گیا ہے:
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ اور ہم نے تمہارے لیے ذکر بلند کر دیا۔

(الانشراح: ۴)

اسی لیے علامہ اقبال نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو بھی رفعت کی امید دلائی ہے۔

ع ماسوا اللہ کے لیے آگ ہے تکمیر تری

[ص ۲۰۸]

لا الہ الا کہنا گویا غیر اللہ سے بغاوت کرنا ہے۔ قل هو اللہ احد (آپ فرمادیں کہ اللہ ایک ہے) اسی نکتے کی تشریح کے لیے ہے۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
[ص ۲۰۸]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو آخری وحی میں یہ بشارت دی گئی ہے:

أَيُّوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي..... (المائدہ: ۳)
آج کے دن پورا دے چکا میں تم کو دین تمہارا اور پوری کر دی تم پر اپنی نعمت۔
قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (آل عمران: ۳۱)
آپ فرمادیں کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو، میرے فرماں بردار ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔ (جب اللہ دوست رکھے گا تو لوح و قلم اور سب کچھ مل سکتا ہے)۔

اہلِ زمیں کو نسیخہٴ زندگیِ دوام ہے خونِ جگر سے تربیت پاتی ہے جو سنخوری
[ص ۲۱۱]

سورۃ الرحمن اس طرح شروع ہوتی ہے:

الرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ ۝
رَحْمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا، انسانیت کی جان (محمدؐ) کو پیدا کیا۔ ما کاں
عَلَّمَهُ نُبِيَّانَ ۝ (الرحمن: ۱-۴)
ما یکنون کا بیان انھیں سکھایا۔

[ترجمہ: مولانا احمد رضا خان]

یہی بیان اور یہی سنخوری انسانی زندگی کو دوام بخشتی ہے۔ 'ما کاں ما یکنون' کے راز حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوئے جس کا ذکر علامہ اقبال نے اس کے بعد والی نظم "نوید صبح" میں

مسلم خوابیدہ کو خطاب کرتے ہوئے اور ایک امتی کی شان کو ظاہر کرتے ہوئے یوں کیا ہے:

ع اے دل کون و مکاں کے رازِ مضمحل! فاش ہو!

[ص ۲۱۲]

صفحہ ۲۱۲ والی نظم میں ”دعا“ ہے جس میں ایک مسلمان کو مشکل پسندی، رفعت طلبی، محبت، صداقت، احساسِ زیاں وغیرہ اوصاف کے ساتھ بیدار کرنا چاہا ہے۔ اسی نظم کا ایک شعر ہے:

احساسِ عنایت کر آثارِ مصیبت کا امروز کی شورش میں اندیشہ فردا دے

[ص ۲۱۳]

وَمَا أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ
أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ۝

اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب
سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور

بہت کچھ تو وہ معاف کر دیتا ہے (مصیبت کا
(الشوریٰ: ۳۰)

احساس بھی ہو تو کام بن جاتے ہیں اور اللہ

بھی معاف فرما دیتا ہے۔)

ع ”ذمی کا مال لشکرِ مسلم پہ ہے حرام“

[ص ۲۱۷]

چونکہ ذمی سے جزیہ لیا جاتا ہے اس لیے اس کا مال اور املاک لینا جائز نہیں۔ وہ جزیہ نہ دیتا تو

پھر قتل کیا جاتا۔

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ
الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَ
رَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ
الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ
عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ۝

لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور
قیامت پر اور حرام نہیں مانتے اس کو جس کو
حرام کیا اللہ اور اس کے رسول نے اور سچے
دین کے تابع نہیں ہوتے، یعنی وہ جو کتاب
دیے گئے ہیں جب تک اپنے ہاتھ سے

جزیہ نہ دیں ذلیل ہو کر (جزیہ دینے والے کو
(التوبہ: ۲۹)

خود حاضر ہو کر کھڑے ہو کر پیش کرنا چاہیے)

وہ نشانِ سجدہ جو روشن تھا کوکب کی طرح
ہوگئی ہے اُس سے اب نا آشنا تیری جبین!

[ص ۲۲۱]

وہ مسلمانوں ہی کے اسلاف تھے جن کے متعلق سورۃ الفتح میں ارشاد ہے:
سَيَّمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ آثَرِ انْ كِي عِلَامَتِ انْ كِي چہروں ميں ہے
السُّجُودِ ط (الفتح: ۲۹) سجدوں كے نشان سے۔

ستيزہ كار رہا ہے ازل سے تا امروز چراغِ مصطفویٰ سے شرارِ بولہبی
[ص ۲۲۳]

ابولہب (يعني باطل) اور مصطفویٰ طاقت (يعني حق) كی جنگ ازل سے ہے۔ باطل كی
شكست كا حال سورۃ اللہب ميں شروع سے آخر تك موجود ہے:

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۚ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ
مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۚ سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ
لَهَبٍ ۚ وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۚ فِي
جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ ۝
آپ۔ كام نہ آیا اُس كو مال اُس كا اور نہ جو
كمايا۔ اب بچنے كا لپٹ مارتی آگ ميں اور
اس كی جوڑو، سر پر ليے پھرتی ايندھن۔
(اللہب: ۱-۵) اس كی گردن ميں رسی ہے موج كی۔

پروانے كو چراغ ہے بلبل كو پھول بس!
صدیقؑ كے ليے ہے خدا كا رسولؐ بس!

[ص ۲۲۵]

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ..... ۛ
جس نے اطاعت كی حضور انور صلی اللہ علیہ
وسلم، كی اس نے اطاعت كی اللہ كی۔
(النساء: ۸۰)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم كی اطاعت اور ان كی محبت دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ آج بھی
چودہ سو سال گزرنے كے باوجود ايك بے عمل اور گنہگار مسلمان بھی ان كے نام پر مر مٹنے كو تيار ہے تو
اُس زمانے ميں حضرت صدیق اكبر رضی اللہ عنہ كی محبت كیا ہوگی؟

سورۃ اللیل كی آخری آیتیں (۱۷-۲۱) حضرت ابو بكر صدیق رضی اللہ عنہ كی شان ميں

ہیں کہ جب انھوں نے حضرت بلالؓ کو گراں قیمت پر خرید کر آزاد کیا تو کفار کو حیرت ہوئی اور وہ سمجھے کہ شاید حضرت بلالؓ کا اُن پر کوئی احسان ہوگا جو اس قدر گراں قیمت پر خرید کر آزاد کیا ہے۔ اللہ پاک نے نفی کی ہے کہ ایسا کوئی احسان نہیں تھا۔ نیز حضرت صدیقؓ کے شہتی اور سب سے زیادہ پرہیزگار ہونے اور اسلام کے لیے ہر قربانی دینے کے سلسلے میں سورۃ اللیل کی وہ آیتیں یہ ہیں:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۝ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ
يَتَزَكَّى ۝ وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ
تُجْزَى ۝ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى ۝
وَلَسَوْفَ يَرْضَى ۝ (اللیل: ۱۷-۲۱)

اور (دوزخ کی آگ کو) اس سے بہت دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے۔ جو اپنا مال دیتا ہے کہ تھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔ وہ صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

حیات تازہ اپنے ساتھ لائی لڈتیں کیا کیا
رقابت، خود فروشی، ناٹھکیبائی، ہوس ناکی

[ص ۲۲۵]

دولت دنیا کی محبت سے یہ فواش پیدا ہوتی ہیں۔

الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَ يَأْمُرُكُمُ
بِالْفَحْشَاءِ..... ج (البقرہ: ۲۶۸) حکم دیتا ہے فواش کا۔

ع کتنی مشکل زندگی ہے! کس قدر آساں ہے موت

[ص ۲۳۰]

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ
اَيْكُمْ اَحْسَنَ عَمَلًا ط

وہ ذات جس نے پیدا کیا موت اور حیات کو تاکہ تمھاری جانچ ہو کہ تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے (انسانی زندگی اسی جانچ کے

لیے ہے)۔

موت تجدید مذاقِ زندگی کا نام ہے
خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے!

[۲۳۳ص]

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَ كُنْتُمْ اٰمَوَاتًا بھلا تم کیونکر اللہ کے منکر ہو گے؟ حالانکہ تم
فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ مردہ تھے اس نے تمہیں جلا یا، پھر تمہیں
تُرْجَعُونَ ○ (البقرہ: ۲۸) مارے گا، پھر تمہیں جلائے گا، پھر اسی کی
طرف پلٹ کر جاؤ گے۔

اسی آیت کے ذیل میں علامہ کا یہ شعر بھی آسکتا ہے:

جوہرِ انساں عدم سے آشنا ہوتا نہیں آنکھ سے غائب تو ہوتا ہے، فنا ہوتا نہیں

[۲۳۴ص]

ع آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے

[۲۳۶ص]

یعنی اللہ کی رحمتیں تیری قبر پر نازل ہوں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۃ التوبہ میں کافر کی
نماز اور اس کی قبر پر دعائے مغفرت کرنے سے روکا گیا تھا۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا اور ان کافروں میں سے کسی کی میت پر کبھی
تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ ط (التوبہ: ۸۴) نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔

یعنی جو کافر نہ ہو اور مسلمان ہو تو اُس کے لیے نمازِ جنازہ اور دعائے مغفرت بھی ہے کیونکہ
اس طرح اُس میت پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

”شعاع آفتاب“ کی زبان سے یہ شعر ہے:

تیرے مستوں میں کوئی جو یائے ہشیاری بھی ہے؟
سونے والوں میں کسی کو ذوقِ بیداری بھی ہے؟

[۲۳۷ص]

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی ط يُخْرِجُ بے شک اللہ ہے کہ پھوڑ نکالتا ہے دانہ اور
الْحَيِّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ مُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ گٹھلی۔ نکالتا ہے مردہ سے زندہ اور نکالنے

الْحَيِّ ذَلِكُمْ اللَّهُ فَأَنَّى تُؤْفَكُونَ ۝ فَالِقُ
 الْأَصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا وَالشَّمْسَ
 وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ذَلِكُمْ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ
 الْعَلِيمِ ۝ (الانعام: ۹۵-۹۶)

والا ہے زندہ سے مردہ۔ یہ ہے اللہ۔ پھر
 کہاں پھرے جاتے ہو؟ پھوڑ نکالنے والا
 صبح کی روشنی۔ اور رات بنائی آرام کو اور
 سورج چاند حساب کو۔ یہ اندازہ رکھا ہے
 زور آور علیم نے۔

ذوق حاضر ہے تو پھر لازم ہے ایمانِ خلیل
 ورنہ خاکستر ہے تیری زندگی کا پیرہن

[ص ۲۴۰]

نظم ”کفر و اسلام“ میں مندرجہ بالا شعر سے پہلے فرمایا کہ:

ع جھوڑ کر غائب کو تو حاضر کا شیدائی نہ بن

[ص ۲۴۰]

یعنی مسلمان ”يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ“ پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کا خدا نظروں سے پوشیدہ ہے
 لیکن اس کے جلوے ہر جگہ موجود ہیں۔ علامہ اقبال نے دورِ حاضر کی چمک کو ہیچ قرار دیا ہے کہ
 ابراہیم علیہ السلام نے عارضی چمک والوں کو پس پشت ڈال دیا تھا — سورۃ الانعام کی آیات
 ۷۷ سے ۹۹ تک میں ابراہیم علیہ السلام کے ان واقعات کا ذکر ہے کہ آپ نے تارے، چاند اور
 سورج کے چھپ جانے پر ان سے قطع نظر کر لی اور پھر غائب (اللہ) کی طرف ہدایت حاصل کی۔
 لَا أَحِبُّ الْأَفْلَاحَ ۝ (الانعام: ۷۶) مجھے خوش نہیں آتے چھپ جانے والے۔
 نظم ”مسلمان اور تعلیمِ جدید“ میں بھی اسی طرح کے خیالات ہیں۔

اقبال کس کے عشق کا یہ فیضِ عام ہے رومی فنا ہوا، حبشی کو دوام ہے
 [ص ۲۴۱]

سکنِ رومی فنا ہو گیا لیکن بلال حبشی کو دوام صرف اللہ کی محبت کی وجہ سے حاصل ہے جنہوں
 نے کافروں کے ہاتھوں سخت تکلیفیں اٹھائیں لیکن اللہ اُحد کہنا نہ چھوڑا۔

يَأْتِيهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ اے لوگو، ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک

وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَقْوَمُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (الحجرات: ۱۳)

عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے بنایا تاکہ آپس میں پہچان رکھو۔ بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

دل آگاہ جب خوابیدہ ہو جاتے ہیں سینوں میں
نواگر کے لیے زہراب ہوتی ہے شکر خانی

[ص ۲۴۴]

کوئی قوم جب سو جاتی ہے تو چونکا دینے والے بمشکل کامیاب ہوتے ہیں۔

سَاَصْرَفُ عَنِ الْبَيْتِ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَإِنْ يَرَوْا كَلَّ آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ

اور میں اپنی آیتوں سے انہیں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں اور اگر سب نشانیاں دیکھیں ان پر ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کی راہ دیکھیں اس میں چلنا پسند نہ کریں اور گمراہی کا راستہ نظر پڑے تو اس میں چلنے کو موجود ہو جائیں۔ یہ

اس لیے کہ انہوں نے ہماری آیتیں (الاعراف: ۱۴۶)

جھٹلائیں اور ان سے بے خبر ہے۔

آیا ہے مگر اس سے عقیدوں میں تزلزل
دنیا تو ملی، طائرِ دیں کر گیا پرواز

[ص ۲۴۵]

اگرچہ جدید تعلیم سے دنیا بے شک مل گئی لیکن عقیدوں میں تزلزل آ گیا لہذا ایسی تعلیم فضول ہے۔

وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۚ فَاعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّى ۗ

اور انہیں اس کا کچھ علم نہیں۔ وہ تو زے گمان کے پیچھے ہیں اور بے شک گمان یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔ تو تم اس سے

ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۚ
 ذَلِكُمْ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ ۗ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ
 أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ
 بِمَنِ اهْتَدَىٰ ۚ (النجم: ۲۸-۳۰)

منہ پھیر لو جو ہماری یاد سے پھر اور اس نے
 نہ چاہی مگر دنیا کی زندگی۔ یہ ہے ان کا مبلغ
 علم۔ بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو
 اس کی راہ سے بہکا اور خوب جانتا ہے جس
 نے راہ پائی۔

ہم پر کرم کیا ہے خدائے غیور نے
 پورے ہوئے جو وعدے کیے تھے حضورؐ نے

[ص ۲۴۷]

سورۃ التوبہ میں ایسے مجاہدین کے متعلق آیا ہے:

لَكِنَّ الرُّسُولَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ
 جَاهِدُوا بَأَمْرِ اللَّهِ وَأَنْفُسِهِمْ ۗ وَأُولَٰئِكَ
 لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۚ
 أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا
 الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ الْفَوْزُ
 الْعَظِيمُ ۚ (التوبه: ۸۸-۸۹)

لیکن رسولؐ اور جو ان کے ساتھ ایمان
 لائے انھوں نے اپنے مالوں اور جانوں
 سے جہاد کیا اور انھی کے لیے بھلائیاں ہیں
 اور یہی مراد کو پہنچے۔ اللہ نے ان کے لیے
 تیار کر رکھی ہیں بہشتیں جن کے نیچے نہریں
 رواں ہیں۔ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہی
 فوزِ عظیم ہے۔

ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
 قوتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری

[ص ۲۴۸]

صفحہ ۱۶، ۱۷، ۱۸ اور ۲۰ کی تلمیحات دیکھیں۔

ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ
 پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ!

[ص ۲۴۹]

اس کے لیے بھی صفحہ ۱۶، ۱۷ اور ۱۸ کی تلمیحات دیکھیں۔

رہ یک گام ہے ہمت کے لیے عرشِ بریں کہہ رہی ہے یہ مسلمان سے معراج کی رات
سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں معراج کا واقعہ بیان ہوا ہے:

سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَا
الَّذِي بَرَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنَ الْإِنبَاءِ إِنَّهُ هُوَ
السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (بنی اسرائیل: ۱)
پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو (یعنی حضور
انور صلی اللہ علیہ وسلم کو) راتوں رات لے گیا
مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصا، جس کے گردا گرد
ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے عظیم نشانیاں
دکھائیں۔ بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے۔

پھر سورۃ النجم کی ابتدائی اٹھارہ آیتوں میں معراج شریف کا بیان ہے کہ انا فانا زمان و مکان
کی تمام منزلیں طے ہو گئیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم، جو بہترین انسان ہیں، انسان کی بہترین
صلاحیتوں کو اجاگر فرما چکے ہیں۔

تمنا آبرو کی ہو اگر گلزارِ ہستی میں
تو کانٹوں میں الجھ کر زندگی کرنے کی خُو کر لے

[ص ۲۵۰]

مشکل پسندی اور سخت کوشی سے متعلق تہمیتات صفحہ ۲۲، ۱۱۲، ۱۲۲، ۱۶۰، ۱۷۸، ۱۹۰، ۱۹۳، وغیرہ
کے اشعار میں آچکی ہیں۔

سورہ آل عمران میں انبیاء علیہم السلام کے ساتھیوں کے حوصلے اور ان کی مشکل پسندی کا ذکر آتا ہے:
وَكَأَيِّن مِّن نَّبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رَبُّوْنَ كَثِيْرًا
فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا
ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ
الضّٰبِرِيْنَ ۝ (آل عمران: ۱۶۶)
اور کتنے ہی انبیاء علیہم السلام نے جہاد کیا،
ان کے ساتھ بہت خدا والے تھے۔ تو نہ وہ
سُست پڑے ان مصیبتوں سے جو اللہ کی راہ
میں انھیں پہنچیں اور نہ کمزور ہوئے اور نہ
دبے۔ اور صبر والے لوگ اللہ کو محبوب ہیں۔

تزی خاک میں ہے اگر شر تو خیال فقر و غمان نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری!

[ص ۲۵۲]

ایمان اصل قوت اور عزت ہے۔ امیری یا غریبی ایمان کا جز نہیں، کیونکہ حضرت علیؓ کو گو کہ نانِ شعیر میسر آتی تھی پھر بھی ایمانی قوت سے انھوں نے درخبر کو اکھاڑ پھینکا تھا۔
 وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝ (المنافقون: ۸) ایمان والوں کا، لیکن منافق نہیں سمجھتے۔

کرم اے شہِ عرب و عجم کہ کھڑے ہیں منظرِ کرم
 وہ گدا کہ تونے عطا کیا ہے جنہیں دماغِ سکندریٰ!

[ص ۲۵۳]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کس قدر حضور سے مستفیض ہیں کہ انھیں تفکر، تفقہ اور تدبیر وغیرہ کی تمام نعمتیں حاصل ہیں۔ سورۃ المائدہ میں تمام نعمتوں کی تکمیل کا ذکر آتا ہے:
 الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ أَجْرَكُمْ لَكُمْ نِعْمَةٌ كَثِيرَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ
 عَلَيكُمْ نِعْمَتِي..... (المائدہ: ۳) تمہارا اور پوری کی تم پر اپنی نعمت۔

خریدیں نہ ہم جس کو اپنے لہو سے مسلمان کو ہے ننگ وہ پادشائی!

[ص ۲۵۴]

الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَكْبَرُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝ (التوبہ: ۲۰) اور وہی مراد کو پہنچے۔
 جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے تو ان کو بڑا درجہ ہے اللہ کے نزدیک،

موت کو سمجھے ہیں غافلِ اختتامِ زندگی ہے یہ شامِ زندگی صبحِ دوامِ زندگی!

[ص ۲۵۴]

صفحہ ۲۳۳ کی تلمیح ملاحظہ ہو۔

ع چشمِ دل وا ہو تو ہے تقدیرِ عالم بے حجاب!

[ص ۲۵۶]

يَقْلَبُ اللَّهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَلدُّبْرَةَ لِلَّذِينَ هُمْ عَنْ آلِهَتِهِمْ هَارُونَ ۝ (الاحقاف: ۲۱) اللہ بدلتا ہے رات اور دن۔ اس میں عبرت

لَعْبَرَةٌ لِّأَوْلِي الْأَبْصَارِ ﴿النور: ۴۴﴾ ہے آنکھ والوں کے لیے۔

”کشتی مسکین“ و ”جانِ پاک“ و ”دیوارِ یتیم“!

علمِ موسیٰؑ بھی ہے تیرے سامنے حیرتِ فروش!

[۲۵۶ ص]

سورۃ الکہف کی آیات ۶۵ تا ۸۲ میں موسیٰؑ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے یہ واقعات آتے ہیں۔ ترجمہ یہاں پیش کیا جاتا ہے:

(موسیٰؑ علیہ السلام نے) ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ (حضرت خضرؑ) پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔ اس سے موسیٰؑ نے کہا، کیا میں تمہارے ساتھ رہوں اس شرط پر کہ تم مجھے سکھا دو گے نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی؟ کہا آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے اور اس بات پر کہ کوکبر صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں۔ کہا ’عنقریب اللہ چاہے تو تم مجھے صابر پاؤ گے اور میں تمہارے کسی حکم کے خلاف نہ کروں گا۔ کہا، اگر آپ میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک کہ میں خود اس کا ذکر نہ کروں۔ اب دونوں چلے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے تو اُس بندہ نے اسے چیر ڈالا۔ موسیٰؑ نے کہا کیا تم نے اسے اس لیے چیرا کہ اس کے سواروں کو ڈبو دو؟ بے شک یہ تم نے بُری بات کی۔ کہا، میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے؟ کہا، مجھ سے میری بھول پر گرفت نہ کرو اور مجھ پر میرے کام میں مشکل نہ ڈالو۔ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ ایک لڑکا ملا اس بندہ نے اسے قتل کر دیا۔ موسیٰؑ نے کہا، کیا تم نے ایک ستھری جان بے کسی جان کے بدلے قتل کر دی؟ بے شک تم نے بہت بُری بات کی۔ کہا، میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ آپ ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے؟ کہا، اس کے بعد میں تم سے پوچھوں تو پھر میرے ساتھ نہ رہنا۔ بے شک میری طرف سے تمہارا عذر پورا ہو چکا۔ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں کے پاس آئے تو اُن دہقانوں سے کھانا مانگا انھوں نے انھیں دعوتِ دینی قبول نہ کی۔ پھر دونوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار پائی کہ گرا چاہتی ہے۔ اس بندہ نے اسے سیدھا کر دیا۔ موسیٰؑ نے کہا، تم چاہتے تو اس پر کچھ مزدوری لے لیتے۔ کہا، یہ میری اور آپ کی جدائی ہے۔ اب میں آپ کو ان باتوں کا پھیر بتاؤں گا جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔ وہ جو کشتی تھی وہ کچھ مٹا جوں کی تھی کہ دریا میں کام کرتے

اقبال اور قرآن

تھے۔ تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں اور ان کے پیچھے ایک بادشاہ تھا کہ ہر ثابت کشتی کو زبردستی چھین لیتا۔ اور وہ جولوٹکا تھا اس کے ماں باپ مسلمان تھے، تو ہمیں ڈرہوا کہ وہ ان کو سرکشی اور کفر پر چڑھا دے۔ تو ہم نے چاہا کہ ان دونوں کا رب اس سے بہتر، ستھرا اور اس سے زیادہ مہربانی میں قریب (لڑکا) عطا کرے۔ رہی وہ دیوار، وہ شہر کے دو متم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا، تو آپ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو بچھیں اور اپنا خزانہ نکالیں آپ کے رب کی رحمت سے اور یہ کچھ میں نے اپنے حکم سے نہیں کیا۔ یہ پھیرے ان باتوں کا جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔

بچپنا ہے ہاشمی ناموسِ دینِ مصطفیٰ
خاک و خوں میں مل رہا ہے ترکمانِ سخت کوش!

[ص ۲۵۷]

منافق لوگ ہی مومنوں کو دغا دیتے ہیں۔

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يٰخٰدِعُوْنَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝
وہ دغا کرتے ہیں اللہ سے اور مسلمانوں سے اور وہ کسی کو دغا نہیں دیتے مگر خود آپ کو، اور نہیں سمجھتے۔ (البقرہ: ۹)

یہ منافقوں کے متعلق ہے اور مسلمانوں کے لیے یہ بشارت سورۃ التوبہ میں بیان ہوئی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ
وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمْ الْجَنَّةَ
بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ
(التوبہ: ۱۱۱) ان کے لیے جنت ہے۔

ع یہ تنگاپوے دما دم، زندگی کی ہے دلیل

[ص ۲۵۷]

اس کے لیے صفحہ ۲۴ کی تلمیحات ملاحظہ ہوں۔

وہ سکوتِ شامِ صحرا میں غروبِ آفتاب جس سے روشن تر ہوئی چشمِ جہاں بینِ خلیل!
[ص ۲۵۸]

صفحہ ۲۴ کی تلمیح ملاحظہ ہو۔

علامہ نے فلسفہ زندگی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

برتر از اندیشہ سود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی!

[ص ۲۵۸]

کبھی زندگی جان سے عبارت ہے اور کبھی جان کو قربان کرنے سے (ابدی) زندگی حاصل ہوتی ہے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۝
اور مت کہو جو کوئی مارا جائے اللہ کی راہ میں کہ
مردہ ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں۔

(البقرہ: ۱۵۴)

سورہ آل عمران، آیت: ۱۶۹ میں بھی اسی طرح کا مضمون ہے۔

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے
سر آدم ہے ضمیر کن فکاں ہے زندگی!

[ص ۲۵۹]

آدم خلیفۃ اللہ ہیں۔ (سورۃ البقرہ میں ارشاد ہے: ۳۰)

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ
اور مجھ کو بنانا ہے زمین میں ایک نائب۔
کہا گیا ہے، یعنی انسان کو اللہ کی نیابت اور خلافت حاصل ہے۔ اس لیے اس کی زندگی دُکُن
فکاں کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے بنائی گئی ہے۔

آشکارا ہے یہ اپنی قوتِ تسخیر سے گرچہ اک مٹی کے پیکر میں نہاں ہے زندگی
[ص ۲۵۹]

سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي
اللہ نے مسخر کر دیا تمہارے لیے جو کچھ
الْاَرْضِ (البجاثیہ: ۱۳) (لقمن: ۲۰) آسمانوں میں اور زمین میں ہے۔
فرما کر انسان کی صلاحیتوں کا اظہار فرمایا ہے۔

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصہ محشر میں ہے! پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے!
[ص ۲۶۰]

أُولَئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ (البقرہ: ۲۰۲) اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔
 ([تفسیر] مدارک اور [تفسیر] خازن میں ہے کہ اللہ عنقریب قیامت قائم کر کے بندوں کا حساب فرمائے گا۔ تو چاہیے کہ بندے اُس کے ذکر، دعا اور طاعت میں جلدی کریں)۔

سورۃ البقرہ میں یہ بھی فرمایا ہے:

وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ اور اللہ تمہارے کرتوتوں سے غافل نہیں ہے (تم غافل ہو)۔ (البقرہ: ۷۴)

آ بتاؤں تجھ کو رمزِ آئیہ ان الملوک
 سلطنت اقوامِ غالب کی ہے اک جادوگری

[ص ۱۶۰]

قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً
 أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعْرَظَ أَهْلِهَا آذِلَّةً ۝ (النمل: ۳۳) ہیں اور اس کے عزت والوں کو ذلیل، اور
 ایسا ہی کرتے ہیں۔

ع سردری زبیا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے

[ص ۲۶۱]

فَتَعَلَى اللَّهِ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ
 رَبُّ الْعَرْشِ الْكَبِيرِ ۝ (المومنون: ۱۱۶) مالک۔
 پس بہت بلندی والا ہے اللہ سچا بادشاہ، کوئی
 معبود نہیں سوا اس کے، عزت والے عرش کا

گرمی گفتارِ اعضائے مجالس الاماں
 یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگِ زرگری!

[ص ۲۶۱]

اسمبلیاں اور بحث و مباحثہ کے اڈے صرف سرمایہ داروں کی جنگِ زرگری ہے۔ سورۃ

الْهُمُزَةُ كَأْتِرْجَمَاس مَقْصِدَ كَلِيه كَانِي هِي:

”خرابی ہے اس کے لیے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے، پیٹھ پیچھے بدی کرے۔ جس نے مال جوڑا اور گن گن کر رکھا، کیا یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس دنیا میں ہمیشہ رہے گا؟ ہرگز نہیں۔ وہ روندنے والی (دوزخ) میں پھینکا جائے گا۔ (الہمزہ: ۱-۹)

لے گئے تثلث کے فرزند میراثِ خلیل
نشت بنیادِ کلیسا بن گئی خاکِ حجاز!

[ص ۲۶۴]

ابراہیم علیہ السلام کا شہر مکہ (حجاز) عیسائیوں کے ساز باز کا شکار ہو گیا۔ اس کے لیے ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ
أَمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ
(ابراہیم: ۳۵) اولاد کو اس بات سے کہ ہم پوجیں مورتیں۔

حکمتِ مغرب سے ملت کی یہ کیفیت ہوئی
ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے گاز

[ص ۲۶۴]

سورۃ المجادلہ میں طاغوتی طاقت کی عیاری کا ذکر اس طرح آتا ہے:

اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَاهُمْ ذِكْرَ
اللَّهِ..... (المجادلہ: ۱۹) اللہ کی یاد سے غافل کر دیا۔

مومیائی کی گدائی سے تو بہتر ہے شکست
مور بے پر! حاجتے پیشِ سلیمانے مبر

[ص ۲۶۵]

غیر اللہ کے آگے جھکنے اور اس سے حاجت مانگنے کے لیے منع فرمایا گیا، کیونکہ مومن کے لیے

اللہ کافی ہے۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا ۝ اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ کافی ہے کام بنانے والا۔ (الاحزاب: ۳)

انبیاء علیہم السلام کی شان بھی یہی تھی۔

الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ وَكَفَى بِاللَّهِ حَسِيبًا ۝ وہ جو اللہ کے پیام پہنچاتے اور اس سے ڈرتے اور اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں کرتے اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا۔ (الاحزاب: ۳۹)

سورۃ النمل: آیت ۱۸ میں چیونٹی اور سلیمان علیہ السلام کا واقعہ ہے کہ وہ کس طرح ان کے لشکر سے بچنے کے لیے چیونٹیوں سے کہتی ہے۔

ع ربط و ضبطِ ملت بیضا ہے مشرق کی نجات

[ص ۲۱۵]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا ۝ اے ایمان والو! ثابت رہو اور مقابلے میں ورا بٹو اور واقف و اتقوا اللہ لعلکم تفلحون ۝ مضبوطی کرو اور مل جل کر رہو اور ڈرتے رہو (آل عمران: ۲۰۰) اللہ سے۔ شاید مراد کو پھینچو۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تاجک کا شغری

[ص ۲۶۵]

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا..... (آل عمران: ۱۰۳) آپس میں پھٹ نہ جانا۔

جو کرے گا امتیاز رنگ و خوں مٹ جائے گا
تڑک خرگا ہی ہو یا اعرابی والا گھم

[ص ۲۶۵]

اس کے لیے صفحہ ۲۴۱ کی تلمیح ملاحظہ ہو۔

تو نے دیکھا سطوتِ رفتارِ دریا کا عروج
موجِ مضطر کس طرح بنتی ہے اب زنجیر دیکھ

[ص ۲۶۶]

علامہ کا یہ شعر اس صورت میں ہے:

دیکھ لو گے سطوتِ رفتارِ دریا کا نال
موجِ مضطر ہی اُسے زنجیرِ پا ہو جائے گی!

[ص ۱۹۴]

سلطنتِ برطانیہ کے زوال اور پاکستان کی تشکیل کے لیے یہ دونوں شعر بطور پیش گوئی ہیں۔

مسلم استی سینہ را از آرزو آباد دار
ہر زمان پیش نظر لا یُخْلِفُ الْمِيعَادُ دار

[ص ۲۶۶]

صفحہ ۱۸۸ اور ۱۹۴ کی تلمیحات دیکھیں اور اس شعر میں سورہ آل عمران کا حوالہ ہے:

رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ ۗ اے رب ہمارے، بے شک تو سب لوگوں کو
فِيهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۗ جمع کرنے والا ہے اُس دن کے لیے جس میں
(آل عمران: ۹) کوئی شبہ نہیں۔ بے شک اللہ کا وعدہ نہیں بدلتا۔

سورۃ الرعد: ۴۱، سورۃ الزمر: ۲۰ وغیرہ میں بھی اسی طرح کے الفاظ آتے ہیں۔

مسلمان کو مسلمان کر دیا طوفانِ مغرب نے
ملاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی

[ص ۲۶۷]

کفر سے جب اسلام کی لکر ہوتی ہے تو سوائے ہوئے مسلمان بھی صحیح مسلمان ہو کر کفر کا ڈٹ
کر مقابلہ کرتے ہیں۔

اِنَّ الدِّينَ اٰمَنُوۡا وَالدِّينَ هَاجَرُوۡا ۗ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنھوں
وَجَاهِدُوۡا فِیۡ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا اُوۡلٰٓئِكَ ۗ نے ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں، وہ

يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (البقرہ: ۲۱۸) والامہربان ہے۔ امیدوار ہیں اللہ کی رحمت کے اور اللہ بخشنے

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَا وَ نَصَرُوا أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ (الانفال: ۷۴) اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں، (نیز) وہ لوگ جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی، وہی ہیں تحقیق مسلمان۔ ان کو بخشش ہے اور روزی عزت کی۔

سورۃ التوبہ: ۷۰-۸۸، النحل: ۱۱۰، العنکبوت: ۶۹، الحجرات: ۱۵ وغیرہ میں بھی ایسی

بشارتیں آئی ہیں۔

مذکورہ بالا شعر کے علاوہ یہ شعر پاکستان کی تشکیل کی پیش گوئی معلوم ہوتا ہے:

عطا مومن کو پھر درگاہِ حق سے ہونے والا ہے
شکوہ ترکمانی، ذہن ہندی، نطقِ اعرابی

[ص ۲۶۷]

اور اس کے بعد والے صفحے کے شعر میں بھی امید کی کرن موجود ہے کہ:

اگر عثمانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

[ص ۲۶۸]

خداےِ لم یزل کا دستِ قدرت تو، زباں تو ہے
یقین پیدا کر اے غافل کہ مغلوب گماں تو ہے

[ص ۲۶۹]

جب بندہ اللہ کا ہو جاتا ہے تو اُس کا ہاتھ اور اُس کی زبان وغیرہ پھر اُس کی نہیں بلکہ اللہ

کی ہوتی ہے۔

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَ لَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (الانفال: ۱۷) پس تم (مسلمانوں) نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا اور اے محبوب! وہ خاک جو تم نے پھینکی، تم نے نہیں پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی اور اس لیے کہ وہ

مسلمانوں کو اس سے اچھا انعام عطا
فرمائے۔ بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔

پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزلِ مسلمان کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں، وہ کارواں تُو ہے

[ص ۲۶۹]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج شریف (بنی اسرائیل: ۱، سورۃ النجم کی ابتدائی اٹھارہ
آیتیں) انسانی کمالات کی منتہا ہیں۔

ع خدا کا آخری پیغام ہے تُو، جاوداں تُو ہے!

[ص ۲۶۹]

أَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ (المانندہ: ۳) کی تبلیغ ہے۔ اُوپر ذکر آچکا ہے۔

ع تری نسبت برا ہی ہے معمارِ جہاں تُو ہے!

[ص ۲۶۹]

مَلَّةَ أَيْبِكُمْ إِبْرَاهِيمَ ط (الحج: ۷۸) اور صفحہ ۲۶۳ کی آیت دیکھیں۔

ع تری فطرتِ امیں ہے ممکناتِ زندگانی کی

[ص ۲۶۹]

صفحہ ۲۴ و صفحہ ۵۵ کے اشعار کی آیات دیکھیں۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

[ص ۲۷۰]

سورۃ الفتح کی آخری آیت میں خلفائے راشدین اور صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین)
کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں:

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ مُحَمَّدٌ اللَّهُ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ

عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا
 سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا
 سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ
 ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي
 الْإِنْجِيلِ كَزُرْعٍ أَخْرَجَ شَطْنُهُ فَازْرَهُ
 فَاسْتَعْلَظَ فَاسْتَوَى عَلَى سُوقِهِ يُعْجِبُ
 الزُّرَّاعَ لَيَظِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَّ اللَّهُ
 الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ
 مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا

(الفتح: ۲۹)

والے (صحابہ) کافروں پر سخت ہیں اور
 آپس میں نرم دل۔ تو انہیں دیکھے گا رکوع
 کرتے، سجدے میں گرتے، اللہ کا فضل و
 رضا چاہتے۔ ان کی علامت ان کے چہروں
 میں ہے سجدوں کے نشان سے، یہ ان کی
 صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت
 انجیل میں ہے۔ جیسے ایک کھیتی اُس نے اپنی
 سُوئی (کی طرح ایک پتی) نکالی، پھر اسے
 طاقت دی، پھر دبیز ہوئی، پھر اپنے بل پر
 سیدھی کھڑی ہوئی۔ کسانوں کو بھی بھلی لگتی
 تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں۔ اللہ
 نے وعدہ کیا ان سے جو ایمان لائے اور
 اچھے عمل کیے بخشش اور بڑے ثواب کا۔

اس آیت میں بعض مفسرین نے معہ (اخراج شطنہ) سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ
 عنہ، اشدآء علی الکفار (فازرہ) سے حضرت عمر فاروق، رحماء بینہم (فاستعلظ) سے
 حضرت عثمان غنی اور رکعاً سجداً (فاستوی علی سوقہ) سے حضرت علیؓ کو مراد لیا ہے۔
 بہر حال صداقت، عدالت، حیا اور شجاعت کے فضائل اور خصائل خلفائے راشدینؓ ہی کے ہیں۔
 وَعَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا
 الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ
 (النور: ۵۵) میں خلافت دے گا۔

بتان رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
 نہ تورانی رہے باقی، نہ ایرانی، نہ افغانی

[ص ۲۷۰]

اس کے لیے صفحہ ۲۳۱ اور صفحہ ۲۶۵ کی تلمیحات (مع آیات) ملاحظہ ہوں۔

ثباتِ زندگی ایمانِ محکم سے ہے دنیا میں
کہ المانی سے بھی پابندہ تر نکلا ہے تورانی

[۲۷۱ص]

اصل قوتِ ایمان ہے جس نے ترکوں کو استحکام بخشا، اور ایمان صرف اللہ کے کرم سے نصیب ہوتا ہے:

ع پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

[۲۰۶ص]

أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا (البقرہ: ۱۶۵) تمام قوت صرف اللہ کو حاصل ہے۔
وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا ۝ اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ کافی ہے کام
(الاحزاب: ۳) بنانے والا۔

اللہ ہی کے رشتے سے ”زورِ بازو“ پیدا ہوتا ہے جس کا ذکر اسی نظم میں ہے کہ:
کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا؟ نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں!

[۲۷۱ص]

ولایت، پادشاہی، علمِ اشیا کی جہاگیری یہ سب کیا ہیں؟ فقط اک مکنتِ ایمان کی تفسیریں

[۲۶۱ص]

ایمان کے ساتھ عملِ صالح کا ذکر قرآنِ پاک میں بار بار آیا ہے اور علم و حکمت کا بھی۔

وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۗ وَمَنْ يَعْزِبِ اللَّهُ الْعِلْمَ يَضِلُّ السَّبِيلَ (البقرہ: ۲۶۹)

جو لوگ ایمان لائے ہیں تم میں سے اور جن کو علم عطا کیا گیا ہے اللہ ان کے درجات کو بلند کرتا ہے۔ (المجادلہ: ۱۱)

براہمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے

ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں!

[۲۶۱ص]

سورۃ الانعام میں ابراہیم علیہ السلام کے واقعات ہیں کہ وہ ستارے، چاند اور سورج کے ڈوبنے پر اپنی قوم سے فرماتے ہیں:

يَقَوْمِ اِنِّيۤ اَبْرٰٓءٌۢ بِرَبِّیۡۤ اِمَّا تَشْسُرُوْنَ ۝
 اے قوم میں بیزار ہوں ان چیزوں سے
 جنہیں تم (خدا کا) شریک ٹھہراتے ہو۔
 (الانعام: ۷۷-۸۰)

سورۃ الانبیاء: آیات ۵۱ تا ۶۷ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بت شکنی کا ذکر بھی ہے جس کے بعد ان کو آتش نمرود میں پھینکا گیا تھا۔

یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
 جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

[ص ۲۷۲]

صفحہ ۲۷ میں صحابہ کرامؓ کے فضائل سے متعلق سورۃ الفتح کی آخری آیت کا ذکر آچکا ہے۔
 وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اَسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۗ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِیۡ رِضُوْا لَهٗ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اٰمٰنًا ۗ ط
 وعدہ دیا اللہ نے ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور ان کے لیے جمادے گا ان کا وہ دین جو ان کے لیے پسند فرمایا ہے اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا۔
 (النور: ۵۵)

عقابی نشان سے چھپے تھے جو بے بال و پر نکلے
 ستارے شام کے خونِ شفق میں ڈوب کر نکلے

[ص ۲۷۲]

اہل یونان جو برطانیہ کی شہ پر ترکیہ پر چھپے تھے وہ بالآخر ذلیل ہوئے اور ایمان کی طاقت غالب ہوئی۔
 صفحہ ۲۷۱ کی آیات دیکھیں۔

حرم رسوا ہوا پیر حرم کی کم نگاہی سے
 جو انانِ تناری کس قدر صاحبِ نظر نکلے

صفحہ ۲۵۷ کا شعر اور اس کی تلمیح دیکھیں۔

[۲۷۲ص]

یقین افراد کا سرمایہ تعمیرِ ملت ہے
یہی قوت ہے جو صورت گر تقدیرِ ملت ہے

صفحہ ۲۶۰-۲۷۰ کے اشعار کی تلمیحات ملاحظہ ہوں۔

[۲۷۲ص]

تُو رازِ کن فکاں ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا
خودی کا راز داں ہو جا، خدا کا ترجمان ہو جا

[۲۷۳ص]

اگر انسان اپنی خودی اور اپنے مقام کو پہچانے گا تو سمجھ سکے گا کہ وہی رازِ کن فکاں ہے۔
صفحہ ۱۹۳ کی تلمیح میں عرض کر دیا گیا ہے کہ انسان اللہ کا خلیفہ اور نائب ہے۔ اسی کے ذریعے اللہ کی
قدرتِ کاملہ کی ترجمانی ہوتی ہے۔ صفحہ ۲۵۹ کی تلمیح بھی دیکھیں۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبُرِّ
وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ
عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا
اور البتہ ہم نے آدم کی اولاد کو بزرگی دی اور
ان کو سوار کر دیا (یعنی مسلط کر دیا) خشکی اور
تری پر اور ان کو روزی دی اچھی اچھی
چیزوں سے اور ان کو بڑی فضیلت دی
(بنی اسرائیل: ۷۰)

بہتوں پر جن کو ہم نے پیدا کیا ہے۔

خدا کی ترجمانی کرنے کے لیے سورۃ النحل میں ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ
اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ
اور ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجا ہے (اور
اس کے ذریعے یہ حکم دیا ہے) کہ اللہ کی
عبادت کرو اور اس سے بغاوت اور سرکشی
(النحل: ۳۶)

کرنے والوں سے بچو (یعنی غیر اللہ کے
آگے جھکنا انسانی شرافت اور فضیلت کے

منانی ہے)۔

یہ ہندی، وہ خراسانی، یہ افغانی، وہ تورانی
تو اے شرمندہ ساحل اچھل کر بے کراں ہو جا

[ص ۲۳۳]

صفحہ ۲۳۱ کی تالیخ دیکھیں۔

مصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر
شبستانِ محبت میں حریر و پرنیاں ہو جا

[ص ۲۴۲]

صفحہ ۲۴۰ کے شعر سے متعلق آیت دیکھیں۔

ترے علم و محبت کی نہیں ہے انتہا کوئی
نہیں ہے تجھ سے بڑھ کر سائزِ فطرت میں نوا کوئی

[ص ۲۴۴]

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا
اور سکھائے آدم کو نام (تمام اشیا کے)
سارے کے سارے۔ (البقرہ: ۳۱)

الرَّحْمَنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۖ خَلَقَ الْإِنْسَانَ ۙ
رحمن نے قرآن سکھایا، انسان کو پیدا کیا اور
عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۙ (الرحمن: ۱-۴)
ماکان ما یکون کا بیان سکھایا۔

رُحَمَاءَ بَيْنَهُمْ
(آپس میں بڑے رحیم ہیں) بھی فرمایا ہے۔
(الفتح: ۲۹)

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیبِ حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے!

[ص ۲۴۴]

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ
اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو خریدتے ہیں
لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بَعِيرَ عِلْمٍ وَ يَتَّخِذَهَا
”باتوں کا کھیل تماشا“ (فضول کام) تاکہ
هَزْوَاطٍ أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ۙ
غیر علم کے ذریعے اللہ کی راہ سے بھٹکائیں
اور اسے ہنسی مذاق (کا ذریعہ) بنائیں۔
(لقمن: ۶)

ایسوں کے لیے سخت ذلت کا عذاب ہے۔

تدبر کی فسوں کاری سے محکم ہونہیں سکتا جہاں میں جس تمدن کی بنا سرمایہ داری ہے
[ص ۲۷۴]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَاْكُلُوا أَمْوَالِكُمْ
بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَن
تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ ط
اے ایمان والو، آپس میں ایک دوسرے
کے مال غلط طریقے سے نہ کھاؤ۔ لین دین
(مفاد و نفع) آپس کی رضا مندی سے ہوا اور
اپنے آپ کو (یا باہم) قتل نہ کرو۔
(النساء: ۲۹)

نفع خوری کسی ناجائز طریقے یا فریب یا تدبر سے ہرگز جائز نہیں۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے
[ص ۲۷۲]

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۗ وَمَنْ
يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۗ
پس جو شخص ذرہ بھرنیکی کرے گا تو اُسے
دیکھ لے گا اور جو ذرہ بھر بدی کرے گا تو
اُسے دیکھ لے گا۔
(الزلزال: ۷-۸)

ع قبضے سے اُمت بیچاری کے دیں بھی گیا، دنیا بھی گئی
[ص ۲۷۷]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا
الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ۝
اے ایمان والو، اطاعت کرو اللہ کی اور
اطاعت کرو رسول کی اور ضائع مت کرو
(محمد: ۳۳)

اور جو اطاعت نہیں کرتے ان کے لیے سورۃ البقرہ میں فرمایا:

فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةِ ۗ
پس ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع
ہوئے۔
(البقرہ: ۲۱۷)

تیرے پیانوں کا ہے یہ اے مئے مغرب اثر
خندہ زن ساقی ہے ساری انجمن بیہوش ہے

[ص ۲۷۸]

اس کے لیے صفحہ ۲۷۴ میں سورہ لقمن: آیت ۶ کی تلمیح دیکھیں۔

بے خطر گود پڑا آتشِ نمرود میں عشق عقل ہے محوِ تماشا ئے لبِ بامِ ابھی
[ص ۲۷۸]

قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ
فَاعِلِينَ ۝ قُلْنَا يَبْنَؤُا كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا
عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۚ وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا
فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ ۝
(الانبیاء: ۶۸-۷۰) اس کو برا۔ پھر اچھی کو ہم نے خسارے میں ڈالا۔

ع سعیِ پیہم ہے ترازوئے کم و کیفِ حیات

[ص ۲۷۹]

صفحہ ۲۵۰ کی تمیحات دیکھیں، بالخصوص سورہ آل عمران کی آیت ۱۳۶، جو مذکور ہوئی۔

ساماں کی محبت میں مضمر ہے تنِ آسانی
مقصد ہے اگر منزل، غارت گرِ ساماں ہو

[ص ۲۸۰]

زَيْنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ
وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ
وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ
وَالْحَرْثِ ۗ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝
ہے اور اللہ ہی کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔

(آل عمران: ۱۴)

وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ۝
اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کی متاع ہے۔

(آل عمران: ۱۸۵)

ع کبھی اے حقیقتِ منتظر، نظر آلباسِ مجاز میں

[ص ۲۸۰]

وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا
پھیل گیا ہے میرا رب ہر چیز پر علم سے۔

(الانعام: ۸۰)

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ
نگاہیں اس کو نہیں پاتیں اور وہ نگاہوں کو
الْأَبْصَارَ وَ هُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۝
پالیتا ہے۔ وہ بھید جانتا اور باخبر ہے۔

(الانعام: ۱۰۳)

علامہ اقبال نے اسی لیے ”حقیقتِ منتظر“ کہا ہے۔

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی
مرے جرمِ خانہ خراب کو ترے عفوِ بندہ نواز میں

[ص ۲۸۱]

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ
آپ فرمادیں، اے بندو میرے، جنھوں نے
لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ
زیادتی کی اپنی جان پر، نہ آس توڑو اللہ کی
الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ
رحمت سے۔ بے شک اللہ بخشتا ہے تمام گناہ۔
الرَّحِيمُ ۝ (الزمر: ۵۳)
وہ جو ہے وہی ہے معاف کرنے والا مہربان۔

اے مسلمان ہر گھڑی پیشِ نظر آئیے، لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ رکھ

[ص ۲۸۲]

صفحہ ۲۶۶ کی تمبیحات دیکھیں۔ اس صفحے میں اس شعر کو فارسی میں کہا گیا ہے۔

ع إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ، يَادِ رُكْهُ

[ص ۲۸۲]

إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ
بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ پس تم کو نہ بہکا
الدُّنْيَا.... (لقمن: ۳۳)
دے دنیا کی زندگی۔

قرآن پاک میں متعدد مقامات پر ایسے الفاظ آئے ہیں۔

اس دور میں سب مٹ جائیں گے، ہاں! باقی رہ جائے گا

جو قائم اپنی راہ پہ ہے اور پٹکا اپنی ہٹ کا ہے

[۲۸۲ص]

اسلام کے علاوہ کسی اور دین میں ذریعہ نجات نہیں ہے۔

وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ

اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے گا

مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَسِرِينَ ۝

تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ

آخرت میں خسارے میں رہے گا۔

(آل عمران: ۸۵)

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا

اور نہیں ہے تمہارے لیے سوائے اللہ کے

نَصِيرٍ ۝

کوئی حمایتی اور کوئی مددگار۔

(البقرہ: ۱۰۷)

ع محنت و سرمایہ دنیا میں صف آرا ہو گئے

[۲۸۹ص]

اشتراکیت اور سرمایہ داری کی جنگ جاری ہے، لیکن اشتراکیت (کمبوزم) بھی غلامی سے کم نہیں ہے۔

صَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا عَبْدًا مَمْلُوكًا لَا يَقْدِرُ

اللہ پاک ایک مثال بیان کرتا ہے۔ ایک

عَلَى شَيْءٍ وَ مَن رَزَقْنَاهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا

غلام ہے جو دوسرے کے بس (یا ملکیت)

فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَ جَهْرًا هَلْ يَسْتَوُونَ ۝

میں ہے۔ کسی چیز پر اس کا بس نہیں چلتا۔

اور ایک وہ ہے جسے ہم نے اپنی طرف سے

الْحَمْدُ لِلَّهِ ۝ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝

اچھی روزی عطا کی ہے اور وہ اس میں سے

چھپا کر اور ظاہر (جیسا بھی موقع ہو) خرچ

کرتا ہے۔ کیا سب برابر ہیں؟ سب حمد اللہ

ہی کے لیے ہے، بلکہ (یہ وہ بات ہے

جسے) ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

کمبوزم میں شخصی ملکیت کو ختم کر کے ایک مرکزی مادی طاقت کے ہاتھ میں سب کچھ دے دیا ہے۔ ہر شخص اس طاقت کے قانون کے مطابق کام کرتا ہے۔ روٹی کھاتا ہے اور مادی ضرورتیں پوری کرتا ہے۔ اس طرح ہر شخص اس مرکزی طاقت کا مملوک غلام ہے جو اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتا اور جس کی خودی مردہ ہو چکی ہے۔

حکمت و تدبیر سے یہ فتنہ آشوب خیز
ٹل نہیں سکتا ” و قد کنتم بہ تستعجلون“

[ص ۲۸۹]

اِنَّمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اَمْنُكُمْ بِهٖ ۙ الْغَنِّ وَقَدْ كُنْتُمْ
بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝
اس کو؟ اب قائل ہوئے اور تم تھے اسی کی

(یونس: ۵۱) جلدی کرتے۔

”کھل گئے“ یا جوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشمِ مسلم دیکھ لے تفسیر حرف ’ینسلون‘

[ص ۲۸۹]

حَتّٰى اِذَا فُتِنَتْ يٰۤاٰجُوْجٌ وَّ مَاۤجُوْجٌ وَّ هُمْ
مِنْ كَلِّ حَدَبٍ يُّنْسَلُوْنَ ۝
یہاں تک کہ جب کھول دیں یا جوج اور
ماجوج کو اور وہ ہر اونچی جگہ سے پھیلنے آئیں۔

(الانبیاء: ۹۶)

علامہ اقبال نے یا جوج اور ماجوج سے اشتراکیت اور سرمایہ دار ملکوں کی جنگ کی طرف
اشارہ کیا ہے کہ یہ دونوں لشکر پھیلتے جا رہے ہیں اور ہر فریق اپنی سازش سے اپنے نظریات کی
ترویج میں لگا ہوا ہے۔

حکمِ حق ہے ”لیس للانسان الا ما سعى“
کھائے کیوں مزدور کی محنت کا پھل سرمایہ دار
[ص ۲۹۱]

سورۃ النجم کی آیت ۳۹ کو اس شعر کے پہلے مصرعے میں نظم کیا گیا ہے، یعنی انسان اسی چیز کا
حق دار ہے جس کے حصول کے لیے وہ جدوجہد کرے۔

ع تو نام و نسب کا مجازی ہے، پردل کا مجازی بن نہ سکا
[ص ۲۹۱]

اچھا سا نام رکھ لینے سے مجازی (مسلمان) نہیں بن سکتے۔
اور داخل نہیں ہوا ایمان تھارے دلوں میں۔
وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِىْ قُلُوْبِكُمْ ۙ

(الحجرات: ۱۴)

دراصل مسلمان کی شان یہ ہے کہ اس کا ہر عمل اللہ کے لیے ہونا چاہیے۔
 قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝
 عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ ہی
 کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔
 (الانعام: ۱۶۲)

تر آنکھیں تو ہو جاتی ہیں، پر کیا لذت اس رونے میں
 جب خونِ جگر کی آمیزش سے اشکِ پیازی بن نہ سکا

[ص ۲۹۱]

بظاہر احساس ہے لیکن اگر عمل کے لیے آمادگی نہ ہو سکی تو سب بے کار ہوگا۔ موسیٰ علیہ السلام
 کے عمل سے مستعدی اور سخت کوشی کا بہت بڑا سبق ملتا ہے۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ
 مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا
 کو، میں باز نہ رہوں گا جب تک نہ پہنچوں
 (الکہف: ۶۰) دو دریا کے ملاپ تک، چلتا جاؤں قرنون
 (ساہا سال)۔



حوالے اور حواشی

- ۱- اس کے بعد صفحہ ۲۵۳ میں ایک نظم ”اسیری“ کے عنوان سے ہے۔ دسمبر ۱۹۱۹ء میں جب مولانا محمد علی جوہر
 اور مولانا شوکت علی چارسال کی نظر بندی کاٹ کر کانگریس اور خلافت کے اجلاس میں شریک ہونے کے
 لیے امرتسر گئے تو وہاں علامہ اقبال نے یہ نظم سنائی۔
- ۲- صفحہ ۲۷۲ میں ہے:

ع جو امان ستاری کس قدر صاحب نظر نکلتے!

- ۳- غالباً عقاب (شاپن) کا لفظ پہلی بار علامہ اقبال نے یہاں استعمال کیا ہے لیکن صرف لغوی حیثیت سے۔
 بعد میں اقبال کے یہاں شاپن کا لفظ مسلمانوں کے لیے ایک علامتی نشان بن گیا۔
- ۴- اقبال نامہ (اول): ص ۱۰۹: کتب نمبر ۵۰ میں اقبال نے مولانا سلیمان ندوی سے گزارش کی ہے کہ
 یاجون ماجون پر محققانہ مضمون لکھ دیں۔



زُبُورِ عَجْم

پہلی اشاعت: ۱۹۲۷ء

اگر ہو ذوق تو خلوت میں پڑھ زُبُورِ عَجْم
فغانِ نیمِ شبی بے نواے راز نہیں

—بالِ جبریل

زبورِ عجم

وادیِ عشق بے دور و دراز است ولے طے شود جاہدہ صد سالہ بہ آہے گاہے!
[ص ۳۹۳]

سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ
الْأَقْصَى ۝ (بنی اسرائیل: ۱)

اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ
الْقُلُوبِ ۝ (الحج: ۳۲) دلوں کا تقویٰ ہے۔

مولانا سید سلیمان ندوی نے سیرۃ النبیؐ (جلد پنجم، طبع اعظم گڑھ، ۱۹۵۲ء) صفحہ ۴۲ میں
لکھا ہے:

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ تقویٰ کا تعلق دل سے ہے اور وہ سلبی کیفیت (بچنا) کے بجائے
ایجابی اور مثبتی کیفیت اپنے اندر رکھتا ہے۔ وہ امورِ خیر کی طرف دلوں میں تحریک پیدا کرتا ہے اور
شعائرِ الہی کی تعظیم سے ان کو معمور کرتا ہے۔

اسی سلسلے میں وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ: ”وہ ضمیر کے اُس احساس کا نام ہے جس کی بنا پر ہر کام میں
خدا کے حکم کے مطابق عمل کرنے کی شدید رغبت اور اس کی مخالفت سے شدید نفرت پیدا ہوتی ہے۔“
علامہ اقبال کی اصطلاح میں اسی احساس کا نام عشق ہے۔

در طلب کوش و مدہ دامن امید زد دست دو لے ہست کہ یابی سر را ہے گاہے!
[ص ۳۹۳]

لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى ۝

نہیں ہے انسان کے لیے مگر وہ جو کوشش

(النجم: ۳۹) کرے۔

سازی اگر حریفِ یم بکراں مرا
با اضطرابِ موج، سکونِ گہر بدہ
[ص ۳۹۶]

سخت کوشی ہی سے کامیابی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے واقعے سے یہ سبق ملتا ہے۔
وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ
مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا
(الكهف: ۶۰) جہاں دو سمندر ملتے ہیں یا قرونوں (سالہا
سال) چلتا جاؤں۔

عشقِ شورا انگیز را ہر جاہدہ در کوئے تو برد
بر تلاشِ خود چچی نازد کہ رہ سوئے تو برد!
[ص ۳۹۷]

صفحہ ۳۹۳ میں سورۃ الحج کی آیت ۳۲ کی تشریح دیکھیں۔

درونِ سینہ ما سوزِ آرزو ز کجاست؟
سبوز ماست، ولے بادہ در سبوز کجاست؟
[ص ۳۹۷]

وَ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْخَلِيفَةَ فِي الْأَرْضِ
وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ
لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ
(الانعام: ۱۶۵)
اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں
نائب کیا اور تم میں ایک کو دوسرے پر
درجوں بلندی دی کہ تمہیں آزمائے اس چیز
میں جو تمہیں عطا کی (نیا بتِ الہی، درجات
کی بلندی میں کمی بیشی اور آزمائش سب کا
تقاضا آرزو مند ہی ہے)۔

غزل سراے و نواہے رفتہ باز آور
بایں فسرده دلاں حرفِ دل نواز آور
[ص ۳۹۸]

ع عطا اسلاف کا سوزِ دروں کر

[بالِ جبیریل، ص ۸۷]

آلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا
هُمُ يَحْزَنُونَ ۝ (یونس: ۶۲) رکھنے والوں) پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم۔
نواہاے رفتہ اور اسلاف کا سوزِ دروں یہی قربِ الہی تھا جس سے موجودہ مسلمان آشنا نہیں۔

اے کہ ز من فزودہ گرمی آہ و نالہ را

زندہ کن از صدائے من خاکِ ہزار سالہ را

[ص ۳۹۹]

تیرہ چودہ سو سال والی پُرانی اُمت اب بھی زندہ ہو سکتی ہے اگر اس میں اگلا سا جوش اور ولولہ

پیدا ہو جائے۔

وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ
فِيهَا مَعَايِشَ طَقِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۝
(الاعراف: ۱۰) ذریعے بنائے، تم بہت کم شکر کرتے ہو۔

دل میں احسان مندی کا جذبہ ہو، پھر اس جذبے کے مطابق عمل ہو تو وہ صحیح شکر ہے۔ اے

اللہ پاک! اپنے انعامات کا احساس اور اس کے عمل کا جذبہ ہماری قوم میں پیدا فرما دے۔

بہ ضمیرم آں چناں کن کہ ز شعلہ نوائے

دلِ خاکیاں فروزم، دلِ نوریاں گدازم

[ص ۴۰۱]

یہاں بھی وہی دعا ہے جو صفحہ ۳۹۹ میں اوپر بیان ہوئی ہے۔

سورہ آل عمران میں ہم کو یہ دعا سکھائی گئی ہے:

رَبَّنَا لَا تُرِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ
لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ
الْوَهَّابُ ۝ (آل عمران: ۸) اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر۔ بے

شک تُو ہے بڑا دینے والا۔

اے اللہ میرے مخلصانہ شعر میں ایسا اثر پیدا کر دے کہ لوگ ہدایت پا جائیں۔

چہ عجب اگر دو سلطان بہ ولایت نہ گنجد عجب ایں کمی گنجد بدو عالمے فقیرے!
[ص ۴۰۲]

ایک ولایت میں دو سلطان اور ایک کبل میں دو فقیر نہیں سما سکتے۔ لیکن جو اللہ کا فقیر ہے اس کے لیے یہ دونوں عالم بھی ناکافی ہیں کیونکہ وہ خلیفۃ اللہ ہے۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ○
میں اور جو زمین میں ہے سب اپنے حکم سے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔
(الجاثیہ: ۱۳)

ع برسر کفر و دیں فشاں رحمتِ عامِ خویش را
[ص ۴۰۳]

اللہ پاک نے بنی آدم کو فضیلت دی ہے۔
وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ
اور بے شک ہم نے برتری دی آدم کی اولاد کو۔

(بنی اسرائیل: ۷۰)
كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ
تمہارے رب نے اپنے ذمہ کرم پر رحمت
(الانعام: ۵۴) لازم کر لی ہے۔

اگر کافر پر بھی رحمت ہو جائے تو وہ ایمان لے آئے۔
ریگِ عراق منتظر، کشتِ حجاز تشنہ کام
خونِ حسینؑ باز دہ کوفہ و شامِ خویش را
[ص ۴۰۳]

بالِ جبریل، ص ۴۰۴ میں ہے۔
قافلہٗ حجاز میں ایک حسین بھی نہیں
گرچہ ہے تاب دارا بھی گیسوئے دجلہ و فرات
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس آمر (حاکم) کی اطاعت نہیں کی جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہ کرتا ہو۔ یہی ان کی شہادت کا پیام ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا
 الرَّسُولَ وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ (النساء: ۵۹)
 اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور
 اطاعت کرو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی
 اور ان کی جو تم میں حاکم ہیں۔

دوش بہ راہبر زند، راہ یگانہ طے کند
 می نہ دہد بدست کس عشق زمام خویش را
 [ص ۲۰۳]

عشق (تقوی القلوب) خود را ہر ہے۔ سورہ آل عمران میں ارشاد ہے:
 وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ
 شَيْئًا (آل عمران: ۱۲۰)
 اور اگر تم صبر (ہمت) اور تقوی (پربہیز
 گاری) کیے رہو تو ان (کفار) کا داؤں
 تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا۔

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰ
 (الحجرات: ۱۳)
 تم میں سے خدا کے نزدیک سب سے زیادہ
 عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ
 تقوی والا ہے۔

تقوی کا معنی خدا کا خوف بھی ہے اور خدا کا خوف رکھنے والا کسی دوسرے کا خوف نہیں کرتا
 اور نہ غیر اللہ کو خاطر میں لاتا ہے۔

نوائے من ازاں پُرسوز و بیباک و غم انگیز است
 بخاشاکم شرار افتاد و بادِ صبح دم تیز است

[ص ۲۰۴]

اس ”نوائے سحر گاہی“ کی تائید سورہ المزمّل سے ہوتی ہے:

إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ
 قِيْلًا (المزمّل: ۶)
 بے شک رات کا اٹھنا، وہ زیادہ دباؤ ڈالتا
 ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔
 وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَى
 أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا (بنی اسرائیل: ۷۹)
 اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کرو۔ یہ خاص
 تمہارے لیے زیادہ ہے۔ قریب ہے کہ
 تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے گا جو

تیرے لیے مقام محمود ہے۔

ندارد عشق سامانے و لیکن تیشہ دارد
خراشد سینہ کھسار و پاک از خون پرویز است

[ص ۴۰۴]

دل زندہ کہ دادی بہ حجاب در نسا زد نگہے بدہ کہ بیند شررے بہ سنگ خارہ
[ص ۴۰۶]

اس کے لیے بھی صفحہ ۳۹۴-۳۹۶ کی آیات دیکھیں۔

بشکوہ بے نیازی ز خدا یگاں گذشتم صفت مہ تمامے کہ گذشت بر ستارہ
[ص ۴۰۷]

جو اللہ کا ہو جاتا ہے وہ غیر اللہ کو خاطر میں بھی نہیں لاتا۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
(القصص: ۸۸) خدا نہیں سوائے اُس کے۔

أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا (البقرہ: ۱۶۵) بے شک ساری قوت صرف اللہ کو ہے۔

مردہ خاکیم و سزا دارِ دلِ زندہ شدیم!

اِس دلِ زندہ و ما! کارِ خدا سازے ہست

[ص ۴۰۸]

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرًا لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے
أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِيدٌ جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔

(ق: ۷۳)

زندہ دل ہی نصیحت حاصل کر سکتا ہے اور عمل کے لیے آمادہ ہو سکتا ہے۔

تکلیہ بر عقلِ جہاں بینِ فلاطون کلنم در کنارم دلکے شوخ و نظر بازے ہست
[ص ۴۰۸]

افلاطون نے اپنے استاد سقراط کی طرح اس بات کا اقرار کیا کہ انسان اس کائنات کی اشیا کا

غیب و حضور کے لیے المنح المدنیہ میں ہے:

الغیبة اشتغال الحس بما ورد علیه من غیبت یعنی حواس انسانی کا احوال خلق کی علم احوال الخلق والحضور کونه طرف متوجہ ہونا اور حضور یعنی خود کو خدا کے حاضرّاً بالحق روبرو موجود سمجھنا۔

أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِإِسْلَامٍ فَهُوَ تُوکیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور عَلَى نُورٍ مِّنْ رَبِّهِ ط

پر ہے (یعنی یقین و ہدایت پر)۔ (الزمر: ۲۲)

حدیث ہے کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی تو صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! سینے کا کھلنا کس طرح ہوتا ہے؟

فرمایا: ”جب نور قلب میں داخل ہوتا ہے تو وہ کھلتا ہے اور اس میں وسعت ہوتی ہے۔“

صحابہؓ نے عرض کیا: ”اس کی کیا علامت ہے؟“

فرمایا: ”دار الخلود کی طرف متوجہ ہونا اور دار الغرور (دنیا) سے دور رہنا اور موت کے لیے اس کے آنے سے قبل آمادہ ہونا۔“

عالم آب و خاک را بر تحکیم دلم بساے روشن و تار خویش را گیر عیار این چنین [ص ۲۱۰]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ ہی کو اصل معیار قرار دیا گیا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب: ۲۱) (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اسوۂ حسنہ۔

بروں کشیدز بیچاک ہست و بود مرا چہ عقدہ ہا کہ مقامِ رضا کشود مرّ [ص ۲۱۱]

يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَ يَخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (المائدہ: ۱۶)

اللہ اس (قرآن) سے ہدایت دیتا ہے اسے جو اللہ کی رضا پر چلا، سلامتی کے ساتھ، اور انھیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اپنے حکم سے اور انھیں سیدھی

راہ دکھاتا ہے۔

ہردو بمنزلے رواں، ہردو امیر کارواں عقل بحیلہ می برد، عشق برد کشاں کشاں
[ص ۴۱۲]

فلسفہ بھی ایک راہ دکھاتا ہے جس میں حیلے اور گتھیاں ہیں لیکن عشق منزل مقصود کی طرف
(جوش اور ولولے کی وجہ سے) کشاں کشاں لے جاتا ہے۔

بانگِ درا (ص ۲۷۸) میں کہا ہے:

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق عقل ہے جو تماشا لے لبِ بامِ ابھی
عشق کی سخت کوشی سے متعلق صفحہ ۴۲ میں سورۃ الکہف کی آیت ۶۰ دیکھیں — موسیٰ علیہ

السلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا تھا:

اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْا اِنْ
اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو اسی پر بھروسا
کرو۔ اگر تم اسلام رکھتے ہو۔ (تقویٰ
کُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ۝

(یونس: ۸۴) القلوب والے لوگ اللہ پر کامل توکل رکھتے

ہیں اور منزل مقصود پر پہنچ جاتے ہیں۔

نہ کم دگر نگاہے بہ رہے کہ طے نمودم بہ سراغِ صبحِ فردا روشِ زمانہ دارم
[ص ۴۱۳]

جو گزر چکا اسے اب کیا دیکھنا؟ آئندہ کل کے لیے کوشش کرنا چاہیے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لَتَنْتَظِرُنَّ نَفْسَ
اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے
مَا قَدَّمْتُمْ لِغَدٍ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ
کہ کل کے لیے آگے کیا بھیجا اور اللہ سے ڈرو۔

(الحشر: ۱۸)

یمِ عشقِ کشتیِ من، یمِ عشقِ ساحلِ من نہ غمِ سفینہ دارم، نہ سرِ کرانہ دارم
[ص ۴۱۳]

عشق تو مسلسل کوشش اور پیہم جستجو سے کام لیتا ہے، آرام اور سہارے کی اسے ضرورت

نہیں۔

بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ

(البلد: ۴) پیدا کیا (السعی منی والامام من اللہ)

رہے بمنزلِ آلِ ماہِ سخت دشوار است چنان کہ عشق بدوش ستارہ می گذرد
[ص ۴۱۴]

ع عشق تمام مصطفیٰ، عقل تمام بو لہب
[بالِ جبریل، ص ۱۱۴]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ستاروں سے آگے عرش تک پہنچے۔
فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ۖ تُوَّاسِ جَلْوَةَ اِرْسِ مَحْبُوبٍ ۖ مِثْلَ دَوِّ هَاتِمِ كَا
(النجم: ۹) فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

بر عقلِ فلک پیا ترکانہ شمیوں بہ یک ذرّہ در دل از علمِ فلاطون بہ
[ص ۴۱۵]

صفحہ ۴۰۸ میں افلاطون کا نظریہ مذکور ہے اور وہیں آیت (البقرہ: ۲۹) دیکھیں۔

آں فقر کہ بے تیغی صد کشور دل گیرد از شوکتِ دارا بہ، از فر فریدون بہ
[ص ۴۱۵]

جو اللہ کا محتاج ہوتا ہے وہ غیر اللہ کو خاطر میں بھی نہیں لاتا۔ صفحہ ۱۵ کی آیتیں دیکھیں۔

یا مسلمان را مدہ فرماں کہ جاں بر کف بنہ یادریں فرسودہ پیکر تازہ جانے آفریں
یا چنان کن یا چنیں!
[ص ۴۱۶]

وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ۗ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۗ
اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا حق ہے جہاد کرنے کا۔ اس نے تمہیں پسند کیا اور تم پر
دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔ (الحج: ۷۸)

مسلمانوں کے فرسودہ پیکر میں تازہ جان پیدا ہو سکتی ہے اگر وہ صحیح مسلمان بن جائیں۔
اسی سورۃ کی اسی آیت میں آگے آتا ہے:

وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ ۖ فَنِعْمَ اور اللہ کی رسی کو مضبوط تھام لو۔ وہ تمہارا

المَوْلَى وَنَعَمَ النَّصِيرُ ۝
 مولا ہے۔ تو کیا ہی اچھا مولا اور کیا ہی
 (الحج: ۷۸) اچھا مددگار ہے۔

عقل ہم عشق است و از ذوقِ نلگہ بیگانہ نیست
 لیکن ایں بیچارہ را آں جرأتِ زندانہ نیست
 [ص ۳۱۸]

”ذوقِ نگاہِ رکھے والی عقل ایسی سوچ سکھاتی ہے جس کا ذکر سورہ آل عمران میں ہے:
 إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
 وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي
 الْأَبْصَارِ ۝ (آل عمران: ۱۹۰)
 نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لیے (جن کی
 عقل کدورت سے پاک ہو اور جو تخلیقِ عالم
 کو اعتبار و استدلال سے دیکھیں)۔

لیکن ایسے عقل مندوں کے لیے بھی ”جرأتِ زندانہ“ یعنی عمل کی ضرورت ہے۔ اللہ پاک
 نے فرمایا ہے:

لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ
 میں کام کرنے والے کی محنت اکارت نہیں کرتا۔
 (آل عمران: ۱۹۵)

ہر زماں یک تازہ جولاں گاہ می خواہم ازو
 تا جنوں فرماے من گوید دگر ویرانہ نیست

[ص ۳۱۸]

سورۃ الرحمن میں اللہ پاک اپنا عمل بیان فرماتا ہے:
 كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ۝ (الرحمن: ۲۹) اُسے ہر دن ایک کام ہے۔
 پھر سورۃ البقرہ میں ہے:
 لَا تَأْخُذْهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ ۝
 اسے نہ اونگھ آئے اور نہ نیند۔

(البقرہ: ۲۵۵)

جب اللہ پاک ایسا (عمل والا) ہے تو پھر اس کے خلیفہ اور نائب کو بھی ہر وقت آمادہ عمل ہونا چاہیے۔

سوز و گدازِ زندگی لذتِ جستجوے تو راہ چو مارمی گزدگر نہ روم بسوے تو
[ص ۳۱۹]

سَنُوهُمْ اَيْنَا فِي الْاَفَاقِ وَ فِى اَنْفُسِهِمْ
حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ اَوْ لَمْ يَكْفِ
بِرَبِّكَ اَنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ
ابھی ہم انھیں اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود
ان کے آپے میں حتیٰ کہ ان پر کھل جائے
کہ بے شک وہ حق ہے۔ کیا تمہارے رب
کا ہر چیز پر گواہ ہونا کافی نہیں؟ (فصلت: ۵۳)

سینہ کشادہ جبرئیل ازبر عاشقانِ گذشت تا شررے باو فند آتش آرزوے تو
[ص ۳۱۹]

سورۃ النجم کی آیات ۵ تا ۷ میں جبریل علیہ السلام کا ذکر ہے جب وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ معراج میں تشریف لے گئے تھے۔ ان کا وہاں تشریف لے جانا گویا عشق سے تعلق رکھتا ہے۔

من يتلاش تو روم یا يتلاش خود روم عقل و دل و نظر ہمہ گم شدگان کوئے تو
[ص ۳۱۹]

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَاَنْسَاهُمْ
اَنْفُسَهُمْ
اور ان جیسے نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول بیٹھے تو
اللہ نے انھیں ان کی جانیں بھلا دیں (کہ وہ اپنے فائدے کے کام کر لیتے)
(الحشر: ۱۹)

یعنی جس نے اللہ کو بھلا دیا اس نے خود کو بھلا دیا، گویا جس نے اللہ کو جان لیا اس نے
خود کو پہچان لیا۔

ع مکتدہ رکرد مغرب چشمہ ہائے علم و عرفان را
[ص ۳۲۰]

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسَاهُمْ ذِكْرَ
اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اَلَا اِنَّ
حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ
ان پر شیطان غالب آگیا۔ پس اس نے
ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ یہ
شیطان کی جماعت ہے۔ یاد رکھو، شیطان
کی جماعت ہی نقصان اٹھانے والی ہے۔ (المجادلہ: ۱۹)

ع خرد نالاں کہ ما عندی بتریاتی و لاراتی

[ص ۴۲۰]

صفحہ ۴۰۸ کی آیت دیکھیں۔

او بہ یک دانہ گندم بہ زمینم انداخت

تو بہ یک جرعه آب آں سوے افلاک انداز

[ص ۴۲۱]

فَازَلَهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا
كَانَا فِيهِ وَ قُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ
اَنْهَيْتُ الْاَلْكَ كَرَدِيَا اَوْرَهَمَ نَے فرمایا، نیچے اترو،
اَلِی حِیْنِ ۰ (البقرہ: ۳۲) آپس میں ایک تمھارا دوسرے کا دشمن اور
تمھیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور
برتنا ہے۔

ع توبہ یک جرعه آب آں سوے افلاک انداز

[ص ۴۲۱]

اللہ پاک اپنے بندے کو آسمانوں سے پرے بھیج سکتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اتنے
قریب پہنچ گئے کہ:

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى ۰
تو اُس جلوے اور اس محبوب کے درمیان دو
(النجم: ۹) ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

ع حکمت و فلسفہ کر داست گراں خیز مرا

[ص ۴۲۱]

حکمت اور فلسفہ سوچنا تو سکھاتا ہے لیکن عمل کے لیے آمادہ نہیں کرتا۔ اس کے لیے صفحہ ۴۰۴
کی آیت دیکھیں اور عشق کے لیے صفحہ ۳۹۳-۳۹۵ کی آیتیں دیکھیں۔

می تو اں ریخت در آغوش خزاں لالہ و گل

خیز و بر شاخ کہن خون رگ تاک انداز

[ص ۴۲۱]

مَعَكُمْ..... (البقرہ: ۱۴۰) پاس اکیلے ہوں تو کہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

اگر کاوی درونم را خیالِ خویش را یابی
پریشاں جلوہ چوں ماہتاب اندر بیابانے!

[ص ۲۲۵]

میں لاکھ بے عمل سہی لیکن اے اللہ! تیرا عطا کیا ایمان میرے دل کے اندر جاگزیں ہے۔
صفحہ ۲۲۲ کی آیت دیکھیں۔

مرغ خوش لہجہ و شامین شکاری از نشت زندگی را روشِ نوری و ناری از نشت

[ص ۲۲۶]

سورۃ الفتح کی آخری آیت میں اشداء علی الکفار (کافروں پر بھاری) اور رجاء پیہم (آپس میں رحم دل) فرمایا گیا ہے:

أَذَلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى
الْكَافِرِينَ ○ (المائدہ: ۵۴)

یہ اللہ کے پیاروں کی خوبیاں ہیں جن پر اللہ پاک کی قہاری اور رجیمی کا پرتو ہے۔

خوشتر ز ہزار پارسائی گامے بطریقِ آشنائی

[ص ۲۲۷]

آشنائی اور محبت دراصل اخلاص کی وجہ سے ہوتی ہے جو ظاہری پارسائی سے افضل ہے۔
قُلِ اللَّهُ أَغْبَدُ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي ○ آپ فرمادیں، میں اللہ ہی کی عبادت کرتا
(الزمر: ۱۴۰) ہوں نہ اس کا بندہ ہو کر۔

ما را ز مقامِ ما خبر گن ما نیم کجا و تُو کجائی؟

[ص ۲۲۷]

اللہ پاک نے ہم کو اپنا نائب بنایا ہے (الانعام: ۱۶۶)۔ تو اے اللہ ہم کو اس مقام کے
پہچاننے کی توفیق عطا فرماتا کہ ہم اسی منصب کے مطابق عمل کریں۔

بر جہانِ دلِ منِ تاختش را نگرید کشتن و سوختن و ساختش را نگرید
[ص ۴۲۸]

رومی نے کہا تھا:

حاصلِ عمر از سہ سخن بیش نیست خام بدم، پختہ شدم، سوختم
اقبال نے بھی دل کے سوختن میں ساختن کے لیے وسعتیں ظاہر کی ہیں۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا
(البلد: ۴) پیدا کیا۔

مشقت اٹھانے ہی میں انسان کی زندگی ہے اور بے عملی میں اس کی موت ہے۔

کجاست برقِ نگا ہے کہ خانماں سوزد! مرا معاملہ با کشت و حاصل است ہنوز
[ص ۴۲۹]

ہماری کوشش کو نتیجے سے تعلق نہیں ہونا چاہیے۔ کوشش ہی ہمارا مقصد ہے۔ اور کوشش ہی
ہماری زندگی کا ثبوت ہے۔ صفحہ ۴۱۳ کا شعر اور اس کی آیت دیکھیں۔

دے آسودہ با درد و غم خویش دے نالاں چو جوے کو ہسارال
[ص ۴۳۰]

دل کو درد و غم ہی پسند ہے اور جوے کو ہسار کی طرح رونا بھی اُسے اس آتا ہے۔ یہ سب اس
کی بیداری کی علامت ہے۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرًا لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ بے شک اس میں نصیحت ہے اُس کے لیے
أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ (ق: ۳۷) جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔

ازل تاب و تپِ پیشینہٗ من ابد از ذوق و شوقِ انتظام
[ص ۴۳۱]

انسان ازل میں بھی تھا اور ابد تک رہے گا۔ سب کچھ اسی کے لیے ہے جیسا کہ سورۃ

البقرۃ میں ہے:

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنایا جو کچھ

جَمِيعًا (البقرہ: ۲۹) زمین میں ہے سب کا سب۔

اور سورہ ق میں ایسے دل والے کے لیے آخرت کی راحتیں بیان کی گئی ہیں:

مَنْ حَشِيَ الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ وَ جَاءَ جَوْرًا مِنْ سَبِّ دِيكِهِ ذُرَّتَا هِيَ اَوْرَجُوعَ
بِقَلْبٍ مُنِيْبٍ ۝ (ق: ۳۳) کرتا ہوا دل لایا۔

ازمن بروں نیست منزل گہ من من بے نصییم، راہے نیام
[ص ۳۳۲]

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ اَنْفُسَهُمْ (الحشر: ۱۹)
اور ان جیسے نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول بیٹھے (تو اللہ نے انھیں بلا میں ڈالا کہ) انھیں اپنی جانیں یاد نہ رہیں (یعنی اللہ کو بھول جانے والا خود کو بھلا دیتا ہے اور اس کو جاننے والا خود کو جان سکتا ہے)۔

بجز ایں دعا کہ بخشی بہ کہوتراں عقابا!
[ص ۳۳۳]

اے اللہ تجھ سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ قوم کے لوگوں میں عقاباں شان پیدا ہو جائے اور وہ اس مقام پر پہنچ جائیں جس کے لیے فرمایا گیا ہے:

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلٰیكُمْ نِعْمَةً ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے مسخر کر دیا تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے اور تمہیں بھر پور دے دیں اپنی نعمتیں ظاہر اور پوشیدہ؟ (لقمن: ۲۰)

چہ گو بیت ز جانے کہ نفس نفس شمارد
دم مستعار داری؟ غم روز گار داری؟
[ص ۳۳۴]

اللہ پاک کی شان ہے کہ:
كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِیْ شَانٍ ۝ (الرحمن: ۲۹) اسے ہر دن ایک کام ہے۔

پھر اُس کا نائب کیوں ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھے اور کیوں نہ اپنے نفس کا محاسبہ کرے؟

مقامِ بندگی دیگر، مقامِ عاشقی دیگر!
زنوری سجدہ می خواہی زخا کی بیش ازاں خواہی

[ص ۴۳۵]

فرشتے ہر وقت طاعت اور عبادت میں ہیں لیکن انسان اس کے علاوہ عشق اور عمل کے لیے بھی ہے۔
وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۝ اور اللہ نے زمین کو تمہارے لیے بچھونا بنایا
لِتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَا جًا ۝ کہ اس کے وسیع راستوں میں چلو (یہ
(نوح: ۱۹-۲۰) وسعتیں عمل ہی کے لیے رکھی گئی ہیں)۔

تو در ہواے آں کہ نگہ آشنائے اوست من در تلاش آں کہ نتابد نگاہ را!
[ص ۴۳۶]

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّمُوْمِنِيْنَ ۝ وَفِي ۝ اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے
اَنفُسِكُمْ ۝ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ لیے اور خود تم میں۔ کیا تم نہیں دیکھتے؟
(الذاریت: ۲۰-۲۱)

اور اقبال ہمہ وقت اسی کی طرف لو لگائے رہنا چاہتے ہیں جیسا کہ سورہ ق میں ارشاد ہے:
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرًا لِّمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ ۝ بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے
اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَ هُوَ سَهِيْبٌ ۝ جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔
(ق: ۳۷)

بدہ آں دل کہ مستی ہاے او از بادۂ خویش است
بگیر آں دل کہ از خود رفتہ و بیگانہ اندیش است
[ص ۴۳۶]

سورہ ق: آیت ۳۷، او پر آئی ہے۔ اقبال ایسا ہی دل چاہتے ہیں۔

کفِ خاک برگ و سازم بہ رہے فشام اورا
بامیدِ ایں کہ روزے بہ فلک رسانم اورا

[ص ۴۳۷]

انسان بے شک مٹی سے پیدا ہوا ہے لیکن اس کے اندر ایسی صلاحیتیں ودیعت ہیں جو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو مسخر کر سکتی ہیں۔ صفحہ ۴۳۳ کی آیت (القصص: ۲۰) دیکھیں۔

بجھو تو اگر کس غزلے زمن سراید
چہ شود اگر نوازی بہ ہمیں کہ دامنم اُورا
[ص ۴۳۷]

بندے کے لیے اس سے بڑھ کر کیا خوشی اور فخر ہو سکتا ہے کہ اُس کا آقا یہ فرما دے کہ: ”ہاں وہ میرا ہے“۔ ایسے ہی خوش نصیب شخص کے لیے سورہ ق: آیت ۳۳ کی بشارت ہے جو صفحہ ۴۳۱ کے شعر کے بارے میں آچکی ہے۔

ع ایں دل کہ مرا دادی لبریز یقین بادا
صفحہ ۴۳۶ میں سورہ ق کی آیت ۳۷ دیکھیں
[ص ۴۳۸]

شوق اگر زندہ جاوید نباشد عجب است
کہ حدیث تو دریں یک دو نفس نتواں گفت
[ص ۴۳۸]

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ ۗ وَ
لَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوا أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ
مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ (النحل: ۹۶)
جو تمہارے پاس ہے وہ ہو چکے گا اور جو اللہ
کے پاس ہے وہ ہمیشہ رہنے والا ہے اور
ضرور ہم صبر کرنے والوں کو اُن کا صلہ دیں
جو اُن کے سب سے اچھے کام کے قابل
ہو (اللہ کی محبت اور اس کا ذکر ابدی ہے)

آنچہ من در بزم شوق آورده ام دانی کہ چپست
یک چن گل، یک نیستاں نالہ، یک نمانہ مے!
[ص ۴۳۹]

میرا کلام عشق و مستی سے لبریز ہے۔ سحر خیزی نے سحر آفرینی پیدا کر دی ہے۔
وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدُ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ فَاعْتَسَى
أَنْ يَّعْتَبَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ۝
اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کرو۔ یہ خاص
تمہارے لیے زیادہ ہے۔ قریب ہے کہ
تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے گا جو
(بنی اسرائیل: ۷۹)

تیرے لیے مقام محمود ہے۔

سورہ مریم میں بھی یہی بشارت ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا

گا (دوسرے لوگ بھی شوق اور محبت سے
(مریم: ۹۶)

ایسے لوگوں کو دیکھیں گے اور انھیں قبول عام
ہوگا کیونکہ ان کی باتوں میں بھی محبت کا پیام

ماتا ہے)۔

ع ہر چند زمین سائیم برتر ز ثریا نیم

[ص ۴۴۰]

انسان زمین پر رہتا ہے لیکن مسجود ملائک ہے اور ثریا سے بہت بلند جاتا ہے۔ حضور انور صلی
اللہ علیہ وسلم کتنے بلند تشریف لے گئے کہ:

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ

تو اُس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا

(النجم: ۹) فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

شایان جنون ما پہنائے دو گیتی نیست
اِس را بگذر مارا، آں را بگذر مارا!

[ص ۴۴۰]

اس کے لیے اوپر والی آیت (النجم: ۹) ملاحظہ ہو۔

خاور کہ آسماں بہ کمند خیالِ اوست
از خویشتن گسسته و بے سوز آرزوست

قَلَرِ فَرَنگِ پِیشِ مَجازِ آوَرْدِ تَجوَدِ

بینائے کور و مستِ تماشاے رنگ و بوست!

[ص ۴۴۱]

ذَلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ

یہاں تک ان کے علم کی پہنچ ہے۔ بے شک

أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَ هُوَ أَعْلَمُ
بِمَنْ اهْتَدَى ○ وَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَ
مَا فِي الْأَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ أَسَاءُوا
بِمَا عَمِلُوا وَ يَجْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا
بِالْحُسْنَى ○ (النجم: ۳۰-۳۱)
تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ
سے بھٹکا اور وہ خوب جانتا ہے جس نے راہ
پائی۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں
ہے اور جو کچھ زمین میں، تاکہ برائی
کرنے والوں کو اُن کے کیے کا بدلہ دے اور
نیکی کرنے والوں کو نہایت اچھا صلہ دے۔

مشرق والے بے سوز ہیں اور مغرب والے بے ذوق ہیں۔

فرصتِ کش مکش مدہ ایں دلِ بے قرار را
یک دو شکن زیادہ کن گیسوئے تاب دار را

[ص ۴۴۳]

اے اللہ، ہم کو اپنے سے زیادہ قریب کر لے۔ اللہ پاک کے آگے جھکنے سے اور غیر اللہ سے
اعراض کرنے سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

وَ اسْجُدْ وَ اقْتَرِبْ ○ اور (ہم کو) سجدہ کرو اور (ہم سے) قریب

(العلق: ۱۹) ہو جاؤ۔

اقبال نے اللہ میں زیادہ کشش کے لیے اللہ سے دعا کی ہے۔

تیشہ اگر بنگ زدایں چہ مقام گفتگو است
عشق بدوش می کشد این ہمہ کو ہسار را!

[ص ۴۴۳]

اہل عشق کے سامنے بڑی سے بڑی مشکل ہنچ ہے۔ صفحہ ۳۹۶ میں سورۃ الکہف کی آیت ۶۰
کا حوالہ ہے اور موسیٰ علیہ السلام کی سخت کوشی کا ذکر ہے۔ گویا ان کا عمل ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔

جانم در آویخت با روزگاراں جوے است نالاں در کو ہساراں!

[ص ۴۴۴]

صفحہ ۴۳۹ کی آیتیں یہاں بھی کافی ہوں گی۔

مہ وانجم از تو دارد گلہ ہاشنیدہ باشی

کہ بخاک تیرہ مازدہ شرار خود را

[ص ۴۳۵]

بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں
اور زمین اور پہاڑوں پر تو انھوں نے اس
کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے
اور انسان نے اسے اٹھا لیا۔ بے شک وہ
اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا
نادان ہے۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَ
أَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ
ظَلُومًا جَهُولًا ۝ (الاحزاب: ۷۲)

پس جب میں اسے ٹھیک کر لوں اور اس میں
اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک دوں
تو اس کے لیے سجدے میں گر پڑنا۔ تو جتنے
فرشتے تھے سب کے سب سجدے میں
گرے، سوا ابلیس کے۔ اس نے سجدہ
والوں کا ساتھ نہ مانا۔

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَ نَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي
فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ۝ فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ
كُلُّهُمْ أجمعُونَ ۝ إِلَّا ابليسَ ۝ ابى ۝ أَنْ
يَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ ۝ (الحجر: ۲۹-۳۱)

کجا خا کے کہ در آغوش دارد آسمانے را!
[ص ۴۳۶]

کجا نورے کہ غیر از قاصدی چیزے نمی داند

فرشتہ اللہ کا پیغام لاتا ہے اور بس۔ انسان آسمانوں پر بھی قبضہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

صفحہ ۴۳۳ میں سورہ لقمن کی آیت ۲ دیکھیں۔

چہرہ گشا تمام کن جلوہ نا تمام را
[ص ۴۳۷]

چند بروے خود کشی پردہ صبح و شام را

اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا تو
رات کی نشانی مٹی ہوئی رکھی۔ اور دن کی
نشانی دکھانے والی (یعنی روشن کہ اس میں
سب چیزیں نظر آئیں)

وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَاتِينَ فَمَحْوُونَآ آيَةَ
الَّيْلِ وَ جَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً ۝ ۝ ۝ ۝
(بنی اسرائیل: ۱۴)

اقبال نے اللہ کے جلوے کو دیکھنا چاہا ہے جو اس کی آیات میں موجود ہے ورنہ:

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ أَلْأَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۝
 آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتیں اور سب
 آنکھیں اس کے احاطے میں ہیں اور وہی
 ہے پورا باطن، پورا خبردار۔ (الانعام: ۱۰۳)

عقل ورق و ورق بگشت عشق بہ نکتہ رسید
 طائرِ زیر کے برد دانہ زیر دام را
 صفحہ ۴۱۲ کی آیتیں دیکھیں۔
 [ص ۴۴۷]

نغمہ کجا و من کجا ساز سخن بہانہ ایست
 سوئے قطار می کشم ناقہ بے زمام را
 [ص ۴۴۷]
 اقبال اپنی قوم قرآن کے ذریعے صحیح راہ دکھانا چاہتے ہیں۔ یہ قرآن ان کے کلام میں جگہ جگہ موجود ہے۔
 إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّذِي هِيَ أَقْوَمُ وَ
 بے شک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب
 يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ
 سے سیدھی ہے اور خوشی سناتا ہے ایمان
 الصَّلٰحَةِ أَنْ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ۝
 والوں کو جو اچھے کام کریں کہ ان کے لیے
 (بنی اسرائیل: ۹) بہت بڑا اجر ہے۔

درون سینہ ما دیگرے! چہ بوالعجبی ست!
 کرا خبر کہ توئی یا کہ ما دوچار خودیم!
 [ص ۴۴۸]
 صفحہ ۵۳۲ میں سورۃ الحشر کی آیت ۱۹ دیکھیں۔

توڑ راہ دیدہ ما بضمیر ما گذشتی
 مگر آں چناں گذشتی کہ نگہ خبر ندارد!
 [ص ۴۴۹]
 صفحہ ۴۴۷ میں سورۃ الانعام کی آیت ۱۰۴ دیکھیں۔

قدحِ خرد فروزے کہ فرنگ داد مارا
 ہمہ آفتاب لیکن اثرِ سحر ندارد!
 [ص ۴۴۹]
 زَيْنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ
 کافروں کی نگاہ میں دنیا کی زندگی آراستہ کی
 يَسْحَرُونَ مِنَ الدِّينِ اٰمَنُوۡا... (البقرہ: ۲۱۴)
 گئی ہے اور وہ مسلمانوں پر ہنستے ہیں۔

عزمِ مارا بے یقین پختہ ترک ساز کہ ما اندر میں معرکہ بے خیل و سپہ آمدہ ایم
[ص ۳۵۰]

سورہ آل عمران میں عزم والے کے لیے یقین اور توکل کی بشارت ہے:
فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ
يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ۝
پر بھروسا کرو۔ بے شک (اس پر) بھروسا
کرنے والے لوگ اللہ کو پیارے ہیں۔ (آل عمران: ۱۵۹)

بر دلِ آدمِ زدی عشقِ بلا انگیز را آتشِ خود را باغوشِ نیتانے نگر!
[ص ۳۵۱]

امانت کی تشریح میں مفسرین نے بہت سے اقوال نقل کیے جن کا لپ لباہ وہی تقویٰ القلوب ہے
(سورہ الحج: آیت ۳۲) جو امور خیر کے لیے دل میں شوق اور رغبت پیدا کرتا ہے اور خدا کے حکم کے
مطابق عمل کرنے کی شدید رغبت اور اس کی مخالفت سے شدید نفرت پیدا ہوتی ہے (اسی کو اقبال کی
اصطلاح میں عشق کہتے ہیں)

شوید از دامانِ ہستی داغِ ہائے گہنہ را سخت کوشی ہائے اس آلودہ دامانے نگر!
[ص ۳۵۱]

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ
أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا
وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ
تمہاری جانچ ہو کہ تم میں کس کا کام زیادہ
(الملک: ۲) اچھا ہے۔

اسی جانچ سے پھر مسابقت سے سخت کوشی کا پیام ملتا ہے۔
شاخِ نہالِ سدرہٴ خارِ جس چمنِ مشو مُنکرِ او اگر خُدی مُنکرِ خویشتمنِ مشو
[ص ۳۵۳]

مسلمانوں کے آقا حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم سدرہٴ المنتہی پہنچ گئے۔
وَلَقَدْ رَأَاهُ نَزَلَةً أُخْرَى ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ
الْمُنْتَهَى ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَى ۝ إِذْ
يَعْشَى السِّدْرَةَ مَا يَعْشَى ۝ مَا زَاغَ
الْبَصْرُ وَمَا طَعْنَى ۝ لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ
رَبِّهِ الْكُبْرَى ۝ (النجم: ۱۳-۱۸)

اور انہوں نے تو وہ جلوہ دو بار دیکھا، سدرہ
المنتہی کے پاس۔ اس کے پاس جنت
المأوی ہے۔ جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا
رہا تھا، آنکھ نہ کسی طرف پھری۔ اور نہ حد
سے بڑھی۔ بے شک اپنے رب کی بہت

بڑی نشانیاں دیکھیں۔

دوسرے مصرعے میں ہے کہ اگر اللہ کے منکر ہو جاؤ تو ہو جاؤ لیکن اپنے منکر نہ ہونا۔ یہ ایک لطیف انداز ہے، ورنہ اللہ کو بھولنے والا تو خود کو بھی بھول جاتا ہے جیسا کہ سورۃ الحشر میں ارشاد ہے:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ
أَنْفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝

اللہ نے بھلا دیے ان کو ان کے جی۔ وہ

(الحشر: ۱۹) لوگ وہی ہیں بے حکم۔

مُخْرِ نَادَا غَمٍّ اَز تَارِيكِي شَبِّ هَا كِه مِي آيِد

كِه چَوں اَنجَمِ دَر شَد دَاغِ سِيْمَايِ كِه مَن دَا رَم

[ص ۴۵۴]

مایوس نہ ہونا چاہیے۔ یعقوب علیہ السلام کی زبانی فرمایا گیا ہے کہ اللہ کی رحمت سے مایوس

نہ ہونا چاہیے:

وَلَا تَأْيِسُوا مِنْ رُوحِ اللَّهِ إِنَّهُ لَا يَأْيِسُ
مَنْ رُوحِ اللَّهِ إِلَّا الْكُفْرُونَ ۝

اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ بے

شک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے

(یوسف: ۸۷) مگر کافر۔

بَر خِيَز كِه آدَمِ رَا بِنِگَامِ نَمُوْدِ آدَمِ اَيِس مَشْتِ غِبَارِے رَا اَنجَمِ بَسُوْدِ آدَمِ!

[ص ۴۵۵]

اس سے پہلے کی آیت دیکھیں اور سورۃ الانعام میں ہے:

رَبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ (الانعام: ۱۴۷) تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے۔

حیات چھست؟ جہاں را اسیر جاں کردن

تو خود اسیرِ جہانی، کجا توانی کرد!

[ص ۴۵۶]

انسان تمام جہان کو اپنے قبضے میں کر سکتا ہے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ وَهِيَ هِيَ جَسَدِ نِيْمَايِ جَو كُچھ

(البقرہ: ۲۹) زمین میں ہے سب کا سب۔

جَمِيْعًا

مقدّر راست کہ مسجودِ مہر و مہر و مہر باشی
و لے ہنوز نہ دانی چہا تو تانی کرد!
[ص ۴۵۶]

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ
اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو
سجدہ کرو (لیکن یہ انسان اپنے مقام کے
مطابق عمل پیش نہیں کرتا)۔
(البقرہ: ۳۴)

مرا ز لذتِ پرواز آشنا کردند
تو در فضاے چمن آشیانہ می خواہی!
[ص ۴۵۷]

سورة الزمر میں اچھے عمل والوں کے لیے بھلائی اور زمین کی وسعت ہے:
لِّلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ
جسوں نے بھلائی کی اس دنیا میں اُن کو
وَ اَرْضُ اللّٰهِ وَّاسِعَةٌ اِنَّمَا يُؤَفِّى الصّٰبِرُوْنَ
بھلائی ہے اور زمین اللہ کی کشادہ ہے۔
اَجْرُهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ
ٹھہرنے والوں ہی کو ملنا ہے ان کا اجر بھر پور
(الزمر: ۱۰) بے گنتی۔

یکے بدامن مردان آشنا آویز
زیار اگر نگاہِ محرمانہ می خواہی!
[ص ۴۵۷]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوا اِلَيْهِ
اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو اور اس کی
الْوَسِيْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهِ لَعَلَّكُمْ
طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد
تُفْلِحُوْنَ
کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔
(المائدہ: ۳۵)

زمانہ قاصدِ طیارِ آں دلآرام است
چہ قاصدے کہ وجودش تمام پیغام است
[ص ۴۵۸]

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولٰٓئِي
بے شک ان کے واقعات سے اپنا حال
الْاَلْبَابِ
قیاس کرنا ہے عقل والوں کو۔
(یوسف: ۱۱۱)
زمانہ ہمیشہ احوال اور واقعات پیش کرتا ہے تاکہ ہماری آنکھیں کھلیں اور ہم صحیح نتائج پر پہنچ جائیں۔

ز علم و دانش مغرب ہمیں قدر گویم
خوش است آہ و فغان تا نگاہ ناکام است
[ص ۴۵۸]

مغرب کے علم و دانش سے آنکھیں چکا چوند نہ ہونی چاہئیں۔

إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ ۚ وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ السَّيِّئَاتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَكْرُ أُولَئِكَ هُوَ يُبْزَوُۥ (فاطر: ۱۰)

اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور جو نیک کام ہے وہ اُسے بلند کرتا ہے اور وہ جو بُرے مکر کرتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اور انھی کا مکر برباد ہوگا۔

من از ہلال و چلیپا دگر نیندیشم کہ فتنہ دگرے در ضمیر ایام است!

[ص ۲۵۸]

اس زمانے میں Red Cross اور Red Crescent کا معاملہ شروع ہوا تھا اقبال اس سے خبردار رہنے کو فرماتے ہیں کہ وہ بھی فتنہ ہے۔ اس سے اوپر کی آیت دیکھیں۔

پیام شوق کہ من بے حجاب می گویم بہ لالہ قطرہ شبنم رسید و پنہاں گفتم

[ص ۲۶۰]

اقبال نے بے حجابانہ ”عشق“ کا پیام دیا ہے لیکن یہی صحیح بات ہے جو ہمیشہ قائم رہے گی۔

يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ

اللہ پاک ایمان والوں کو دنیوی اور اخروی زندگی میں صحیح و محکم بات پر مستعد اور ثابت قدم رکھتا ہے۔ (ابراہیم: ۲۷)

غلامِ زندہ دلائم کہ عاشق سرہ اند نہ خانقاہ نشیناں کہ دل بہ کس نہ دہند

[ص ۲۶۱]

آجکل کے خانقاہ والے دل کا سودا نہیں کرتے اور میں دل والوں کو پسند کرتا ہوں جو ولولہ اور جوش رکھتے ہیں۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ۝

اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم سمجھا دیں گے ان کو اپنی راہیں اور بے شک اللہ ساتھ ہے نیکی والوں کے۔ (العنکبوت: ۶۹)

بروں ز انجمنے در میان انجمنے مخلوت اندولے آچنناں کہ باہماند

[ص ۲۶۱]

سورۃ الانشراح میں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا ایک خلاصہ آ گیا ہے۔ اسی کے آخر میں ارشاد ہے:

فَادَا فَرَعَتْ فَانصَبَ ۝ وَ اِلَى رَبِّكَ ۝ پس جب آپ (تبلیغ احکام سے) فارغ
فَارُعَبَ ۝ (الانشراح: ۷-۸) ہو جایا کریں تو (اپنی ذاتی عبادت خاصہ
میں) محنت کیا کیجیے (کہ یہی آپ کی شان
کے مناسب ہے)

گویا باہمہ اور بے ہمہ رہنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

فتنہ را کہ دو صد فتنہ بہ آغوشش بود
دخترے ہست کہ در مہد فرنگ است ہنوز

[ص ۳۶۲]

قرآن پاک میں بھی ایسے ہی ایک فتنے کا ذکر سورۃ یوسف میں ہے:

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ ۝ اور شہر میں کچھ عورتیں بولیں کہ عزیز کی بیوی
تُرَاوِدُ فَتَاهَا عَنْ نَفْسِهِ ۝ (یوسف: ۳۰) اپنے نوجوان کا دل لہاتی ہے۔
از سر تیشہ گزشتن ز خرد مندی نیست
اے بسا لعل کہ اندر دل سنگ است ہنوز

[ص ۳۶۲]

مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے واقعے میں سبق ملتا ہے۔
وَ اِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا اَبْرُحْ حَتَّىٰ اَبْلُغَ ۝ اور جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا، میں
مَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ۝ باز نہ رہوں گا جب تک وہاں نہ پہنچوں
(الکہف: ۶۰) جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرونوں (ساہا
سال) چلتا جاؤں۔

تکلیہ بر حجت و اعجازِ بیاں نیز کنند کارِ حق گاہ بشمشیر و سناں نیز کنند
[ص ۳۶۳]

دین کے لیے قرآن جیسی معجز بیان کتاب بھی دی گئی۔

وَ اِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا ۝ اور اگر کچھ تمہیں شک ہو اس میں جو ہم نے

فَاتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ ۖ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝
 اپنے (خاص) بندے پر اُتارنا تو اس جیسی
 ایک سورت تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے
 سب حمایتیوں کو بلا لیا کرتے ہو۔ (البقرہ: ۲۳)

اور جب کفار نے ہٹ دھرمی سے کام لیا تو جہاد کا حکم بھی ہوا۔ سورۃ التوبہ اس طرح کفار سے بیزاری کے ساتھ شروع ہوتی ہے:

بَرَاءَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۝
 بے زاری کا حکم ہے اللہ اور اس کے
 رسول کی طرف سے ان مشرکوں کو جن سے
 تمہارا معاہدہ تھا اور وہ قائم نہ رہے۔ (التوبہ: ۱)

گاہ باشد کہ تہ خرقہ زرہ می پوشند عاشقان بندہٴ حال اندوچنانا نیز کنند
 مسلمان خرقہ بھی پہنتا ہے اور جہاد بھی کرتا ہے۔ اللہ اللہ بھی کرتا ہے اور اللہ کے لیے سر بھی کٹاتا ہے۔
 سورۃ الانشراح کی آخری آیتیں ہیں:

فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۚ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۚ فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ ۚ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝
 پس بے شک دشواری کے ساتھ آسانی
 ہے۔ بے شک دشواری کے ساتھ آسانی
 ہے۔ پس جب آپ (تبلغ احکام سے)
 فارغ ہو جایا کریں تو (اپنی ذاتی عبادت
 خاصہ میں) محنت کیا کیجیے (جہاد میں ہر
 طرح کی دشواریاں ہوتی ہیں وہ سب اللہ
 کے لیے برداشت کرنا پڑتی ہیں اور فارغ
 ہو کر پھر اس کی عبادت بھی شغف کے
 ساتھ کی جاتی ہے) (الانشراح: ۶-۷)

سلطان محمود غزنوی، اورنگ زیب اور سلطان ٹیپو صوفی بھی تھے اور مجاہد بھی۔

بقصدِ صیدِ پلنگ از چمن سرا بر خیزد
 بکوہِ رخت کشا خیمہ در بیاباں کشد
 [ص ۲۶۳]

صفحہ ۴۶۲ میں سورۃ الکہف کی آیت ۶۰ دیکھیں۔

نَضْرَ وَتِمْغِزِ دِشْتِ حِجَازِ آيِدِ بَرَوِ
كَارَوَا زِي وَادِي دَوْرِ وَ دِرَازِ آيِدِ بَرَوِ

[ص ۴۶۵]

انسان کی رہبری صرف کاروانِ حجاز کے ذریعے ہو سکتی ہے۔

وَمَنْ يَتَّبِعْ عَيْبَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ
وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَسِرِينَ ۝
اور جو اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش
کرے گا وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے
(آل عمران: ۸۵) گا اور وہ آخرت میں خسارے میں رہے گا۔

عمر ہا رکعبہ و بُتِ خانمی نالہ حیات تازِ بزمِ عشق یک دانای راز آید برون
[ص ۴۶۵]

حق اور باطل کی پرکھ میں خاصا وقت لگ جاتا ہے تب کہیں عشق نصیب ہوتا ہے جیسے حضرت
سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے مجوسی اور عیسوی دین کو اختیار کرنے کے بعد سب کو چھوڑا اور حضور
انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنا رشتہ جوڑا۔

سورۃ الحدید میں ایسے عشق والوں کے لیے دُگنے اجر کا ذکر ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَ آمِنُوا
بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ
وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ
وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝
اے ایمان والو! (جو پہلے اہل کتاب تھے
اور اب ایمان لائے ہیں)، اللہ سے ڈرو اور
اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ وہ اپنی رحمت
کے دو حصے (دو نافرمانی) تمہیں دے گا اور
تمہارے لیے نور کر دے گا جس میں چلو اور
(الحدید: ۲۸)

تمہیں بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان
ہے۔ (مؤمنین اہل کتاب کو حضور انور صلی اللہ
علیہ وسلم پر ایمان لانے سے دونوں جزا مقرر ہوا)

دل بے نیازے کہ در سینه دارم گدا را دہد شیوہ پادشاہے

[ص ۴۶۶]

غیر اللہ سے بے نیاز ہونا خود ایک بہت بڑی بادشاہت ہے۔ اللہ پاک نے کیسی زبردست تسلی دی ہے:

أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ
کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟

(الزمر: ۳۶)

گفتند جہان ما آیا بتوی سازد؟
گفتم کہ نمی سازد! گفتند کہ برہم زن!
[ص ۳۶۷]

اگر دنیا ہمارے مطابق نہیں چلتی تو اسے چلانا پڑے گا۔ جہاد (ہر معنی میں) اسی لیے فرض

ہوا۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ
وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ
وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ
وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ
تم پر فرض ہوا اللہ کی راہ میں لڑنا اور وہ تمہیں
ناگوار ہے اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں
بُری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور
قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور
وہ تمہارے حق میں بُری ہو اور اللہ جانتا ہے
(البقرہ: ۲۱۶)

اور تم نہیں جانتے۔

عقل است چراغ تو؟ در را بگزارے نہ
عشق است ایاب تو؟ با بندہ محرم زن
[ص ۳۶۷]

بال جبریل، ص ۳۳۶ میں بھی ہے:

گذر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے
عقل اور فلسفہ سوچنا سکھاتے ہیں اور مشکلات کی بھیا تک شکل پیش کرتے ہیں لیکن عشق ایسی
چیزوں کو خاطر میں بھی نہیں لاتا۔ عشق کے لیے براہ راست یہ حکم اس طرح سورۃ الملک میں نازل ہوا ہے:

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ ذُلُولًا
فَأْمَشُوا فِي مَنَاكِبِهَا
وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین رام
کر دی، تو اُس کے راستوں میں چلو۔ (اس
حکم کی تکمیل ہی میں کامیابی ہے اور یہ تعیل
(الملک: ۱۵)

بھی عشق والوں کا کام ہے۔)

امیرِ قافلہ سخت کوش و پیہم کوش کہ در قبیلہ ما حیدری ز کز آری است
[ص ۴۲۸]

سخت کوشی اور پیہم کوشی کے لیے صفحہ ۴۶۲ میں سورۃ الکہف کی آیت ۶۰ دیکھیں۔
مخلوت انجمن آفرین کہ فطرت عشق کی شناس و تماشا پسند بسیاری است
[ص ۴۲۸]

صفحہ ۴۶۱ میں سورۃ الانشراح کی آیتیں دیکھیں۔

کشائے چہرہ کہ آں کس کہ لن ترانی گفت
ہنوز منظر جلوہ کف خاک است
[ص ۴۳۹]

وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ
قَالَ رَبِّ ارِنِيْ اَنْظُرْ اِلَيْكَ قَالَ لَنْ
تَرَانِيْ وَلَكِنْ اَنْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنْ اسْتَقَرَّ
مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِيْ فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُ
لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا
(الاعراف: ۱۴۳)

اور جب موسیٰ ہمارے وعدے پر حاضر ہوا
اور اس کے رب نے کلام فرمایا، عرض کی،
اے رب میرے مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں
تجھے دیکھوں۔ فرمایا تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے
گا، ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھو۔ یہ اگر اپنی
جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے
گا۔ پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا
نور چمکایا، اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گرا
بے ہوش۔

آج بھی انسان اپنے عمل کی وجہ سے اپنے مقصود کو آسانی سے حاصل کر سکتا ہے۔

ہزار قافلہ بے گانہ واردید و گذشت
ولے کہ دید بانداز محرامانہ کجاست
[ص ۴۷۰]

وَ فِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ وَ فِي
أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝
اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے
لیے اور خود تم میں۔ کیا تم نہیں دیکھتے؟

(الذاریت: ۲۰-۲۱) (گویا محرمانہ دید کی ضرورت ہے)۔

چوموج خیز و بہیم جاودانہ می آویز کرانہ می طلبی بے خبر کرانہ کجاست!
[ص ۴۷۰]

مشکلات کو اختیار کرو اور آسانیوں سے گریز کرو، پھر کامیابی ہے۔
إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا
بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے (مشکل
(الانشراح: ۶) اختیار کرنے سے آسانی حاصل ہوتی ہے)

برخولیش کشا دیدہ و از غیر فرو بند دیدن دگر آموز و ندیدن دگر آموز
[ص ۴۷۱]

صفحہ ۴۷۰ میں سورۃ الذاریات کی آیتیں ۲۰-۲۱ دیکھیں۔
تختِ جم و دارا سر را ہے نفرو شند
با خونِ دلِ خویش خریدن دگر آموز!
[ص ۴۷۲]

ع خونِ دل و جگر سے ہے سرمایہ حیات
[ضربِ کلیم ص ۱۰]
سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا
قریب ہے اللہ دشواری کے بعد آسانی فرما
(الطلاق: ۷) دے گا۔
ہر مشکل کے لیے خونِ دل کی ضرورت ہے پھر راحتِ دل حاصل ہو سکے گا۔

ع اے غنچہ خوابیدہ چو نرگس نگراں خیز
[ص ۴۷۳]

بیدار ہونے کی ضرورت ہے یعنی عمل ہر کام کی کامیابی کے لیے اساس ہے۔
إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا
بِأَنفُسِهِمْ
بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں
(الرعد: ۱۱) بدل دیتی۔

ع خاور ہمہ مانندِ غبارِ سرِ را ہے است
[ص ۴۷۳]

مشرق بالکل ذلیل ہو کر رہ گیا ہے۔ اسے چاہیے کہ سُستی نہ کرے اور عمل پیش کرے۔
وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ (آل عمران: ۱۳۹) آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔

ع تن زندہ و جاں زندہ ز ربط تن و جان است

[ص ۴۷۴]

تن اور جان دونوں کی زندگی ان دونوں کے ربط سے ہے۔ دونوں کو قوی رکھنا چاہیے۔ جان کی قوت کے لیے بے خوفی کی ضرورت ہے۔

لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَى ۝ خوف نہ کر بے شک تو ہی غالب رہے گا۔

(طہ: ۶۸)

جان کی قوت کے لیے سورۃ الانفال میں حکم ہے:

وَاعِدُوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ ۝ اور تم تیار رکھا کرو ان کے لیے جتنا تم سے ہو

(الانفال: ۶۰) سکتے قوت اور طاقت کا سامان۔

ع فریاد ز افرنگ و دل آویزی افرنگ

[ص ۴۷۵]

اور کیا کہ وہ مردہ تھا تو ہم نے اسے زندہ کیا
أَوْ مَنْ كَانَ مَيِّتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا
اور اس کے لیے نور ایک کر دیا جس سے وہ
يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي
لوگوں میں چلتا ہے وہ اس جیسا ہو جائے گا
الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا ۝ كَذَلِكَ
جو اندھیروں میں ہے ان سے نکلنے والا
رُزِينَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝
نہیں۔ یونہی کافروں کی آنکھ میں ان کے
(الانعام: ۱۲۲)

اعمال بھلے کر دیے گئے ہیں۔

ع معمارِ حرم! باز بہ تعمیر جہاں خیز

[ص ۴۷۵]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے اٹھ کر تمام عالم کو بیدار فرمایا۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا
وَّنَذِيرًا (السبا: ۲۸) ایسی رسالت سے جو تمام انسانوں کو گھیرنے
والی ہے خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کا بھی یہی منصب ہونا چاہیے۔

نگاہِ شوق و خیالِ بلند و ذوقِ وجود مترس ازیں کہ ہمہ خاکِ رہگذر گردد
[ص ۴۶۶]

لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ
(آل عمران: ۱۹۵) کرتا۔

البتہ اچھے اور بُرے کام کی ذمہ داری کام کرنے والے پر ہے۔

إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ ۖ وَإِنْ
أَسَأْتُمْ فَلَهَا ۗ (بنی اسرائیل: ۷) اپنے لیے ہی کیا۔

عشق بر نائقہ ایام کشد مجملِ خویش عاشقی؟ راحلہ از شام و سحر باید کرد
[ص ۴۷۷]

عشق یہی چاہتا ہے کہ ہر وقت عمل میں سرگرم رہیں اور بے عملی ہرگز اختیار نہ کریں۔

يَقْلَبُ اللَّهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ
لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ (النور: ۴۳) اس میں سمجھنے کا مقام ہے نگاہ والوں کو۔

پیر ما گفت جہاں بر روشے محکم نیست از خوش و نا خوش او قطع نظر باید کرد
[ص ۴۷۷]

يَمْحُوا اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُنْبِئُكُمْ ۖ وَعِنْدَهُ أُمُّ
الْكِتَابِ (الرعد: ۳۹) رکھتا ہے اور اصل لکھا ہوا اُس کے پاس ہے۔

جب خوش و نا خوش سب اس کی طرف سے ہے اور اس جیسا مہربان کوئی نہیں تو پھر ہر حال
میں راضی رہنا چاہیے۔

پچشمِ مور فرو مایہ آشکار آید ہزار نکتہ کہ از چشمِ ما نہاں بود است
[ص ۴۷۸]

حَتَّىٰ إِذَا آتَوَا عَلَىٰ وَادِ النَّمْلِ ۖ قَالَتْ
نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسْكِنَكُمْ
لَا يَحْطَمَنَّكُمْ سُلَيْمٌ وَجُنُودُهُ ۖ وَهُمْ لَا
يَشْعُرُونَ ۝ (النمل: ۱۸)

یہاں تک کہ جب (سلیمان علیہ السلام اور
ان کے لشکر) چیونٹیوں کے نالے پر آئے تو
ایک چیونٹی بولی، اے چیونٹیو، اپنے گھروں
میں چلی جاؤ، تمہیں کچل نہ ڈالیں سلیمان اور
ان کے لشکر بے خبری میں۔

در نہدام عشق با فکرِ بلند آمیختند
نا تمام جاودانم کارِ من چوں ماہ نیست
[ص ۴۷۹]

قرآن میں ہمیشہ فکرِ بلند کے لیے بار بار تاکید ہے، مثلاً سورۃ الروم میں آیات ۱۹ سے ۲۷ تک (مسلل) معالی امور کے لیے فکر کی دعوت ہے۔ موت اور زندگی، مٹی سے تخلیق، پھر بشر ہو کر دنیا میں پھیل جانا، انسان کے جوڑے اور ان سے سکون، باہمی موڈت اور رحمت، آسمانوں اور زمین کی پیدائش، زبان اور رنگ کا فرق، رات کا سونا اور دن میں اس کے فضل کا تلاش کرنا، بجلی کا چمکنا، بھتیگی کا تیار ہونا، اس کے حکم سے آسمان اور زمین کا قائم رہنا، قیامت کا قائم ہونا، آسمانوں اور زمین کا اس کے زیرِ حکم ہونا، دوبار تخلیق ہونا۔ سب معالی امور ہیں جن پر فکر کرنے دعوت دی گئی ہے۔
ایک حدیث بھی ہے:

ان اللہ یحب معالی الامور و یبغض
کاموں کو ناپسند کرتا ہے۔
سفسافہا

شعلہ می باش و خاشاکے کہ پیش آید بسوز!
خاکیاں را در حریمِ زندگانی راہ نیست

[ص ۴۷۹]

جوش اور ولولہ، قوت اور طاقت کی ضرورت ہے۔ کمزور لوگ جو معالی امور کے لائق نہیں وہ
محض بے کار ہیں۔

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ

تم تیار رکھا کرو ان کے لیے جتنا تم سے

رَبَّاطِ الْحَبْلِ تُرْهَبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَ
عَدُوَّكُمْ وَ الْآخِرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا
تَعْلَمُونَهُمْ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ
جن کو تم نہیں جانتے، اللہ ان کو جانتا ہے۔
(الانفال: ۶۰)

صحیح مسلم: ج ۲، ص ۴۱۵ میں بھی ہے:

المؤمن القوی خیر و احب الی اللہ من
المؤمن الضعیف (صحیح مسلم: ج ۲)
قوی مومن کمزور مومن سے خدا کے نزدیک
زیادہ بہتر اور زیادہ محبوب ہے۔

چو مومج می تپد آدم نجستجوئے وجود
هنوز تا به کمر در میانهٔ عدم است
[ص ۴۸۰]

جو شخص صرف اپنی ذات کے لیے (روٹی، کپڑا اور مکان کے لیے) ہاتھ پاؤں مارتا ہے وہ
ابھی عدم سے وجود ہی میں نہیں آیا۔

وَمَنْ يُوقِ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ
الْمُقْلِحُونَ (الحشر: ۹)
اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو
وہی کامیاب ہیں۔

بیا کہ مثلِ خلیلیں ایں طلسم در شکنیم
کہ جز تو ہر چہ دریں دیر دیدہ ام صنم است
[ص ۴۸۰]

ابراہیم علیہ السلام نے بت شکنی فرمائی تھی (سورۃ الانبیاء: آیت ۵۸)۔ ان کی طرح ہمیں بھی
چاہیے کہ انسانی رفعت کی تعمیر کے علاوہ جو کام بھی ہو اسے بت سمجھ کر توڑ دیں۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَ حَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ
وَالْبَحْرِ وَ رَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَ فَضَّلْنَاهُمْ
عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا
اور ان کو خشکی اور تری میں سوار کیا (غالب
کیا) اور ان کو ستھری چیزیں (روزی) دیں
(بنی اسرائیل: ۷۰) اور ان کو اپنی بہت مخلوق سے افضل کیا۔

پس انسان کو چاہیے کہ اس رفعت اور شان کے لیے کام کرے۔

(الفرقان: ۳۰) قابل ٹھہرا لیا۔

سنگ می باش و دریں کار گہرہ شیشہ گذر وائے سٹکے کہ صنم گشت و بہ مینانہ رسید
[ص ۴۸۲]

مشکل پسند بن اور نازک کام سے گذر جا۔
لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ ۝
بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا
(البلد: ۴) پیدا کیا۔

اے خوش آں جوے تنک مایہ کہ از ذوق خودی
در دل خاک فرو رفت و بہ دریا نہ رسید
[ص ۴۸۲]

اپنے لیے غیر اللہ کا محتاج ہونا نیابت الہی کے منصب کے منافی ہے۔ صفحہ ۴۸۱ میں بھی سورۃ
الانعام کی آیت ۱۶۵ آچکی ہے وہ دیکھیں۔

از کلمے سبق آموز کہ دانائے فرنگ
جگر بحر شگافید و بہ سینا نہ رسید
[ص ۴۸۲]

موسیٰ علیہ السلام کی طرح مشکل پسند بننا چاہیے اور اللہ سے اپنا رشتہ مضبوط رکھنا چاہیے ورنہ
جب نیابت الہی نہ رہے گی تو انسان خود اپنی نگاہ میں ذلیل ہو جائے گا۔ اپنے خالق کو نہ پہچاننا اپنی
فضیلت کو فراموش کرنا ہے۔

وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً
صَنُوكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى ۝
اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے
شک اس کے لیے زندگانی تنگ ہے اور ہم
(طہ: ۱۲۴) قیامت کے دن اُسے اندھا اٹھائیں گے۔

دانائے فرنگ نے جگر بحر کو توڑ دیا ہے لیکن اسے قریب سے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ وہ اپنی ذاتی
زندگی میں کس قدر زندگی سے بیزار ہے۔

عاشق آں نیست کہ لب گرمِ فغانے دارد
عاشق آں است کہ بر کف دو جهانے دارد

[ص ۴۸۳]

اقبال کے نزدیک عاشق وہ ہے جس کے ہاتھ میں دونوں جہان ہوں۔
سورہ الجاثیہ میں انسانی صلاحیتوں کا اس طرح ذکر آتا ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي
الْاَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (الجاثیہ: ۱۳) اُس کے حکم سے۔ بے شک اس میں
نشانیوں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

دلِ بیدار نہ دادند بہ دانائے فرنگ
ایں قدر ہست کہ چشمِ نگرانے دارد

[ص ۴۸۳]

صفحہ ۴۸۲ میں سورہ طہ کی آیت ۱۲۴ دیکھیں۔

بخود نگر! گلہ ہائے جہاں چہ می گوئی
اگر نگاہ تو دیگر شود جہاں دگر است!

[ص ۴۸۴]

دنیا کی شکایت نہ کرو کہ اُس کی وجہ سے ہم فلاں کام نہیں کر سکتے۔ خود نگر بنو۔

وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ ط
اور ہر فضیلت والے کو فضیلت دی جائے
گی۔ (ہود: ۳)

وَلِكُلِّ دَرَجٰتٍ مِّمَّا عَمِلُوْا ط
اور ہر ایک کے لیے اپنے اپنے عمل کے
درجے ہیں۔ (الاحقاف: ۱۹)

ہنگامہ بست از پئے دیدارِ خاکیے
نظارہ را بہانہ تماشاے رنگ و بوست

[ص ۴۸۵]

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاَفَاقِ وَفِيْ اَنْفُسِهِمْ
حتیٰ یبیین لہم اِنَّہ الحَقُّ ط
بھی ہم انھیں دکھائیں گے اپنی نشانیاں دنیا
بھر میں اور خود ان کی ذات میں یہاں تک
کہ اُن پر گھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے۔
(فصلت: ۵۳)

در خاکدان ما گمبہ زندگی گم است
 ایں گوہرے کہ گم شدہ مانیم یا کہ اوست؟

[ص ۴۸۶]

ہم نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے ہم کو بھلا دیا۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ
 أَنْفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝
 اللہ نے ان کی ذات کو بھلا دیا وہی فاسق
 (الحشر: ۱۹) ہیں۔

خود کو جاننا اور اللہ کو جاننا لازم و ملزوم ہیں۔

ع خواجہ از خونِ رگِ مزدور سازد لعلِ ناب

[ص ۴۸۶]

أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ
 قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ
 الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ
 دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سَخِرِيًّا
 وَرَحْمَتَ رَبِّكَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ ۝
 (الزخرف: ۳۲)

کیا تمہارے رب کی رحمت وہ بانٹتے ہیں؟
 ہم نے ان میں ان کی زیست کا سامان، دنیا
 کی زندگی میں بانٹا اور ان میں ایک دوسرے
 پر درجوں بلندی دی کہ ان میں ایک
 دوسرے کی ہنسی بنائے (یعنی مالدار غریب یا
 مزدور کی ہنسی کرے) اور تمہارے رب کی
 رحمت ان کی جمع جتھا سے بہتر ہے۔ (دینے
 والا رب ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم خون
 چڑسنے کے بعد جو دیتے ہیں وہ بھی ہم
 احسان کرتے ہیں)۔

ع شیخ شہر از رشتہ تسبیح صد مومن بدام

[ص ۴۸۶]

فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ ۚ الَّذِينَ هُمْ عَنْ
 ان نمازیوں کے لیے خرابی ہے جو اپنی نماز

صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ۝
 سے بھولے بیٹھے ہیں۔ وہ جو دکھاوا کرتے
 ہیں اور برتنے کی چیز کو مانگے نہیں دیتے
 (الماعون: ۴-۷)

ع میرو سلطان نرد باز و کعبتین شاں دغل

[ص ۴۸۶]

سورة الکہف میں ایک سلطان کے دغل اور غاصبانہ حرکت کا ذکر آیا ہے:

أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسْكِينٍ يَعْمَلُونَ
 فِي الْبَحْرِ فَأَرْذُتْ أَنْ أَعْيِبَهَا وَكَانَ
 وَرَاءَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا ۝
 (الکہف: ۷۹)

ان کے پیچھے ایک بادشاہ تھا کہ ہر ثابت کشتی
 زبردستی چھین لیتا تھا۔

واعظ اندر مسجد و فرزند او در مدرسہ

آل بہ پیری کود کے ایں پیر در عہد شباب!

[ص ۴۸۷]

ایسے منافقوں کا ذکر سورة النساء میں یوں ہے:

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ
 النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا ۝ إِلَّا الَّذِينَ
 تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ
 وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُولَٰئِكَ مَعَ
 الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَسَوْفَ يُؤْتِي اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ
 أَجْرًا عَظِيمًا ۝

(النساء: ۱۳۵-۱۳۶)

بڑا ثواب دے گا۔

اے مسلماناں فغاں از فتنہ ہائے علم و فن
اہرمن اندر جہاں ارزاں ویزداں دیریاب!

[ص ۴۸۷]

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝
(لقمن: ۶)

اور لوگوں میں وہ بھی ہیں جو خریدتے ہیں
کھیل کی باتیں (ہر وہ چیز جو حقیقت کے
خلاف ہو) کہ اللہ کی راہ سے بہکا دیں بے
سمجھے اور اُسے ہنسی بنا لیں۔ ان کے لیے
ذلت کا عذاب ہے۔

آج کل کے علم و فن کا عام نتیجہ یہی ہے کہ طلبہ نے اللہ سے رشتہ توڑا ہے اور شیطان سے
رشتہ جوڑا ہے۔

ع شونی باطل نگر! اندر کمین حق نشست

[ص ۴۸۷]

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝
(البقرہ: ۴۲)

اور حق سے باطل کو نہ ملاؤ اور دیدہ و دانستہ
حق کو نہ چھپاؤ۔

در کلیسا ابن مریم را بدار آویختند!
مصطفیٰ از کعبہ ہجرت کردہ با اُم الکتاب!
[ص ۴۸۷]

قرآن پاک میں کفر و شرک اور عصیان کو بھی ظلم کہا گیا ہے۔
فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝
ظالموں نے اور بات بدل دی جو فرمائی گئی
تھی اُس کے سوا، تو ہم نے آسمان سے ان
پر عذاب اتارا بدلہ ان کی بے حکمی کا۔
(البقرہ: ۵۹)

عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اسی طرح کا برتاؤ کیا گیا پھر اللہ پاک نے ان کو اُوپر اٹھالیا۔
إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَ صَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَ هُمْ جُنُودٌ لِّعَدُوِّهِ يَسُرُّونَ إِذْ يُصَلُّونَ عَلَيْهِمْ لِصَلَاتِهِمْ لِيُحِلَّوْا لَهُمْ سَبِيلَ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُغِيثُ مَن يَشَاءُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ ذَكِيمٌ ۝

فَدَّ ضَلُّوا ضَلًّا بَعِيدًا ۝ بے شک وہ دور کی گمراہی میں پڑے۔

(النساء: ۱۶۷)

ایسے ہی لوگوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت پر مجبور کیا تھا۔

من درون شیشہ ہائے عصر حاضر دیدہ ام
آنچناں زہرے کہ ازوے مار ہادر تیچ و تاب!

[ص ۴۸۸]

ایسے زہریلے لوگ ہی ”اصحاب الشمال“ ہیں۔ سورۃ الواقعہ میں ان کے متعلق ارشاد ہے:
مَا أَصْحَابُ الشِّمَالِ ۝ فِي سَمُومٍ وَ حَمِيمٍ ۝
(الواقعہ: ۴۱-۴۲) کھولتے پانی میں (ہوں گے)۔
ایسے لوگوں کے رذائل کا ذکر ان آیتوں کے بعد آیا ہے۔

ع باضعیفاں گاہ نیروے پلنگاں می دہند

[ص ۴۸۸]

منصب اور عہدے کے لیے اہلیت دیکھنی ضروری ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۝
بے شک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔
(النساء: ۵۸)

تاکِ خویش از گریہ ہائے نیم شب سیراب دار
کز درون او شعاع آفتاب آید بروں

[ص ۴۸۹]

سورۃ بنی اسرائیل میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے:

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَكَ عَلَىٰ عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ۝
اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کرو۔ یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے۔ قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب کھڑا کر دے مقام محمود میں۔
(بنی اسرائیل: ۷۹)

سورة الزمر کی آیت ۹ بھی دیکھیں۔

کشادہ روز خوش و ناخوش زمانہ گذر زگلشن و نفس و دام و آشیانہ گذر
[ص ۲۹۰]

صفحہ ۲۷۷ میں سورة الرعد کی آیت ۳۹ دیکھیں۔

هُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ اور وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے
فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ پیدا کیا۔ پھر ٹھکانا ہے (رہنے کا) اور ایک
(الانعام: ۹۸) جگہ ہے سپردِ خاک ہونے کی (اسی لیے
وطنیت کوئی چیز نہیں ہے)۔

زندگی در صدفِ خویش گمراہ ساختن است
در دلِ شعله فرو رفتن و نگداختن است

[ص ۲۹۱]

صفحہ ۲۸۲ میں سورة البلد کی آیت ۴، صفحہ ۲۸۴ میں سورة ہود کی آیت ۳، اور سورة الاحقاف کی
آیت ۱۹ دیکھیں۔

مذہبِ زندہ دلاں خوابِ پریشانے نیست از ہمیں خاکِ جہانِ دگرے ساختن است
[ص ۲۹۱]

سورة آل عمران کی آیت ۱۳۹ پہلے بھی آچکی ہے، یعنی:

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ اور نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ۔ تم ہی غالب
كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ○ (آل عمران: ۱۳۹) آؤ گے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔
سورة آل عمران کی آیت ۱۳۶ میں اُن خدا والوں کا بھی ذکر ہے جو انبیاء علیہم السلام کے
ساتھ تھے اور وہ نہ سُست پڑے اور نہ کمزور ہوئے اور نہ دے۔

بروں زیں گنبد در بستی پیدا کردہ ام را ہے
کہ از اندیشہ برتری پر آہِ سحر گاہے

[ص ۲۹۲]

صفحہ ۲۸۹ میں سورة بنی اسرائیل کی آیت ۷۹ دیکھیں اور سورة الزمر کی آیت ۹ بھی دیکھیں۔

تُو اے شاہیں نشیمن در چمن کردی ازاں ترسم
ہو اے اُو ببالِ تو دہر پروازِ کوتاہے!

[ص ۴۹۲]

تم مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے پیدا کیے گئے تھے لیکن تم عیش میں مبتلا ہو گئے ہو دنیا کی راحتیں بے شک ممنوع تو نہیں ہیں لیکن اُن میں پڑ کر اپنے منصب کے مطابق عمل نہ کرنا ممنوع ضرور ہے۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ
وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ
آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةٌ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ كَذَلِكَ نَفْصَلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ
يَعْلَمُونَ ۝ (الاعراف: ۳۲)

آپ فرمادیں، کس نے حرام کی اللہ کی (دی
ہوئی) وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں
کے لیے نکالی اور پاک رزق؟ آپ فرما
دیں کہ وہ ایمان والوں کے لیے ہے دنیا
میں اور قیامت میں تو خاص اُنھی کی ہے۔
ہم یونہی مفصل آیتیں بیان کرتے ہیں علم
والوں کے لیے۔

اور سورۃ التوبہ میں وضاحت فرمادی ہے کہ مومن کی جان و مال اللہ نے خرید فرمالیے ہیں
(اس لیے اس نظریے کے تحت اُسے اپنی زندگی گزارنی ہے)

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ
وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ
(التوبہ: ۱۱۱) کے لیے جنت ہے۔

ع تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

[بال جبریل، ص ۱۲۰]

من از صبحِ نخستین نقشبند موج و گردابم
چو بحر آسودہ می گردد ز طوفان چارہ برگیرم

[ص ۴۹۳]

انسان محض مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ ۝
بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا
(البلد: ۴) پیدا کیا۔

یقین مومنے دارد گمانِ کافرے دارد
چہ تدبیراے مسلماناں کہ کارم بادل افتادہ است

[ص ۴۹۴]

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ
مُشْرِكُونَ ۝ (یوسف: ۱۰۶)
اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ پر یقین نہیں
لائے مگر شرک کرتے ہوئے۔
اور صحیح مومن کے لیے ارشاد ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَ
رَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ
وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ
الصَّادِقُونَ ۝ (الحجرات: ۱۵)
ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے
رسول پر ایمان لائے، پھر شک نہ کیا اور اپنی
جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔
وہی سچے ہیں۔

اگر در دل جہانے تازہ داری بروں آور
کہ افرنگ از جراحت ہائے پنہاں بمل افتاد است!

[ص ۴۹۵]

اب تو افرنگ خود اپنے کرتوت سے پریشان ہو گیا ہے۔

اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنْسَهُمْ ذِكْرَ
اللَّهِ أُولَئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ أَلَا إِنَّ
حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝
ان پر شیطان غالب آ گیا تو اُس نے ان کو
اللہ کی یاد سے غافل کر دیا۔ وہ شیطان کے
گروہ ہیں۔ یاد رکھو، شیطان ہی کا گروہ ہار
میں ہے۔ (المجادلہ: ۱۹)

من آں علم و فراست باہر کا بے نمی گیرم
کہ از تیغ و سپر بیگانہ سازد مرد غازی را!
[ص ۴۹۶]

اَمَنْ هُوَ قَائِمٌ اَنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا
کیا وہ جس نے فرماں برداری میں رات کی

يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَ يَرْجُوا رَحْمَةَ رَبِّهِ ۗ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ۗ (الزمر: ۹)

گھڑیاں گزراں سجد اور قیام میں آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کی آس لگائے، کیا وہ نافرمانوں جیسا ہو جائے گا؟ آپ فرمادیں، کیا برابر ہیں علم والے اور بے علم لوگ؟ نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

اس آیت میں صحیح علم والوں کا ذکر ہے اور یہی وہ ہیں جن کے متعلق سورۃ التوبہ میں ارشاد ہے:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَ أَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ ۗ (التوبہ: ۱۱۱)

بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جان و مال خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔

اس طرح معلوم ہوا کہ صحیح علم وہی ہے جو اس کے لیے قربانی دینے پر آمادہ کرے۔

بہر نرنے کہ ایں کالا بگیری سود مند افتد بزور بازوئے حیدرؑ بدہ ادارک رازی را [۴۹۶]

علم و ادراک کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے اور حکمت بھی۔ اس کے لیے بھی اوپر کی آیتیں کافی ہیں۔

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ ۗ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ۗ (البقرہ: ۲۶۹)

اللہ حکمت دیتا ہے جسے چاہے اور جسے حکمت ملی اسے دولت کثیر ملی۔ اور نصیحت نہیں مانتے مگر (صحیح) عقل والے۔

آدم کہ ضمیر او نقش دو جہاں ریزد بالذت آہے ہست، بے لذت آہے نیست!

[۴۹۷]

صفحہ ۴۹۶ کی آیات (الزمر: آیت ۹، التوبہ: آیت ۱۱۱، البقرہ: آیت ۲۶۹) دیکھیں۔

اقبال قبا پوشد در کارِ جہاں کوشد
در یاب کہ درویشی بادق و کلا ہے نیست!

[ص ۴۹۷]

اصل درویشی یہ ہے کہ خلقِ خدا کی بھلائی کے لیے کوشش کی جائے اور عملِ صالح پیش کیے جائیں۔
وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝ اِلَّا
الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا
بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝
صالح کیے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی
(العصر: ۱-۳) اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

نگاہِ خویش را از نوکِ سوزن تیز تر گرداں
چو جوہر در دلِ آئینہ را ہے می تو اں کردن!

[ص ۴۹۸]

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَفِي
اَنْفُسِكُمْ ۝ اَفَلَا تَبْصُرُوْنَ ۝
اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے
لیے اور خود تم میں، تو کیا تمہیں دکھائی نہیں
(الذاریت: ۲۰-۲۱) دیتا؟

نہ ایں عالمِ حجاب اور نہ آں عالمِ نقاب اورا
اگر تابِ نظر داری نگاہے می تو اں کردن

[ص ۴۹۸]

اگر تابِ نظر ہو تو اللہ کے بالکل قریب پہنچ کر بھی آنکھ چکا چونہ نہیں ہوتی۔ حضور انور صلی اللہ
علیہ وسلم کی شان میں ارشاد ہے:
مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۝
آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔
(النجم: ۱۷)

ز دستِ ساقیِ خاور دو جامِ ارغواں در کش
کہ از خاکِ تو خیر دنالہ مستانہ پے در پے

[ص ۴۹۷]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں دین کی تکمیل اور تمام نعمتوں کی تنمیم ہوئی۔ ان سے مستفیض ہونے کی ضرورت ہے اور کسی دوسرے سے نہیں۔

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ
عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ
دِينًا (المائدہ: ۳)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل
کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور
تمہارے لیے اسلام کو پسند کیا۔

جن کے پاس سب کچھ ہے ان سے ہم نہیں مانگتے اور جن کے پاس کچھ نہیں ان سے ہم مانگتے ہیں۔

بگرداں جام و از ہنگامہٗ افرنگ کمتر گوے

ہزاراں کارواں بگذشت ازیں ویرانہ پے در پے!

[ص ۴۹۹]

(افرنگ کی طرح بہت سی قومیں آچکی ہیں اور ختم ہو چکی ہیں۔ ان سے مرعوب ہو کر احساس کمتری میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے)۔

وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نَدَاوُهَا بَيْنَ النَّاسِ
اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے
لیے باریاں رکھی ہیں (کبھی کسی کی باری
ہے کبھی کسی کی)۔

ع عشق اندر جستجو افتاد و آدم حاصل است

[ص ۵۰۰]

اس دنیا کے پیدا کرنے کا مقصد صرف انسان ہے (لولاک لما خلقت الافلاک)۔
وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا
لِيَعْبُدُونِ
ہیں کہ میری ہی بندگی کریں۔ (الذاریت: ۵۶)
اللہ کی بندگی کرنے والا اور غیر اللہ سے بے تعلق ہونے والا شخص ہی اصل انسان ہے۔

تو ہم بذوقِ خودی رس کہ صاحبانِ طریق

بریدہ از ہمہ عالم بخولیش پیوستند

[ص ۵۰۱]

غیر اللہ سے بے تعلق ہو کر خود اپنے اندر اللہ کی معرفت کو تلاش کرنا چاہیے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ
 (الحشر: ۱۹) اللہ کو، پھر اس نے بھلا دیے ان کو ان کے جی۔
 گویا اللہ کو یاد کرنے والے لوگ ہی خود کو پہچان سکتے ہیں۔

عشق اگر فرماں دہد از جان شیریں ہم گذر
 عشق محبوب است و مقصود است و جاں مقصود نے!

[ص ۵۰۲]

صفحہ ۲۹۶ میں سورۃ التوبہ: آیت ۱۱۱ دیکھیں۔

ع پیش من آئی؟ دم سردے، دل گرے بیار

[ص ۵۰۲]

اس کے لیے بھی صفحہ ۲۹۶ کی آیتیں الزمر: آیت ۹، التوبہ: آیت ۱۱۱ دیکھیں۔

ع نیش ہم باید کہ آدم را رگ خوابے زند

[ص ۵۰۲]

وَلَيَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ
 وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَ
 (البقرة: ۱۵۵) پھلوں کی کمی سے۔

ز رسم و راہ شریعت نہ کردہ ام تحقیق
 جزاں کہ منکر عشق است کافر و زندیق!

[ص ۱۱۳]

شریعت بھی عمل کی تعلیم دیتی ہے جو عشق ہے۔ صفحہ ۲۹۷ میں سورۃ العصر کی آیتیں دیکھیں۔

ہزار بار نکو تر متاع بصری
 زدانشے کہ دل اور انہی کند تصدیق

[ص ۱۱۳]

ایسا علم جس کی تصدیق دل نہ کرے اس سے بے علمی ہی بہتر ہے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا

لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ۝ (الزمر: ۹) (صحیح) عقل والے ہیں۔
صحیح علم کی صحیح عقل اور دل ہی سے تصدیق ہو سکتی ہے۔

ع یقین سادہ دلائل بہ زکمتہ ہائے دقیق!

[ص ۵۰۶]

فلسفیوں کی باریک باتوں سے سادہ دل لوگوں کا یقین اور ایمان زیادہ بہتر ہے۔ (اصل چیز ایمان اور یقین ہے جو عمل کے لیے سرگرم رکھتا ہے اور فلسفی کی طرح صرف گتھیوں کے سلجھانے میں مصروف نہیں رکھتا)۔

از ہمہ کس کنارہ گیر، صحبت آشنا طلب
ہم ز خدا خودی طلب ہم ز خودی خدا طلب

[ص ۵۰۷]

اللہ پاک بھی یہی چاہتا ہے کہ انسان خود دار ہو اور غیر اللہ کے آگے اپنا سر نہ جھکائے۔
وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ۝ (القصص: ۸۸) اُس کے سوا کوئی خدا نہیں۔
اللہ کو پہچاننے والوں کی صحبت میں بھی یہی ہدایت حاصل ہوتی ہے۔

راہ رواں برہنہ پارہ تمام خارزار تا بہ مقام خودرسی را حلد از رضا طلب!

[ص ۵۰۷]

ابراہیم علیہ السلام نے کتنی سخت آزمائشوں کی راہ طے کی تھی اور وہ راہ صرف تسلیم و رضا کے ذریعے طے کی تھی۔

فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ۝ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا بُرْهِيمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ۝
تو جب ان دونوں (ابراہیم علیہ السلام اور اسمعیل علیہ السلام) نے ہمارے حکم پر گردن رکھ دی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا (اس وقت کا حال نہ پوچھ) اور ہم نے

(الصُّفْتُ: ۱۰۳-۱۰۶) اسے ندا فرمائی کہ اے ابراہیمؑ بے شک تو نے خواب سچ کر دکھایا۔ ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔ بے شک یہ روشن جانچ تھی۔

ع چوں بہ کمال می رسد فقر دلیل خسروی است

[ص ۵۰۷]

اللہ کو مانگنے والا جب کمال کو پہنچتا ہے تو وہی مقام اُس کی بادشاہی کا ہے۔
ابھی صفحہ ۵۰۷ میں سورۃ القصص کی آیت ۸۸ آچکی ہے۔

بنی جہاں را خود را نہ بینی تا چند ناداں غافل نشینی؟

[ص ۵۰۷]

خود کو پہچانا چاہیے، دنیا کو دیکھنے سے خود کو دیکھنا بہتر اور ضروری ہے۔
صفحہ ۵۰۱ میں سورۃ الحشر کی آیت ۱۹ دیکھیں۔

ع دستِ کلیمی در آستینی

[ص ۵۰۸]

موسیٰ علیہ السلام کی طرح یدِ بیضا تمھارے پاس بھی ہو سکتا ہے اور دنیا کو اس سے روشنی ہو سکتی ہے۔
وَاصْصُمُّ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجُ ۝ نکلے بے کسی مرض کے۔ ایک اور نشانی کہ
لِنُرِيكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَىٰ ۝ ہم نے تجھے اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔

(طلہ: ۲۲-۲۳)

موسیٰ علیہ السلام نے فرعونیت کو مغلوب کیا۔ تم بھی اُن کے طریقے پر عمل کر کے باطل کو مغلوب اور مرعوب کر سکتے ہو۔

ع آدم بمیرد از بے یقینی

[ص ۵۰۸]

انسان کی اصل زندگی ایمان اور یقین ہے کیونکہ اس کے اللہ کی ہر بات سچ ہے:
وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا ۝ لَا اور پوری ہے تیرے رب کی بات سچ اور

مُبَدَّلَ لِكَلِمَتِهِ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝
 انصاف میں اور اس کی باتوں کا کوئی بدلنے
 (الانعام: ۱۱۵) والا نہیں اور وہی سنتا ہے اور جانتا ہے۔
 ایسا یقین ہو جائے تو انسان ہر عیب سے بچ سکتا ہے اور ہر خیر سے زندگی حاصل کر سکتا ہے۔

آہے کہ ز دل خیزد از بہر جگر سوزی است
 در سینہ شکن او را آلودہ مکن لب ہا!

[ص ۵۰۹]

آہ کے اظہار کی ضرورت نہیں، دل کو متاثر کرنے کی ضرورت ہے۔

أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ
 کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور
 عَلَى نُورٍ مِّنْ رَبِّهِ ۗ
 پر ہے (یقین اور ہدایت پر)۔
 (الزمر: ۲۲)

تو کیستی؟ ز کجائی؟ کہ آسمان کبود
 ہزار چشم براہ تو از ستارہ کشود!

[ص ۵۱۰]

آدم کو خلیفۃ اللہ (الانعام: آیت ۱۶۵) بتایا گیا ہے اور بنی آدم میں سے بہترین ہستی کو
 (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو) اللہ پاک نے عرش پر بلایا۔

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ۖ فَأَوْحَىٰ
 فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔ اب وحی
 إِلَىٰ عَبْدِهِ مَّا أَوْحَىٰ ۗ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ
 فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔ دل
 مَا رَأَىٰ ۗ (النجم: ۹-۱۱)
 نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

اللہ نے بنی آدم کو کس قدر فضیلت دی۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ سُوْرَةَ بَنِي إِسْرَائِيلَ كِي آيْت
 ۷۰، اس پر گواہ ہے۔

فرنگ اگرچہ ز افکار تو گرہ بکشاد
 بجرعہ دگرے نشہ ترا افزود

[ص ۵۱۰]

مغرب نے گو کہ مسلمانوں ہی سے استفادہ کیا ہے لیکن اب انھوں نے مسلمانوں سے لی
 ہوئی چیزوں کو اپنے رنگ میں پیش کر کے ان کو اپنا فریضہ بنا لیا ہے۔ صفحہ ۴۷۵ میں سورۃ المجادلہ کی

بہ ضبطِ جوشِ جنوں کوشِ در مقامِ نیاز
بہ ہوشِ باش و مرو باقبائے چاک آنجا!

[ص ۵۱۱]

اللہ سے نیاز مندی بھی ہو اور ولولہ بھی ہو تو کامیابی یقینی ہے ورنہ محض اندھا پن ہے۔
وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقِيضْ لَهُ
شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ ۝
کی ہدایت سے بے نیازی ہو) ہم اُس پر
(الزخرف: ۳۶) ایک شیطان متعین کر دیتے ہیں کہ وہ اس کا
ساتھی رہے۔

اللہ کا انکار کر کے ترقی کرنے والے لوگ اندھے ہوتے ہیں کہ خود تو تخلیق کرنا چاہتے ہیں
لیکن اپنے خالق کو نہیں پہچانتے۔

دانشِ مغربیاں، فلسفہٴ مشرقیاں!
ہمہ بت خانہ و درطوفِ بتاں چیزے نیست

[ص ۵۱۲]

مغرب کے علوم اور مشرق کا فلسفہ صرف علم تو سکھا دیتا ہے لیکن عمل کے لیے آمادہ نہیں کرتا۔
لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا
يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ
بِهَا ۝
(الاعراف: ۱۷۹) جن سے سنتے نہیں۔

از خود اندیش و ازیں بادیہ ترساں مگدڑ
کہ تو ہستی و وجودِ دو جہاں چیزے نیست

[ص ۵۱۲]

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ
وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنایا جو کچھ
جَمِيعًا
(البقرہ: ۲۹) زمین میں ہے سب کا سب۔

سورۃ الجاثیہ میں ارشاد ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي
 الْاَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ط
 اور تمہارے لیے مسخر کیا گیا جو آسمانوں میں
 ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اس کے
 حکم سے۔ (الجاثیہ: ۱۳)

بروزِ بزم سراپا چو پر نیان و حریر
 بروزِ رزم خود آگاہ و تن فراموشند!
 [ص ۵۱۳]

سورۃ الفتح کی آخری آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء کے اوصاف بیان ہوئے ہیں:
 وَالَّذِينَ مَعَهُ اَشَدُّ اَعْلٰی الْكُفٰرِ رُحَمَآءُ
 اور وہ لوگ اُن کے (حضور انور صلی اللہ علیہ
 بَيْنَهُمْ (الفتح: ۲۹) و سلم کے) ساتھی ہیں۔ وہ کافروں پر بہت
 زیادہ سخت ہیں اور آپس میں بہت نرم دل
 ہیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے اوصاف کا اُن پر پرتو پڑا تھا جن کے متعلق سورۃ آل
 عمران میں ذکر ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ
 فَظًّا غَلِيظًا اَلْقَلْبَ لَا نَفَضُوْا مِنْ
 حَوْلِكَ ط (آل عمران: ۱۵۹)
 تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم
 ان کے لیے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج
 سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے
 پریشان ہو جاتے۔

نفس بہ سینہ گدازم کہ طائرِ حرم
 تو اں ز گرمی آواز من شناخت مرا
 [ص ۵۱۳]

مسلمان وہی ہے کہ جس کے نفس میں گرمی ہو اور وہ بیداری کا پیام دے۔
 لِلَّذِينَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً ط
 جنہوں نے بھلائی کی ان کے لیے اس دنیا
 میں (بھی) بھلائی ہے اور اللہ کی زمین
 وسیع ہے۔ (الزمر: ۱۰)

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۝
 اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو چھوٹا بنا دیا

لَتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۝
 کہ اس کے وسیع راستوں میں چلو (یہ سب
 چیزیں ترغیب ہیں عمل کے لیے) (نوح: ۱۹-۲۰)

مثیل شرر ذرہ راتن بہ تپیدن دہم تن بہ تپیدن دہم، بال پریدن دہم!
 [ص ۵۱۵]

وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا ۚ
 (الشوریٰ: ۵۲) جانفزا چیز اپنے حکم سے۔
 یہ جانفزا چیز جو دلوں میں زندگی پیدا کرتی ہے قرآن پاک ہے جس کی ترجمانی اقبال کر
 رہے ہیں۔

چوں ز مقام نمود نغمہ شیریں زخم نیم شباں صبح را میلِ دمیدن دہم!
 [ص ۵۱۵]

إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ۝
 بے شک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر
 (بنی اسرائیل: ۷۸) ہوتے ہیں۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ فجر کے قرآن (فجر کی نماز) کے وقت رات کے اور دن کے فرشتے بھی
 حاضر رہتے ہیں۔ اس لیے انسان کو بھی عملی طور پر بیدار ہو جانا چاہیے۔

خودی را مردم آمیزی دلیلِ نارسانی ہا تو اے درد آشنا بیگانہ شواز آشنائی ہا
 [ص ۵۱۶]

فرد کی خودی کو تنہائی اور ذاتی آشنائی چاہیے۔

سورۃ العصر میں ارشاد ہے:

”زمانے کی قسم! بے شک آدمی ضرور گھائے میں ہے سوائے وہ جو ایمان لائے اور عمل صالح کیے

اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔“

اس سورۃ مبارکہ میں ایمان اور عمل صالح (دو چیزیں) فرد کے لیے ہیں اور حق اور صبر (دو دوسری

چیزیں) جماعت کے لیے ہیں۔ (فرد کے لیے ایمان اور عمل صالح ذاتی آشنائی کے لیے ہیں)۔

چوں چراغِ لالہ سوزم در خیابانِ ثنا! اے جوانانِ عجم جانِ من و جانِ ثنا!

اقبال اور قرآن

صفحہ ۵۱۵ میں سورۃ الشوریٰ کی آیت ۵۲ دیکھیں۔ اقبال اپنے جوانوں کو قرآن کی تعلیم دے کر بیدار کرنا چاہتے ہیں۔

ع فروغِ آدمِ خاکی ز تازہ کاری باست

[ص ۵۱۷]

الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ مَهْدًا وَ جَعَلَ
لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ
وہ جس نے تمہارے لیے زمین کو چھوڑنا کیا
اور تمہارے لیے اس میں راستے کیے کہ تم
(الزخرف: ۱۰) راہ پاؤ۔

یہ راستے اسی لیے ہیں کہ انسان راہ پائے اور تازہ تازہ عمل پیش کرے جو اس کے منصب کو زیب دیں۔

شنیدہ ام سخن شاعر و فقیہ و حکیم
اگر چہ نخل بلند است برگ و بر نندہ!

[ص ۵۱۹]

یہ لوگ لمبی چوڑی باتیں بہت کرتے ہیں لیکن عمل سے خالی ہیں۔
كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا
تَفْعَلُونَ
کبھی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو
(الصف: ۳) جو نہ کرو۔

ع ترا ناداں امیدِ غمِ گساری ہا ز افرنگ است؟

[ص ۵۲۱]

احساس کمتری کی وجہ سے ہمارے نوجوانوں نے افرنگ کو اپنا امام بنا لیا ہے، حالانکہ وہ شیطان کے مطیع ہیں۔

إِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَهُمْ ذِكْرَ
اللَّهِ ۗ أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۗ أَلَا إِنَّ
حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخٰسِرُونَ
شیطان نے ان پر قابو پا لیا ہے۔ پس اس
نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ یہ
شیطان کی جماعت ہے۔ یاد رکھو، شیطان
کی جماعت ہی نقصان اٹھانے والی ہے۔
(المجادلہ: ۱۹)

سخن از بود و نابود جہاں با من چہ می گوئی
من این دانم کہ من ہستم نہ انم این چہ نیرنگ است

[ص ۵۲۱]

پہلے خود کو پہچانا اور جاننا ضروری ہے۔ دنیا میں کیا ہو رہا ہے، اسے دیکھنا بعد کی بات ہے۔
 وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ۝ وَفِي
 أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ
 (الذاریت: ۲۰-۲۱)

زندگی انجمن آرا و نگہدارِ خود است اے کہ در قافلہ بے ہمہ شوبا ہمہ رو
 [ص ۵۲۲]

اجتماعی اور انفرادی دونوں قسموں کی زندگی ضروری ہے۔ اجتماعی زندگی کو اقبال نے بے
 خودی سے تعبیر کیا ہے اور انفرادی زندگی کو خودی کہا ہے۔ سورۃ العصر کی آیات دیکھیں جن میں فرد کے
 لیے ایمان اور عمل صالح کو ضروری کہا گیا ہے اور جماعت کے لیے حق اور صبر کی تاکید کو ضروری قرار
 دیا گیا ہے۔ اگر فرد اور جماعت میں یہ خصوصیات نہ ہوں تو پھر انسان خسارے ہی میں رہے گا۔

ما این خاکدانِ من ز فردوں بریں خوشتر
 مقامِ ذوق و شوق است این، حریم سوز و ساز است این
 [ص ۵۲۳]

اس دنیا میں عمل، سرگرمی اور بیداری کی ضرورت ہے اس لیے ہم کو یہ دنیا زیادہ پسند ہے۔
 وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ
 حِينٍ ۝ (البقرہ: ۳۶) اور برتنا ہے (یعنی ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنا
 نہیں ہے)۔

لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ
 وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ
 (الزمر: ۱۰) جنھوں نے بھلائی کی ان کے لیے اس دنیا
 میں بھی بھلائی ہے اور اللہ کی زمین وسیع
 ہے۔

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ
 أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۗ
 (الملک: ۲) وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا کہ
 تمھاری جانچ ہو کہ تم میں کس کا کام زیادہ
 اچھا ہے۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ ذُلُولًا
 وہی ہے جس نے تمھارے لیے زمین رام

فَامَشُوا فِي مَنَاكِبِهَا..... (الملک: ۱۵) کردی تو اس کے راستوں میں چلو۔
 وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ بِسَاطًا ۝ اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا
 لَتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۝ کہ اس کے وسیع راستوں میں چلو۔ (یہ سب
 راستے ذوق و شوق اور سوز و گداز کے لیے ہیں) (نوح: ۱۹-۲۰)

بہ نگاہے آشنائے چو درونِ لالہ دیدم ہمہ ذوق و شوق دیدم، ہمہ آہ و نالہ دیدم
 [ص ۵۲۴]

اوپر کی آیتیں یہاں کے لیے بھی کافی ہیں۔

جہان رنگ و بُو دانی ولے دل چست می دانی؟
 مہے کز حلقہٴ آفاق سازد گردِ خودِ ہالہ!

[ص ۵۲۶]

دل کی وسعت تمام عالم کو احاطہ کیے ہوئے ہے۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرًا لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے
 أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ (ق: ۳۷) جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔
 ایسے دل اور ایسی غائر نظر والے لوگ ہی کامیاب ہیں۔ سورۃ الحجرات میں ارشاد ہے کہ اللہ کی
 جماعت میں ایسے ہی لوگ شامل فرمائے گئے ہیں:

أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَ یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے
 آيَدَهُمْ بِرُوحٍ مِّنْهُ ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح
 (المجادلہ: ۲۲) سے ان کی مدد کی۔

باز ایں عالمِ دیرینہ جو ایں می بائست برگ کاہش صفتِ کوہِ گراں می بائست
 [ص ۵۲۷]

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ اور تم تیار رکھا کرو ان کے لیے جتنا تم سے
 قُوَّةٍ..... (الانفال: ۶۰) ہو سکے قوت اور طاقت کا سامان۔
 ذَلِكِ بَانَ اللَّهُ لَمْ يَكْ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً یہ اس لیے کہ اللہ کسی قوم سے جو نعمت انھیں

أَنعَمَهَا عَلٰی قَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا دِي گئی تھی بدلتا نہیں جب تک کہ وہ خود نہ
بِأَنفُسِهِمْ ۝ (الانفال: ۵۳) بدل جائیں۔

اللہ پاک نعمت اور عزت دیتا ہے پھر جب انسان ان کی قدر نہیں کرتا تو پھر اللہ پاک وہ
نعمت چھین لیتا ہے دوسروں کو دے دیتا ہے۔ انسان کو ہر وقت عمل اور جدوجہد کے لیے تیار رہنا
چاہیے تاکہ یہ نعمت چھین نہ جائے۔

برق سینا شکوہ سخ از بے زبانی ہای شوق ہیچ کس در وادی ایمن تقاضائے نداشت!
[ص ۵۲۸]

ع اب بھی درختِ طور سے آتی ہے بانگِ لَا تَحَفِّ
[بال حبریل ص ۴۰]

قُلْنَا لَا تَحَفِّ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَىٰ ۝ ہم نے (موسیٰ سے) کہا، ڈر نہیں، بے
(طہ: ۶۸) شک تو ہی غالب ہے۔

مانگنے والا ہو تو اب بھی سب کچھ مل سکتا ہے۔
سورۃ المؤمن: آیت ۶۰ میں ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۝ اور تمہارے رب نے فرمایا، مجھ سے مانگو،
(المؤمن: ۶۰) میں قبول کروں گا۔

عشق از فریادِ ما ہنگامہ ہا تعمیر کرد
ورنہ این بزمِ خموشاں، ہیچ غوغائے نداشت!
[ص ۵۲۸]

صفحہ ۵۲۹ کی آیتیں دیکھیں۔

ع بے زورِ سیلِ کشتیِ آدمِ نئی رود
[ص ۵۲۹]

اس کے لیے صفحہ ۵۲۳ کی آیتیں دیکھیں۔

آمیختم نفس بہ نسیمِ سحر گہی! گشتم دریں چمن بہ گلاں ناناہادہ پائے
[ص ۵۲۹]

أَمَّنْ هُوَ قَانِثٌ آتَاءَ الْبَيْلِ سَاجِدًا وَ قَانِمًا
يَحْدَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُوا رَحْمَةَ رَبِّهِ
کیا وہ جس نے فرمانبرداری میں رات کی
گھڑیاں گزاریں سجود میں اور قیام میں،
(الزمر: ۹) آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کی
آس لگائے، کیا وہ نافرمانوں جیسا ہو جائے
گا؟

سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۷۹ء دیکھیں۔ (آہ سحر گاہی اور نسیم سحر گاہی دونوں کا پیام بیداری ہے)۔

دماغِ بسینہ سوز کہ اندر شبِ وجود
خود را شناختن نتواں جز بایں چراغ
[ص ۵۳۰]

عشق کے بغیر خودی پیدا نہیں ہوتی اور عشق کا جذبہ اسی دنیا کی تعمیر کے لیے ہے۔ اس کے
لیے صفحہ ۵۲۳ کی آیتیں دیکھیں۔

ع عشق است امام من، عقل است غلام من
[ص ۵۳۱]

ضربِ کلیم، ص ۳۷ میں ہے:

ع جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول
عقل اور فلسفے سے ظن و تخمین پیدا ہوتا ہے اور عشق محض ایمان اور یقین سے۔
وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ
وَأِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا
اور انھیں اس کی کوئی خبر نہیں، وہ تو نرے
گمان کے پیچھے ہیں اور بے شک گمان
یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔
(النجم: ۲۸)

اس صفحے کے تمام اشعار میں اسی یقین والے عشق کا ذکر ہے۔

بے منزل آرمیدن پا از طلب کشیدن شاید کہ خاکیاں را در سینہ دم نماندہ
[ص ۵۳۳]

انسان کس لیے پیدا کیا گیا؟ اس مقصد کو اس نے بھلا دیا ہے۔ صفحہ ۲۳ کی آیتیں یہاں کے
لیے بھی کافی ہیں۔

جب اسلام نے ایران کو دعوت دی تو وہاں کے لوگوں نے بعد میں مجوسیت اور افلاطونیت سے متاثر ہو کر ”نقی خودی“ کو اسلامی تصوف میں داخل کیا اور غالباً سب سے پہلے۔ اوحدی کرمانی ۲۔ بابا فغانی اور ۳۔ محمود شبستری نے اس ”نقی خودی“ کی تبلیغ میں زور صرف کیا۔ چنانچہ مسلمانوں کے قوائے عمل میں اضمحلال پیدا ہوا۔ علامہ اقبال نے محمود شبستری کی مثنوی گلشنِ راز کے جواب میں یہ مثنوی (گلشنِ راز جدید) لکھی اور اس ”نقی خودی“ کے نظریے کی نفی کی۔ اس لیے لکھتے ہیں:

بطرز دیگر از مقصود گفتم جواب نامہ محمود گفتم
 ز عہد شیخ تا این روزگارے نزد مردے بجان ما شرارے
 کفن در بر بجا کے آرمیدیم
 ولے یک فتہ محشر ندیدیم

[ص ۵۳۷-۵۳۸]

اسی انداز سے ان کے اشعار آتے ہیں۔ اس کے بعد محمود شبستری کی طرح اقبال بھی سوال اٹھاتے ہیں اور ان کا جواب بھی دیتے جاتے ہیں۔ پہلا سوال یہ ہے:

نخست از فکرِ خویشم در تحیر چه چیز است آنکہ گویندش تفکر
 کدائیں فکرِ مارا شرطِ راہ است؟ چرا گہ طاعت و گاہے گنہ است

[ص ۵۴۰]

اس کا جواب یہ ہے:

درونِ سینہ آدم چه نور است! چه نور است این کہ غیبِ او حضور است

[ص ۵۴۰]

یعنی عشق وہ نور ہے جس سے اس زندگی میں بیداری اور روشنی پیدا ہوتی ہے:

دو عالم می شود روزے شکارش فتد اندر کمندِ تابدارش
 اگر این ہر دو عالم را بگیري ہمہ آفاق میرد، تو نہ میري
 منہ پادر بیابان طلب سست نخستیں گیر آں عالم کہ درست

[ص ۵۴۲]

پھر آخر میں ہے:

شکوہ خسروی این است این است ہمیں ملک است کو تو ام بدین است

[ص ۵۴۲]

انسان کے لیے دونوں جہانوں کی ہر چیز مسخر کی گئی ہے۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝

(الجاثیہ: ۱۳)

نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

(سوچنے والے لوگ یعنی تسخیر نفس کرنے والے ہی تسخیر آفاق کر سکتے ہیں)

أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعْمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً

(لقمن: ۲۰)

پوشیدہ۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

(البقرہ: ۲۹)

وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب (اللہ کے نائب اور خلیفہ کے لیے آسمانوں اور زمین کی ہر چیز بنائی گئی ہے)۔

سوال نمبر ۲:

چہ بچراست این کہ علمش ساحل آمد؟
ز قعر او چہ گوہر حاصل آمد؟
[ص ۵۲۳]

اس کے جواب میں علامہ اقبال فرماتے ہیں:

حیاتِ پُر نفسِ بحرِ روانے
شعور و آگہی او را کرانے
[ص ۵۲۳]

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا

(الملک: ۲)

اچھا ہے۔

پہلے زندگی ہے پھر جانچ ہے، جس جانچ میں شعور و آگہی کی مدد سے کامیابی حاصل ہوتی ہے۔
 هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ ذُلُولًا ۚ وَهِيَ هِيَ جَسَدٌ نَعْمَ لِي فِي زَمِينِ رَامٍ
 فَاْمَشُوا فِي مَنَاجِبِهَا وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهِ ۗ
 وَالْيَهُ النُّشُورُ ۝
 کی روزی میں سے کھاؤ اور اسی کی طرف
 (الملک: ۱۵) اٹھنا ہے۔

اس زندگی میں عقل و شعور ہی کی مدد سے کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔

سوال نمبر ۳:

وصالِ ممکن و واجب بہم چیت؟ حدیثِ قُرب و بُعد و بیش و کم چیت؟
 [ص ۵۳۶]

اس کے جواب میں ہے:

ز حرمِ عکتہ معراج در یاب کماں رازہ کن و آماج در یاب
 [ص ۵۳۶]

ممكن الوجود کا واجب الوجود سے اتصال اس انداز سے ہو سکتا ہے جیسا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج شریف میں حاصل ہوا۔

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ۝
 پس اُس جلوے اور اُس محبوب میں دو ہاتھ
 (النجم: ۹) کا فاصلہ ہا بلکہ اس سے بھی کم۔

مجو مطلق دریں دیر مکافات کہ مطلق نیست جز نور السموات
 [ص ۵۳۶]

دنیا میں واجب الوجود کو صرف اس طرح دیکھ سکتے ہیں جس طرح سورۃ النور میں مذکور ہے:
 اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط
 اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا (یعنی نور
 موجود ہے، پھر بھی اس کو چھو نہیں سکتے) (النور: ۳۵)

چونگ است او سکون رادوست دارد نہ بیند مغز و دل بر پوست دارد
 [ص ۵۳۷]

عقل لنگری اور بے طاقت ہے اس لیے سکون اور جمود کو پسند کرتی ہے، حرکت اور عمل سے

گریز کرتی ہے اور ظن و گمان میں مبتلا رکھتی ہے اس لیے حقیقت سے دُور ہے۔
 وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا
 اور بے شک گمان یقین کی جگہ کچھ کام نہیں
 (النجم: ۲۸) دیتا۔

مہ و رسالت نبی ارزد بیک جو بحرف ”كَمْ لَبِثْتُمْ“ غوطہ زن شو
 [ص ۵۴۷]

ان میں (اصحاب کہف میں سے) ایک
 قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا
 کہنے والا بولا، تم یہاں کتنی دیر رہے؟ کچھ
 (الکھف: ۱۹)
 بولے کہ ایک دن رہے یا ایک دن سے کم
 (یعنی زمانہ کو ہماری عقل احاطہ نہیں
 کر سکتی)۔

تن و جان را دوتا گفتن کلام است تن و جان را دوتا دیدن حرام است
 بجائ پوشیدہ رمز کائنات است بدن حالے ز احوال حیات است
 عروسِ معنی از صورت حنا بست نمودِ خویش را پیرایہ با بست
 [ص ۵۴۷]

قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً
 فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ط
 (البقرہ: ۲۴۷) اور جسم میں کشادگی دی۔
 اُن کے نبی نے فرمایا) بے شک اللہ نے
 اسے (طالوت کو) تم پر چن لیا اور اسے علم
 علم اور جسم دونوں کی کشادگی دے کر چنا گیا۔ علم کا تعلق جان سے اور توانائی کا تعلق جسم سے
 ہوتا ہے۔ گویا جان اور جسم دونوں پر ذمہ داری ہے۔

بدن را تا فرنگ از جاں جدا دید نگاہش ملک و دیں را ہم دوتا دید
 [ص ۵۴۷]

اسی لیے فرنگیوں نے اپنی سیاست کو دین سے الگ رکھا ہے اور اسی رنگ میں بعض اور لوگ
 بھی رنگ گئے ہیں۔ حالانکہ دین وہ نعمت ہے جو سیاست کو بھی احاطہ کیے ہوئے ہے۔ (پھر روح

اور جسم کی تقسیم ہی غلط ہے۔ ایسی تقسیم ہی سے فلسفہ مذہب میں بیسیوں ناقابل حل مسئلے پیدا ہو گئے ہیں۔ اسلام انسان کو ایک زندہ شخصیت تصور کرتا ہے اور یہ تصور قرآن میں نہ صرف اسی ارضی زندگی کے لیے استعمال ہوتا ہے بلکہ حشر اور حیات بعد الموت کے لیے بھی قائم رہتا ہے)۔

مِنْهَا خَلَقْنَكُمْ وَ فِيهَا نُعِيدُكُمْ وَ مِنْهَا
نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى ۝
میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور اسی سے
تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔ (طہ: ۵۵)

پھر سورۃ النساء: آیات (۵۶-۵۷) میں جسمانی سزا اور جزا کا ذکر بھی آتا ہے۔

جہان چند و چوں زیر نگیں گن
بگردوں ماہ و پرویں را مکیں گن
[ص ۵۴۸] اور مسخر کیے تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں
میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں اپنے حکم
سے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں
سوچنے والوں کے لیے۔ (الجاثیہ: ۱۳)

سوال نمبر ۴:

قدیم و محدث از ہم چوں جدا شد
اگر معروف و عارف ذات پاک است
کہ ایں عالم شد آں دیگر خدا شد
چہ سودا در سر ایں مشت خاک است
[ص ۵۴۹]

جواب:

خودی را زندگی ایجاد غیر است
فراق عارف و معروف خیر است
[ص ۵۴۹]

خالق و مخلوق اور عارف و معروف کی تفریق اپنی جگہ ایک سبب خیر ہے اور اسی سے انسانی
خودی متعین ہو سکتی ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَكُمْ ثُمَّ قُلْنَا
لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ عَلَيْهِ
اور بے شک ہم نے تم کو پیدا کیا، پھر
تمہارے نقشے بنائے، پھر ہم نے ملائکہ

(الاعراف: ۱۱) سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔

انسان کو فضیلت دی اور اسے اس کی خودی سے آگاہ کیا۔

جواب کے اشعار کی وضاحت علامہ اقبال کے ایک مکتوب سے بھی ہو سکتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: یہ دنیا عجیب قسم کی فرضی کامیڈی کا ٹریجڈی پر مبنی انجام ہے جس ڈرامے کی ایکٹنگ ہم آپ جیسے انسان انجام دے رہے ہیں۔ اس کے ڈائریکٹر کی انسان نوازی پر فخر کرنا چاہیے کہ اس نے اپنے ڈرامے کی شوٹنگ کے لیے انسان کو مختص فرمایا۔ دنیا میں انسان کی کامیابی یا ناکامی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ یہ دونوں بے معنی لفظ ہیں اور اسی دُھن میں دنیا کی اکثریت مبتلا ہے۔ انسان صرف جو یائے محبت اور اپنے یار حقیقی کی دُھن میں لگا رہے۔ باقی تمام عبث اور خیالی دنیا کا بیہودہ فلسفہ ہے۔ ہم اس کو ڈھونڈتے رہیں جو ہم کو ڈھونڈنا چاہتا ہے۔ اس کو ڈھونڈیں، خوب ڈھونڈیں اور اتنا ڈھونڈیں کہ اپنے آپ کو پالیں۔ ۵۔

یہی بات وہ جواب میں اس طرح کہتے ہیں:

بہ بخرش گم شدن انجام ما نیست اگر او را تو در گیری فنا نیست

[ص ۵۵۱]

سوال نمبر ۵:

کہ من باشم مرا از ”من“ خبر کن

چہ معنی دارد ’اندر خود سفر کن‘؟

[ص ۵۵۲]

جواب میں ہے:

خودی تعویذِ حفظِ کائنات است

نخستیں پرتوِ ذاتِ حیات است

حیات از خوابِ خوش بیدار گردد

درویش چوں یکے بسیار گردد

نہ اورا بے نمود ما کشودے

نہ ما را بے کشود او نمودے

[ص ۵۵۳]

اور پرکی آیت (الاعراف: ۱۱) اس کے لیے بھی کافی ہے۔

ع سفر در خود کن و بنگر کہ من چیست؟

[ص ۱۶۱]

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ

اور ان جیسے نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول بیٹھے تو

اللہ نے ان کو بھلا دیا۔

(یعنی جو اللہ کو بھول جاتا ہے) تو گویا خود کو بھلا بیٹھتا ہے اور اگر انسان خود کو پہچان لے تو وہ یقیناً اللہ کو پہچان سکتا ہے۔ یہی چیز ہے جسے ”اندر خود سفر کن“ کہتے ہیں)

چر گویم از ”من“ و از توش و تابش

کند ’اَنَا عَرَضْنَا‘ بے نقابش

[ص ۵۵۴]

اَنَا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ
وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَابَيَّنَّ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا
وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهُ
كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ۝

بے شک ہم نے امانت پیش کی آسمانوں اور
زمین اور پہاڑوں پر تو انھوں نے اس
کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر
گئے اور انسان نے اسے اٹھا لیا۔ بے شک
وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا
نادان ہے۔

(الاحزاب: ۷۲)

اسی لیے اقبال کہتے ہیں:

زمان و ہم مکاں اندر بر او

فلک را لرزه بر تن از فر او

[ص ۵۵۴]

سوال نمبر ۶:

چہ جزو است آنکہ او از کل فزون است؟

طریق جستجی آن جزو چون است؟

[ص ۵۵۵]

جواب میں ہے:

خودی ز اں کل کہ تو بنی فزون است

خودی ز اندازہ ہائے ما فزون است

[ص ۵۵۵]

انسان ضعیف البیان ہونے کے باوجود اللہ کا نائب ہے اور اس کی صلاحیتیں بہت وسیع و

عریض ہیں۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ
بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيُبْلُوَكُمْ فِي
مَا آتَاكُمْ ۗ

اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں
نائب کیا اور تم میں ایک کو دوسرے پر بلندی
دی کہ تمہیں آزمائے اس چیز میں جو تمہیں
عطا کی۔ (الانعام: ۱۶۵)

ازاں مرگے کہ می آید چہ پاک است
خودی چوں پختہ شد از مرگ پاک است

[ص ۵۵۷]

صفحہ ۵۴۹ کے سلسلے میں علامہ اقبال کی تحریر کا ایک اقتباس آچکا ہے وہ یہاں کے لیے
بھی کافی ہے۔

وَالْبَقِيَّةُ الصَّالِحَةُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ
ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا

اور باقی رہنے والی اچھی باتیں (اعمال خیر)
ان کا ثواب تمہارے رب کے یہاں بہتر
(الکہف: ۴۶) اور وہ امید میں سب سے بھلی ہیں۔
(یعنی خیر کو بقا حاصل ہوگی۔ انسان اپنے
منصب کے مطابق اور خودی کے لحاظ سے
جو خیر پیش کرے گا اُسے فنا نہیں ہے)۔

سوال نمبر ۷:

مسافر چوں بود رہر و کد ام است؟
کرا گویم کہ او مرد تمام است؟

[ص ۵۵۸]

جواب میں ہے:

اگر چشمے کشائی بردل خویش!
سفر اندر حضر کردن چنین است

درون سینہ بنی منزل خویش!
سفر از خود بخود کردن ہمیں است

[ص ۵۵۸]

یہ سفر دراصل خودی کا ارتقائی سفر ہے، یعنی خودی کے مسلسل ترقی یافتہ درجات تک پہنچنے کے
لیے ہے، لیکن اس سفر کی کوئی آخری منزل نہیں ہے اور اگر انجام آ گیا تو آرزو بھی ناپید ہو جائے گی

اور زندگی بھی ختم ہو جائے گی۔

مجو پایاں کہ پایاں نے نداری ہپایاں تا رسی جانے نداری
[ص ۵۵۸]

کمال زندگی دیدارِ ذات ہے:

چناں با ذاتِ حق خلوت گزینی! ترا اُو بیند و اُو را تُو بینی!
حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سورۃ النجم میں ہے
فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ۖ فَأَوْحَىٰ ۖ تَوَّاسٍ ۖ جُلُودُهُ خَدَا ۖ وَهُوَ مُجَوَّبٌ فِي مِيزَانِ ۖ
إِلَىٰ عِبْدِهِ ۖ مَا أَوْحَىٰ ۖ هَاتِهِمَا كَأَنَّ فَاصله رہا بلکہ اس سے بھی کم۔ اب
(النجم: ۹-۱۰) وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

ایسے ہی انسانِ کامل کے متعلق علامہ اقبال فرماتے ہیں:

کسے کو دید عالم را امام است من و تو تا تمامیم او تمام است!
اگر او را نیابی در طلب خیز اگر یابی بدامانش در آویز
[ص ۵۵۹]

سوال نمبر ۸:

کدامی نکتہ را نطق است انا الحق چه گوئی ہرزہ بود آں رمزِ مطلق
[ص ۵۶۱]

جواب میں ہے کہ:

ایک مُع یہی کہتا ہے کہ زندگی فریب میں آکر من (انا) کا تصور پیدا کر دیتی ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ تمام عالم (انسان بھی) ایک سوتے ہوئے خدا کا خواب ہے۔ چنانچہ دل بیدار عقل نکتہ میں، گمان و یقین سب کے سب خواب ہیں۔

اقبال کہتے ہیں کہ تمام عالم کے وجود پر شک ہو سکتا ہے لیکن شک کرنے والا نفس کبھی موہوم نہیں ہو سکتا۔ حقیقتِ مطلق یعنی خدا کی ذات بھی حق ہے اور انسانی نفس (خودی) بھی حق ہے:

خودی را حقِ بدارِ باطلِ مپندار خودی را کشتِ بے حاصلِ مپندار
[ص ۵۶۳]

شکر اچار یہ اور منصور حلاج دونوں نے اپنے اپنے رنگ میں انا الحق کہا۔ ہم کو چاہیے کہ ایسے

اقوال کو پس پشت ڈال کر عرفانِ خودی سے عرفانِ خدا حاصل کریں:

دگر از شکر و منصور کم گوے! خدا را ہم براہِ خویشتن جوی

[ص ۵۶۳]

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ
أَنْفُسَهُمْ (الحشر: ۱۹)

اور ان جیسے نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول بیٹھے تو
اللہ نے انہیں ان کی جانیں بھلا دیں (یعنی
خدا کی معرفت حاصل کرو گے تو خود کی
معرفت بھی حاصل ہو سکے گی)۔

سوال نمبر ۹:

کہ شد بر سر وحدت واقف آخر؟ شناسائے چہ آمد عارف آخر؟

[ص ۵۶۴]

جواب میں پہلے تمام کائنات کی بے ثباتی کا ذکر کیا ہے۔ پھر بتایا ہے کہ صرف خودی ایسی چیز
ہے جس کو فنا نہیں:

خودی را لازوالے می توان کرد فراقے را وصالے می توان کرد

[ص ۵۶۵]

پھر فرماتے ہیں:

خدائے زندہ بے ذوق سخن نیست! تجلی ہائے او بے انجمن نیست!

'اَلَسْتُ' از خلوت نازے کہ برخاست؟ 'بلی' از پردہ سازے کہ برخاست؟

[ص ۵۶۵-۵۶۶]

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ
ذُرِّيَّتَهُمْ وَ أَسْأَلَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ
أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ

اور (اے محبوب یاد کرو) جب تمہارے
رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی نسل
نکالی اور انہیں خود ان پر گواہ کیا، کیا میں
تمہارا رب نہیں؟ سب بولے، کیوں نہیں؟

(الاعراف: ۱۷۲)

اگر ما نایم، گرداں جامِ ساقی است
بہ بزمش گرمی ہنگامہ باقی است^۹

[ص ۵۶۶]

انسان ہی کی خاطر یہ دنیا بنائی گئی ہے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ
وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنایا جو کچھ

(البقرہ: ۲۹) زمین میں ہے سب کا سب۔

از غلامی مردِ حق ز نثار بند از غلامی گوہرِش نا ارجمند

[ص ۵۷۲]

علامہ اقبال اپنے ایک مکتوب میں بھی کہتے ہیں:

غلامِ قومِ مادیات کو روحانیت پر مقدم سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور جب انسان میں خوں غلامی راسخ ہو جاتی ہے تو وہ ہر ایسی تعلیم سے بیزاری کے بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد قوتِ نفس اور روحِ انسانی کا ترفع ہے۔

اسی چیز کو (موسیقی) عنوان میں بیان کیا ہے:

الحذر ایں نعمہ موت است و بس نیستی در کسوتِ صوت است و بس

[ص ۵۷۵]

یہی بات (مصوری) میں ہے:

بچپناں دیدم فنِ صورت گری نے برا ہیہی درونے آ زری

[ص ۵۷۸]

علم حاضر پیش آفل در سجود شک ہیغز و دو یقین از دل ربود

[ص ۵۷۹]

سورۃ الانعام میں ابراہیم علیہ السلام کا قول ہے:

قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ

بولے، مجھے خوش نہیں آتے ڈوبنے والے۔

(الانعام: ۷۴)

موجودہ علوم مغربی شک اور گمان پیدا کرتے ہیں اور یقین سے دور کرتے ہیں۔ صفحہ ۵۸۲

میں ہے کہ غلامی میں عشق و مذہب بھی بے وقعت بن جاتے ہیں:

در غلامی عشق و مذہب را فراق انگبین زندگانی بد مذاق

[ص ۵۸۲]

لیکن آزاد مردوں کا فن بھی آزاد اور ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔

سنگ با با سنگ با پیوستہ اند روز گارے را بانے بستہ اند

[ص ۵۸۵]

حوالے اور حواشی

- ۱- بال جبریل، ص ۳۱۰ میں ہے:
عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام
اس زمین و آسماں کو بے کراں سمجھا تھا میں
- ۲- اسی غزل میں ہے:
ع پیالہ گیر دستم کہ رفت کار از دست! [ص ۴۱۱]
صفحہ ۴۶۵ میں بھی ہے:
ع چنگ را گیرید از دستم کہ کار از دست رفت
اسی طرح سودا کہتے ہیں:
ع ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں
- ۳- سلطان حیدر علی اور سلطان ٹیپو دونوں کے علم میں نقشبندی بزرگوں کے امام اور حضرت عبدالقادر جیلانی کا امام کھایا ہوا تھا۔
دیکھیں Graham Bailey کی کتاب *Studies in North Indian Languages*۔
- ۴- علامہ اقبال نے اپنے دوسرے خطبے (انگریزی) میں اس موضوع پر بحث کی ہے۔
- ۵- زمان کے مسئلے سے علامہ اقبال کو بہت دلچسپی تھی۔ دیکھیں اقبال نامہ حصہ اول، ۱۱۵-۱۵۶-۱۶۵۔
۱۸۰-۱۸۰ وغیرہ۔
- ۶- علامہ اقبال نے اپنے تیسرے انگریزی خطبے میں اس موضوع پر بحث کی ہے اور چوتھے خطبے میں بھی یہ بحث ہے۔
اور رومی کہتے ہیں:
پیکر از ماہست شُد نے ما ازو بادہ از ماہست شُد نے ما ازو
- ۷- خواجہ عبدالحمید کا مضمون آثار اقبال (حیدرآباد، دکن، ۱۹۴۶ء)، صفحات ۷۲-۷۳ میں دیکھیں۔
- ۸- اقبال نامہ حصہ اول، ص: ۲۹۷، مرتبہ شیخ عطاء اللہ
- ۹- ڈاکٹر خلیفہ عبدالکحیم نے فکر اقبال (باب ۱۵) میں گلشنِ رازِ جدید پر مفصل بحث کی ہے۔
- ۱۰- اقبال نامہ (اول)، ص ۲۰۱-۲۰۲۔



جاوید نامہ

(پہلی اشاعت: ۱۹۳۳ء)

جاوید نامہ

علامہ اقبال ۲۰ جنوری ۱۹۳۱ء کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

میرے زیر نظر حقائق اخلاقی و ملی ہیں۔ زبان میرے لیے ثانوی حیثیت رکھتی ہے بلکہ فن شعر سے بھی بحیثیت فن کے نابلد ہوں..... آخری نظم جاوید نامہ جس کے دو ہزار شعر ہوں گے ابھی ختم نہیں ہوئی۔ ممکن ہے کہ مارچ تک ختم ہو جائے۔ یہ ایک قسم کی ڈیوائن کامیڈی ہے اور مثنوی مولانا روم کے طرز پر لکھی گئی ہے۔ اس کا دیباچہ بہت دلچسپ ہوگا اور اس میں غالباً ہندو ایران بلکہ تمام دنیائے اسلام کے لیے نئی باتیں ہوں گی۔ ایرانیوں میں حسین ابن منصور صلاح قرۃ العین، ناصر خسرو علوی وغیرہ کا نظم میں ذکر آئے گا۔ جمال الدین افغانی کا پیغام مملکتِ روس کے نام ہوگا۔^۱

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ معراج نے علم و ادب کو بھی نوازا اور مختلف ادوار میں ایسے شاہکار تیار ہوئے جو بالواسطہ یا بلاواسطہ اس عظیم واقعے سے متاثر ہیں۔ الوالعلاء المعزّی (م ۴۳۹ھ) کا رسالۃ الغفران اور محی الدین ابن عربی (م ۶۳۸ھ) کی الفتوحات المکیہ کے بعد دانٹے (م ۱۳۲۱/۷۲۱ء) کی طریبۃ الہیہ (Divine Comedy) بھی اسی واقعے سے متاثر ہے۔ علامہ اقبال کا یہ شاہکار یعنی جاوید نامہ بھی اسی سے اثر پذیر ہے اور اس کا محرک وہ جذبہ ہے جو شاعر کو زمان و مکان کے تعینات سے گذر جانے کے لیے بے تاب کر دیتا ہے۔ چنانچہ وہ طبعی حواس سے رہائی حاصل کر کے سیاحتِ افلاک اور ماراےء افلاک کے لیے روانہ ہوتا ہے اور مختلف اشخاص سے ملاقات بھی کرتا ہے اور ان کے جذبات اور خیالات کی ترجمانی بھی کرتا ہے۔ ایسے شاعر کے متعلق یہی کہا جاسکتا ہے کہ:

مردے اندر جستجو آوارہ ثابتے با فطرت سیارہ!

[ص ۲۳۳]

چونکہ یہ نظم شروع سے آخر تک رمزیہ ہے، اس لیے بے محل نہ ہوگا اگر ہم یہاں اس کا ایک

خلاصہ پیش کریں۔

جاوید نامہ کی ابتدا مناجات سے ہوتی ہے۔ شاعر فریاد کرتا ہے کہ اس کے حصول مقاصد میں کوئی اس کا معاون نہیں۔ وہ مادی دنیا سے اللہ کے حضور میں پہنچنا چاہتا ہے اور التجا کرتا ہے کہ اُس کا پیام آئندہ نسلوں کے لیے ہدایت اور تقویت کا ذریعہ بنے۔

”تمہید آسمانی“ میں آسمان کا زمین پر طنز ہے کہ وہ فطرتاً تاریک اور پست ہے اور آسمان کے نور سے منور ہے۔ زمین نخل ہو جاتی ہے لیکن آسمانوں کے ادھر سے ندا آتی ہے کہ تو تمگین نہ ہو کہ تجھے بہت بڑی امانت دی گئی ہے۔ ”نغمہ ملائک“ میں اسی ندا کا اعادہ ہے۔ پھر سفر نامہ افلاک کی اصل ابتدا ”تمہید زمینی“ سے ہوتی ہے۔ شاعر اپنی دنیا کے ہنگاموں سے علیحدہ ہو کر دریا کے کنارے خلوت گزریں ہوتا ہے جہاں وہ کیف و سرور کے عالم میں رومی کی ایک غزل ”آرزوست“ والی لگناتا ہے۔ سورج کے غروب ہونے کے بعد رومی کی روح نمودار ہوتی ہے جس سے شاعر حقیقت وجود اور جان و تن وغیرہ مسائل کی وضاحت چاہتا ہے اور معراج کے اسرار جاننا چاہتا ہے۔ رومی کے کلام سے شاعر بے خود ہو جاتا ہے۔ اتنے میں زمان و مکان کا فرشتہ نمودار ہوتا ہے جو اس کو قیود و حجابات کو توڑنے کی ترکیب بتاتا ہے کہ لی مع اللہ وقت کے یقین سے یہ طلسم ٹوٹ سکتا ہے۔ پھر شاعر مادی حجابات سے گذر کر رومی کی رہبری میں دوسری دنیا میں پہنچتا ہے اور اس کی پہلی منزل فلکِ قمر ہوتی ہے۔ وہاں ایک عارف ہندی ”جہاں دوست“ ملتا ہے جس سے شاعر کو حیات و ممات اور دوسرے بہت سے اسرار کی تشریح حاصل ہوتی ہے۔ پھر شاعر کی نظر سرور پر پڑتی ہے جس کی تخلیق اندیشہ یزدان میں ہوئی تھی اور جو شاعروں کے الہامی نعمات کا محرک ہے۔ رومی یہاں بتاتا ہے کہ وہ شاعری جو نوع انساں کے اندر رُفت و عظمت کا جذبہ پیدا کرتی ہے ”پنچمیری“ کی وارث ہے۔ پھر شاعر کو رومی طواسین (نبوت؟) کی سیر کراتا ہے۔ طاسین اول میں گوتم بدھ ہیں۔ طاسین دوم میں زرتشت اور اہرن مصروف مکالمہ ہیں۔ زرتشت کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ خودی کی تقویت کے لیے بلا اور مصیبت بہت مفید ہیں اور یہ کہ خودی کے ارتقا میں خلوت بھی ہے اور اس سے آگے جلوت بھی ہے جس کے بغیر خودی نامتام ہے۔ طاسین سوم میں طاسلٹائے اور افرنگین کا مکالمہ ہے جس سے افرنگین کہتی ہے کہ تو نے مسیح کی ملت کے ساتھ وہ

سلوک کیا جو فلاطوس نے میرے جسم کے ساتھ کیا تھا۔ طالسٹائے کہتا ہے کہ تیرا جرم میرے جرم سے زیادہ سنگین ہے کیونکہ تو نے مذہبِ مسیح کی روح کو مسخ کر دیا ہے۔ طاسمین چہارم میں ابو جہل کی روح، اسلام کے فروغ پانے پر جاہلی روایات کا ماتم کر رہی ہے۔

طواسمین کی سیر کے بعد شاعر فلک عطار د میں پہنچتا ہے جہاں میدانوں کی شادابی اور دریاؤں کے تڑپ سے شاعر مسرور ہوتا ہے۔ اتنے میں اذان کی آواز آتی ہے۔ رومی بتاتا ہے کہ یہ اولیاء کا مقام ہے اور حضرت آدمؑ جنت چھوڑنے کے بعد تھوڑے عرصے کے لیے یہاں ٹھہرے تھے۔ پھر دونوں اذان کی سمت روانہ ہوتے ہیں جہاں جمال الدین افغانی نماز پڑھا رہے ہیں اور سورۃ النجم کی تلاوت کر رہے ہیں جس سے شاعر پروجا اور بے خودی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ نماز کے بعد رومی نے شاعر کا تعارف افغانی اور سعید حلیم پاشا سے کرایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اس شاعر کو اُس کی طبیعت کی جولانی اور سرمستی کی وجہ سے میں ”زندہ رود“ کہتا ہوں۔ شاعر بتاتا ہے کہ عالمِ خاکی کے مسلمانوں کو وطنیت کے بڑھتے ہوئے رجحانات نے آفاقی تعلیم سے بے گانہ کر دیا ہے، نیز مغربی ملوکیت اور روسی اشتراکیت نے بڑے فتنے کھڑے کر دیے ہیں۔ افغانی اور سعید حلیم پاشا سے مشرق اور مغرب کی فطرت کے بنیادی فرق پر بھی گفتگو ہوئی۔ پاشا نے یہ بھی بتایا کہ تقلیدِ فرنگ سے مصطفیٰ کمال کی قوم کوئی زندگی حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ عالمِ قرآنی کی تشکیل کی ضرورت ہے۔ افغانی نے اس تشکیل کے لیے: ۱۔ خلافتِ آدم ۲۔ حکومتِ الہی ۳۔ ارض، ملکِ خداست ۴۔ حکمت، خیر کثیر است کو وسائل بتایا ہے اور اس کی تشریح بھی کی ہے۔ افغانی کو ملتِ روسیہ کے ہاتھوں ملوکیت و استبداد کے خاتمے کی کچھ امید نظر آتی ہے لیکن وہ اس ملت کو اسلامی نظام ہی کی دعوت دیتے ہیں۔ پھر فلکِ زہرہ میں رومی کے ساتھ شاعر پہنچتا ہے جہاں ہر قوم اور ہر عہد کے معبود جمع ہیں اور خوش ہو رہے ہیں کہ انسان اب پھر ان کی پرستش قبول کر رہا ہے اور: ع

از چراغِ مصطفیٰ اندیشہ چیست؟

[ص ۶۷۹]

رومی اور شاعر (زندہ رود) آگے بڑھتے ہیں۔ دریائے زہرہ موجیں مار رہا ہے لیکن موجیں ان دونوں کو راستہ دیتی ہیں۔ رومی سورۃ طہ پڑھتا ہوا اپنے ساتھی کو لے کر آگے بڑھتا ہے جہاں ایک چاند سے تاریکی میں روشنی دکھائی دیتی ہے۔ وہاں فرعون اور برطانوی جنرل کچنر کی روحیں عذاب

میں مبتلا نظر آئیں۔ فرعون آرزو کرتا ہے کہ کاش موسیٰ سے ایک بار ملنا نصیب ہو اور میں اس سے دل آگاہ مانگوں۔ کچنر فخر سے کہتا ہے کہ یورپ والوں نے مصر میں عہدِ قدیم کے آثار اور پیش بہا معلومات کے ذخیرے کھود نکالے ہیں۔ فرعون طنز سے کہتا ہے:

قبرِ ما را علم و حکمت بر کشود
لیکن اندر تربتِ مہدی چہ بود؟

[ص ۶۸۴]

پھر مہدی سوڈانی کی روح نمودار ہوتی ہے جو کچنر سے کہتی ہے کہ یہ میری خاک کا انتقام تھا کہ تجھے قبر کے لیے دو گز زمین بھی نمل سکی۔ پھر مہدی نے عربوں کو پیغام دیا ہے کہ وہ بیدار ہوں اور مدینہ سے مستفیض ہوں۔

بعد ازاں رومی اور شاعرِ فلکِ مرتج میں داخل ہوتے ہیں۔ رومی بتاتا ہے کہ وہاں کے لوگ علوم و فنون کے دلدادہ ہیں اور ان کے یہاں دلِ حاکم ہے اور بدنِ محکوم، اس لیے باہم کوئی تصادم نہیں۔ پھر یہ دونوں سیاحِ حکیم مرتجی سے ملتے ہیں جو فلزاتِ زمین کی تحقیق سے بہت دلچسپی رکھتا ہے۔ پھر وہ ان دونوں کو مرعین شہر کی سیر کراتا ہے جہاں کے لوگوں کو دولت اور وسائلِ معیشت کے احتکار کی ہوس نہیں ہے۔ زندہ رود (شاعر) کو وہ حکیم یہ بھی بتاتا ہے کہ تقدیر کی تبدیلی نفس یا خودی کی تبدیلی کے تابع ہے۔ پھر یہ لوگ ایک میدان میں بچپتے ہیں جہاں افرنگ کی ایک عورت ہے جو عورتوں کو محکومی سے آزاد ہونے کی دعوت دے رہی ہے۔ رومی تبصرہ کرتے ہیں کہ واقعی نئی تہذیب کا مقصد مرگِ امومت ہے اور عورتوں کو ہر پابندی سے آزاد کرانا ہے۔ نیز یہ کہ یورپ میں عشقِ مفقود ہے جس سے زندگی میں حرارت اور تابندگی پیدا ہوتی ہے۔

پھر یہ دونوں فلکِ مشتری میں داخل ہوتے ہیں جہاں روشنی کے لیے کئی چاند ہیں لیکن زندگی کے ہنگامے نہیں ہیں۔ حلاج، غالب اور قرۃ العین طاہرہ یہیں ہیں۔ زندہ رود پہلے حلاج سے سوال کرتا ہے کہ تم لوگ مقامِ مؤمنین سے دور کیوں ہو؟ حلاج جواب دیتا ہے کہ سیرِ دوام کی لذتیں حُلد کی نعمتوں سے کم نہیں۔ نیز یہ بتایا کہ میں خودی کے ”نورِ نار“ کا رمز شناس تھا لیکن میری قوم والے اُسے نہ سمجھے اور مجھے سُوئی پر چڑھا دیا۔ پھر زندہ رود نے غالب سے اس کے شعر (قمری کفِ خاکستر و بلبلِ قفسِ رنگ) کے معنی پوچھے جس کی اس نے اقبال کے رنگ میں تشریح کی۔ پھر

’زندہ روڈ نے اس سے نبوت سے متعلق اس کے معرکہ آرا اشعار کی روشنی میں دریافت کیا تو وہ خود کچھ الجھا ہوا معلوم ہوا۔ اور اس نے یہ شعر کہہ کر بات ختم کر دی:

آنچھ تو ازمن، بخواہی کا فری است کا فری کو ماورائے شاعری است

[ص ۱۶۷]

حلاج دوبارہ نبوت، خودی اور دیدار الہی کے مسائل چھیڑتا ہے لیکن پھر رخصت ہو جاتا ہے کہ ہم ایک جگہ قیام کرنا اپنی طبیعت کے خلاف سمجھتے ہیں۔

اس کے بعد فضا میں تاریکی ہو جاتی ہے اور ابلیس (خواجہ اہل فراق) نظر آتا ہے وہ کہتا ہے کہ میرا حرف استکبار صرف فراق کی لذتوں سے بہرہ مند ہونے کے لیے تھا اور یہ کہ آدم سے مجھے ہمدردی تھی کہ وہ میرے بعد مجبوری سے مفاری تک پہنچا۔ پھر ابلیس فریاد کرتا ہے کہ میں آدم سے زیادہ پختہ ایک حریف چاہتا ہوں کیونکہ اس میں مدافعت اور میرے فرمان سے سرکشی کی قوت ہی نہیں۔

پھر رومی اپنے ساتھی کو فلک زحل کی سیر کراتا ہے جہاں غذاؤں کی روہیں مبتلائے عذاب ہیں اور جنہیں دوزخ نے بھی قبول نہیں کیا۔ یہاں ایک سمت میں ایک نازنین ہے جو حسن و تابناکی کے باوجود زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے۔ یہ روح ہندوستان ہے جو اہل ہند کی بے حسی پر نالاں ہے اور ان غذاؤں میں ایک یوں کہہ رہا ہے:

نے عدم مارا پذیرد، نے وجود واے از بے مہری بود و نبود!

[ص ۳۴۷]

پھر رومی اور زندہ روڈ عالم بے جہات (آں سوئے افلاک) میں پہنچتے ہیں۔ وہاں سرحد پر جرمن فلسفی نطشے کا مقام ہے۔ پھر آگے فردوس میں داخل ہوتے ہیں جہاں عیش و راحت کے تمام سامان ہیں لیکن رومی تنبیہ کرتا ہے کہ اعتبارات حواس سے دھوکا نہ کھاؤ۔ یہ سب ”تجلی ذات“ کے مناظر ہیں۔ یہیں سامنے ایک شاندار محل نظر آتا ہے جو پنجاب کی ایک شاہزادی شرف النساء کا ہے۔ اس نے مرتے وقت اپنی ماں کو وصیت کی تھی کہ قرآن اور تلواریں، مرنے کے بعد بھی اُس سے جدا نہ کیا جائے۔ اس محل سے آگے سید علی ہمدانی اور ملا طاہر غنی کا کشمیری سے ملاقات ہوتی ہے۔ ہمدانی نصیحت کرتا ہے کہ اب مسلمان روحانی سر بلندی اور عزت کو دوبارہ حاصل کریں اور مادہ پرستی سے احتراز کریں۔ غنی کشمیری بھی اسی طرح گفتگو کرتا ہے۔ پھر یہ دونوں (رومی اور زندہ روڈ) روانہ

ہوتے ہیں کہ راستے میں بھرتی ہری سے ملاقات ہوتی ہے جو شاعری کے محرکات سے بحث کرتا ہے اور ایک غزل میں اپنے وطن والوں کو جدوجہد کا پیام دیتا ہے۔ پھر ان کا گذر ایک محل سرائے سے ہوتا ہے جہاں نادر شاہ ”ابدالی“ اور ٹیپو سلطان رہتے ہیں۔ ان سے حالات حاضرہ اور بعض اصولی اور فلسفیانہ مباحث پر گفتگو ہوتی ہے۔ اسی موقع پر فارسی شاعر ناصر خسرو کی روح نمودار ہوتی ہے اور ایک غزل سنا کر غائب ہو جاتی ہے۔ پھر زندہ رود کے ذریعے سلطان ٹیپو دیاے کا ویری کو ایک پیغام دیتا ہے جس میں حیات و ممات اور شہادت کی حقیقت بیان کی ہے۔ اب یہ دونوں فردوس سے رخصت ہوتے ہیں۔ راستے میں زندہ رود سے ایک غزل کے لیے حُوریں فرمائش کرتی ہیں۔ ان سے رخصت ہو کر ”حضور“ کا مقام ہے۔ زندہ رود وہاں حقیقت وجود اور آئین حیات کے متعلق سوال کرتا ہے۔ ”ندائے جمال“ میں ان کا جواب ہوتا ہے۔ پھر زندہ رود جرأت کر کے ”تقدیر شرق و غرب“ کو بے حجاب دیکھنے کی آرزو کرتا ہے کہ ناگاہ برق تھلی گرتی ہے اور گرد و پیش اس سے غرق نور ہو جاتے ہیں اور یہ تماشا اپنے وجود کو تماشا میں منسلک ہوتے ہوئے محسوس کرتا ہے کہ اب:

از ضمیر عالم بے چند و چوں یک نوائے سوزناک آید بروں
[ص ۷۸۳]

یہ ”نوائے سوزناک“ یہ ہے:

بگذر از خاور و افسونی افرنگ مشو کہ نیرزد بجوے ایں ہمہ دیرینہ ونو
[ص ۷۸۳]

زندگی انجمن آرا و نگہدارِ خود است اے کہ در قافلہ بے ہمہ شو با ہمہ رو!
[ص ۷۸۳]

تو فروزندہ تر از مہر منیر آمدہ آچنناں زی کہ بہ ہر ذرہ رسائی پرتو!
[ص ۷۸۴]

اس نوا کے ساتھ یہ سیر ختم ہو جاتی ہے۔

یہ پوری نظم اقبال کے پسندیدہ خیالات و جذبات کا نچوڑ اور اس کے محبوب شعراء، علماء اور زعماء کا خاکہ ہے۔

اس جائزے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اب اس نظم کے قرآنی مضامین کا استقصا کیا

جائے۔

آدمی اندر جہانِ ہفت رنگ
آرزوے ہم نفس می سوزدش
لیکن ایں عالم کہ از آب و گل است

ہر زماں گرمِ نغاں مانند چنگ!
نالہ ہائے دل نواز آموزدش
کے تو اں گفتن کہ دارائے دل است

[ص ۵۹۵]

آدمی کو دل دیا گیا ہے اور ہم نفس کی آرزو بھی۔ علامہ اقبال کو بھی ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جن کے پاس تڑپتا ہوا اور بے قرار دل ہو۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ
بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا مشقت
میں رہتا۔ (پس وہ انسان ہی کیا جس کے
پاس عمل کے لیے سرگرم دل نہ ہوا)۔

(البلد: ۴)

گرچہ برگردوں ہجومِ اختر است
ہر یکے مانند ما بیچارہ ایست
کارواں برگِ سفرنا کردہ ساز!
ایں جہاں صیدا است وصیادیم ما؟

ہر یکے از دیگرے تنہا تر است!
در فضائے نیلگوں آوارہ ایست!
بیکراں افلاک و شب ہادیر باز!
یا اسیرِ رفتہ از یادیم ما؟

[ص ۵۹۵]

وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٍ
بِأَمْرِهِ ۗ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ اللَّهُ
رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝

اور سورج اور چاند ستارے سب اُس کے حکم
کے تابع ہیں۔ سُن لو، اسی کے ہاتھ ہے پیدا
کرنا اور حکم دینا۔ بڑی برکت والا ہے اللہ

جورب ہے سارے جہانوں کا۔ (الاعراف: ۵۴)

لیکن انسان کی حیثیت ان سب سے جدا ہے۔ کیا وہ بھلا دیا گیا۔ ”رفتہ از یادیم؟“ اس کا مقام بہت بلند ہے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ
جَمِيعًا ۗ (البقرہ: ۲۹)

وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنایا ہے جو
کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

پھر اس کے بعد والی آیت میں ہے:

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً
اللہ نے فرشتوں سے فرمایا) میں زمین

(البقرہ: ۳۰) میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

زارنا لیدم صدائے برنخاست
ہم نفس فرزندِ آدم را کجاست؟
[ص ۵۹۶]

اور رومی کہتے ہیں:

دی شیخ با چراغِ ہمی گشت گردِ شہر
کز دام و دد ملولم و انسائلم آرزوست
زیں ہمرہانِ سُست عناصرِ دلم گرفت
شیرِ خدا و رستمِ دستائلم آرزوست
گفتم کہ یافت می نشود جتہ ایم ما
گفت آنکہ یافت می نشود آئم آرزوست
[ص ۶۰۶]

صفحہ ۵۹۶ میں علامہ اقبال اُس دن کی آرزو کرتے ہیں جس دن انسان کی بیداری حاصل ہو سکے:

اے خوش آں روزے کہ از ایام نیست
صبح او را نیم روز و شام نیست
روشن از نورش اگر گردد رواں
صوت را چوں رنگ دیدن می تو اں
غیب ہا از تابِ او گردد حضور
نوبتِ او لا یزال و بے مرور!
اے خدا روزی کن آں روزے مرا
وارہاں زیں روز بے سوزے مرا
[ص ۵۹۶]

ایسا دن گو کہ ابھی نصیب نہیں لیکن ضرور نصیب ہو سکتا ہے۔ اس کے لیے ایک حل اس آیت

میں موجود ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا
خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
بِأَنفُسِهِمْ ۗ (الرعد: ۱۱)
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا
آیۂ تخییر اندر شانِ کیست؟
ایں سپہر نیلگوں حیران کیست؟

وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي
اور تمہارے لیے مسخر کیے جو کچھ آسمانوں
الْاَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
میں اور جو کچھ زمین میں ہیں سب کے
لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (الحجّٰثہ: ۱۲)
سب۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں
سوچنے والوں کے لیے۔

کيا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے
 لیے مسخر کیا جو کچھ آسمانوں میں اور زمین
 میں ہے اور تمہیں بھر پور نعمتیں دیں ظاہر اور
 چھپی ہوئی۔ (لقمن: ۲۰)

راز دانِ 'عَلَّمَ الْأَسْمَاءَ' کہ بود؟
 مستِ آں ساقی و آں صہبا کہ بود؟
 [ص ۵۹۶]

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ﴿۳۱﴾
 اور سکھائے آدم کو تمام چیزوں کے نام۔
 (البقرہ: ۳۱)

جب فرشتوں نے اللہ پاک کے سامنے انسان کو خلیفہ بنانے پر اعتراض کیا تو اس موقع پر
 انسان کی صلاحیت ظاہر کرنے کے لیے اللہ پاک نے اس کو تمام چیزوں کے نام سکھا کر اس کے
 شرف اور فضیلت کو فرشتوں پر ظاہر کیا۔

اے ترا تیرے کہ ما را سیدہ سفت
 حرفِ اُدْعُونِي کہ گفت و با کہ گفت؟
 [ص ۵۹۶]

وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴿۶۰﴾
 اور تمہارے رب نے فرمایا، مجھ سے مانگو۔
 میں تمہاری درخواست قبول کروں گا (گویا
 مقبولیت کا وعدہ بھی اللہ پاک نے فرمایا)۔
 (المومن: ۶۰)

عمر ہا بر خویش می پیچد وجود
 تائیکے بے تاب جاں آید فرود
 [ص ۵۹۷]

آدم علیہ السلام کے واقعے میں ہے کہ پہلے شیطان نے ان کو فریب دیا لیکن پھر اللہ نے ان
 کی توبہ قبول کی اور انہیں چُن لیا، گویا بے تاب جان کے لیے بھی ایک وقت درکار ہوتا ہے۔
 وَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَى ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ
 فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَاهُ ﴿۱۲۲﴾
 اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش
 ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی۔
 پھر اُس کے رب نے اس کو چُن لیا تو اس پر
 اپنی رحمت سے رجوع فرمایا اور اپنے قرب

خاص کی راہ دکھائی۔

علم در اندیشہ می گیرد مقام عشق را کاشانہ قلبِ لاینام
[ص ۵۹۸]

ناقص علم وہم و گمان پیدا کرتا ہے، لیکن عشق کا مقام قلب ہے جہاں یقین ہی یقین ہے۔
سورۃ التوبہ میں ایسے ناقص علم اور غیر یقینی ایمان والوں کے متعلق ہے کہ وہ لوگ حضور انور صلی اللہ
علیہ وسلم سے جہاد سے بچنے کے لیے رخصت مانگتے ہیں:

إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ ○
دل شک میں پڑے ہیں تو وہ اپنے شک
میں ڈانواں ڈول ہیں۔ (التوبہ: ۴۵)

زیر گردوں خویش را بایم غریب ز آنسوئے گردوں گو آنی قریب
[ص ۵۹۸]

اے اللہ میں خود کو اس دنیا میں اکیلا پاتا ہوں۔ مجھے زمان و مکان کی قید سے آزاد کر کے اپنا
قرب عطا فرمادے۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ○
أَجِيبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ○
اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو میں قریب ہوں، دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب وہ مجھے پکارے۔ تو انھیں چاہیے میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں کہ کہیں راہ پائیں۔ (البقرہ: ۱۸۶)

تو فروغِ جاوداں ماچوں شرار یک دودم داریم و آن ہم مستعار
[ص ۵۹۸]

کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ○ وَيَبْقَى وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ○
زمین پر جتنے ہیں سب کوفنا ہے اور باقی ہے آپ کے رب کی ذات جو عظمت اور بزرگی

(الرحمن: ۲۶-۲۷) والا ہے۔

زندگی از لذتِ غیب و حضور بست نقشِ این جہانِ نرزد و دور
[ص ۶۰۱]

اللہ سے جدائی کے بعد دوبارہ اس کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لیے اس زمان و مکان کی
دنیا میں انسان آیا۔

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَ مَتَاعٌ إِلَىٰ
حِينَ ۝ (البقرہ: ۳۶) برتنا ہے۔

ماہ و اختر را خرام آموختند صد چراغ اندر فضا افروختند!
[ص ۶۰۱]

وَرَبَّنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحٍ
اور ہم نے دنیا کے آسمان کو چراغوں سے
(فصلت: ۱۲) آراستہ کیا۔

بر سپہر نیلگوں زد آفتاب خیمہ زر بفت با سیمیں طناب
[ص ۶۰۲]

وَبَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شَدَادًا ۝ وَ جَعَلْنَا
سِرَاجًا وَهَاجًا ۝
اور تمہارے اوپر ہم نے سات مضبوط
آسمان بنائے اور ان میں ایک نہایت چمکتا
چراغ (سورج) رکھا۔ (النبا: ۱۲-۱۳)

از افق صبحِ نخستیں سرکشید عالم نو زاده را در بر کشید
[ص ۶۰۲]

وَأَيَّةٌ لَهُمُ اللَّيْلُ ^{طَلَع} نَسَلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ
اور ایک نشانی ان کے لیے رات ہے کہ ہم
اس سے دن کو کھینچ لیتے ہیں۔ (یس: ۳۷)

اے امینے از امانت بے خبر غم مخور، اندر ضمیر خود نگر
[ص ۶۰۲]

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا
وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ
كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ۝

بے شک ہم نے امانت کو پیش کیا آسمانوں
اور زمین اور پہاڑوں پر تو انھوں نے اس
کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے
اور انسان نے اسے اٹھ لیا۔ بے شک وہ
اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا
(الاحزاب: ۷۲)

نادان ہے۔

عقلِ آدمِ بر جہاں شیخوں زند عشقِ اُو بر لا مکاں شیخوں زند!

[ص ۶۰۳]

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَوَةَ لِيُبْلُوَكُمْ
أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۝

وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ
تمہاری جانچ ہو کہ تم میں کس کا کام زیادہ
(الملک: ۲) اچھا ہے۔

جانچ اور کام کے اچھے بُرے کی پہچان عقل ہی کے ذریعے ہوتی ہے، لیکن عشق کا مقام یہ ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِي اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ
الْاَقْصَا (بنی اسرائیل: ۱) تک۔

اس کے بعد سورۃ النجم کی ابتدائی اٹھارہ آیتیں اس مبارک سفر سے متعلق ہیں۔

”ہر کہ عاشق شد جمالِ ذاتِ را اوست سید جملہ موجوداتِ را“

[ص ۶۰۳]

جمالِ ذات کے عاشق کا ذکر بھی سورۃ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں آیا ہے۔

هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي أَحَدًا ۝

اللہ ہی میرا رب ہے اور میں کسی کو اپنے
(الکہف: ۳۸) رب کا شریک نہیں ٹھہراتا۔

یہ یقین نہ صرف انسان کو خلیفۃ اللہ بناتا ہے بلکہ ساری موجودات کا سردار بھی، کیونکہ اسی
کے لیے سب کچھ پیدا کیا گیا ہے۔

شاید اول شعورِ خویشتم
خویش را دیدن بنورِ خویشتم
شاید ثانی شعورِ دیگرے
خویش را دیدن بنورِ دیگرے
شاید ثالث شعورِ ذاتِ حق
خویش را دیدن بنورِ ذاتِ حق
پیشِ این نورِ اربمانی استوار
حی و قائم چوں خدا خود را شمار
بر مقامِ خود رسیدن زندگی است
ذاتِ را بے پردہ دیدن زندگی است

[ص ۶۰۷]

تم زندہ ہو یا مردہ؟ اس امر کے لیے تین گواہ لاؤ۔ پہلا گواہ تو خود تمہارا عمل ہے کہ واقعی تم نے اپنے عمل سے اپنی زندگی کا ثبوت دیا ہے یا نہیں۔ دوسرا گواہ وہ شخص ہے جو تمہارے عمل کو دیکھ کر کہہ سکے کہ واقعی تم زندہ ہو۔ پھر تیسرا گواہ اللہ پاک ہے جو تمہارے عمل کو اپنی بارگاہ میں مقبول بنائے۔ اس طرح انسان صحیح معنی میں اپنے مقام کو متعین کرنے کے قابل ہو سکتا ہے اور زندہ و پابندہ بن سکتا ہے۔ یہی ”سبیل اللہ“ ہے اور یہی ”شہادت“ ہے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ
اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انھیں
مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، ہاں تمہیں خبر
نہیں۔ (البقرہ: ۱۵۴)

مرد مومن در سازد با صفات
مصطفیٰ راضی نہ شد لا بذات

[ص ۶۰۷]

جمالی مشہدی کا شعر ہے:

موسیٰ ز ہوش رفت بیک جلوہ صفات
تو عینِ ذاتِ می نگری در تبسمے

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ بھی چکا چونند نہ ہوئی۔

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ... مَا
زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ
پھر اللہ کے جلوے میں اور محبوب میں دو ہاتھ
کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم..... (لیکن

(النجم: ۹-۱۷) حضور کی آنکھ نہ چکا چونند ہوئی نہ حد سے بڑھی۔

آمر و خالق برون از امر و خلق
ماز شست روزگار خستہ حلق؟

[ص ۶۰۸]

آلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَرَّكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝
 (الاعراف: ۵۴) سن لو، اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا۔
 بڑی برکت والا ہے اللہ رب سارے
 جہانوں کا۔

نکتہ ”آلا بسطان“ یاد گیر
 ورنہ چوں مور و ملخ در گل بمیر
 [ص ۲۰۸] اے جن و انسان کے گروہ، اگر تم سے
 ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں
 سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ۔ جہاں جاؤ گے
 (الرحمن: ۳۳) اسی کی سلطنت ہے۔

جان بیدارے چو زاید در بدن
 لرزہ ہا افتد دریں دیر کہن!
 [ص ۲۰۹]

گفتم ”ایں زادن نمی دانم کہ چیست؟“
 گفت ”شانے از شیون زندگی است!“
 [ص ۲۰۹]

كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَانٍ ۝
 اُسے ہر دن ایک کام ہے۔

(الرحمن: ۲۹)

لَا تَأْخُذْهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ
 اُسے نہ اونگھ آئے نہ نیند۔

(البقرہ: ۲۵۵)

یہ اللہ پاک کی بیداری اور ہمہ وقت عمل کا ذکر ہے۔ اس کے نائب کو بھی ہمہ وقت عمل کرنا
 چاہیے اور اس قدر کرنا چاہیے کہ اس کی صلاحیتوں کو دیکھ کر ایک عالم لرز جائے۔ اسی عمل پیہم کو
 اقبال ”عشق“ کہتے ہیں:

می نداند عشق سال و ماہ را
 دیر و زود و نزد و دور راہ را
 [ص ۲۱۰]

عشقِ شبنون نے زدن بر لا مکاں گور رانا دیدہ رفتن از جہاں!
[ص ۶۱۰]

صفحہ ۶۰۳ کے شعر کے سلسلے میں سورۃ الملک: آیت ۲ اور سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت دیکھیں۔
عشق بانان جویں خیبر کشاد عشق در اندامِ مہ چا کے نہاد!
[ص ۶۱۰]

جب انسان اللہ کا ہو جاتا ہے تو پھر اُس کا فعل اللہ کا ہوتا ہے۔
وَمَا رَمَيْتْ إِذْ رَمَيْتْ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۚ
اور (اے محبوب!) وہ خاک آپ نے نہیں
(الانفال: ۱۷) پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

کلمہ نمرود بے ضربے شکست لشکرِ فرعون بے حربے شکست!
[ص ۶۱۰]

سورۃ الانبیاء میں ارشاد ہے کہ (جب نمرود والوں نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا تو):
فَلَمَّا يَبَأُ كُونِي بَرْدًا وَسَلْمًا عَلٰى
اِبْرٰهِيْمَ ۙ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمْ
الْاٰخْسِرِيْنَ ۝
ہم نے فرمایا، اے آگ ٹھنڈی ہو جا اور
سلامتی ہو جا ابراہیم پر۔ اور ان لوگوں نے
اس کا بُرا چاہا تو ہم نے انھیں سب سے
زیادہ زیاں کار کر دیا۔ (الانبیاء: ۶۹-۷۰)

(اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر مچھر بھیجے جو ان کا گوشت کھا گئے اور خون پی گئے اور ایک مچھر نمرود کے
دماغ میں گھس گیا اور اس کی ہلاکت کا سبب ہوا)۔

وَاَنْجَيْنَا مُوسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ اَجْمَعِيْنَ ۝ ثُمَّ
اَعْرَفْنَا الْاٰخِرِيْنَ ۝
اور ہم نے بچا لیا موسیٰ اور اس کے سب
ساتھ والوں کو، پھر دوسروں کو (فرعون اور
(الشعراء: ۶۵-۶۶) اس کی قوم کو) ڈبو دیا۔

جب انسان اللہ کا ہو جاتا ہے تو پھر اس کا فعل اور عمل اللہ کا فعل اور اللہ کی رضا ہو جاتا ہے
بلکہ ایسے انسان کی رضا ہی اللہ کی رضا بن جاتی ہے۔

آدمی دید است باقی پوست است دید آں باشد کہ دید دوست است

جملہ تن را در گداز اندر بصر در نظر رو در نظر رو در نظر
[ص ۶۱۱]

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝ وَ فِي
أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ
لیے اور خود تم میں۔ کیا تم نہیں دیکھتے؟

(الذاریت: ۲۰-۲۱)

اللہ کہ پہچاننے والا ہی آنکھ والا ہے اور بھولنے والا اندھا ہے۔

وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً
صَنُغًا وَ نَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى ۝
اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے
شک اس کے لیے زندگانی تنگ ہے اور ہم
قیامت کے دن اس کو اندھا اٹھائیں گے۔
(طہ: ۱۲۳)

چشم بکشا بر زمان و برماں
ایں دو یک حال است از احوال جاں
[ص ۶۱۱]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج زمان و مکان کے تمام قیود و حدود سے آزادی کی روشن
دلیل ہے:

چيست جاں؟ جذب و سرور و سوز و درد
چيست تن؟ بارنگ و بُوخو کردن است
از شعور است ایں کہ گوئی نزد و دُور
ذوقِ تسخیرِ سپهرِ گردِ گرد
با مقامِ چار سو خو کردن است
چيست معراج؟ انقلابِ اندر شعور
[ص ۶۱۲]

جان اور زندگی کا تقاضا یہی ہے کہ انسان سرگرم عمل ہو اور اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر
آسمانوں اور زمین کے اندر کی تمام چیزوں کو مسخر کرے۔

جو لوگ صرف تن پروری کو اپنی معراج سمجھتے ہیں اور دنیوی کمال ہی کو اصل کمال سمجھتے ہیں وہ
اسی چار سو میں الجھ کر رہ جاتے ہیں اور وہ بھی نصیب نہیں ہوتے۔

زروان جو زمان و مکان کا فرشتہ ہے کہتا ہے:

آدم و افرشته در بند من است!
لی مع اللہ ہر کرا در دل نشست
عالم شش روزہ فرزند من است!
آں جو انمردے طلسم من شکست

[ص ۶۱۲]

عالم شش روزہ کے متعلق سورۃ الاعراف میں ہے:

خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ۝ آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا۔
(الاعراف: ۵۴)

”لی مع اللہ وقت“ — میرے لیے اللہ کے ساتھ ایک وقت ہے۔ حدیث ہے۔
جب انسان اللہ پاک کی معیت اور قربت حاصل کر لیتا ہے تو پھر زمان و مکان کی ہر قید سے آزاد ہو جاتا ہے۔ سورہ نبی اسرائیل کی پہلی آیت اور سورۃ النجم کی ابتدائی اٹھارہ آیتیں اسی زمان و مکان سے آزادی کی سب سے بڑی دلیل ہیں۔

ع عقل تو حاصلِ حیات، عشق تو سرِّ کائنات

[ص ۶۱۵]

وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۝ اور جسے حکمت دی گئی تو اسے دولتِ کثیرہ دی گئی۔
(البقرہ: ۲۶۹)

وَلِكُلِّ دَرَجَةٍ مِمَّا عَمِلُوا ۝ اور ہر ایک کے لیے اپنے اپنے عمل کے درجے ہیں۔
(الاحقاف: ۱۹)

صدق و صفاست زندگی، نشو و نماست زندگی

تا ابد از ازل بتاز ملکِ خداست زندگی

[ص ۶۱۵]

آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک زندگی قائم ہے۔ زندگی کی یہ بقا اپنی جگہ اس کی نشو و نما کی دلیل ہے اور صحیح زندگی وہی ہے جس میں صدق و صفا ہو۔

وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ۝ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۝ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ۝
اور جان کی (قسم) اور اس کی جس نے اسے ٹھیک کیا، پھر اس کی بدکاری اور پرہیزگاری دل میں ڈالی۔ بے شک مراد کو

(الشمس: ۷-۱۰)
پہنچا جس نے اسے ستھرا کیا۔ اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا۔

دبدبہ قلندری، طعنے سکندری آل ہمہ جذبہ کلیم، ایں ہمہ سحر سامری
[ص ۲۱۶]

موسیٰ علیہ السلام نے فرعونیت اور غیر اللہ کی اطاعت سے قوم کو آزاد کرانا چاہا اور سامری نے
اپنے سحر سے گمراہ کرنا چاہا۔

قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ وَ (اللہ نے) فرمایا تو ہم نے تیرے آنے
أَصْلَهُمُ السَّامِرِيُّ O کے بعد تیری قوم کو بلا میں ڈالا اور انھیں
(طہ: ۸۵) سامری نے گمراہ کر دیا۔

(پھر موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف غصے میں تشریف لے گئے)۔ موسیٰ علیہ السلام کی
غیر موجودگی میں سامری نے ایک مچھڑے کے ذریعے لوگوں کو فتنے میں مبتلا کر دیا کہ وہ ان کا
معبود کہا گیا۔

ضرب قلندری بیار، سد سکندری شکن رسم کلیم تازہ گن، رونق ساحری شکن
[ص ۲۱۶]

حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُونَهُمَا قَوْمًا لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ قَوْلًا O (سکندر ذوالقرنین) جب دو پہاڑوں کے
درمیان پہنچے تو ان سے اُدھر ایک قوم کو دیکھا جو کوئی بات سمجھتے معلوم نہ ہوتے تھے۔
قَالُوا يَا ذَا الْقُرْنَيْنِ..... (الکھف: ۹۳-۹۴)

انھوں نے کہا، اے ذوالقرنین! بے شک
یا جوج ماجوج زمین میں فساد مچاتے ہیں۔ تو
کیا ہم آپ کے لیے کچھ خرچ مقرر کر دیں
اس پر کہ آپ ہم میں اور ان میں ایک دیوار
بنادیں؟

تمام برائیوں، فتنوں اور طاغوتی طاقتوں کو ختم کرنا ایک مرد مومن کی شان ہے۔

ایں زمین و آسماں ملکِ خداست ایں مہ و پرویں ہمہ میرا شہ ماست!
[ص ۲۱۹]

لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو

(البقرہ: ۲۸۴) کچھ زمین میں ہے۔

إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ فَلَا يُوْرَثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۗ

بے شک زمین کا مالک اللہ ہے۔ اپنے بندوں میں جسے چاہے وارث بنائے۔ (الاعراف: ۱۲۸)

در بیابان طلب دیوانہ شو! یعنی ابراہیم! میں بت خانہ شو!

[ص ۶۱۹]

فَرَاغَ عَلَيْهِمْ صَرْبًا بِالْيَمِينِ ۝

پھر اُن (بتوں) پر قوت کے ساتھ جا پڑے (الصف: ۹۳) اور مارنے لگے۔

(یعنی جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑ ڈالا تھا، تم بھی تمام مشکلات اور دقتوں کے بتوں کو توڑ ڈالو)۔

از خدا ہفت آسماں دیگر طلب صد زماں و صد مکاں دیگر طلب

[ص ۶۱۹]

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۗ

اللہ وہ ہے جس نے سات آسماں بنائے اور ارض کی طرح زمین بھی۔ (الطلاق: ۱۲)

علامہ اقبال کہتے ہیں کہ اپنے حوصلے کو بلند کرو اور اس سے بھی زیادہ اپنے اللہ سے مانگو۔

گر نجات ما فراغ از جستوست گور خوشتر از بہشت رنگ و بوست

[ص ۶۱۹]

طلب اور جستوگانہ ہونا مر جانے کے مترادف ہے۔

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ۝

تو کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے کار بنایا اور تمہیں ہماری طرف پھرنا نہیں؟ (المومنون: ۱۱۵)

کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ آزاد چھوڑ دیا جائے گا؟ (اللہ پاک کے یہاں پوچھا جائے گا کہ اس نے کیا کیا اور کیا عمل صحیح لایا)۔ (القیمہ: ۳۶)

مردے اندر جستجو آوارہ! ثابتے با فطرت سیارہ!

[ص ۶۲۳]

علامہ اقبال یہ شعرا اپنے متعلق رومی سے کہلاتے ہیں یعنی وہ ہر انسان کو سرگرم عمل دیکھنا

چاہتے ہیں۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۗ

اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی

(العنکبوت: ۶۹)

ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھائیں گے۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا ۗ

وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین رام

فَأَمْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهَا ۗ

کردی تو اُس کے راستوں میں چلو اور اللہ

إِلَيْهِ النُّشُورُ ۝

کی روزی میں سے کھاؤ اور اسی کی طرف

اٹھنا ہے۔

(الملک: ۱۵)

اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا

وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ بِسَاطًا ۗ

کہ اس کے وسیع راستوں میں چلو۔

لَتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۝

(نوح: ۱۹-۲۰)

(یہ سب سہولتیں اور راہیں اسی لیے ہیں کہ انسان ہاتھ پاؤں توڑ کر نہ بیٹھے۔)

چشمِ برحق باز کردن بندگی است خولیش را بے پردہ دیدن زندگی است

[ص ۶۲۴]

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ

اور اُن جیسے نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول بیٹھے تو

(الحشر: ۱۹)

اللَّهُ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ

اللہ نے (انہیں بلا میں ڈالا کہ) بھلا دیے

أَنْفُسَهُمْ ۗ

اُن کو اُن کے جی۔

(یعنی جو اللہ کو بھول جائے وہ خود کو بھول جائے گا اور جو اللہ کو بچھانے گا وہ خود کو بچھان لے گا۔)

منصبِ خلافتِ الہی دراصل خود شناسی کے لیے اصل محرک ہے۔

کوہستانِ قمر میں ایک فرشتے کو اترتے ہوئے دیکھا تو اس سے پوچھا کہ تُو جو ہماری دنیا کو

دیکھنے جا رہا ہے تو کیا:

از جمالِ زہرہ بگدانتی؟ دل بہ چاہِ بابلے اندانتی؟

[ص ۲۲۵]

وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَائِكِینِ بِبَابِلَ هَارُوتَ
وَمَا رُوتَ ط
اور وہ (نافرمان لوگ) اُس علم کے پیچھے
ہو لیے جو اُترا دو فرشتوں پر شہر بابل میں

(البقرہ: ۱۰۲) جن کا نام ہاروت اور ماروت ہے

(دو فرشتے زہرہ کی محبت میں گرفتار ہوئے تھے اور اس کے نتیجے میں بابل کے کنوئیں میں قید

کیے گئے تھے)۔

اُس فرشتے نے مشرق کے روشن مستقبل کی امید دلائی اور کہا (صفحہ ۳۷):

لعل ہا از سَنگِ رہ آید بروں یوسفانِ او ز چہ آید بروں

[ص ۲۲۵]

وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَى
دَلْوَهُ قَالَ يُسُورَىٰ هَذَا غُلْمٌ ط
اور ایک قافلہ آ نکلا، تو انھوں نے اپنا آدمی
پانی لانے کے واسطے بھیجا اور اس نے اپنا

ڈول ڈالا اور کہنے لگا، لو یہ تو بڑی خوشی کی

بات ہے۔ یہ تو ایک لڑکا ہے۔

وہی فرشتہ پھر کہتا ہے کہ مشرق اب:

رخت بند از مقامِ آزری تا شود خوگر ز ترکِ بُت گری

[ص ۲۲۵]

اس شعر میں جو تمیح ہے سورۃ الانعام کی ہے:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ إِزْرَ اتَّخِذْ أَصْنَامًا
الْهَيْهَاتَهُ إِنِّي أَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ
بے شک میں تمھیں اور تمھاری قوم کو کھلی

(الانعام: ۷۴)

مُضَيَّبِينَ ۝

گمراہی میں پاتا ہوں۔

اے خوش آں قومے کہ جان او تپید از گلِ خود خویش را باز آفرید!

[ص ۲۲۵]

وہ قوم کیسی خوش نصیب ہے کہ پھر اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جاتی ہے اور عملِ صالح کی زندگی

(البقرہ: ۲۱۹) کرو (اگر کوئی ایسا نہ کرے تو گویا اس کی

عقل مُردہ ہے)۔

اسی طرح بار بار ذکر (اللہ کی یاد) کے لیے فرمایا گیا ہے۔ مثلاً سورۃ البقرہ میں ارشاد ہے:

فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ ۝

پس تم میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں

(البقرہ: ۱۵۲) گا۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَاِنَّ لَهُ مَعِيشَةً

ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ اَعْمٰی ۝

شک اس کے لیے زندگانی تنگ ہے اور ہم

قیامت کے دن اُسے اندھا اٹھائیں گے۔ (طہ: ۱۲۳)

۲- تن کوئی چیز نہیں۔ جان وہ ہے جو اللہ کو پہچانے اور تقویٰ اختیار کرے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكَّهَا ۝

بے شک مراد کو پہنچا جس نے اس (نفس)

(الشمس: ۹) کو ستھرا کیا۔ (برائیوں سے ستھرا کیا۔ اللہ

کے پہچاننے ہی سے وہ ایسا کر سکتا ہے)۔

اِنِّي جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ۝

(اللہ نے فرشتوں سے فرمایا) بے شک میں

(البقرہ: ۳۰) زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

اسی لیے انسان ”اسرار الہی“ میں سے ہے اور خود یہ دنیا بھی اسی لیے ہے کہ اللہ کو پہچانا

جائے۔

۳- علم و ہنر بھی اللہ ہی کو پہچاننے کے لیے ہونا چاہیے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا

اور اللہ نے آدم کو تمام (اشیا کے) نام

سکھائے (تا کہ انسان خلافت الہی کے

منصب پر فائز ہو اور اس خلافت کے

ذریعے اپنے اللہ کو پہچانتا رہے)۔

۵- عام لوگ دین کو سُن لیتے ہیں لیکن خواص تو دین کی حقیقت کو دیکھتے ہیں اور نیابت الہی کے

احساس سے کمالاتِ انسانی کی معراج تک پہنچتے ہیں۔

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ
الْأَقْصَا (بنی اسرائیل: ۱) (اللہ پاک کا قرب حاصل کرنے کے لیے)۔

ذاتِ حقِ رانیست ایں عالمِ حجاب
غوطہ را حائلِ نگرِ دِ نقشِ آب
[ص ۲۲۶]

اللہ پاک کو اس دنیا میں بھی دیکھا جاسکتا ہے قرآن کے ذریعے۔
وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ
الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا
مُّسْتَوْرًا
آخرت پر ایمان نہیں لاتے ایک چھپا ہوا
پرودہ حائل کر دیا۔ (بنی اسرائیل: ۴۵)

(قرآن اللہ پاک سے ہم کلامی کا ذریعہ بھی تو ہے):
إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا
بے شک قرآن پڑھنا فجر کا ہوتا ہے رُو بَرُو۔
(بنی اسرائیل: ۷۸)

زادِ اندرِ عالمے دیگر خوش است
تا شبابِ دیگرے آید بدست!
[ص ۲۲۶]

دوسری زندگی ایمان اور عملِ صالح والوں کے لیے ہر طرح ایک زبردست انعام ہے۔
مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَ عَمِلَ
صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا
خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ
جو سچے دل سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان
لائیں اور عملِ صالح کریں اُن کا اجر ان
کے رب کے پاس ہے اور نہ انھیں کچھ
اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم۔ (البقرہ: ۶۲)

اس شعر کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ:

ع اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے

[بانگِ در، ص ۲۵۹]

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ ذُلُولًا وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین رام
فَأْمُشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهَا کردی تو اس کے راستوں میں چلو اور اللہ
(الملك: ۱۵) کی روزی میں سے کھاؤ۔

اللہ پاک نے زمین میں بہت سے راستے اور اسباب پیدا کر دیے ہیں تاکہ انسان دنیوی
ترقی بھی کرے۔

ع حق و رائے مرگ و عین زندگی است

[ص ۲۲۶]

اصل زندگی مرنے کے بعد ہی ہے۔ دوسری زندگی میں ایمان اور عملِ صالح والوں کے لیے
جو اجر ہے اس کا اندازہ مرنے سے پہلے نہیں ہو سکتا۔ سورۃ الرحمن میں ان نعمتوں کا ذکر ہے۔
وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ اور وہی ہے جو رات کو تمہاری روحیں قبض
مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَى کرتا ہے (نیند سے) اور جانتا ہے جو کچھ تم
أَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ دن میں کماؤ، پھر دن میں اٹھاتا ہے کہ
(الانعام: ۶۰) ٹھہرائی ہوئی میعاد پوری ہو۔

وقت؟ شیرینی بہ زہر آمیختہ رحمتِ عامے بہ قہر آمیختہ

[ص ۲۲۷]

وقت ایک مشکل پسند زندگی کی دعوت دیتا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا
(البلد: ۴) پیدا کیا۔

امام شافعی کا مقولہ ہے:

الوقت سيفٌ — وقت ایک تلوار ہے۔

کافر مرگ است اے روشن نہاد کے سزد بامردہ غازی را جہاد
مرد مؤمن زندہ و با خود بجنگ بر خود افتد بچو بر آہو پلنگ

[ص ۲۲۷]

لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ۝
 نہیں ہے انسان کے لیے مگر جو اُس نے
 (النجم: ۳۹) کوشش کی۔

شانِ اُو جبریلی و نامش سروش می برداز ہوشِ دمی آرد بہوش
 [ص ۲۲۹]

سورۃ الرحمن کی ابتدائی آیات میں ارشاد ہے:

الرَّحْمَنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۝ طَخَلَقَ الْإِنْسَانَ ۝
 رحمن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا،
 عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ انسانیت کی جان (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو
 (الرحمن: ۱-۴) پیدا کیا۔ ماکان وما یکون کا بیان انھیں سکھایا۔
 یہ بیان اور گویائی اگر رحمن کی طرف متوجہ کر دے تو انسانیت کا مقصد پورا ہو سکتا ہے۔ اقبال
 نے اسی چیز کو سروش کہا ہے۔

چوں سُرْمہ رازی را از دیدہ فرو شستم تقدیرِ امم دیدم پنہاں بہ کتاب اندر!
 [ص ۲۳۰]

منطقیانہ اور متکلمانہ انداز سے سوچنے کے بجائے اگر عشق اور وجدان سے کام لیا جائے تو معلوم
 ہوگا کہ اس عشق کی وجہ سے اُمتوں کی تقدیر بن سکتی ہے۔ یہ عشق سوچنا نہیں سکھاتا بلکہ عمل کے لیے
 مشکلات کا مقابلہ کرنا سکھاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی سخت کوشی اور مشکل پسندی سے سبق لینا چاہیے:
 وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ ۝
 اور (یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنے خادم
 مَجْمَعَ الْبُحْرَيْنِ أَوْ أَمْضَىٰ حُقُبًا ۝ سے کہا، میں باز نہ رہوں گا جب تک وہاں
 (الکہف: ۶۰) نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرونوں
 (سالہا سال) چلا جاؤں۔

اسی بات کو بعد کے شعر میں کہا ہے:

برکشت و خیاباں پیچ، برکوه و بیاباں پیچ
 برتے کہ بخود پیچد میرد بہ سحاب اندر

[ص ۲۳۰]

رومی آل عشق و محبت را دلیل تشنه کاماں را کلامش سلسبیل
گفت آل شعرے کہ آتش اندرُوست اصل اُو از گرمی اللہ هُوست!
[ص ۲۳۱]

شعر ہو یا گویائی (بیان) ہو اللہ کے رشتے ہی سے تاثیر اور سرگرمی پیدا کرتا ہے۔ گویائی (بیان) اللہ کی طرف سے جوشِ عمل کا پیام ہوتا ہے۔ صفحہ ۶۲۹ میں سورۃ الرحمن کی ابتدائی آیتیں دیکھیں۔
خون از و اندر بدن سِیارتَر قلب از روح الایمیں بیدارتَر
[ص ۲۳۱]

وَ اِنَّهُ لَتَنْزِيْلٌ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ نَزَلَ
بِهَ الرُّوْحِ الْاَمِيْنِ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ
مِنَ الْمُنذِرِيْنَ ۝
اور بے شک یہ قرآن، رب العالمین کا اتارا
ہوا ہے۔ اسے روح الامیں لے کر اترا
تمہارے دل پر کہ تم ڈر سناؤ۔

(الشعراء: ۱۹۲-۱۹۴)

اسی طرح جو کلام منشائے الہی کے مطابق ہو وہ بھی:

ع از دلِ خیزد بر دلِ ریزد

اے بسا شاعر کہ از سحر ہنر رہزن قلب است و ابلیس نظر!
شاعر ہندی! خدائش یار باد جان او بے لذت گفتار باد
عشق را خنیاگری آموختہ با خلیلاں آزری آموختہ
[ص ۲۳۲]

اسی قسم کے شعراء کے متعلق سورۃ الشعراء میں ارشاد ہے:

وَ الشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ
فِي كُلِّ وَادٍ يَّهيمُونَ ۝ وَ اَنَّهُمْ يَقُولُونَ
مَا لَا يَفْعَلُونَ ۝
اور (ایسے) شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ
کرتے ہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر
نالے میں سرگرداں پھرتے ہیں اور وہ کہتے
ہیں جو نہیں کرتے۔ (الشعراء: ۲۲۴-۲۲۶)

شاعر را مقصود اگر آدم گری است شاعری ہم وارث پیغمبری است
[ص ۲۳۲]

شعرا و گویائی سے اگر انسان میں عمل اور حق پسندی پیدا ہوتی ہے تو یہ ایک طرح سے پیغمبری کی تقلید ہے جو انسان کو غیر اللہ سے ہٹا کر اللہ کی طرف لاتی ہے۔ ایسے شعراء کو حدیث میں الشعراء تلامیذ الرحمن کہا گیا ہے۔

الَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً
كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي
السَّمَاءِ ۗ تُوْتِي أَكْلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ
رَبِّهَا ۗ (ابراہیم: ۲۴-۲۵)

کیا تم نے نہیں دیکھا اللہ نے کیسی مثال
فرمائی پاکیزہ بات کی، جیسے پاکیزہ درخت
جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں۔ ہر
وقت اپنا پھل دیتا ہے اپنے رب کے حکم سے۔

علامہ پیغمبری کے فضائل بیان کرتے ہیں:

پاک سازد استخوان و ریشہ را
ہائے و ہوے اندرون کائنات

بالِ جبریلے دہد اندیشہ را
از لبِ اوجم و نور و نازعات

[ص ۶۳۲]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سورہ آل عمران میں بیان کی گئی ہیں۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ
رَسُولًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ
يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَ
إِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہے مسلمانوں پر
کہ ان پر انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو
ان پر اُس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں
پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا
ہے اور وہ لوگ ضرور اس سے پہلے کھلی

(آل عمران: ۱۶۴)

گمراہی میں تھے۔

سورۃ البقرہ: (آیت ۱۵۱) میں بھی قریب قریب انہیں الفاظ میں یہ تمام خصوصیات مذکور
ہیں۔ یہی ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے فضائل تھے جن سے فکر و اندیشہ اور علم و عمل
کو پرواز اور ولولہ حاصل ہوا اور ان کی زبان مبارک سے سورۃ النہم، سورۃ النور اور سورۃ النازعات
وغیرہ تلاوت ہوئیں جن میں کائنات کے رموز بیان ہوئے ہیں۔

شوقِ راہِ خویش داند بے دلیل
شوقِ پرواز سے بالِ جبرئیل!

[ص ۶۳۳]

عشق کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ وہ ”جادہ صد سالہ“ کو بھی چشمِ زدن میں طے کر لیتا ہے۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج اس شوق کا منہا ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا
پاکی ہے اُسے جو اپنے بندے کو راتوں
(بنی اسرائیل: ۱) رات لے گیا۔

پھر سورۃ النجم کی ابتدائی اٹھارہ آیتیں اسی شوق کے سفر کی تفصیل میں ہیں۔

از خود اندیش و ازیں بادیہ ترساں مگدڑ
کہ تو ہستی و وجود دو جہاں چیزے نیست

[ص ۶۳۴]

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ
وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنایا جو کچھ
جَمِيعًا (البقرہ: ۲۹) زمین میں ہے سب کا سب۔

وَ فِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝ وَ فِي
اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے
أَنْفُسِكُمْ ۗ أَفَلَا تُبْصِرُونَ
لیے اور خود تم میں، تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں؟

(الذاریت: ۲۰-۲۱)

خود اندیشی اور خود شناسی ہی سے نیابتِ الہی کے منصب کا احساس ہو سکتا ہے پھر اسی منصب کے مطابق عمل بھی ہونا چاہیے۔

ع حسنِ کردار و خیالاتِ خوشاں چیزے ہست

[ص ۶۳۵]

ع عشقِ بدوش می کشد این ہمہ کو ہسار را!

[ص ۶۳۶]

عشق صرف مشکل پسندی سکھاتا ہے جو انسان کی فطرت کا تقاضا بھی ہے۔
ص ۶۲۷ میں سورۃ البلد کی آیت ۴ آچکی ہے وہ دیکھیں۔

زنده حق از جلوة سینائے ثنت مرگ من اندر پد بیضائے ثنت!

[ص ۶۳۷]

صفحہ ۶۳۷ کی تمام باتیں شیطان کہہ رہا ہے زرتشت سے۔ سورۃ التین: آیت ۲ میں طور سینا کا ذکر ہے اور سورۃ الاعراف: آیت ۱۰۸ میں موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہوا ہے:

وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بِيْضَاءُ لِلنَّظْرِ ۝^ع اور اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ

(الاعراف: ۱۰۸) دیکھنے والوں کے سامنے جگمگانے لگا۔

ع آرہ و کرم و صلیب انعام اوست!

[ص ۴۹]

آرہ سے حضرت زکریا علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے جو ایک درخت میں چھپ گئے تھے۔ کافروں نے ان کو درخت سمیت آرہ سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا۔

کرم (کیڑا) سے اشارہ حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف ہے جن کے جسم اطہر میں کیڑے پڑ گئے تھے اور آپ صبر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ دعا کی:

إِذْ نَادَى رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ
وَعَذَابٍ ۝^ط أُرْكَضُ بِرَجْلِكَ هَذَا
مُغْتَسِلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ ۝^ح

(ص: ۴۱-۴۲) چشمہ نہانے اور پینے کو (اس میں نہانے

سے ان کو شفا ہو گئی)۔

صلیب سے اشارہ ہے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف جن کو یہودیوں نے بزعم خود، سولی پر چڑھا دیا تھا، لیکن سورۃ النساء میں وضاحت فرمادی ہے:

وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۝^ط
(النساء: ۱۵۷) اُسے سولی دی بلکہ ان کو اشتباہ ہو گیا۔ (اُن کے

لیے ان کی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا)۔

ع جز دعا با نوح تدبیرے نداشت

[ص ۶۳۷]

نوح علیہ السلام نے خدا کی طرف بہت بلایا لیکن لوگوں نے پروا نہیں کی۔ سورۃ نوح میں

تفصیل ہے۔ آخر آپ نے اللہ سے عرض کیا:

وَقَالَ نُوحٌ رَبِّ لَا تَذَرْنِي عَلَى الْأَرْضِ مِنْ
الْكُفْرَيْنِ ذَيَّارًا ۝
اور نوحؑ نے عرض کیا، اے میرے رب،
زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ
(نوح: ۲۶) چھوڑ۔ (اس کے بعد طوفان آیا)۔

ع شہر را بگذار و در غارے نشین

[ص ۶۳۷]

اصحاب کہف نے یہی کیا تھا۔ ظالم بادشاہ سے تنگ آکر شہر چھوڑ دیا تھا۔

اذْأَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ.....
جب اُن نوجوانوں نے غار میں پناہ لی۔

(الکھف: ۱۰)

ع در کہستاں چوں کلیم آوارہ شو

[ص ۶۳۷]

موسیٰ علیہ السلام مدین کی طرف چلے گئے جو فرعون کے قلمرو سے آٹھ روز کی مسافت پر تھا۔
سورۃ القصص آیات ۲۱-۲۹ میں اس سفر کی تفصیل ہے اور شعیب علیہ السلام کے یہاں رہنے کا
واقعہ بھی ہے۔ اسی سفر میں وہ کہستان کا علاقہ ہوگا۔

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تَلْقَاءَ مَدْيَنَ (القصص: ۲۲) اور جب وہ مدین کی طرف متوجہ ہوا۔

مرد حق ہیں جز بخت خود را ندید

عشق را درخوں تپیدن آبروست

[ص ۶۳۸]

پہلے مصر ع کو حضرت مجدد الف ثانی (م ۱۰۳۳ھ) کے قول کی روشنی میں دیکھیے۔ وہ
فرماتے ہیں کہ منصور حلاج نے غلبہ حال میں خود کو نہیں دیکھا اور کہہ دیا کہ انا الحق۔ اگر وہ غلبہ حال
میں نہ ہوتا تو اس کا ایسا کہنا کفر قرار دیا جاتا۔ چنانچہ ”معنی انا الحق آنت کہ حق است، نہ من“۔^۵

مرد حق ہیں صرف خدا کو دیکھتا ہے غیر اللہ کی نفی کرتا ہے اور مشکلات کا مقابلہ کرنا اپنی عزت
کے لیے ضروری سمجھتا ہے۔ صفحہ ۶۳۰ میں سورۃ الکہف کی آیت دیکھیں۔ ارہ وچوب ورسن کی تلمیح

صفحہ ۶۳ میں آچکی ہے۔

چپست خلوت؟ درد و سوز و آرزوست
انجمن دید است و خلوت جب توست
چپست آں؟ بگذشتن از دیر و کشت
چپست ایں؟ تہا نہ رفتن در بہشت!
[ص ۶۳۸-۶۳۹]

فر داور جماعت کی ”خودی“ اور ”بے خودی“ جو اقبال کا خاص پیام ہے ان شعروں میں مذکور ہے۔
سورۃ العصر میں ارشاد ہے:

وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ
جو ایمان لائے اور عمل صالح کیے اور ایک
دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے
(العصر: ۱-۳)
کو صبر کی وصیت کی۔

(یعنی ایمان اور عمل صالح ہر فرد کے لیے ہے اور جماعت کے لیے صبر کی تاکید ہو تو پھر
انسان اور اس کی جماعت خسارے میں نہیں ہو سکتی)۔

طالطائے افرنگین سے کہتا ہے کہ تو (افرنگ) نے دین مسیح کی روح کو منخ کر دیا اور اپنے
ہنر کے ذریعے دوسروں پر چنگیزی کی ہے۔

حکمتے کو عقدہ اشیا کشاد
با تو غیر از فکر چنگیزی نہ داد
[ص ۶۴۱]

یعنی علم اشیا میں ترقی کر کے دوسروں کو اپنے ظلم کا نشانہ بنایا ہے۔ اسی لیے وہ آخر میں کہتا ہے:
مرگ تو اہل جہاں رازندگی است
باش! تابنی کہ انجام تو چپست!
[ص ۶۴۱]

سورۃ الحج میں ایسے ہی لوگوں کا ذکر ہے جو کہنے کو تو دین پر ہیں لیکن دین سے الگ رہ کر اپنا
عمل پیش کرتے ہیں:

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَى حَرْفٍ
فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ وَإِنْ أَصَابَتْهُ
اور کچھ لوگ اللہ کی بندگی ایک کنارے پر رہ
کر کرتے ہیں۔ پھر اگر انھیں کوئی بھلائی پہنچ

فَسِنَّةٌ نَّانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهِ نَفْسَ نَحْسِرَ الدُّنْيَا گئی جب تو چین سے ہیں اور جب کوئی جانچ
وَالْآخِرَةُ ذٰلِكَ هُوَ النُّخْرَانُ الْمُبِينُ ۝ آپڑی تو منہ کے بل پلٹ گئے۔ دنیا اور
(الحج: ۱۱) آخرت دونوں کا گھانا یہی ہے، صریح نقصان۔

ابو جہل کہہ رہا ہے:

سینہ ما از محمد داغ داغ!

[ص ۶۴۲]

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ
الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۝ اور آپ فرمادیں کہ حق آیا اور باطل مٹ
گیا۔ بے شک باطل کو شناہی تھا۔
(بنی اسرائیل: ۸۱)

صرصرے دہ با ہواے بادیہ انھم اعجاز نخلِ خاویہ

[ص ۶۴۳]

قوم عادی کو بادِ صرصر کے ذریعے ہلاک کرنے کا واقعہ سورۃ الحاقہ میں آیا ہے کہ وہ قوم ہلاک کی
گئی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کھجوروں کے تنے گرے ہوئے ہیں۔ یہاں ابو جہل اپنے بتوں
سے کہہ رہا ہے کہ ان مسلمانوں کو ختم کر دو۔ اسی طرح جیسا کہ سورۃ الحاقہ کی آیت میں ارشاد ہے:
كَانَهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ (الحاقہ: ۷) گویا وہ کھجور کے ٹنڈ ہیں گرے ہوئے۔
لیکن ابو جہل اور اس کے ساتھیوں کی گمراہی اور خسران بالکل یقینی ہے۔

يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُ وَمَا لَا
يَنْفَعُهُ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝ وہ لوگ اللہ کے علاوہ ایسے کو پوجتے ہیں جو
اُن کا برا بھلا کچھ نہ کرے یہی ہے دُور کی
(الحج: ۱۴) گمراہی۔

سید السادات مولانا جمال زندہ از گفتارِ اوستگ و سفال
ترک سالار آلِ حلیم درد مند فکرِ او مثلِ مقامِ اُو بکند

[ص ۶۴۸]

ایسے ہی لوگوں کے متعلق سورۃ آل عمران میں ارشاد ہے:

يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَ يُأْمُرُونَ
بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ
يَسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَئِكَ مِنَ
الصَّالِحِينَ ۝ (آل عمران: ۱۱۴)

وہ اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لاتے ہیں اور
بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع
کرتے ہیں اور نیک کاموں پر دوڑتے ہیں
اور یہی لوگ صالحین میں سے ہیں۔

قرأت آل پیر مردے سخت کوش
قرأتے کزوے خلیل آید بہ وجد

سورۃ والنجم وآل دشتِ نموش!
روح پاکِ جبرئیل آید بہ وجد!

[ص ۶۴۸-۶۴۹]

جمال الدین افغانی ایسا قرآن پڑھتے تھے، کہ روح میں وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ
وَجَلَّتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ
زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝
أُنْزِلَتْ فِي آيَاتِنَا لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (الانفال: ۲)

ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کو یاد کیا
جائے تو اُن کے دل ڈر جائیں اور جب
اُن پر اُس کی آیتیں پڑھی جائیں تو ان کا ایمان
ترقی پائے اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کریں۔

ع بے حجاب امّ الکتاب از قرأتش!

[ص ۶۴۹]

سورۃ آل عمران: آیت ۷۔ سورۃ الرعد: آیت ۳۹۔ سورۃ الزخرف: آیت ۴ میں

امّ الکتاب (قرآن) کی شان مذکور ہے۔

ترک و ایران و عرب مستِ فرنگ
ہر کسے را در گلو شستِ فرنگ

[ص ۶۵۰]

إِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَهُمْ ذِكْرَ
اللَّهِ ۚ وَأُولَئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۗ
شَيْطَانِ كِي جَمَاعَتِ هِيَ۔ (المجادله: ۱۹)

ان پر شیطان نے قابو پا لیا ہے۔ پس اُس
نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ وہ
شیطان کی جماعت ہے۔

آل کفِ خاکے کہ نامیدی وطن
با وطن اہلِ وطن را نسبت است

ایں کہ گوئی مصر و ایران و یمن
زا نکہ از خاکش طلوع ملتے است

اندریں نسبت اگر داری نظر نکتہٴ بینی ز مو باریک تر
گرچہ از مشرق بر آید آفتاب با تجلی ہائے شوخ و بے حجاب
درتب و تاب است از سوزِ دروڑوں تا ز قیدِ شرق و غرب آید بروں
[ص ۲۵۱]

مسلمانوں میں وطن اور نسل کوئی چیز نہیں ہے، یہ محض تعارف کا ذریعہ ہے۔ اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے تقویٰ معیار ہے۔

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتَّقَىٰ ۗ
بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے
زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز
(الحجرات: ۱۳) گار ہے۔

ایمان کی تب و تاب اصل عزت اور پرہیزگاری ہے۔
وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ اور بے شک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی
(بنی اسرائیل: ۷۰) (یعنی اولادِ مشرق و اولادِ مغرب کو نہیں)
یہ اولادِ آدم ہی خلیفہ الارض ہے (الانعام: ۱۶۵)۔

اشتراکیت نے ”مساواتِ شکم“ کی تعلیم دی ہے اور ملوکیت نے ”مرگِ باطن“ پر زور دیا ہے۔

زندگانی سوختن با ساختن در گلے تخم دلے انداختن
[ص ۲۵۳]

دل ہوگا تو مشکل پسندی اور سخت کوشی ہی زندگانی کا مقصود ہوگا۔
وَمَنْ يُعْظَمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَىٰ اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ
الْقُلُوبِ ۝ (الحج: ۳۲) دلوں کا تقویٰ ہے۔

مولانا سلیمان ندوی نے تقویٰ کی حقیقت یوں بیان کی ہے:
وہ ضمیر کے اس احساس کا نام ہے جس کی بنا پر ہر کام میں خدا کے حکم کے مطابق عمل کرنے کی شدید
رغبت اور اس کی مخالفت سے شدید نفرت پیدا ہوتی ہے تقویٰ کا اصلی تعلق دل سے
ہے اور وہ سلبی کیفیت (بچنا) کے بجائے ایجابی اور مثبتی کیفیت اپنے اندر رکھتا ہے۔ وہ امورِ خیر کی
طرف دلوں میں تحریک پیدا کرتا ہے اور شعائرِ الہی کی تعظیم سے ان کو معمور کرتا ہے۔

سعید حلیم پاشا کی زبانی یہ شعر آتا ہے:
عشق چوں با زیر کی ہمہر شود

نقشبندِ عالمِ دیگر شود

[ص ۶۵۳]

کیا تمہیں سوچتا نہیں

أَفَلَا تَبْصُرُونَ (الذاریت: ۲۱)

اسی زیر کی کو بیدار کرنے کے لیے ہے۔

ہر جہاں اندر برا و چو قیامت
می دہد قرآن جہاں دیگرش

بندہ مومن ز آیاتِ خداست
چوں کہن گرد جہاں در برش

[ص ۶۵۴]

بے شک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب
سے سیدھی ہے اور خوشی سناتا ہے ایمان
والوں کو جو عملِ صالح پیش کریں کہ ان کے
لیے بہت بڑا اجر ہے۔

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَ
يُبَيِّنُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ
الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا
(بنی اسرائیل: ۹)

عالمے در انتظارِ قُمِ ہنوز

عالمے در سینہ ما گم ہنوز

[ص ۶۵۵]

قرآن ہر وقت بیداری سکھاتا ہے۔

اے بالا پوش اوڑھنے والے! کھڑے
ہو جاؤ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو۔

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ ۚ وَ رَبِّكَ
فَكْبَرٌ (المدثر: ۱-۳)

ظاہر او انقلابِ ہر دمے

باطن او از تغیر بے غمے

[ص ۶۵۵]

قرآن سے جو دنیا بنتی ہے وہ ایسی ہی ہوتی ہے۔

وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری جس
کی بعض آیتیں محکم یعنی واضح معنی رکھتی ہیں
وہ کتاب کی اصل ہیں (ہر تغیر سے پاک ہیں)۔

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ
مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ
(آل عمران: ۷)

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آیاتِ محکمات اور آیاتِ متشابہات کی وضاحت کر دی جائے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے مکتوبات (دفترِ اول۔ مکتوب ۲۷۶) میں اس موضوع پر بحث کی۔ اس کا ترجمہ یہ ہے:

”اللہ پاک نے قرآن مجید کو دو قسم پر نازل فرمایا ہے:

ایک محکمات — دوسرے متشابہات

قسمِ اول علمِ شائع اور احکام کا منشا اور مبدا ہے اور قسمِ ثانی حقائق و اسرار کے علم کا مخزن ہے اور چہرہ اور قدم اور ساق اور انگلیاں، پورے جو قرآن وحدیث میں آئے ہیں یہ سب متشابہات میں سے ہیں اور اسی طرح حروفِ مقطعات جو قرآن مجید کی بعض سورتوں کے شروع میں آئے ہیں، وہ بھی متشابہات میں سے ہیں جن کی تاویل علمائے راجحین کے سوا کسی کو نہیں دی گئی۔ یہ فقیر قرآن مجید کی نسبت کیا لکھے؟ اس کا ایک ایک حرفِ مقطعات مثل دریائے متواج کے ہے اور علمِ محکمات علمِ متشابہات کی نسبت مثل پوست کے ہے۔ جو شخص علمِ محکمات سے واقف ہے اور وہ علمِ متشابہات کی تاویل ڈھونڈے اور صورت کو چھوڑ کر حقیقت کی طرف دوڑے وہ ایسا جاہل ہے جس کو اپنی جہالت کی خبر نہیں اور ایسا گمراہ ہے کہ جس کو اپنی گمراہی کا ہوش نہیں۔

(ترجمہ ملخص) _____

جمال الدین افغانی کی طرف سے جو ”محکماتِ عالم قرآنی“ بیان کیے ہیں وہ چار ہیں:

۱۔ خلافتِ آدم

۲۔ حکومتِ الہی

۳۔ ارض، ملکِ خداست

۴۔ حکمت، خیر کثیر است

۱۔ خلافتِ آدم کے تحت فرماتے ہیں:

در دو عالم ہر کجا آثارِ عشق
ابنِ آدم سرے از اسرارِ عشق

کو کپ بے شرق و غرب و بے غروب
در مدارش نے شمال و نے جنوب

[ص ۲۵۶]

انسان کے لیے یہ دنیا پیدا کی گئی ہے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ
وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنایا جو کچھ

زمین میں ہے سب کا سب۔ (اسی لیے اس

جَمِيعًا

زمین کو برتنا ہوگا)۔ (البقرہ: ۲۹)

اور مشرق و مغرب سب اللہ ہی کا ہے۔ تو تم

وَ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيُّمَا تَوَلَّوْا

جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت

فَنَّمَّ وَجْهَ اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ وَّاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

تمھاری طرف متوجہ ہے) بے شک اللہ

(البقرہ: ۱۱۵)

وسعت والا علم والا ہے (ہر سمت میں رہنے

والے انسان کے لیے اللہ کی رحمت عام ہے)۔

نبیائت الہی اور خلافت خداوندی آدم علیہ السلام کو حاصل ہوئی۔ یہ بہت بڑا انعام ہے۔

سورۃ البقرہ میں فرشتوں سے اللہ پاک کا فرمان مذکور ہے:

بے شک میں زمین میں اپنا نائب بنانے

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ۗ

والا ہوں۔

(البقرہ: ۳۱)

از زمیں تا آسماں تفسیر او

حرف اِنِّیْ جَاعِلٌ تَقْدِیْرٌ اَوْ

[ص ۲۵۶]

اور تمھارے لیے مسخر کیے جو کچھ آسمانوں

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی

اور جو کچھ زمین میں ہیں سب کے سب۔

الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ۗ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ

بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے

لِقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

والوں کے لیے۔

(الجاثیہ: ۱۳)

سورۃ لقمن: آیت ۲۰ میں بھی اسی طرح ارشاد ہے۔

خلافت آدم کے ذیل میں علامہ اقبال نے اپنی تمام تعلیمات کا نچوڑ پیش کر دیا ہے جن کا

اعادہ ضروری معلوم نہیں ہوتا۔

اِسْ هِمَّ اِز لَدَّتْ تَحْقِیْقُ بُود

چشمِ موسیٰ خواست دیدارِ وجود

اندکے گم شو دریں بحرِ عمیق

لَنْ ترانی نکتہ ہا دارد دقیق

[ص ۲۵۸]

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے میرے

قَالَ رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْكَ ۗ قَالَ لَنْ

تَرْنِيْ وَلٰكِنْ اَنْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ ۝
پروردگار! اپنا دیدار مجھ کو دکھلا دیجیے کہ میں
آپ کو ایک نظر دیکھ لوں۔ ارشاد ہوا کہ تم
مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے لیکن تم اس پہاڑ کی
طرف دیکھو۔

مندرجہ بالا اشعار سے پہلے یہ شعر ہے:

صاحبِ تحقیق را جلوت عزیز صاحبِ تخلیق را خلوت عزیز

[ص ۲۵۸]

صاحبِ تحقیق علم چاہتا ہے اور صاحبِ تخلیق عشق سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی لیے موسیٰؑ
مقامِ محبت میں تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ محبوبیت میں تھے۔^۵

۲- ”حکمتِ عالمِ قرآنی“ کا دوسرا جز حکومتِ الہی ہے۔

بندہ حق بے نیاز از ہر مقام نے غلام اور نہ اُوکس را غلام

[ص ۲۵۹]

وہ صرف اللہ کا ہوتا ہے اور غیر اللہ سے بے نیاز ہوتا ہے۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ الْهٰٓءَاۡخَرَ ۝
اور اللہ کے علاوہ کسی اور کو معبود نہ پڑو۔

(القصص: ۸۸)

رسم و راہ و دین و آئینش ز حق زشت و خوب و تلخ و نوشینش ز حق

عقل خود میں غافل از بہبود غیر سو خود بیند، نہ بیند سو غیر

[ص ۲۵۹]

بندہ حق صرف اللہ اور قرآن سے تعلق رکھتا ہے اور ہر شخص کا بھلا چاہتا ہے لیکن عقل خود میں
(مثلاً فرنگ) دوسروں کا گلا گھونٹ کر اپنا فائدہ دیکھتی ہے۔ مدینہ والوں کے ایثار کے متعلق سورۃ
الحشر میں ہے:

وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور جنہوں نے پہلے اس شہر (مدینہ طیبہ) اور

يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِي ایمان میں گھر بنا لیا، وہ دوست رکھتے ہیں

صُدُّوْهُمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوْتُوا وَ يُؤْتِرُوْنَ
 عَلٰی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ
 وَمَنْ يُوقِ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
 الْمُفْلِحُوْنَ ۝

انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے اور
 اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس
 چیز سے جو دیے گئے اور اپنی جانوں پر ان کو
 ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو
 اور اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی
 (الحشر: ۹)

کامیاب ہیں۔

یعنی جو اپنے نفس کے لالچ میں گرفتار ہو اور ضرور خسارے میں ہے۔ اسی کیفیت کو مندرجہ
 بالا شعر میں عقل خود میں کہا گیا ہے۔

۳- حکمات عالم قرآنی کا تیسرا جز ”ارض، ملک خداست“ ہے، زمین پر سب کا حق ہے۔
 دوسروں کا خون چوس کر عیش کرنا ایک انسان کا شیوہ نہیں ہونا چاہیے۔

باطن الارض لله ظاہر است ہر کہ ایں ظاہر نہ بیند کا فر است
 [ص ۶۶۱]

اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۗ يُورِثُهَا مَنْ يَّشَاءُ مِنْ
 عِبَادِهٖ ۗ (الاعراف: ۱۲۸)

بے شک زمین اللہ کی ہے جس کو چاہے،
 مالک بنا دے اپنے بندوں میں سے۔

از طریق آزری بیگانہ باش! بر مراد خود جہان نوتراش!
 [ص ۶۶۱]

آزر کی طرح بت پرست نہ بن جاؤ اور زمین سے محبت نہ کرو بلکہ ہر وقت ایک نئی دنیا اور
 نئے نئے کام (لوگوں کے فائدے کے لیے) بناؤ۔
 سورۃ الانعام میں آزر کا ذکر ملتا ہے:

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ لَآبِيْهِ اَزْرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا
 الْهٖةَ ۗ (الانعام: ۷۴)

اور (یاد کرو) جب ابراہیم نے اپنے باپ
 آزر سے کہا کہ کیا تم بتوں کو معبود قرار دیتے ہو؟
 صفحہ ۶۵۶ میں انسانی صلاحیتوں سے متعلق سورۃ الجاثیہ کی آیت ۱۳، آجلی ہے۔

۴- ”حکمات عالم قرآنی“ کا چوتھا جز یعنی ”حکمت خیر کثیر است“ ہے:

گفت حکمت را خدا خیر کثیر
 دین کا فہم جس کو چاہتے ہیں دے دیتے ہیں
 الحِکْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ط
 اور جس کو دین کا فہم مل جائے اسے بڑی خیر
 کی چیز مل گئی۔ (البقرہ: ۲۶۹)

چشم اُو بر وارداتِ کائنات تا بہ بیند محکماتِ کائنات
 [ص ۲۶۲]

علم اور علم والے کی آنکھ کائنات کی واردات اور محکمات دیکھتی ہے۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
 وَأَخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي
 الْأَلْبَابِ ۗ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَّ
 قُعُودًا وَّ عَلَى جُنُوبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُونَ فِي
 خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا
 خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا ۖ
 بے شک آسمانوں اور زمین کے بنانے میں
 اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے
 جانے میں دلائل موجود ہیں اہل عقل کے
 لیے جن کی حالت یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ کی
 یاد کرتے ہیں کھڑے بھی، بیٹھے بھی، لیٹے
 بھی اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے
 میں غور کرتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) اے
 پروردگار! آپ نے اس مخلوق کو لایعنی پیدا
 نہیں کیا۔ (آل عمران: ۱۹۰-۱۹۱)

علم بے عشق است از طاغوتیاں علم با عشق است از لاهوتیاں
 [ص ۲۶۳]

وہ علم بے کار ہے جس پر عمل نہ ہو، لیکن اگر عمل بھی ہو تو بہت بڑا انعام ہے۔

يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ
 أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ
 خَبِيرٌ ۝
 اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور اُن کے
 جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا اور اللہ
 کو تمہارے عمل کی خبر ہے (ایمان کے لیے
 علم اور عمل دونوں کی ضرورت ہے)۔ (المجادلہ: ۱۱)

رفت سوڑ سینہ تاتار و گرد
یا مسلمان مُرد یا قرآں بُرد!
[ص ۶۶۳]

تاتاریوں اور گردوں نے اسلام کی خاطر کتنی قربانیاں دی ہیں لیکن اب عمل نہ ہونے سے
مسلمان مسلمان نہیں رہا اور قرآن کو چھوڑ دیا ہے۔

سورۃ الفرقان میں ایسے ہی لوگوں کے متعلق ہے:

وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا
هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا
اور رسولؐ نے عرض کیا کہ اے میرے رب!
میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑنے کے
(الفرقان: ۳۰) قابل ٹھہرایا۔

دین حق از کافری رسوا تر است
زانکہ مولا مومن کافر گر است!
[ص ۶۶۴]

غلط قسم کے مولاؤں نے دین کو بدنام کیا ہے اور:

ع دین مولا فی سبیل اللہ فساد

[ص ۶۶۴]

سورۃ البقرہ میں سرکش لوگوں کے متعلق ارشاد ہے:

أُولَئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الضَّلَالَةَ بِالْهَدْيِ
فَمَا رَبَّحَتْ تِجَارَتُهُمْ (البقرہ: ۱۶)
یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے
گمراہی خریدی تو ان کا سودا کچھ نفع نہ لایا۔
مرد حق کے لیے فرمایا کہ:

تو کلیمی چند باشی سرگلوں!
دست خویش از آستین آور بروں!

[ص ۶۶۵]

سورۃ النمل میں موسیٰ علیہ السلام سے خطاب ہے:

وَأَدْخِلْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجَ
بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ فَ
اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال۔ نکلے گا
سفید چمکتا بے عیب۔

(النمل: ۱۴)

اسی طرح مرد حق کو بے خوف ہو کر اللہ کے احکام بجالانا چاہئیں۔

مرد حق از کس نگیر درنگ و بُو
مرد حق از حق پذیر درنگ و بُو

[ص ۶۶۵]

صِبْغَةَ اللَّهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً وَ
 نَحْنُ لَهُ عِبِيدُونَ ○
 ہم نے قبول کیا رنگ اللہ کا اور کس کا رنگ
 بہتر ہے اللہ کے رنگ سے اور ہم اسی
 (البقرہ: ۱۳۸) (اللہ) کی عبادت کرتے ہیں۔

عیسائی لوگ جب اپنے دین میں کسی کو داخل کرتے یا کوئی بچہ پیدا ہوتا تو پانی میں زرد رنگ
 ڈال کر اُسے اُس پانی میں غوطہ دیتے اور کہتے کہ یہ اب سچا عیسائی ہو گیا ہے۔ اللہ پاک نے یہاں
 اس کا رد فرمایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ اللہ کا رنگ سچا ہے۔
 مردِ حق کی شان یہ ہوتی ہے کہ:

ہر زماں اندر تپش جانے دگر
 ہر زماں اور را چو حق شانے دگر
 راز با با مرد مومن باز گوے
 شرح رمزِ مَحَلُّ یومِ باز گوے

[ص ۲۶۵]

يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلُّ
 يَوْمٍ هُوَ فِي شَانٍ ○
 اُس سے سب آسمانوں اور زمین والے
 مانگتے ہیں۔ وہ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں لگا
 رہتا ہے (یعنی ہر وقت اُس کا الگ کام اور
 (الرحمن: ۲۹)
 ہر روز اُس کی نئی شان ہے)۔

اللہ کے نائب کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔

”ملتِ روسیہ“ سے خطاب ہے:

کہنہ شد افرنگ را آئین و دیں!
 سوئے آل دیر کہن دیگر میں
 کردہ کارِ خدا ونداں تمام
 بگذر از لا جانبِ الا حرام

[ص ۲۶۷]

افرنگ کے بے عمل دین کو چھوڑ کر روس نے اس سے نفرت یہاں تک بڑھالی کہ اُس دین
 کے خدا سے بھی انکار کر دیا۔ ”خدا ونداں“ کا انکار تو صحیح ہے لیکن اللہ کا انکار سب سے بڑا جرم ہے۔

اِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
 فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○
 بے شک سب جانوروں میں بدتر (اللہ کے
 نزدیک) وہ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور
 (الانفال: ۵۵) ایمان نہیں لائے۔

اسی ملتِ روسیہ سے پھر خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

داستانِ کہنہ شستی باب باب فکر راروشن گن از اُمّ الکتاب
باسیہ فاماں ید بیضا کہ داد؟ مژدہ لا قیصر و کسریٰ کہ داد؟

[ص ۲۶۷]

وَ ذَكَرَهُمْ بِآيَمِ اللَّهِ ۗ (ابراہیم: ۵) اور انھیں اللہ کے دن (یعنی تاریخ) یاد دلا۔

کہا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا رنگ سفید نہیں تھا۔ اسی لیے ”سیہ فاماں“ کہا ہے۔ ید بیضا کا ذکر ابھی صفحہ ۲۶۵ میں (سورۃ النمل: ۱۳) میں ہے۔ ”لا قیصر و کسریٰ“ کا مژدہ قرآن نے ہی دیا تھا:

عُغِبَتِ الرُّومُ ۗ فِي آذُنِي الْأَرْضِ وَ هُمْ
مِنْ بَعْدِ عَلَيْهِمْ سَيَعْلَبُونَ ۗ فِي بَضْعِ
سِنِينَ ۗ لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلِ وَ مِنْ بَعْدِ ۗ وَ
يَوْمَئِذٍ يُفْرِحُ الْمُؤْمِنُونَ ۗ بِنَصْرِ اللَّهِ ۗ
يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ ۗ وَ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۗ
وَ عَدَدُ اللَّهِ ۗ لَا يُحْلِفُ اللَّهُ وَ عَدَهُ وَ لَكِنَّ
أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۗ

رومی مغلوب ہوئے پاس کی زمین میں اور
اپنی مغلوبی کے بعد عنقریب غالب
ہوں گے چند برسوں میں۔ حکم اللہ ہی کا ہے
آگے اور پیچھے اور اس دن ایمان والے
خوش ہوں گے اللہ کی مدد سے۔ وہ مدد کرتا
ہے جس کی چاہے اور وہی ہے عزت والا
مہربان۔ اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ اپنا وعدہ
خلاف نہیں کرتا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

(الروم: ۲-۶)

عرب کے مشرکین فارس کے مجوسیوں کو پسند نہیں کرتے تھے لیکن رومی چونکہ اہل کتاب تھے اس لیے ان کو مسلمان پسند کرتے تھے۔ بہر حال مسلمانوں کی پسند کو اللہ نے پسند کیا اور اہل فارس کو شکست ہوئی اور اس شکست کی خبر قرآن ہی نے دی تھی۔

فقر قرآن اختلاط ذکر و فکر فکر را کامل ندیدم جز بذکر

ذکر؟ ذوق و شوق را دادن ادب کارجان است این نہ کار کام و لب

[ص ۲۶۸]

قرآن فکر بھی سکھاتا ہے:

أَفَلَا تَتَّبِعُونَ ۗ (الذاریت: ۲۱) کیا تمہیں سوچتا نہیں۔

قرآن ذکر بھی سکھاتا ہے:

فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۗ وَلَوْ كَرِهَ
پس پکارو اللہ کو نرے اس کے بندے ہو

الْكَافِرُونَ ۝ (المومن: ۱۴) کر۔ گو کہ کافروں کو ناگوار ہو۔
 ذوق و شوق کو ادب سکھانا یہی ہے کہ اس کو خالص اللہ کے لیے پیدا کیا جائے، تاکہ غیر اللہ کو
 زک پہنچے اور اس کے لیے ”کارِ جاں“ اور سخت کوشی کی ضرورت ہے۔ موسیٰ کی سخت کوشی کا ذکر صفحہ
 ۲۳۰ (سورۃ الکہف: آیت ۶۰) میں آچکا ہے۔

چست قرآن؟ خواجہ را پیغامِ مرگ دستگیر بندہ بے ساز و برگ!
 بچ خیر از مردکِ زرکش مجو لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا
 [ص ۲۶۸]

خواجہ (سرماہ دار) کی موت کا سبق قرآن میں ملتا ہے:
 وَ سَأَلُواكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ ۗ قُلِ الْعَفْوَ ۗ
 اور آپ سے لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ
 کریں تو آپ فرمادیں کہ جو تمہاری خالص
 (البقرہ: ۲۱۹)
 ضرورت سے زیادہ ہو۔
 لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تَحِبُّونَ ۗ
 تم خیر کامل کو کبھی حاصل نہ کر سکو گے جب
 وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ۝
 تک کہ تم اپنی پیاری چیز کو اللہ کی راہ میں
 (آل عمران: ۹۲)
 خرچ نہ کرو گے اور جو کچھ بھی تم خرچ کرو
 گے اللہ کو معلوم ہے۔

از ربا آخر چہ می زاید؟ فتن! کس نداد لذتِ قرضِ حسن!
 [ص ۲۶۸]

يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا
 اے ایمان والو! مت کھاؤ سود ڈونے پر
 أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ
 دُونا اور ڈرو اللہ سے تاکہ تم فلاح پاؤ۔
 تَقْلِحُونَ ۝ (آل عمران: ۳۰)

سود سے بچنے میں فلاح ہے، ورنہ فساد ہی فساد ہے۔ اور اگر اللہ کو قرض دیا جائے یعنی اس کی
 راہ میں خرچ کیا جائے تو یہ فائدہ ہے، سورۃ التباہین میں ارشاد ہے:
 إِنَّ تَقْرِيضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَعِّفَهُ
 اگر تم اللہ کو اچھی طرح قرض دو گے تو وہ اس

لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ ۝
 تمہارے لیے بڑھاتا چلا جائے گا اور وہ
 تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بڑا قادر
 (التغابن: ۱۷)
 دان بڑا بردبار ہے۔

رزقِ خود را از زمین بردنِ رواست ایں 'متاع' بندہ و ملکِ خداست
 [ص ۲۶۸]

وَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ
 الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۗ
 اور برسایا آسمان سے پانی، پھر نکالے اس
 سے میوے تمہارے کھانے کے لیے۔
 (البقرہ: ۲۴)

اس مضمون کی آیتیں بہت سی ہیں جن میں بتایا ہے کہ اللہ پاک نے پانی برساکر زمین پر
 انسان کو رزق عطا کیا اس لیے اُسے زمین پر ہی اپنی روزی تلاش کرنی چاہیے۔ لیکن یاد رہے کہ
 متاعاً لکم (النازعات: آیت ۳۳) یعنی صرف تمہارے فائدے کے لیے ہے، ورنہ حقیقت میں یہ
 زمین اللہ کی ہے:
 إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ ۗ

بے شک زمین کا مالک اللہ ہے۔

(الاعراف: آیت ۱۲۸)

بندہ مومن امیں، حق مالک است غیر حق ہر شے کہ بنی مالک است
 [ص ۲۶۸]

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۗ ط
 ہر چیز فنا ہونے والی ہے بجز اس کی ذات کے۔
 (القصاص: ۸۸)

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۖ وَيَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ
 ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۗ
 جتنے روئے زمین پر موجود ہیں سب فنا
 ہو جائیں گے اور آپ کے پروردگار کی
 ذات جو کہ عظمت اور احسان والی ہے باقی
 (الرحمن: ۲۶-۲۷)
 رہ جائے گی۔

رایتِ حق از ملوک آمدنگوں

قریہ ہا از دخلِ شاہِ خواروزیوں

[ص ۲۶۹]

قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً
أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعْرَآةَ أَهْلِهَا آذْلَةً وَ
كَذَلِكَ يَفْعَلُونَ ۝
(النمل: ۳۴)

ملکہ (سہاء) نے کہا: بادشاہ جب کسی بستی
میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو خراب کر دیتے
ہیں اور وہاں کے عزت داروں کو ذلیل کر
ڈالتے ہیں اور یہ لوگ ایسا ہی کرتے ہیں۔

آب و نانِ ماست از یک مائدہ
مَا خَلَقْتُمْ وَلَا بَعْتُمْ إِلَّا كَنْفُسٍ
وَأَحَدَةً ۝ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ۝
(لقمن: ۲۸)

دودہ آدم کَنَفْسٍ وَّاحِدَه
تم سب کا پیدا کرنا اور زندہ کرنا بس ایسا ہی
ہے جیسا ایک شخص کا۔ بے شک اللہ تعالیٰ
سب کچھ سنتا (اور) سب کچھ دیکھتا ہے۔

مثلِ حق پنہاں دہم پیدا است ایں

زندہ و پابندہ و گویا است ایں

[ص ۲۶۹]

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۝ وَ
هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝
(الحديد: ۳)

وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے اور وہی ظاہر ہے
اور وہی مخفی ہے اور وہ ہر چیز کا خوب جاننے
والا ہے۔

جب اللہ ایسا ہے تو اُس کا قرآن بھی ایسا ہوگا۔ اللہ خود اپنے ایسے قرآن کی حفاظت فرماتا ہے:
إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝
(الحجر: ۹)

ہم نے قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے
محافظ ہیں۔

با مسلمان گفت جاں بر کف بندہ

ہر چہ از حاجتِ فزوں داری بدہ

[ص ۲۶۹]

قرآن نے مسلمانوں کو جہاد کا حکم دیا اور ضرورت سے زیادہ مال کے خرچ کرنے کا حکم دیا۔
فَلَا تَطْعَمُ الْكُفْرَيْنَ وَ جَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا
كَبِيرًا ۝

سو آپ کافروں کی خوشی کا کام نہ کیجیے اور
اس کے ذریعے ان کا زور و شور سے مقابلہ

(الفرقان: ۵۲) کیجیے۔

سورۃ البقرہ میں ضرورت سے زائد مال کے خرچ کر دینے کا حکم ہے:
وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ ۗ قُلِ الْغَفْوٰطُ ۗ اور آپ سے لوگ دریافت کرتے ہیں کہ
کتنا خرچ کریں۔ آپ فرمادیں کہ جو بچے
اپنے خالص خرچ سے۔

ترسم از روزے کہ محروم کنند آتش خود بر دل دیگر زنند!

[ص ۶۷۰]

جب کوئی قوم اپنے رسول اور کتاب کی پیروی نہیں کرتی تو ان پر کوئی دوسری قوم مسلط کر دی جاتی ہے۔ موجودہ بے عمل مسلمان کو دیکھ کر ڈر لگتا ہے کہ کہیں اس پر کوئی دوسری قوم مسلط نہ کر دی جائے۔

ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ۚ
پھر ہم نے ان (نافرمانوں) کے بعد تمہیں
زمین میں جانشین کیا کہ دیکھیں، تم کیسے
کام کرتے ہو؟ (یونس: ۱۲)

جاں از امید است چوں جوئے رواں ترک اُمید است مرگِ جاوداں
[ص ۶۷۰]

إِنَّهُ لَا يَأْتِنِسُ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ ۚ
بے شک اللہ کی رحمت سے نا امید نہیں
ہوتے مگر کافر لوگ۔ (یوسف: ۸۷)

امتحانِ پاک مرداں از بلاست تشنگاں راتش نہ ترکردن رواست
[ص ۶۷۱]

وَلَيَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالظَّمَرَاتِ ۗ
اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور
بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور
پھلوں کی کمی سے۔ (البقرہ: ۱۵۵)

در گذر مثل کلیم از رود نیل سوئے آتش گام زن مثل خلیل

[ص ۶۷۱]

وَ اَنْجَيْنَا مُوسَىٰ وَمَنْ مَعَهُ اَجْمَعِينَ ۝ ثُمَّ
اَعْرَفْنَا الْاٰخِرِيْنَ ۝

(الشعراء: ۶۵-۶۶) اس کی قوم کو ڈبو دیا۔

فَجَعَلَهُمْ جُودًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ

(الانبیاء: ۵۸) مگر ایک کو جو سب کا بڑا تھا۔

شعر میں موسیٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کی طرح آزمائشوں اور مشکلوں میں مبتلا ہونے کی دعوت ہے۔

در رہ اومرگ وحشر وحشر و مرگ
در فضائے صد سپہر نیلگوں
خود حریم خویش و ابراہیم خویش
پیش اُو نہ آسماں نہ خیر است
جز تب و تابے ندارد ساز و برگ
غوطہ پیہم خوردہ باز آید بروں
چوں ذبح اللہ در تسلیم خویش
ضربت اواز مقام حیدر است

[ص ۶۷۵]

اللہ کے پاک بندوں کے جوش، ولولہ، بخت کوشی اور مشکل پسندی کا ذکر ان اشعار میں ہے اور ان کی تلمیحات کی وضاحت پہلے کی مرتبہ آچکی ہے۔ یہ سب مخصوص عبدیت کے علمبردار تھے اور اس عبدیت کا منہنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں نظر آتا ہے:

تازَ مَا زَاغَ الْبَصْرُ، گیرِ دُنْصِيبِ
برِ مَقَامِ مَعْبُدَةٍ، گردد رقیب

[ص ۶۷۵]

سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں اسی خصوص اور ممتاز مقام عبدیت کا ذکر ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ

پاکی ہے اس کی جس نے بھیجا اپنے عبد کو۔

(بنی اسرائیل: ۱)

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی ۝

پھروچی کی اپنے عبد کی طرف جو وحی کی۔

(النجم: ۱۰)

اللہ اور اُس کے محبوب ہی کو اس مقامِ قرب کے راز و نیاز سے آگاہی ہوگی۔
مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ ۝ نگاہ جو نہ تو ہٹی اور نہ بڑھی۔

(النجم: ۱۷)

ع تازہ ' مَا زَاغَ الْبَصَرُ ' گیرد نصیب

[ص ۶۷۵]

اسی ممتاز ترین عبد کا حصہ تھا جو باعثِ تخلیقِ کائنات، باعثِ تکمیلِ دین اور سارے جہانوں کے لیے رسول بھی اور رحمت بھی (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ اس عبدیت کو عینِ ذات کا قُرب حاصل ہوا:
موسیٰ زہوش رفت بیک پر توصفات تو عینِ ذات می نگری در تبتے!

(جمالی مشہدی)

وصل اگر پایانِ شوق است الخذر اے خنک آہ و فغانِ بے اثر!

[ص ۶۷۶]

اگر حصولِ مقصد سے شوق ختم ہو جاتا ہے تو ایسے حصول ہی کی ضرورت نہیں۔ انسان مسلسل اور پیہم سعی و عمل کے لیے پیدا ہوا ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ ۝ بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا

(البلد: ۴) پیدا کیا۔

اور اس طرح سورۃ الانشراح میں تسلی بھی دی ہے:

إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ (الانشراح: ۶) بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔

اس وادی (فلکِ زہرہ) میں ”خدایانِ کہن“ موجود تھے اور اُن میں سے ہر ایک اللہ کے ”ذکرِ جمیل“ سے اعراض والا تھا۔

ہر یکے ترسندہ از ذکرِ جمیل ہر یکے آزرده از ضربِ خلیل

[ص ۶۷۸]

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقِيضْ لَهُ ۝ اور جس کو تو نہ آئے رحمن کے ذکر سے ہم

شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ ۝ اس پر ایک شیطان تعینات کریں کہ وہ اس

(الزخرف: ۳۶) کا ساتھی ہے۔

سورۃ الصّٰفّٰت میں ابراہیم علیہ السلام کی ضرب کا ذکر ہے:

فَرَاغَ عَلَيْهِمْ صَرْبًاۙ بِأَلْيَمِينِۙ
پھر ان (بتوں) پر سوت کے ساتھ چاڑھے
(الصّٰفّٰت: ۹۳) اور توڑنے لگے۔

شیطان (بعل) خوش ہو کر کہتا ہے کہ:

ع در دلِ آدم بجز افکار چپست؟

[ص ۶۷۹]

آج کا آدم صرف سوچنا جانتا ہے، عمل نہیں جانتا۔ بہر حال عمل کرنا یا نہ کرنا سب اللہ پر روشن ہے۔
وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ
اور نہیں کرتے ہو تم لوگ کچھ کام کہ ہم نہیں
شُهِودًا إِذْ تَفَيْضُونَ فِيهِ ۗ
ہوتے حاضر تم پر، جب تم لگتے ہو اس میں۔

(یونس: ۶۱)

پھر وہی شیطان خوشی میں کہتا ہے:

در نگر آں حلقہ وحدت شکست

آلِ ابراہیم بے ذوقِ اَلَسْتَ!

[ص ۶۷۹]

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيۤ اٰدَمَ مِنْ
اور جب تمہارے رب نے اولادِ آدم کی
ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰى
پشت سے ان کی نسل نکالی اور اقرار کرایا
اَنْفُسِهِمْۙ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۗ قَالُوْۤا بَلٰى
اُن سے اُن کی جانوں پر، کیا میں نہیں ہوں
شَهِدًا ۗ
تمہارا رب، بولے ہاں ہے، ہم اقرار

(الاعراف: ۱۷۲) کرتے ہیں۔

لیکن آج آلِ ابراہیم جو بُت شکن تھی، اللہ کی محبت سے سرشار نہیں حالانکہ اس کے متعلق

سورۃ النساء میں ارشاد ہے:

فَقَدْ اَتَيْنَا آلَ اِبْرٰهٖمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ
پس ہم نے دی ابراہیم کے گھر میں کتاب
وَاَتَيْنَهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ۙ
اور حکمت اور اُن کو دی ہم نے بڑی

(النساء: ۵۴) سلطنت۔

حاکمی بے نور جاں خام است خام
حاکمی از ضعفِ محکوماں قوی است
بے پید بیضا ملکیت حرام
بیخس از حرمانِ محروماں قوی است
[ص ۲۸۳]

سورة الاعراف میں بھی موسیٰ علیہ السلام کے پید بیضا کا ذکر ہے:
وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بِيْضَاءٌ لِلنَّظْرِ إِنَّ
اور اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ
(الاعراف: ۱۰۸) دیکھنے والوں کے سامنے جگمگانے لگا۔
اللہ پاک کی ایسی نشانی حاصل ہو جائے تو صحیح حاکمی ہوگی ورنہ نہیں۔ جہاں اللہ کی نشانی
نہیں ہے وہاں عدل نہیں اور وہاں جبر ہی حاکمی کرتا ہے۔ حالانکہ اللہ پاک ہر موقع پر عدل و احسان
کا امر کرتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَايِ
ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ
وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ
تَذَكَّرُونَ (النحل: ۹۰)
بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی
اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا
ہے بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے۔
تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔

سرگذشتِ مصر و فرعون و کلیم
می تو اس دیدن ز آثارِ قدیم!
[ص ۲۸۴]

مختلف ادوار میں انبیاء علیہم السلام تشریف لا کر ہدایت فرماتے رہے لیکن ہر زمانے میں کوئی
نہ کوئی فرعون ان کو جھٹلاتا رہا۔ اللہ پاک نے بارہا آثارِ قدیمہ کے مطالعے کے لیے فرمایا ہے تاکہ
عبرت حاصل ہو:

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انظُرُوا كَيْفَ
كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ
آپ فرمادیں کہ ذرا زمین میں چلو، پھر
دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔

(الانعام: ۱۱)

لیکن قوم فرنگ جو مصر میں آثارِ قدیمہ کی کھدائی کراتی ہے اُس کا مقصد 'علم و حکمت' کی تلاش
نہیں ہے بلکہ اُن سے انتقام اور اُن کی تباہی اُس قوم کا مقصد ہے۔ آخر مہدی سوڈانی کی قبر کو کھدوانے
کی کیا ضرورت درپیش تھی؟ (در اصل مہدی سوڈانی کے ہاتھوں بہت سے انگریز مارے گئے تھے!)

جاوید نامہ میں مہدی سوڈانی کی روح کے نمودار ہونے کا ذکر ہے جو لارڈ کچنر سے خطاب کرتی ہے کہ میری خاک کا یہ انتقام تھا کہ تجھے قبر کے لیے دو گنز زمین بھی نزل سکی۔ (مہدی سوڈانی کے ہاتھوں بہت سے انگریز مارے گئے تھے، فتح سوڈان کے بعد لارڈ کچنر نے مہدی سوڈانی کی قبر کو کھدوا کر ان کی نعش کے ٹکڑے ٹکڑے کرائے اور ان کو دریائے نیل میں پھینک دیا۔ لیکن خود کچنر ۱۹۱۶ء میں روس کی سفارت پر جاتے ہوئے سمندر میں غرق ہو گیا۔

ع : مرقدے جزدریم شورے نداد

مہدی سوڈانی کی زبانی یہ پیام ہے:

خاکِ بطحا، خالدِ دیگر بڑاے
اے نخیلِ دشتِ تو بالندہ تر
نغمہٗ توحید را دیگر سراے
برنخیزد از تو فاروقے دگر؟

[ص ۲۸۵]

اب پھر حضرت خالدؓ اور حضرت عمرؓ جیسے بزرگوں کی ضرورت ہے جن کی شان سورۃ الفتح کی

آخری آیت میں ہے:

أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ
کافروں پر بہت سخت، آپس میں بہت نرم۔

(الفتح: ۲۹)

سارباں یاراں بہ شرب ما بہ نجد
آں حدی کونا قہ را آرد بہ وجد!

[ص ۲۸۶]

اب پھر (عربی) ایمانی جوش کی ضرورت ہے تاکہ نجد اور دوسرے باہر کے اسلامی ملک نئے سرے سے ایمان تازہ کریں اور کفر کا سختی سے مقابلہ کریں۔ سورۃ التوبہ میں اسی ایمانی جوش کو بیدار کرنے کا پیام ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ
وَاعْلَظْ عَلَيْهِمْ ط
اے نبی! جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے
(التوبہ: ۷۳) اور اُن پر سختی کرو۔

مستی و ذوق و سرور از حکمِ جاں
جسم را غیب و حضور از حکمِ جاں!

[ص ۲۸۹]

جان (دل) ہی کی وجہ سے مستی اور جوش و ولولہ پیدا ہوتا ہے اور اسی کی بدولت جسم کو حضور

(عمل) یا غیب (بے عملی) حاصل ہوتا ہے۔ جان کے بغیر جسم کی کوئی قیمت نہیں، لیکن جسم کے بغیر جان کو حضور نہیں۔

وَنَفْسٍ وَّ مَا سَوَّاهَا ۖ فَالْتَمَمَهَا فُجُورَهَا
وَتَقْوَاهَا ۖ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ۖ وَقَدْ
خَابَ مَنْ دَسَّاهَا ۖ

اور جان کی (قسم) اور اس نے جس نے
اسے ٹھیک بنایا۔ پھر اس کی بدکاری اور اس
کی پرہیزگاری دل میں ڈالی۔ بے شک
مرا دکو پہنچا جس نے اسے ستر کیا اور نامراد
(الشمس: ۷-۱۰) ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا۔

ع تا ابوالآبا فریب او خورد

[ص ۶۹۳]

آدم علیہ السلام کو شیطان نے بہکا یا تھا۔
فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ
تو شیطان نے اسے وسوسہ دیا۔
(طہ: ۱۲۰)

ع خدمت آمد مقصد علم و ہنر

[ص ۶۹۴]

علم و ہنر بلکہ خود اسلام ہی بنی نوع انسان کے فائدے کے لیے ہے۔
مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ اُنْثَىٰ وَهُوَ
مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ
جو عمل صالح کرے مرد ہو یا عورت اور ہو
مسلمان تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی
(النحل: ۹۷) جلائیں گے۔

گرزیک تقدیر خوں گردد جگر خواه از حق حکم تقدیر دگر

[ص ۶۹۵]

اگر ایک کام میں کامیابی نہیں ہوتی اور خواہ جگر کا وی ہوتی ہے تب بھی ہاتھ پاؤں توڑ کر
نہیں بیٹھنا چاہیے بلکہ دوسرے مقصد کی طرف بڑھنا چاہیے۔

ع کوشش بیہودہ بہ از خفتگی (رومی)

اور نہ سستی کرو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب
رہو گے اگر تم مومن ہو۔

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ
كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝

(آل عمران: ۱۳۹)

گنج بے رنج است، تقدیر ایس چنیں

رنج بے گنج است، تقدیر ایس چنیں

[ص ۲۹۶]

مردِ ناداں ایس ہمہ ملکِ خداست

اے کہ می گوئی متاعِ مازماست

چیست شرحِ آیہ لا تُفْسِدُوا

ارضِ حق را ارضِ خود دانی بگو

[ص ۲۹۷]

کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ ہی کے لیے ہے
سلطنتِ آسمانوں اور زمین کی۔

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ
وَالْأَرْضِ ۗ

(البقرہ: ۱۰۷)

خدا کی زمین کو تو اپنی زمین کہتا ہے اس سے بڑھ کر فساد فی الارض اور کیا ہوگا؟)

اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اس کے
سنورنے کے بعد۔

وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ
إِصْلَاحِهَا

(الاعراف: ۵۶)

(صحیح چیز تو یہ ہے کہ زمین ایک مقررہ وقت تک فائدہ اٹھانے کے لیے دی گئی ہے)۔

اور تمہارے واسطے زمین میں ٹھکانا اور نفع
اٹھانا ہے ایک وقت تک۔

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى
حِينٍ ۝

(البقرہ: ۳۶)

اے خنک آزادی بے شوہراں

از مومت زرد روئے مادراں

[ص ۲۹۹]

اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں
ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس
کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے
مرد و عورت پھیلا دیے۔ اور اللہ سے ڈرو
جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ
مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ
بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۗ وَاتَّقُوا
اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۗ إِنَّ
اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۝

(النساء: ۱)

بے شک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔

زندگی را شرع و آئین است عشق!

اصل تہذیب است دین، دین است عشق!

[ص ۷۰۰]

دین ہی اصل تہذیب ہے جس سے زندگی منظم بن جاتی ہے۔ منظم، مہذب اور متمدن تو میں
دین کی وجہ سے ہیں اور یہ دین محض اللہ کے لیے عشق اور ولولہ پیدا کرتا ہے۔

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ
كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ
وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ
وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ط
اللہ نے وعدہ کیا ان لوگوں سے جو تم میں
ایمان لائے اور نیک عمل کیے کہ وہ ان کو
زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے
پہلوں کو دی اور ضرور ان کے لیے ان کے
دین کو مضبوط کر دے گا جس کو اس نے پسند
کر لیا ہے اور وہ ان کے خوف کو دور کرنے

(النور: ۵۵)

کے بعد امن سے بدل دے گا۔

کارِ حکمت دیدن و فرمودن است کارِ عرفان دیدن و افزودن است
آں بسنجد در ترازوے ہنر ایں بسنجد در ترازوے نظر
آں بدست آورد آب و خاک را ایں بدست آورد جانِ پاک را

[ص ۷۰۳]

حکمت اور فلسفہ صرف سوچنا سکھاتا ہے اور عرفان و عشق کا کام عمل پر آمادہ کرنا ہے۔ اس
عرفان و عشق کے لیے نظر (صحبت) اور جان کی ضرورت ہے اور یہی صحیح علم اور صحیح عقل ہے جو عمل
کے لیے آمادہ کرتی ہے۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ ط
لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَّ
أَرْضُ اللَّهِ وَسِعَةٌ ۗ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ
أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝
آپ فرمادیں، اے میرے بندو جو ایمان
لائے اپنے رب سے ڈرو۔ جنہوں نے بھلائی
کی ان کے لیے اس دنیا میں (بھی) بھلائی
ہے اور اللہ کی زمین وسیع ہے۔ صابروں

ہی کو ان کا ثواب بھر پور دیا جائے گا بے گنتی۔
(الزمر: ۱۰)

صبر اور ہمت والوں کو اس دنیا میں بھی اجر ہے کہ اللہ کی زمین میں بڑے بڑے کاموں کے لیے بڑی وسعت ہے۔ زمین کی وسعت عمل والے کے لیے ہے، صرف سوچنے والوں کے لیے نہیں ہے۔

مرید ہمت آل رہروم کہ پانہ گذاشت بہ جادہ کہ درو کوہ دشت و دریا نیست [ص ۷۰۵]

میں ایسے شخص کو پسند کرتا ہوں جو مشکلات سے گھبراتا نہیں بلکہ پسند کرتا ہے، کیونکہ اللہ پاک کی بشارت ہے:

فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۚ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ
بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔
بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔
يُسْرًا ۗ

(الانشراح: ۵-۶)

ز حیدر نیم من و تو ز ما عجب نبود
گر آفتاب سوے خاوراں بگردانیم
[ص ۷۰۶]

ایک روایت مشہور ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ حضرت علیؑ کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے۔ اس حالت میں عصر کی نماز کا وقت جاتا رہا۔ پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو سورج مغرب سے مشرق کی طرف لوٹا اور پھر دونوں نے نماز عصر ادا کی۔

ہر کہ در آفاق گردد بوتراب باز گرداند ز مغرب آفتاب
[اسرار و رموز: ص ۲۸]

مسلمان اگر مسلمان بن جائیں تو مشرق میں اب بھی ان کا آفتاب طلوع ہو سکتا ہے۔
وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۚ
آپ نے خاک پھینکی تو آپ نے نہیں پھینکی
بلکہ اللہ نے پھینکی۔ (الانفال: ۱۷)

إِنَّ الدِّينَ يُبَايِعُوكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ ۗ
بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے
ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ (الفتح: ۱۰)

جنت ملائے و حور و غلام
جنت آزادگاں سیر دوام
[ص ۷۰۸]

ایک نراملہ حور و قصور کی خاطر سعی عبادت کرتا ہے لیکن آزاد (احرار) لوگ مرنے کے بعد

بھی سیر دوام میں مصروف رہتے ہیں۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ
(البقرہ: ۱۵۴)

مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، ہاں تمہیں خبر
نہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ شہداء کی روہیں سبز پرندوں کے قالب میں جنت کی سیر کرتی ہیں
اور وہاں کے میوے اور نعمتیں کھاتی ہیں۔

ہر کہ از تقدیر دارد ساز و برگ
لرزد از نیروے او ابلیس و مرگ
جبر و جن مرد صاحب ہمت است
جبر مردان از کمال قوت است
[ص ۷۰۹]

اور ان کے لیے تیار رکھو جو قوت تمہیں بن
وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ
(الانفال: ۶۰) پڑے۔

ایمانی قوت کے ساتھ جسمانی قوت کی بھی ضرورت ہے۔ اسی سے قوموں کی تقدیریں بنتی ہیں۔

از گناہ بندہ صاحب جنوں
شوقِ بے حد پردہ ہارا برد
کائناتِ تازہ آید بروں!
کہنگی را از تماشای برد!
[ص ۷۱۲]

مومنناں باخوے و بوے کافراں
امرِ حق، گفتند نقشِ باطل است
لا اللہ گویان و از خود منکراں!
زانکہ او وابستہ آب و گل است
[ص ۷۱۳]

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ
أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا
(بنی اسرائیل: ۸۵)

اور یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق پوچھتے
ہیں۔ آپ فرمادیں کہ روح میرے رب
کے حکم سے بنی ہے اور تم کو بہت تھوڑا علم
دیا گیا ہے۔

انسانی فہم و فراست اس روح کو کیا سمجھے؟ بس اللہ ہی کی دی ہوئی ہے اور وہی لے لیتا ہے
ہم پیدا ہوئے تھے تب ہماری روح کہاں تھی اور جب مرجائیں گے تب یہ روح کہاں رہے

گی؟ یہ سب باتیں چھوٹی سی کھوپڑی والا کیا سمجھ سکتا ہے!

ہر کجا ہنگامہ عالم بود رحمۃ للعالمین ہم بود!
[ص ۱۴۷]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

حال کے ہیئتِ داں کہتے ہیں کہ بعض ستاروں میں انسان یا انسانوں سے اعلیٰ تر مخلوق کی آبادی ممکن ہے۔ اگر ایسا ہو تو رحمۃ للعالمین کا ظہور وہاں بھی ضروری ہے۔^۹
وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت بنا کر
(الانبیاء: ۱۰۷) سارے جہانوں کے لیے۔

خلق و تقدیر و ہدایت ابتداست رحمۃ للعالمین انتہا است!
[ص ۱۵۷]

سَبَّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی الَّذِیْ خَلَقَ پاکی بیان کرو اپنے رب کی جو سب سے
فَسُوِّیْ عَلٰی وَاَلَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی بلند ہے۔ جس نے بنا کر ٹھیک کیا اور جس
(الاعلیٰ: ۱-۳) نے اندازہ پر رکھا، پھر راہ بتائی۔

خلق اور تقدیر اور ہدایت کا منتہا رحمۃ للعالمین ہے۔

شاعراں بزمِ سخن آراستند ایں کلیماں بے ید بیضا ستند
[ص ۱۶۷]

آج کل کے شعرا کے کلام میں بیداری، روشنی اور عمل کا پیغام کہیں نہیں ہے۔ ید بیضا کا ذکر ابھی صفحہ ۶۶۵ (سورۃ النمل: آیت ۱۲) میں آچکا ہے۔

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو آں کہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نوِ مصطفیٰ او را بہاست یا ہنو ز اندر تلاشِ مصطفیٰ است
[ص ۱۶۷]

پیش او گیتی جہیں فرسودہ است خویش را خود عبدہ فرمودہ است!
[ص ۱۶۷]

صفحہ ۷۱۵ کا اقتباس اور اس سے پہلے کے صفحے ۶۷۵ کی بحث مقامِ عبدیت سے متعلق دیکھیں۔ صفحہ ۷۱۶ میں حلاج کی زبانی یہی بحث بالنتفصیل آئی ہے۔

مدعا پیدا نگردد زیں دو بیت تانه بنی از مقامِ مَارَمِیت!
[ص ۷۱۷]

اس مخصوص اور سب سے ممتاز مقامِ عبدیت کو اسی وقت سمجھا جاسکتا ہے جب سورۃ الانفال کی یہ آیت سمجھی جائے:

وَمَا رَمَيْتْ إِذْ رَمَيْتْ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۚ
اور (اے محبوب) وہ خاک جو آپ نے پھینکی،
[الانفال: ۱۷] آپ نے نہیں پھینکی، بلکہ اللہ نے پھینکی۔

معنی دیدارِ آلِ آخرِ زماں حکمِ اُو بر خویشتن کردن رواں
در جہاں زی چوں رسولِ انس و جاں تا چو او باشی قبولِ انس و جاں
باز خود را بین، ہمیں دیدارِ اوست سُنّتِ اوسرے از اسرارِ اوست
[ص ۷۱۸]

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ
آپ فرمادیں کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست
رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تمہیں اپنا
دوست رکھے گا۔ (آل عمران: ۳۱)

نقشِ حقِ اوّل بجاں انداختن باز او را در جہاں انداختن
نقشِ جاں تا در جہاں گرد و تمام می شود دیدارِ حق دیدارِ عام!
[ص ۷۱۸]

نقشِ حقِ داری؟ جہاں نخبیرِ تُست ہم عنانِ تقدیرِ با تدبیرِ تُست!
[ص ۷۱۹]

دل میں کلمہ تو حید کا نقش بٹھانا گویا غیر اللہ سے آزادی ہے اور جب یہ نقش پختہ ہو جاتا ہے تو تمام عالم، نخبیر، بن جاتا ہے۔

أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ ۗ
کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟

جو شخص اللہ کا ہو جاتا ہے اُسے غیر اللہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔
 ”دلقش حق“، کس طرح بٹھایا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے:

یا بزورِ دلبری انداختند یا بزورِ قاہری انداختند!
 زانکہ حق در دلبری پیدا تراست دلبری از قاہری اولی تراست!

[ص ۱۹۷]

سورۃ الفتح کی آخری آیت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے رنفا کے متعلق ہے:
 وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں وہ
 بَيْنَهُمْ (الفتح: ۲۹) کافروں کے لیے بہت سخت ہیں لیکن آپس
 میں بہت نرم۔

زابد اندر عالمِ دنیا غریب عاشق اندر عالمِ عقبیٰ غریب

[ص ۲۰۷]

زابد اس دنیا کو مسافر خانہ سمجھتا ہے جو بالکل صحیح ہے لیکن عاشق دوسری دنیا کو بھی مسافر خانہ
 سمجھتا ہے اور وہاں بھی نچلا نہیں بیٹھنا چاہتا، بلکہ عمل چاہتا ہے۔ ابدی زندگی والے (مثلاً شہدا)
 دوسری دنیا میں بھی اپنی زندگی کا ثبوت اپنے عمل سے دینا چاہتے ہیں۔

وَلَمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتٍ ۝ اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے
 (الرحمن: ۴۶) سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔

دل میں نشیبتِ الہی رکھنے والے صحیح معنی میں اللہ سے رشتہ رکھتے ہیں۔ اُنھی کے لیے دو
 جنتیں ہیں: ایک جنت اپنے رب سے ڈرنے کا صلہ اور دوسری جنت دنیا کی محبت ترک کرنے کا صلہ۔
 (دنیا کی محبت ترک کرنے والے ہی اللہ کی محبت رکھتے ہیں اور وہی صحیح معنی میں عاشق ہیں)۔

معرفت را انتہا نابودن است زندگی اندر فنا آسودن است؟

[ص ۲۰۷]

اس سوال کا جواب یہ ہے:
 سکرِ یاراں از تہی پیمائی است نیستی از معرفت بیگائی است

اے کہ جوئی در فنا مقصود را در نمی یابد عدم موجود را! [ص ۷۲۰]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

حدودِ خودی کے تعین کا نام شریعت ہے اور شریعت کو اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام طریقت ہے۔ جب احکامِ الہی خودی میں اس حد تک سرایت کر جائیں کہ خودی کے پرائیویٹ امیال و عواطف باقی نہ رہیں اور صرف رضائے الہی اس کا مقصود ہو جائے تو زندگی کی اس کیفیت کو بعض اکابر صوفیائے اسلام نے فنا کہا ہے۔ بعض نے اسی کا نام بقا رکھا ہے لیکن ہندی اور ایرانی صوفیہ میں سے اکثر نے مسلہ فنا کی تفسیر فلسفہ ویدانت اور بدھ مت کے زیر اثر کی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان اس وقت عملی اعتبار سے ناکارہ محض ہیں۔ [اقبال نامہ/ ۱، ص ۲۰۲، ۲۰۳]

در اصل معرفت کا صحیح اور بہترین ذوق رکھنے والے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ کیا کبھی انہوں نے اپنے قول یا فعل سے معرفت کے معنی ”نابودن“ بتائے ہیں یا حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد پر سب سے زیادہ زور نہیں دیا ہے؟ اللہ پاک نے اپنی محبت اور معرفت رکھنے کے لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو اساس قرار دیا ہے۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي أُحِبَّكُمْ اللَّهُ (آل عمران: ۳۱) سے محبت کرے گا۔

خواجہ اہل فراق یعنی شیطان کے متعلق کہا گیا ہے:

ما جہول او عارف بود و نبود
کفر او این راز را برما کشود!
از فتادن لذت بر خاستن
عیش افزودن ز درد کا ستن!
عاشقی در نار او و سوختن
سوختن بے نار او ناسوختن!

[ص ۷۲۱]

وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا (الاحزاب: ۷۲) اور انسان نے (وہ امانت) اٹھالی۔ بے شک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا نادان ہے۔ انسان کے برعکس شیطان کو شیطاناً مریداً (سرکش شیطان۔ النساء: آیت ۱۱۷ اور الحج:

آیت ۳^ل کہا گیا ہے۔ اس کی سرکشی (اور اس کے نتیجے میں) درماندگی سے اس میں ”آتشِ فراق“ پیدا ہوئی جو (بقولِ اقبال) ایک لحاظ سے عشق کی علامت ہے۔

ع ہر زماں دیدن تپیدن کارِ ماست

[ص ۲۲۷]

یہ عاشق کا عمل ہوتا ہے کہ وہ ہر لمحے بے قرار رہتا ہے۔
ابھی سورۃ الاحزاب کی آیت ۷۲ مذکور ہوئی۔ ”ظلوماً“ کے معنی ہی اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والے کے ہیں:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ
بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو مشقت
(البلد: ۴) میں رہتا۔

من ’بلی‘ اور ’لا‘ گفتمہ ام
گفتمہ من خوشتر از نا گفتمہ ام!

[ص ۲۲۷]

وَ إِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ أَسْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَكُنْتُمْ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ ۚ سَهَدْنَا ۚ
اور جب نکالی آپ کے رب نے آدم کی اولاد ان کی پیٹھ سے اور اقرار کروایا ان سے اُن کی جان پر، کیا میں نہیں ہوں تمہارا رب؟
(الاعراف: ۱۷۲) بولے، کیوں نہیں؟ ہم تو قائل ہیں۔

یہاں ’بلی‘ اور ’لا‘ کی رعایت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شیطان انکار ہی کا اقرار کرتا ہے کہ یہ انکار صرف فراق کی لذتوں سے بہرہ مند ہونے کے لیے تھا اور یہ کہ مجھے آدم سے ہمدردی تھی کہ وہ میرے بعد مجبوری سے مختاری تک پہنچا پھر شیطان فریاد کرتا ہے کہ یہ آدم مجھ سے سرتابی نہیں کرتا اس لیے اس سے زیادہ پختہ حریف مجھے چاہیے:

ع خاکش از ذوقِ ’ابا‘ بیگانہ

[ص ۲۲۷]

صد ہزار افرشتہ تندر بدست
قہر حق را قاسم از روز الست!

دُہ تہیم می زند سیارہ را!
از مدارش پُر کند سیارہ را!

[ص ۲۲۹]

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا
لِلنَّظِيرِينَ ۝ وَحَفِظْنَاهَا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ
رَّجِيمٍ ۝ إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاتَّبَعَهُ
شَهَابٌ مُبِينٌ ۝

(الحجر: ۱۶-۱۷) پیچھے پڑا انکارا چمکتا ہوا۔

سورۃ الصُّفَّت: آیات ۶-۱۰، اور سورۃ الجن: آیت ۹ میں بھی یہ مضمون ہے۔

فلکِ زحل میں ارواحِ رذیلہ ملتی ہیں جنہوں نے ملک و ملت سے غداری کی تھی اور اس
خباثت کی وجہ سے دوزخ بھی انہیں قبول نہیں کرتا۔^{۱۲}
ع جعفر از بنگال و صادق از دکن

[ص ۳۰۷]

یہیں ایک سمت میں روحِ ہندوستان ہے جو اپنے حسن و خوبی کے باوجود زنجیروں میں
جکڑی ہوئی ہے اور فریاد کرتی ہے کہ اس کے لوگ صرف ماضی کو دیکھتے ہیں، حال پر نظر نہیں کرتے۔
بر زمانِ رفتہ می بندد نظر از تشِ افسردہ می سوزد جگر

[ص ۳۲۷]

فَدَجَاءَ كُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ ۖ فَمَنْ أَبْصَرَ
فَلَِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۖ
سے۔ پھر جو سوجھا سواپنے واسطے اور جو اندھا
راہوا اپنے بُرے کو۔ (الانعام: ۱۰۵)

اللہ پاک اپنی نشانیاں دکھاتا رہتا ہے۔ کوئی نہ دیکھے تو اُس کا قصور ہے۔ ماضی کو لیے بیٹھنا
اور حال کو بھول جانا بھی اندھا پن ہے۔

گفت، جاں سَرے ز اسرارِ من است حفظِ جان و ہدمِ تن کارِ من است
[ص ۳۳۷]

وَإِنَّا لَنَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَنَحْنُ
الْوَارِثُونَ ۝ (الحجر: ۲۳) اور ہم ہی ہیں وارث۔

”آں سوئے افلاک“ کی سیر شروع لہوتی ہے اور سرحد پر جرمنِ نطشہ (Nietzsche) کی

روح سے ملاقات ہوتی ہے:

درمیانِ ایں دو عالم جائے اوست نغمہٗ دیرینہ اندر نائے اوست!
[ص ۴۰۷]

الگلے صفحے میں اس کے متعلق ہے:

او بہ لا در ماند و تا الا نرفت از مقامِ عبدهٗ بیگانہ رفت!

کاش بودے در زمانِ احمدے تا رسیدے بر سر درے سرمدے
[ص ۴۱۱]

عیسائیت نے گوشہ نشینی اور بے عملی کی تعلیم دی تو وہاں کے مفکرین نے نہ صرف عیسائیت سے بلکہ عیسائیت کے خدا سے بھی احتراز کیا۔ طالسٹائے کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ اسی کی طرح نطشہ بھی ایسے خدا کا منکر تھا۔ اوپر کے شعر میں احمدے سے مراد (جیسا کہ خود علامہ اقبال نے حاشیہ میں لکھا ہے) حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ ہیں جنہوں نے اکبری فتنے کے خلاف (تن تہا) سر دھڑکی بازی لگائی اور اسلام کا علم بلند کیا اور دین میں جو خرابیاں پیدا کر دی گئی تھی ان کو دور کر کے صحیح دین پھر پیش کیا۔ ایسے ہی لوگوں کی ضرورت مغرب میں بھی تھی۔ بہر حال بغیر اللہ کو مانے ہوئے انسانی فضیلت کے لیے کوئی معیار قائم نہیں ہو سکتا۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ اور جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش
مِنَهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَسِرِينَ کرے گا تو وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے
(آل عمران: ۸۵) گا اور وہ آخرت میں خسارے میں رہے گا۔

رومی سمجھاتے ہیں کہ جنت کیا ہے:

ایں کہ بنی قصر ہائے رنگ رنگ اصلش از اعمال و نئے از خشت و سنگ!
[ص ۴۳۳]

یہ مضمون بہت سی آیتوں میں آتا ہے مثلاً سورہ محمد میں بھی اس مضمون کو دہرایا گیا ہے:
إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ
الَّتِي فِيهَا نَجْمٌ كَالْكَوْكَبِ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيهَا قَائِمُونَ يَأْكُلُونَ
فَاكِهَةً كَثِيرَةً وَلَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ يَدْخُلُونَ مِنْ تَحْتِهَا الْمَاءَ فِيهَا
أَنْهَارٌ مِنْ أَسْفَلِ الْجِبَالِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَسْقُونَ فِيهَا مِنْ
أَنْهَارٍ نَضِيَّةٍ كَالْحَمَلِيِّاتِ يَشْرَبُونَ وَإِذَا شَاءُوا ضَلُّوا مِنْهَا سَبِيلًا مُّطَهَّرًا
يَسْقُونَ فِيهَا مِنْ لَحْظٍ كَاللَّذَّةِ الْكَلْبَاءِ الْيَخْتَلِفُ أَلْوَانُهَا يَشْرَبُونَ
(محمد: ۱۴) لائے اور عمل صالح کیے، جنتوں میں۔

اور جنت میں یہ بھی ہوگا:

زندگی میں جازیدار راست و بس ذوق دیدار راست و گفتار راست و بس
[ص ۷۴۳]

فَوْقَهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّهْمُ سوا اللہ ان کو اُس دن کی سختی سے محفوظ رکھے گا
نَصْرَةً وَسُرُورًا (الدھر: ۱۱) اور ان کو تازگی اور خوشی عطا فرمائے گا۔

ع مومنوں را تیغ با قرآن بس است

[ص ۷۴۵]

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ اور تم تیار رکھا کرو ان کے لیے جتنا تم سے
رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهَبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَ ہو سکے قوت کی چیزیں اور جنگی گھوڑے
عَدُوَّكُمْ وَأَخْرَجَ مِنْ دُونِهِمْ (ساز و سامان) جس سے ڈرتے رہیں اللہ
اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ کے دشمن اور تمھارے دشمن اور دوسرے بھی

اُن کے سوا جن کو تم نہیں جانتے، اللہ ان کو

جانتا ہے۔

یہ تیغ اور ساز و سامان کے متعلق حکم ہے اور قرآن کی فضیلت یہ ہے:

يَأْتِيهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ تَكُفُّمْ مَوْعِظَةً مِنْ اے لوگو، تمھارے پاس تمھارے رب کی
رَبِّكُمْ وَشِفَاءً لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهَدًى وَ طرف سے نصیحت آئی ہے اور دلوں کی
رَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ بیماری کے لیے شفا اور مومنوں کے لیے

ہدایت اور رحمت ہے۔ (یونس: ۵۷)

از تو خواہم سرّ یزداں را کلید طاعت از ما بخت و شیطان آفرید

[ص ۷۴۷]

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ اور میں نے نہیں پیدا کیا جنّت اور انسان کو مگر
(الذاریت: ۵۶) صرف اپنی ہی عبادت کے لیے۔

اور شیطان کو اسی لیے پیدا کیا کہ اس کی برائی کو دیکھ کر دین کی اچھائی کی تمیز ہو سکے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ وَلَا اور برابر نہیں اندھا اور آنکھ والا اور نہ اندھیرا

الظُّلْمُتْ وَلَا نُورًا

اور اُجالا۔

(فاطر: ۱۹-۲۰)

وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ اور جس کو وہ پکارتے ہیں اُس (اللہ) کے

(الحج: ۶۲) سوا، وہی باطل ہے۔

بزمِ بادِیو است آدمِ را وبال رزمِ بادِیو است آدمِ را جمال!
[ص ۴۸]

اس سے پہلے کی آیتیں یہاں کے لیے بھی کافی ہیں۔

دستِ مزدِ او بدستِ دیگرانِ ماہیِ رودش بہ شستِ دیگران!
[ص ۴۹]صَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا عَبْدًا مَمْلُوكًا لَا يَقْدِرُ اللَّهُ ایک مثال ہے۔ ایک غلام
عَلَى شَيْءٍ وَ مَن رَزَقْنَاهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا ہے جو دوسرے کے بس میں ہے۔ کسی چیز پر
(النحل: ۷۵) اُس کا بس نہیں چلتا اور ایک وہ ہے جسے ہم
نے اپنی طرف سے اچھی روزی عطا کی ہے

(یعنی وہ قدرت رکھتا ہے اور دوسرا قدرت نہیں رکھتا، تو کیا یہ دونوں برابر ہوں گے؟)۔

بادِ صبا اگر بہ جینوا گذر کنی حرفِ زما بہ مجلسِ اقوامِ بازگوے
دہقانِ وکشت و جوے و خیاباںِ فروختند قومے فروختند و چہ ارزاںِ فروختند
[ص ۶۰]

پیامِ مشرق، ص ۱۹۳ میں بھی کہا ہے:

ع بہر تقسیمِ قبورِ انجمنے ساختہ اند

جینوا کی مجلسِ اقوام ہو یا آج کی کوئی بھی ایسی انجمن ہو، سب کا واحد مقصد کمزوروں کو ہڑپ

کرنا ہے۔

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا اور باہم مدد کرو نیکی اور تقویٰ کے کام میں اور
تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِنْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدہ: ۲) نہ مدد کرو ایک دوسرے کی گناہ اور زیادتی میں۔

جو کسی نیک کام کے لیے سفارش کرے اس کے لیے اس میں سے حصہ ہوگا اور جو سفارش کرے، بُری سفارش (یعنی بُرے کام کے لیے) اُسے بھی اس میں سے حصہ ملے گا۔ اور اللہ ہر چیز کا حصہ بانٹنے والا ہے۔

مَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا ۖ وَمَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِنْهَا ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝ (النساء: ۸۵)

در شبای چوں کو کبے برتافتن!
یافتن، خود را بخود بخشودن است!
رخت از زندان خود بیرون کشید!

[ص ۷۵۱]

جلوہ مستی؟ خویش را در یافتن!
خویش را نایافتن نابودن است
ہر کہ خود را دید و غیر از خود ندید

خود شناسی اور خود نگری کی ضرورت ہے۔

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین لانے والوں کو اور خود تمہارے اندر۔ کیا تم کو سوچ نہیں؟

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۗ وَ فِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝ (الذاریت: ۲۰-۲۱)

اور مت ہو جاؤ اُن جیسے جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا۔ تو اللہ نے اُن کو بھلا دیے اُن کے جی۔ یہی لوگ ہیں نافرمان۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَهُمُ أَنفُسَهُمْ ۗ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ (الحشر: ۱۹)

باج را جز باد و کس دادن حرام!
آیہ حق حجت و برہان اوست
شہر گیر و خویش باز اندر ستیز
روز صلح از شیوہ ہائے دلبری
[ص ۷۵۲-۷۵۳]

فاش گویم یا تو اے والا مقام
یا 'اولی الامر' کہ 'منکم' شان اوست
یا جواں مردے چو صرصر تند نیز
روز کیں کشور کشا از قاہری

اے ایمان والو، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور جو تم میں سے آمر (اختیار والے) ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ ۗ (النساء: ۵۹)

(یعنی اُسی امیر کی اطاعت کا حکم ہے جو خود بھی اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے اور وہ ایمان والوں میں سے ہے۔ یعنی اگر وہ اللہ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہ کرے تو پھر تم بھی اس کی اطاعت مت کرو)۔

یا تو ایسے امیر کی اطاعت کرو یا اُس کی جو دشمن (کفر و باطل) کے لیے بہت سخت ہو اور اپنوں کے لیے بہت نرم۔

وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ
مَعِيَّتِمْ فِي الْفَتْحِ: ۲۹) اور وہ لوگ جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی
معیّت میں ہیں کافروں کے لیے بہت سخت
اور آپس میں بہت نرم ہیں۔

(یہی لوگ سخت کوش اور مشکل پسند ہوتے ہیں اور یہی لوگ بڑی سے بڑی سلطنت (طاقت) کو آسانی سے زیر کر لیتے ہیں)۔

پھر صفحہ ۵۳ میں غنی کی زبانی بتایا ہے کہ کشمیر کے برہمن زادگان جو اسلام لا کر سخت کوش ہو جاتے ہیں اُن سے فرنگ بھی ڈرتا ہے، تو پھر وہ مایوس کیوں؟
ع زندگی جولان میان کوہ و دشت

[ص ۵۴]

کاروانہا را صدائے تو درآ
تو ز اہلِ نخلہ نومیدی چرا؟
باش تا بنی کہ بے آوازِ صور
ملتے بر خیزد از خاکِ قبور!

[ص ۵۵]

یہ پاکستان کی تشکیل کی پیشین گوئی ہے۔ اللہ آباد میں ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ کے اجلاس میں علامہ اقبال نے صدارت کی تھی اور مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ وطن کا مطالبہ کیا تھا۔

سورۃ التوبہ سے اس مبارک موقع کے لیے یہ آیت لی جاسکتی ہے:

وَإِذْ أَنْزَلْنَا مِنَ اللَّهِ وَرَسُولَهُ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ
الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِّنَ
الْمُشْرِكِينَ ۗ وَرَسُولُهُ ۗ
اور اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ
وسلم) کی طرف سے بڑے حج کی تاریخوں
میں عام لوگوں کے سامنے اعلان کیا جاتا ہے
کہ اللہ اور اُس کے رسول دونوں دستبردار
(التوبہ: ۳)

ہوتے ہیں مشرکوں سے۔

فتح مکہ کے بعد حج کے موقع پر اعلان ہوا کہ چار مہینے ان مشرکین کو مہلت دی جاتی ہے، جیسا کہ اس سے پہلے والی آیت میں ہے کہ اس مدت میں خواہ لڑائی کریں خواہ وطن چھوڑ دیں یا مسلمان ہو جائیں اور یہ عجب اتفاق ہے کہ علامہ اقبال نے مسلم لیگ کے اجلاس کی صدارت ۲۹-۳۰ دسمبر ۱۹۳۷ء کو فرمائی یعنی ۸-۹ شعبان ۱۳۴۹ھ کو اور وہ حج کی تاریخوں سے پورے چار مہینے پہلے فرمائی تھی۔ وہ اعلان حج کے موقع پر تھا اور یہ اعلان حج سے پہلے۔

پھر رومی اور زندہ رود (شاعر) آگے بڑھتے ہیں تو راستے میں بھرتزی ہری سے ملاقات ہوتی ہے:

پادشاہے بانوائے ارجمند ہم بہ فقر اندر مقامِ او بلند!
[ص ۷۵۷]

اس سے شاعر پوچھتا ہے:

شعر را سوز از کجا آید، بگوئے از خودی یا از خدا آید بگوئے
[ص ۷۵۷]

بھرتزی ہری جواب دیتا ہے:

جان ما را لذت اندر جستجوست شعر را سوز از مقامِ آرزوست!
[ص ۷۵۸]

یعنی وہ بھی قرآن کے انداز میں اُس بات (اور شعر) کو صحیح قرار دیتا ہے جو ستھری ہو اور آرزو یا جستجو (خیر) کی طرف لے جائے۔

يُنَبِّئُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۗ

مضبوط کرتا ہے اللہ ایمان والوں کو مضبوط
بات سے، دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

(ابراہیم: ۲۷)

پھر بھرتزی ہری صرف عمل کو زندگی کا ثبوت قرار دیتا ہے خواہ عمل کیسا ہی ہو۔

ع زندگی ہمہ کردار چہ زیبا و چہ زشت!

[ص ۷۵۹]

اور پھر کہتا ہے:

پیش آئین مکافاتِ عمل سجدہ گزار زانکہ خیزد ز عمل دوزخ و اعراف و بہشت!

[ص ۷۵۹]

بھرتی ہری اور اقبال کے پیام میں یہیں سے فرق قائم ہو جاتا ہے۔
 پھر ۱۔ نادر شاہ، ۲۔ ابدالی، ۳۔ سلطان ٹیپو شہید سے حالاتِ حاضرہ وغیرہ پر گفتگو ہوتی ہے۔
 نادر شاہ سے شاعر نے ایران کی یہ کیفیت بتائی ہے:

کار آں وارفتہ ملک و نسب ذکرِ شاپور است و تھمیرِ عرب!
 [ص ۶۲۷]

روزگارِ اوتہی از واردات از قبورِ کہنہ می جوید حیات!
 آہ احسانِ عرب نشناختند از تشِ افرنگیاں بگداختند!
 [ص ۶۳۷]

انہوں نے ملک و نسب پر فخر کرنا شروع کیا ہے اور عرب سے آئے ہوئے دین کو فراموش کر دیا ہے۔ حالانکہ سورۃ الحجرات میں یہ ارشاد ہے:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتَّقَىٰ ۖ
 بے شک عزت اللہ کے یہاں اُسی کی بڑی
 (الحجرات: ۱۳) جس کا تقویٰ بڑا۔

اسی دوران شاعر ناصر خسرو ایک مستانہ غزل سنا کر غائب ہو جاتا ہے۔ اس کا ایک شعر ہے:
 دیں گرامی مُد بہ دانا و بنا داں خوار گشت پیشِ ناداں دیں چو پیشِ گاو باشد یا سمن!
 [ص ۶۳۷]

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا
 بے شک سب سے بدتر جانور اللہ کے
 فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝
 نزدیک وہ ہیں جنہوں نے کفر کیا پھر وہ نہیں
 (الانفال: ۵۵) مانتے۔

در نہادِ ماتب و تاب از دل است خاک را بیداری و خواب از دل است!
 [ص ۶۵۷]

(ابدالی کہتے ہیں کہ) دل زندہ ہے تو انسان زندہ ہے۔
 إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرًا لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ اس میں سوچنے کی جگہ ہے اُس کو جس کے
 أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِيدٌ اندر دل ہے یا لگائے کان دل لگا کر۔ اور وہ
 (ق: ۳۷) ہے گواہ پکا۔

علم و فنِ را اے جوان شوخ و شنگ مغز می باید نہ ملبوسِ فرنگ!
[ص ۶۶۶]

مغربی تہذیب سیکھ لینے سے علم و فن میں ترقی نہیں ہو جاتی۔ ضربِ کلیم، ص ۶۴۰ میں علامہ نے فرمایا ہے:

کھلے ہیں سب کے لیے غریبوں کے میخانے
علومِ تازہ کی سرمستیاں گناہ نہیں!
اسی سرور میں پوشیدہ موت بھی ہے تری
ترے بدن میں اگر سوزِ لا الہ نہیں!

[ص ۶۶۶]

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَى
جس دن نہ کام آئے گا مال اور نہ بیٹے مگر ہاں
اللّٰهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝ جو اللہ کے پاس پاک دل (کفر اور شرک
(الشعراء: ۸۸-۹۸) سے پاک) لے کر آئے۔

سلطان ٹیپو کی زبانی اقبال کے کلام کی مقبولیت بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں ظاہر ہوتی ہے۔ پھر سلطان شہید اقبال کے ذریعے دریائے کاویری کو پیام دیتے ہیں۔ ان کا مشہور پیام تو یہ ہے:

زندگی راجست رسم و دین و کیش؟
یک دم شیریں بہ از صد سالِ میش!

[ص ۷۷۳]

لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلَى ۝ خوف نہ کر۔ بے شک تو ہی غالب رہے گا۔

(طلہ: ۶۸)

وَاصْبِرْ عَلٰی مَا اَصَابَكَ ۝ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ
اور استقلال اختیار کر اُس پر جو مصیبت تجھ پر
عِزِّمُ الْاُمُوْرِ ۝ (لقمن: ۱۷) پڑے۔ بے شک یہ بڑی ہمت کے کاموں
میں سے ہے۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا ۝ وَاَنْتُمْ الْاَعْلَوْنَ اِنْ
اور نہ سست پڑو اور نہ غم کرو، تم ہی غالب رہو
كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (آل عمران: ۱۳۹) گے اگر تم مؤمن ہو۔

بندہ حق ضیغ و آہوست مرگ
می فتد بر مرگ آں مردِ تمام
یک مقام از صد مقام اوست مرگ!
مثل شاپینے کہ افتد بر حمام!

جنگِ شامان جہاں غارت گری است! جنگِ مومن سنتِ پیغمبری است!
[ص ۷۷۳]

إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا
وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً ۗ
(النمل: ۳۴) ڈالتے ہیں وہاں کے سرداروں کو بے عزت۔

الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ
الطَّاغُوتِ (النساء: ۷۶) راہ میں لڑتے ہیں۔

ع جنگِ مومن چیست؟ ہجرت سوائے دوست!
[ص ۷۷۴]

راہرو کو داند اسرارِ سفر ترسد از منزل زرہنر بیشتر
[ص ۷۷۵]

كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ۝ (الرحمن: ۲۹) ہر دن اُس (اللہ) کو ایک دھند ہے۔
اسی طرح اللہ کے خلیفہ کو بھی ہر وقت سرگرم عمل ہونا چاہیے۔

بہ آدمے نہ رسیدی، خدا چرمی جوئی ز خود گریختہ آشنا چہ می جوئی!
[ص ۷۷۵]

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ
أَنْفُسَهُمْ ۗ (الحشر: ۱۹) اللہ کو تو اُس نے بھلا دیے اُن کو اُن کے جی
(یعنی جو اللہ کو بھلا دے وہ خود کو بھلا دیتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ معنی ہوئے کہ جو خود کو پہچان
لیتا ہے وہ خدا کو پہچان لیتا ہے)۔

علم را مقصود اگر باشد نظر می شود ہم جادہ و ہم راہبر
[ص ۷۷۶]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے ”تزکیہ نفس“ ہوتا ہے۔
لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ
بے شک اللہ نے بہت بڑا احسان کیا ایمان

رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۗ (آل عمران: ۱۶۳)

والوں پر جو بھیجا اُن میں رسول انھی میں۔
پڑھتا ہے اُن پر آیتیں اللہ کی اور سنوارتا ہے
اُن کو اور سکھاتا ہے اُن کو کتاب اور دانش
(کام) کی بات۔

آنکہ گوید لا الہ بے چارہ ایست
چکرش از بے مرکزی آوارہ ایست!
چار مرگ اندر پئے ایں دیر میر
سود خوار و والی و ملّا و پیر!
[ص ۷۷۸]

ہمارے غریب مسلمان اپنی مرکزیت سے جدا کر دیے گئے ہیں۔ اُن کو ہمارے سود خوار دشمنوں نے، حاکموں نے، ان پڑھ ملاؤں اور نذرانے وصول کرنے والے پیروں نے غلام بنا رکھا ہے۔ ان چار دشمنوں کے برعکس قرآن پاک میں نظام تمدن کے یہ چار ارکان سورۃ الحدید میں بیان فرمائے گئے ہیں:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَيَلْعَلُمَ اللَّهُ مَن يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ (الحديد: ۲۵)

ہم نے رسولوں کو دلائل (واضح احکام) کے
ساتھ بھیجا ہے اور اُن کے ساتھ کتاب اور
میزان اتاری ہے تاکہ لوگ انصاف پر قائم
رہیں اور ہم نے لوہا اتارا (پیدا کیا)۔ اس
میں سخت طاقت (جنگی) ہے اور لوگوں کے
لیے کئی منافع ہیں اور یہ اس لیے کہ اللہ جان
لے کہ کون اُس کی اور اس کے رسولوں کی
عین دیکھے مدد کرتا ہے۔ بے شک اللہ بہت
قوت والا اور زبردست ہے۔

- ۱- رسول اپنی عملی زندگی پیش کرتے ہیں۔
- ۲- کتاب وہ صحیفہ ہے جسے ”دستور“ کہنا چاہیے اور جس پر عمل کرنے سے انسان کی شخصی اور اجتماعی زندگی بنتی ہے۔
- ۳- میزان میں عدل و توازن ہے۔ اس میں دولت اور مبادلہ اشیا وغیرہ سب آجاتی ہیں۔
- ۴- حدید (لوہا) سے جنگی سامان، مشینیں اور جدید آلات بنتے ہیں۔

نظام تمدن ان چار چیزوں سے درست ہوتا ہے اور ان چار شخصیتوں سے تباہ ہوتا ہے جن کا ذکر اوپر کے اشعار میں ہے۔

چست بودن دانی اے مردِ نجیب؟ از جمال ذاتِ حق بردن نصیب!
[ص ۷۷۸]

ہر کہ او را قوتِ تخلیق نیست پیش ماجز کافر و زندق نیست!
[ص ۷۷۹]

خلیقہ اللہ کو اللہ کے اوصاف کا پرتو اپنے اوپر ڈال کر غیر معمولی کام انجام دینے چاہئیں کیونکہ اُسے ہر چیز کو مسخر کرنے کی صلاحیت دی گئی ہے۔

أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مِمَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمِمَّا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعْمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً ط
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے مسخر کیے تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں اور پھر دیں تمہیں اپنی نعمتیں کھلی اور چھپی۔ (لقمن: ۲۰)

زندگانی نیست تکرارِ نفس اصلِ اوازِ حییٰ و قیوم است و بس!
[ص ۷۸۰]

زندگانی صرف سانسوں کا الٹ پھیر نہیں ہے بلکہ اس میں حییٰ و قیوم والی صفات ہونی چاہئیں۔
اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ه
اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ زندہ ہے اور سب کا تھامنے والا۔ (البقرہ: ۲۵۵)

قربِ جاں بہ آنکہ گفت آنی قریبُ از حیاتِ جاوداں بردن نصیب!
[ص ۷۸۰]

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ط اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو میں قریب ہی ہوں۔ منظور کر لیتا ہوں عرضی درخواست کرنے والے کی، جب کہ وہ میرے حضور میں درخواست کرے۔ (البقرہ: ۱۸۶)

بندہ اپنے اللہ سے اس قدر قریب ہے تو پھر اسے حیاتِ جاوداں کیونکر نصیب نہ ہوگی؟

چپست ملّت اے کہ کوئی لا الہ؟ با ہزاراں چشمِ بودن یک نگہ!
[ص ۷۸۰]

یک نگاہی را چشمِ کم میں از تجلی ہائے توحید است ایں!
ملتے چوں می شود توحید مست قوت و جبروتی آید بدست!
[ص ۷۸۱]

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَمَنْ

پہلے سب لوگ ایک ہی اُمت تھے۔

(البقرہ: ۲۱۳)

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ
مُبْرَكًا وَ هُدًى لِّلْعَالَمِينَ ۝

بے شک پہلا گھر جو ٹھہرا لوگوں کے واسطے
بہی ہے جو مکہ میں ہے، برکت والا اور نیک

(آل عمران: ۹۶) راہِ جہانوں کے لوگوں کے لیے۔

اللہ پاک نے لوگوں کو ہدایت پر متحد فرمانے کے لیے مکہ کو پہلا گھر بنایا۔ یہ اتحاد تمام قوت و
جبروت کا پیش خیمہ ہے۔

زندگی خواہی خودی را پیش گُن چار سورا غرق اندر خویش گُن
[ص ۷۸۱]

صفحہ ۷۷۹ میں سورہٴ التمن کی آیت ۲۰ دیکھیں۔ اس کے علاوہ سورہٴ الجاثیہ کی آیت ۱۳ دیکھیں۔

پھر زندہ رود (شاعر) جرات کر کے ”نقدِ برغ و شرق“ کو بے حجاب دیکھنے کی آرزو کرتا
ہے کہ ناگاہ برق ”تجلیِ جلال“، گرتی ہے اور گرد و پیش اس سے غرق نور ہو جاتے ہیں اور یہ تماشا شائی
اپنے وجود کو ”جلوہ مست“ دیکھتا ہے اور محسوس کرتا ہے کہ اب:

از ضمیر عالم بے چند و چوں یک نوائے سوزناک آید بروں!
[ص ۷۸۳]

یہ ”نوائے سوزناک“ یہ ہے:

بگذر از خاور و افسونی افرونگ مشو کہ نیر زد بجوے ایں ہمہ دیرینہ و نو
[ص ۷۸۳]

یہ غزل زبورِ عجم صفحہ ۵۲۲ کی ہے۔

اس کے بعد ”خطاب بہ جاوید“ (سخنے بہ نژاد نو) ہے۔

گرچہ من صد نکتہ گفتم بے حجاب نکتہ دارم کہ ناید در کتاب!
گر بگویم می شود پیچیدہ تر حرف و صوت اورا کند پوشیدہ تر!
سوزِ او را از نگاہ من بگیر یا ز آہ صبح گاہ من بگیر!

[ص ۷۸۷]

آخری شعر میں ”نگاہ“^{۱۲} سے مراد ”صحبت“ ہے اور ”آہ صبح گاہی“ کے متعلق سورۃ المزمیل

میں ہے:

إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ بے شک رات کا اٹھنا خوب موثر ہے (نفس
قِيلاً^ط (المزمیل: ۶) کے) کچلنے میں اور بات خوب ٹھیک نکلتی

ہے۔

ایسے لوگوں کو سورۃ الذاریت: آیات ۱۵-۱۶ میں متقین اور محسنین کہا گیا ہے اور یہ بھی کہ:
كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ ۝ وَ وہ تھے رات کو تھوڑا سوتے اور صبح کے وقت
بِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۝ وَ فِيْ أَمْوَالِهِمْ معافی مانگتے اور ان کے مال میں حصہ تھا
حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۝ مانگنے والے کا اور محتاج کا۔

(الذاریت: ۱۷-۱۹)

گویا صبح اٹھنے والے یعنی شب بیدار لوگ ہی صبح بصیرت سے نوازے جاتے ہیں اور انہی کی
صحبت اکسیر کا کام کرتی ہے۔

آنکہ بود اللہ اور سازو برگ فتنہ اوجب مال و ترس مرگ^{۱۵}

[ص ۷۸۸]

پہلے کا مسلمان جو اللہ کا ہوتا تھا وہ جب مال کو فتنہ سمجھتا تھا۔

إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ تمہارے اموال اور اولاد تمہارے لیے فتنہ

(التغابن: ۱۵) (آزمائش کی چیز) ہیں۔

آن شکوہِ ربی الاعلیٰ کجاست ایں گناہِ اوست یا تقصیر ماست؟

[ص ۷۸۹]

مسلمان جب سبحان ربی الاعلیٰ کہتا تھا تو پوری کائنات (غیر اللہ کی) کانپ جاتی تھی کیونکہ وہ صرف خدا کو غالب اور غیر خدا کو مغلوب ہونے کا اعلان کرتا تھا۔
لَا تَخْفَ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی ۝
خوف نہ کر۔ بے شک تو ہی غالب رہے گا۔
(طہ: ۲۶)

آجکل ”ایشیا“ کے لوگ ایسے ہیں:

قلبِ او بے وارداتِ نو بنو
عقل و دین و دانش و ناموس و ننگ
حاصلش را کس نگیرد باد و جو!
بسئہ فتراکِ اُردانِ فرنگ!

[ص ۷۸۹]

سخت کوشی اور مشکل پسندی ترک کر دی ہے اور احساس کمتری میں ”لردانِ فرنگ“ نے مبتلا کر دیا ہے (جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں)۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
يُؤَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
جو لوگ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اُن کو تو ایسا نہیں پائے گا کہ وہ محبت کریں اُن سے جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کرتے ہیں۔
(المجادلہ: ۲۲)

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ
اللّٰهِ ط
شیطان نے اُن پر قابو پالیا ہے۔ پس اُس نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔
(المجادلہ: ۱۹)

اس غفلت سے چونکا دینے کے لیے اقبال نے جو طریقت اختیار کیا ہے وہ یہ ہے۔

حرف پچا پچ لالو حرف نیش دار
تا کم عقل و دل مرداں شکار!

[ص ۷۹۰]

سوختن می باید اندر نارِ حس
علم حق اول حواس، آخر حضور
تابدانی نقره خود را ز مس
آخر او می نگیجد در شعور

[ص ۷۹۱]

علم حق وہی ہے جو حواس میں ”سوختن“ (گرمی اور بیداری) پیدا کرے اور اچھے بُرے میں تمیز سکھائے، پھر اللہ کے حضور میں پہنچا دے۔

يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ

اللہ درجے بلند کرے گا اُن لوگوں کے جو تم

أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ
خَبِيرٌ ۝

میں ایمان لائے اور اُن کے جنھیں علم دیا گیا
اور اللہ اس سے جو تم عمل کرتے ہو خوب

(المجادلہ: ۱۱) واقف ہے۔

یہ علم حق والوں کے لیے بشارت ہے اور اسی علم کو صحیح علم کہتے ہیں۔

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا
يَعْلَمُونَ ۝

کیا برابر ہوتے ہیں علم والے اور بے علم
(الزمر: ۹) لوگ؟

جو لوگ رات کی گھڑیوں میں سجدے کرتے ہیں، اُس کی عبادت میں لگے رہتے ہیں۔ آخرت
سے ڈرتے ہیں اور اللہ سے رحمت کی امید رکھتے ہیں، اُن کو اسی آیت میں علم والا کہا گیا ہے۔

منكر حق نزد مولا كافر است منكر خود نزد من كافر تر است!

[ص ۹۱ع]

عالم تو یہی فتویٰ دے گا کہ خدا کا منکر جو بھی ہے کافر ہے لیکن ہمارے نزدیک وہ شخص زیادہ
بڑا کافر ہے جو خود کو نہیں پہچانتا۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ
أَنْفُسَهُمْ ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَٰسِقُونَ ۝

اور تم لوگ اُن جیسے نہ ہو جاؤ جنھوں نے اللہ
کو بھلا دیا تو اللہ نے خود ان کی جان سے ان
کو فراموش کر دیا۔ یہی لوگ نافرمان ہیں۔
(الحشر: ۱۹)

اللہ کو بھول جانا اور خود کو بھول جانا لازم و ملزوم ہو گیا ہے۔

آں بہ انکار وجود آمد عجول ایں عجول وہم ظلوم وہم جہول

[ص ۹۱ع]

وَيَدْعُ الْإِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ ۝
وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا ۝

اور انسان بُرائی کی ایسی درخواست کرتا ہے
جیسی بھلائی کی درخواست اور انسان جلد باز

(بنی اسرائیل: ۱۱) ہے

(وہ چاہتا ہے کہ اُس کی دعا جلد قبول ہو حالانکہ اس کے لیے اس میں خیر نہیں ہے)۔

وَ حَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۝ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا
جَهُولًا ۝

اور وہ (امانت) انسان نے اپنے ذمہ لے
لی۔ بے شک وہ بے ترس اور نادان ہے۔
(الاحزاب: ۷۲)

شیوہ اخلاص را محکم بگیر

پاک شواذ خوفِ سلطان و امیر

[ص ۷۹۱]

فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ۗ

پس بندگی کر اللہ کی خالص کر کے اس کے

(الزمر: ۲)

واسطے بندگی۔ (اور سلطان و امیر کی پروا نہ

کرو۔)

فَلَا تَحْشَوْا النَّاسَ وَاحْشَوْنِ

پس تم نہ ڈرو لوگوں سے اور مجھ سے ڈرو۔

(المائدہ: ۴۴)

وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ

اور اللہ سے چاہیے زیادہ تجھ کو ڈرنا۔

(الاحزاب: ۳۷)

غیر اللہ سے ڈرو کوئی چیز نہیں۔ غیر اللہ کے خلاف ہر دَآز مائی سے اللہ سے تعلق بڑھتا ہے۔

یہ ایسے (متقی اور نیک) لوگ ہیں کہ لوگوں

الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدَ

نے اُن سے کہا کہ ان لوگوں نے (اہل مکہ

جَمَعُوا لَكُمْ فَاحْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ

نے) تمہارے لیے سامان جمع کیا ہے سو تم کو

إِيمَانًا ۗ وَ قَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَ نِعْمَ

ان سے اندیشہ کرنا چاہیے تو اس نے اُن کے

الْوَكِيلَ ۝

ایمان کو اور زیادہ کر دیا اور کہہ دیا کہ ہم کو اللہ

(آل عمران: ۱۷۳)

کافی ہے اور وہی کیا خوب کار ساز ہے۔

عدل در قہر و رضا از کف مدہ

قصد در فقر و غنا از کف مدہ

[ص ۷۹۱]

عدل کے لیے سورۃ المائدہ میں ہے:

اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث عدل کو ہرگز نہ

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَىٰ ۤأَلَّا

چھوڑو۔

(المائدہ: ۸)

اور چل بیچ کی چال اور نیچی کراپنی آواز۔

وَ اقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَ اغْضُضْ مِنْ

(لقمن: ۱۹)

صَوْتِكَ ۗ

فقر و غنا میں قصد (بیچ کی چال) کے لیے سورۃ بنی اسرائیل میں بیان کیا گیا ہے:

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ
 وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا
 مَّحْسُورًا ﴿بنی اسرائیل: ۲۹﴾ الزام خوردہ، تہی دست ہو کر بیٹھ رہو گے۔
 غایت، بخل اور اسراف سے اجتناب کریں اور کسی کے فقر و احتیاج پر رحم کھا کر خود کو پریشانی
 میں نہ ڈالیں۔

ع سیرِ آدمِ را مقامِ آمدِ حرام!

[ص ۷۹۲]

مسلسل کوشش اور پیہم جستجو ہی انسان کا اصل مقام ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے عمل سے کتنا بڑا
 سبق ملتا ہے۔ سورۃ الکہف میں فرمایا ہے:

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ
 مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا
 سے کہ میں باز نہ رہوں گا جب تک کہ نہ
 پہنچوں دو دریا کے ملاپ تک، یا چلتا جاؤں
 (الکہف: ۶۰)
 قرونوں (ساہا سال)۔

”سیروا فی الارض“ کی کئی آیتیں قرآن پاک میں ہیں۔

سرّ دینِ صدقِ مقال، اکلِ حلالِ خلوت و جلوت تماشائے جمال

[ص ۷۹۲]

۱- صدقِ مقال کے لیے سورۃ التوبہ میں بیان ہوا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ
 الصّٰدِقِيْنَ ﴿التوبہ: ۱۱۹﴾ بولنے والوں کے ساتھ رہو۔
 وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ
 اور بچتے رہو جھوٹی بات سے۔

(الحج: ۳۰)

۲- اکلِ حلال کے لیے سورۃ البقرہ میں تاکید فرمائی ہے:

كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ ط
 کھاؤ پاک چیزوں میں سے جو ہم نے
 (البقرہ: ۵۷) روزی دی ہے تم کو۔

۳۔ ”خلوت و جلوت تماشاے جمال“ کے لیے سورۃ الملک میں فرمایا ہے:

وَاسِرُوا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوا بِهِ اِنَّهُ عَلِيمٌ
بِذَاتِ الصُّدُورِ (الملک: ۱۳) شک وہ جانتا ہے دلوں کے بھید۔
سورۃ التغابن: آیت ۳ میں بھی یہی مضمون بیان ہوا ہے۔

دل بحق بر بندو بے وسواس زی!

در رہ دیں سخت چوں الماس زی

[ص ۹۲ع]

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهِ
صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُورٌ
بے شک اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس
کی راہ میں اس طرح مل کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ
ایک عمارت ہے جس میں سیسہ پلایا گیا ہے۔
(الصّف: ۴)

چيست جز قرآن و شمشير و فرس؟

مرد مومن را عزيز اے نکتہ رس

[ص ۹۲ع]

قرآن کے متعلق سورۃ فصلت میں ہے:
لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ
خَلْفِهِ
اس کے پاس باطل نہیں آتا، نہ اس کے
سامنے سے نہ اس کے پیچھے سے۔
(فصلت: ۴۲)
اور شمشیر و فرس کے متعلق فرمایا:

وَ اَعَدُّوا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ
رِبَاطِ الْاَنْحِيَالِ (الانفال: ۶۰)
اور تیار رکھو ان کے لیے جتنا ہو سکے قوت کی
چیزیں اور جنگی گھوڑے (جنگی ساز و سامان)۔

دیں سراپا سوختن اندر طلب

انتہائش عشق و آغاش ادب!

[ص ۹۳ع]

دین کی ابتدا ادب اور تزکیہ نفس سے ہوتی ہے اور اس کی انتہا عشق ہے۔

وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ۚ فَالْهَمَّهَا فُجُورَهَا وَ
تَقْوَاهَا ۚ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ۚ وَ قَدْ خَابَ
مَنْ دَسَّاهَا ۚ
اور جان کی (قسم) اور اس کی جس نے اس کو
درست بنایا۔ پھر اس کی بدکرداری اور پرہیز
گاری کا اُس کو القا کیا۔ یقیناً وہ مراد کو پہنچا
جس نے اُس کو پاک کر لیا اور نامراد ہوا جس
(الشمس: ۷-۱۰)

نے خاک میں ملایا۔

نفس کو پاک کرنا بامرِ خدا ہے اور جب ابتدا ایسی ہوگی تو عمل میں سرگرمی ہوگی۔ اسی سے خوشحالی اور نیک انجامی ہوگی۔

اللَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَىٰ لَهُمْ وَحَسُنَ مَا أَجَبَ اللَّهُ
جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیے اُن کے لیے خوشحالی اور نیک انجامی ہے۔

(الرعد: ۲۹)

حرفِ بد را برب آور دن خطاست کافر و مومن ہمہ خلقِ خداست!
[ص ۷۹۳]

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ
اور رُامت کہو (دشنام مت دو) اُن کو جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں۔
(الانعام: ۱۰۸)
(جھوٹے معبودوں کو بھی دشنام نہ دو۔ تو پھر جھوٹے پجاریوں کو کیوں کر دشنام دینا صحیح ہو سکتا ہے؟)

آدمیت احترامِ آدمی باخبر شو از مقامِ آدمی
[ص ۷۹۳]

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْوَجْدِ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا
اور بے شک ہم نے برتری دی آدم کی اولاد کو اور خشکی و تری میں ان کو سوار کر دیا اور عمدہ اور پاک چیزوں کی ان کو روزی دی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر ان کو فضیلت دی۔
(بنی اسرائیل: ۷۰)

اے بسا مردِ حق اندیش و بصیر می شود از کثرتِ نعمتِ ضریرا!
[ص ۷۹۳]

وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ
اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کے لیے روزی فراخ کر دیتا تو وہ دنیا میں شرارت کرنے لگتے۔
(الشوری: ۲۷)

اگلے اشعار میں موجودہ مسلمانوں کے ادبار کا ذکر ہے جیسا کہ اقبال نامہ: (اول)

ص ۲۵۰ میں مذکور ہے۔ ان اشعار میں علامہ مردخج کے اوصاف بیان کرتے ہیں:

اول اندر نارِ خود سوزد ترا باز سلطانی بیاموزد ترا
ماہمہ با سوزِ او صاحبِ دلیم ورنہ نقشِ باطلِ آب و گلیم

[ص ۹۵]

وَالَّذِينَ جَاهَلُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا
وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ
(العنكبوت: ۶۹)

اور جو لوگ ہماری راہ میں مشتقتیں برداشت کرتے ہیں ہم اُن کو اپنے راستے ضرور دکھائیں گے اور بے شک اللہ ساتھ ہے نیکی والوں کے۔

ترسم این عصرے کہ تو زادی دراں در بدن غرق است و کم داند ز جاں!

آج کے لوگ ہوا و ہوس کو خدا بنا بیٹھے ہیں۔

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ
عَلَىٰ عِلْمِهِ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَغَلَّبَ
وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشْوَةً
(الجاثیہ: ۲۳)

تو کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی ہے جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے اور اللہ نے اس کو باوجود سمجھ بوجھ کے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی ہے اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے۔

رقصِ تن در گردشِ آرد خاک را رقصِ جاں بر ہم زند افلاک را
علم و حکم از رقصِ جاں آید بدست ہم زمیں ہم آسماں آید بدست

[ص ۹۶]

جان کو عمل کے لیے آمادہ کرنے سے زمین و آسمان کی ہر چیز مسخر ہو جاتی ہے۔

وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي
الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ
لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ
(الجاثیہ: ۱۳)

اور مسخر بنایا جو کچھ آسمانوں کے اندر اور زمین کے اندر ہے سب کو اپنی طرف سے۔ بے شک ان باتوں میں ان لوگوں کے لیے دلائل ہیں جو غور کرتے رہتے ہیں۔

اسی طرح سورۃ لقمن میں بھی یہی مضمون دہرایا گیا ہے۔
یہ تمام نصح جاوید اقبال (صاحبزادہ) کے ذریعے قوم کے تمام نوجوانوں کے لیے ہیں:
سرّ دین مصطفیٰ گویم ترا! ہم بقبر اندر دعا گویم ترا!

[ص ۷۹۶]



حوالے اور حواشی

- ۱- اقبال نامہ: (اول)، ص ۲۱۵-۲۱۶۔
- ۲- طس قرآن کے حروفِ مقطعات میں سے ہیں جو مزید ہیں۔ منصور علاج کی کتاب الطواسین کا ذکر اقبال نامہ: (اول)، ص ۵۴، ۵۹ میں آتا ہے۔
- ۳- اسی سلسلے میں کہتے ہیں:
ع آئیم من جاودانی گن مرا
اقبال نامہ: (اول)، ص ۲۰۲، ۲۰۳ میں ہے:
حدودِ خودی کے تعین کا امام شریعت ہے اور شریعت کو اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا امام طریقت ہے۔ جب احکامِ الہی خودی میں اس حد تک سرایت کر جائیں کہ خودی کے پرائیویٹ امیال و عواطف باقی نہ رہیں اور صرف رضائے الہی اس کا مقصود ہو جائے تو زندگی کی اس کیفیت کو بعض اکابر صوفیائے اسلام نے فنا کہا ہے بعض نے اسی کا امام بقا رکھا ہے۔
- ۴- شاید عادل کہ بے تصدیق او
زندگی مارا چو گل را رنگ و بو
در حضورش کس نماں استوار
ور بماند ہست او کامل عیار
[جاوید نامہ: ص ۲۰۸]
- ۵- مکتوبات مجددی، دفتر اول، مکتوب ۴۳۔
- ۶- سیرۃ النبیؐ، (اعظم گڑھ ۱۹۵۲ء) ۴۲۸/۵۔
- ۷- تفصیل کے لیے اصل فارسی مکتوب دیکھیں۔ یہ صرف خلاصہ ہے۔
- ۸- حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات (دفتر اول، مکتوب ۴۲، دفتر دوم، مکتوب ۶) میں اس محسبیت اور محبوبیت پر بحث کی ہے۔
- ۹- اقبال نامہ: (اول)، ص ۱۱۔ مولانا سلیمان ندوی نے اس پر نوٹ لکھا ہے:
اسی معنی کا ایک اثر بھی تفسیروں میں مروی ہے جو اثر ابن عباس کے نام سے ہے۔ اس اثر کی تاویل و تشریح

اقبال اور قرآن

میں مولانا قاسم صاحب کا رسالہ ”تحذیر الناس فی اثر ابن عباس“ اور مولانا عبدالحی فرنگی محلی کا ایک مضمون ہے جو اس بحث میں دیکھنے کے قابل ہے۔

۱۰- نقشبندیہ حضرات شروع ہی سے دل میں اللہ کا نقش بٹھانے کی سعی کرتے ہیں۔ دوسرے سلاسل بھی ایسا کرتے ہیں لیکن بعد میں کرتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہا نے مکتوبات (۲/۳۶۳: ۳/۳۳) میں کلمہ طیبہ کی حقیقت پر بحث کی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ کے معنی ہیں کہ دل میں سوائے اللہ کے کوئی اور مطلوب نہ ہو اور نہ مقصود و معبود۔ اور محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے معنی ہیں کہ سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کی بھی پیروی نہ کی جائے۔ مکتوبات ۱۰۹/۱۱۶-۱۵۳ اور غیرہ میں یہی بحث آتی ہے۔

۱۱- اس موضوع کے لیے دیکھیں: اقبال نامہ: (اول) ص ۲۰۳-۲۱۱

۱۲- ان غداروں کے متعلق ہے:

ع بندۂ غدار را مولا کجاست؟

[ص ۳۵۷]

۱۳- اس سیر کے سلسلے میں یہ شعر بھی آتا ہے:

چشم من صد عالم شش روزہ دید تا حدِ این کائنات آمد پدید

[ص ۳۹۷]

اس عالم شش روزہ کے متعلق سورۃ ق میں ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ (ق: ۳۸) کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں۔

۱۴- ملفوظات اقبال (صفحہ ۶۸) میں ہے کہ علامہ اقبال نے بتایا کہ نظر (نگاہ) سے مراد صحبت ہے۔

۱۵- اسی کے بعد یہ شعر آتے ہیں:

صحبتش با عصر حاضر در گرفت آں ز ایراں بود و ایں ہندی نژاد
حرف دیں را از دو ”پیغمبر“ گرفت آں ز حج بیگانہ و ایں از جہاد!

[ص ۸۸۷]

محمد علی باب اور غلام احمد قادیانی نے موجودہ نسل کو گمراہ کیا ہے۔

۱۶- حرفِ پیچاچ سے مراد کتاب تشکیلی جدید الہیات اسلامیہ (انگریزی) ہے۔ علامہ اقبال نے حاشیے میں اس بات کی صراحت بھی کر دی ہے۔

۱۷- سورۃ التوبہ میں ارشاد ہوا ہے:

قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلِيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً

تمہارے اندر سختی پانا چاہیے۔

(التوبہ: ۱۲۳)



بالِ جبریل

(پہلی اشاعت: ۱۹۳۵ء)

بالِ جبریل

میری نوائے شوق سے شورِ حریمِ ذات میں
غلغلہ ہائے الاماں بت کدہ صفات میں

[ص ۲۹۷]

اللہ کو اللہ ہی کی خاطر چاہنے والا جب اس کے حریم میں پہنچتا ہے تو ایک شور اٹھتا ہے کہ کیا
ایسا بھی کوئی چاہنے والا ہے جو صفات کی وجہ سے نہیں بلکہ ذات کی وجہ سے مجھے چاہتا ہے؟ اور عالم
صفات میں بھی ایک ہلچل مچ جاتی ہے کہ صفات کی پروانہ کرتے ہوئے یہ چاہنے والا سیدھا حریم
ذات میں پہنچ رہا ہے۔ یہ ایک خاص الخاص موحد کی شان ہے۔

هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي أَحَدًا وہ اللہ ہی میرا رب ہے۔ اور میں کسی کو اپنے
(الکہف: ۳۸) رب کا شریک نہیں ٹھہراتا۔

اقبال نے جاوید نامہ، ص ۶۰۷ میں یوں بھی کہا ہے:

مرد مومن در نسا زد با صفات مصطفیٰؐ راضی نشد الا بذات!

یہ ایک شعر بھی شہرت رکھتا ہے:

موسیٰ ز ہوش رفت بیک پر تو صفات تو عین ذات می نگری در تہ سے!

گرچہ ہے میری جستجو دیر و حرم کی نقشبند
میری فغاں سے رستخیز کعبہ و سومنات میں

[ص ۲۹۷]

گو کہ انسان دیر و حرم ہی کے توسط سے اللہ پاک تک پہنچتا ہے لیکن وہ اُس کا ہو جاتا ہے تو

پھر زمان و مکان کا پابند نہیں رہتا۔

وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَنُصَّبْ وَجْهَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝
 اور مشرق و مغرب سب اللہ ہی کا ہے۔ تو تم
 جدھر منہ کرو اُدھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت
 تمہاری طرف متوجہ) ہے۔ بے شک اللہ
 (البقرہ: ۱۱۵)
 وسعت والا علم والا ہے۔

تُو نے یہ کیا غضب کیا، مجھ کو بھی فاش کر دیا
 میں ہی تو ایک راز تھا سینہ کائنات میں

[ص ۲۹۷]

انسان جیسے ضعیف البیان کو خلیفۃ اللہ کا منصب عطا فرمایا جانا ہی اللہ پاک کا سب سے عظیم
 راز ہے جو فاش کیا گیا ہے۔

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي
 اور جب تمہارے رب نے فرشتوں سے
 الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۗ قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ
 فرمایا، میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا
 يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ ۗ وَنَحْنُ
 ہوں، بولے، کیا ایسے کو (نائب) کرے گا
 نَسِجٌ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۗ قَالَ إِنِّي
 جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خون ریزیاں
 كَرِهَ لَكُمْ ۗ وَتَتَّبِعُوا مِثْقَالَ ذَرَّةٍ
 کرے گا اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری
 تَتَّبِعُوا مِثْقَالَ ذَرَّةٍ
 شیخ اور تیری پاکی بولتے ہیں۔ فرمایا، مجھے
 (البقرہ: ۳۰)
 معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔

اگر ہنگامہ ہائے شوق سے ہے لامکاں خالی
 خطا کس کی ہے یارب! لامکاں تیرا ہے یا میرا؟

[ص ۲۹۸]

لامکاں میں عشق نہیں، فرشتے ضرور عبادت کرتے ہیں لیکن درد دل صرف انسان کو بخشا گیا
 ہے۔ چنانچہ ”ہنگامہ ہائے شوق“ کے لیے انسان اس دنیا میں خلیفۃ اللہ بن کر آیا ہے۔

اُسے صبح ازل انکار کی جرأت ہوئی کیونکر؟
 مجھے معلوم کیا! وہ راز داں تیرا ہے یا میرا؟

[ص ۲۹۸]

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ ۖ وَاسْتَكْبَرُوا ۖ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ ۖ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ۝ (البقرہ: ۳۴) کے۔ کہ منکر ہوا اور غور کیا اور کافر ہو گیا۔
ایلیس کا غرور اور اس کا انکار بھی اللہ پاک کا ایک راز معلوم ہوتا ہے۔

محمدؐ بھی ترا، جبریل بھی، قرآن بھی تیرا
مگر یہ حرفِ شیریں تر جہاں تیرا ہے یا میرا؟

[ص ۲۹۸]

یہاں، ”حرفِ شیریں“ غالباً اقبال نے اپنے کلام ہی کے متعلق کہا ہے جو قرآن کی ترجمانی کرتا ہے اور جس کے متعلق رموزِ بے خودی، ص ۱۶۸ میں انھوں نے رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اس طرح ”عرضِ حال“ کیا ہے:

گر دلم آیینہ بے جوہر است	ور بحرّم غیر قرآں مضمّر است
اے فروغتِ صبحِ اعصار و دہور	چشم تو بیندہ ما فی الصدور
پردہ ناموسِ فکرم چاک گُن	این خیاباں راز خاںم پاک گُن!
تنگ گُن زحّتِ حیات اندر برم	اہلِ ملت را نگہدار از شرم
سبز کشتِ نا بسامانم مکن	بہرہ گیر از ابر نیسانم مکن
خشک گرداں بادہ در اکلور من	زہر ریز اندر منے کافور من
روزِ محشرِ خوار و رسوا گُن مرا	بے نصیب از بوسہ پا گُن مرا
گر درِ اسرارِ قرآں سفتہ ام	با مسلماناں اگر حق گفتم ام
اے کہ از احسان تو، ناکس کس است	یک دعایت مزو گفتارم بس است
عرض گُن پیشِ خدائے عزّ و جل	عشق من گردد ہم آغوشِ عمل!

سورہ بنی اسرائیل میں اس ہدایت اور بشارت کے متعلق ارشاد ہے:

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ ۖ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ

بے شک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے اور خوشی سناتا ہے ایمان

أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ۝
والوں کو جو اچھے کام کریں کہ اُن کے لیے بڑا

(بنی اسرائیل: ۹) اجر ہے۔

اسی کو کب کی تابانی سے ہے تیرا جہاں روشن
زوالِ آدمِ خاکی زیاں تیرا ہے یا میرا؟

[ص ۲۹۸]

صفحہ ۲۹۸ کی پہلی آیت یہاں کے لیے بھی کافی ہے۔

گیسوائے تاب دار کو اور بھی تاب دار کر
ہوش و خرد شکار کر، قلب و نظر شکار کر

[ص ۲۹۹]

اے اللہ! تو اپنے اندر اور بھی کشتش پیدا کر دے تاکہ لوگ تیری محبت میں اپنا ہوش و خرد اور
قلب و نظر سب کچھ کھو بیٹھیں۔ لیکن اللہ کی محبت کا دار و مدار حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری
پر ہے۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي ۖ
يُحِبِّكُمْ اللَّهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ
وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝
(اے محبوب) آپ فرمادیں کہ لوگو! اگر تم اللہ
سے محبت کرتے ہو تو میرے فرمانبردار بن
جاؤ (پھر) اللہ تم سے محبت کرے گا اور
(آل عمران: ۳۱) تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا

مہربان ہے۔

باغِ بہشت سے مجھے حکم سفر دیا تھا کیوں؟
کارِ جہاں دراز ہے، اب مرا انتظار کر!

[ص ۲۹۹]

فَارَزَلَهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا
كَانَا فِيهِ ۖ وَ قُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ
عَذْوًا ۚ وَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَ مَتَاعٌ
پس شیطان نے اس سے (جنت سے)
انہیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں
سے انہیں الگ کر دیا اور ہم نے فرمایا، نیچے

اُترو۔ آپس میں ایک تمہارا دوسرے کا دشمن
 (البقرہ: ۳۶) اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور
 برتنا ہے۔

یہ مشقِ خاک، یہ صرصر، یہ وسعتِ افلاک
 کرم ہے یا کہ ستم، تیری لذتِ ایجاد!

[ص ۳۰۰]

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ ۝
 بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا
 (البلد: ۴) پیدا کیا۔

ٹھہر سکا نہ ہوائے چمن میں خیمہ گل!
 یہی ہے فصلِ بہاری؟ یہی ہے بادِ مراد؟
 لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝
 بے شک ہم نے انسان کو اچھی صورت پر
 (التین: ۴) بنایا۔

لیکن یہ انسان جلد فنا ہو جاتا ہے۔
 كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَ نَبَلُّوْكُمْ
 ہر جان کو موت کا مزا چکھنا ہے اور تمہاری
 بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۝ وَاللَّيْنَةُ تُرْجَعُونَ ۝
 آزمائش کرتے ہیں برائی اور بھلائی سے،
 (الانبیاء: ۳۵) جانچنے کو۔ اور ہماری ہی طرف تم کو لوٹ کر
 آنا ہے۔

قصور وار، غریب لڈیار ہوں، لیکن ترا خرابہ فرشتے نہ کر سکے آباد!
 سورۃ البقرۃ کی آیات ۳۰، ۳۴، ۳۶ کا ذکر صفحات ۲۹۸، ۲۹۹ میں آچکا ہے۔
 [ص ۳۰۰]

مری جفا طلبی کو دعائیں دیتا ہے وہ دشتِ سادہ، وہ تیرا جہانِ بے بنیاد!
 سورۃ البلد: آیت ۴، اور سورۃ التین: آیت ۴ کا ابھی ذکر ہوا۔ اسی جفا طلب انسان نے اس
 دنیا کو آباد کر کے ”حسنِ تقویم“ کا مقام حاصل کیا ہے۔

خطر پسند طبیعت کو سازگار نہیں وہ گلستان کہ جہاں گھات میں نہ ہو صیادا!
[ص ۳۰۰]

سورة البلد: آیت ۴ میں ہے جو ابھی پچھلے صفحے میں مذکور ہے۔
انسان کو مشکلات کا مقابلہ کرنا اور آسانیوں سے گریز کرنا ہی زیب دیتا ہے۔

میری بساط کیا ہے؟ تب و تاب یک نفس!
شعلہ سے بے محل ہے الجھنا شرار کا

[ص ۳۰۱]

انسان ایک دم کے لیے جیتا ہے، اس لیے وہ کہاں تک مشقتوں کی مشق کرتا رہے گا؟
سورة الانبیاء کی آیت ۳۵ اُوپر گزر چکی ہے کہ:

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَ نَبَلُوْكُمْ بِالْاَشْيَاءِ وَالْاٰیَاتِ تَرْجَعُوْنَ ۝
بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةٌ ۝ وَاللّٰی نَا تُرْجَعُوْنَ ۝
آزمائش کرتے ہیں برائی اور بھلائی سے،
جانچنے کو۔ اور ہماری ہی طرف تم کو لوٹ کر
آنا ہے۔

دلوں کو مرکز مہر و وفا کر
حریم کبریا سے آشنا کر
جسے نان جوئی بخشی ہے تُو نے
اسے بازوئے حیدر بھی عطا کر

[ص ۳۰۱]

جب کامل ایمان کی دولت حاصل ہو جاتی ہے تو نانِ شعیب کھانے کے باوجود درِ خیبر کو اکھاڑ
دینے کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔

وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهِ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لَكِنَّ
الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝
اور زور اللہ کا ہے اور اُس کے رسول کا اور
ایمان والوں کا، لیکن منافق نہیں سمجھتے۔

(المنافقون: ۸)

پریشاں ہو کے میری خاک آخردل نہ بن جائے!
جو مشکل اب ہے یارب پھر وہی مشکل نہ بن جائے!

[ص ۳۰۲]

اگر میں سراپا دل بن گیا تو پھر مزید مشکلات کو دعوت دینی ہوگی، کیونکہ دل ہی تمام مشکلات کو لیک کہتا ہے اور عشق ہی مشکل پسندی کا دوسرا نام ہے۔

سورۃ ق میں جنت اُس کے لیے مقرر کی گئی ہے جو اخلاص مند، طاعت پذیر اور صحیح العقیدہ دل رکھتا ہے:

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ
جورحمن سے بے دیکھے ڈرتا ہے اور رجوع
مُنِيبًا ۝ (ق: ۳۳) کرتا ہو ادا لایا۔

بنایا عشق نے دریاے نا پیدا کراں مجھ کو
یہ میری خود نگہداری مرا ساحل نہ بن جائے!

[ص ۳۰۲]

عشق اور جوش (دلولہ) کی وجہ سے جو خود نگری کی وجہ سے ہے عمل والے کی وسعت اور صلاحیت کی کوئی حد نہیں رہتی۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي
اور تمہارے لیے مسخر کیا گیا جو کچھ آسمانوں
الْاَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيٰتٍ
میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب
لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (الجاثیہ: ۱۳)
اُس کے حکم سے، بے شک اس میں نشانیاں
ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

عروج آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہِ کامل نہ بن جائے!

[ص ۳۰۲]

انسان کی صلاحیتوں اور اس کی تسخیری قوتوں کو دیکھ کر ستارے بھی (گویا) سہمے جاتے ہیں۔
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج انسانی رفعت کا منہا ہے، کیونکہ وہ اللہ سے اتنے قریب پہنچ گئے کہ:
فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی ۝ تو اُس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا
(النجم: ۹) فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

حرم کے دل میں سوزِ آرزو پیدا نہیں ہوتا
کہ پیدائی تری اب تک حجابِ آمیز ہے ساقی!

[ص ۳۰۳]

مسلمانوں کے دلوں میں سوزِ آرزو اس لیے کم ہے کہ اللہ پاک کو انھوں نے ابھی تک پوری طرح سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ حالانکہ آسمانوں اور زمین وغیرہ کی خلقت ہی مسلمانوں کے لیے غورو فکر اور اللہ کے عرفان کا بیش بہا سرمایہ پیش کرتی ہے:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَإِخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلُوكِ الَّتِي
تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا
أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ
الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ
دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيْحِ وَالسَّحَابِ
الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ
لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿۱۶۴﴾

بے شک آسمانوں اور زمین کے بنانے میں
اور رات اور دن کے اختلاف میں اور کشتیوں
میں جو دریاؤں میں اُن چیزوں کو لے کر چلتی
ہیں جن سے لوگوں کو نفع ہوتا ہے اور اس میں
جو اللہ ابر سے اتارتا ہے اور جس سے زمین کو
زندہ کرتا ہے اس کی موت کے بعد اور اس
میں پھیلا دیتا ہے ہر طرح کے جاندار اور
ہواؤں کے پلٹانے میں اور بادل میں جو
آسمان اور زمین کے درمیان مطبوع ہیں اُن
لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو عقل
رکھتے ہیں۔

ان تمام چیزوں میں اللہ کی ”پیدائی“ اور ظہور موجود ہے۔

نہ اٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے
وہی آب و گلِ ایراں، وہی تمبریز ہے ساقی!

[ص ۳۰۳]

إِنَّ الدِّينَ أَمْنٌ وَ عَمَلُوا الصَّالِحَاتِ
سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾ (مریم: ۹۶)
بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے
عنقریب ان کے لیے رحمنِ محبت کر دے گا۔
اللہ کے پیارے بندے اپنے عملِ صالح کی وجہ سے قبولِ عام حاصل کر لیتے ہیں۔ افسوس

کہ اب ایران میں ایسے بندے نہیں رہے۔

نہیں ہے نا اُمید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی!

[ص ۳۰۳]

سورہ ابراہیم میں کلمہ گو لوگوں کے لیے ثبات اور فلاح کی بشارت ہے:

يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْآخِرَةِ (كلمةُ ایمان پر) دنیا کی زندگی میں اور

(ابراہیم: ۲۷) آخرت میں۔

ایمان کا جذبہ عود کرتا ہے اور مومن اسی سے ثبات حاصل کرتا ہے۔

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی!

[ص ۳۰۴]

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) نے اعلاء کلمتہ

الحق کے لیے جاہر حکومت کا مقابلہ کیا۔ ایسے ہی بزرگوں کے لیے سورۃ الجمعہ میں ارشاد ہے:

وَآخِرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ
الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (اور اُن (اُمیوں میں) سے اوروں کو) حضور

انور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو) پاک

(الجمعہ: ۳) کرتے ہیں اور علم عطا فرماتے ہیں جو انگوٹوں
سے نہیں ملے اور وہی عزت اور حکمت والا ہے۔

عشق کی تیغِ جگر دار اڑا لی کس نے؟

علم کے ہاتھ میں خالی ہے نیام اے ساقی!

[ص ۳۰۴]

علم بغیر عشق کے مکمل نہیں اور عشق دراصل ایمان ہی سے پیدا ہوتا ہے۔

يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ

اللہ پاک تم میں سے ایمان والوں کے اور

اَوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ط ان کے جن کو علم دیا گیا ہے، درجے بلند

(المجادلہ: ۱۱) فرمائے گا۔

علم کے ساتھ ایمان ہوگا تو عمل کے لیے عشق اور ولولہ پیدا ہوگا۔

مٹا دیا میرے ساقی نے عالم من و تو پلا کے مجھ کو مے لا الہ الا ھو
[ص ۳۰۵]

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ اُسے پاکی ہو

(التوبہ: ۳۱) اُن کے شرک سے۔

گداے میکدہ کی شان بے نیازی دیکھ
پہنچ کے چشمہ حیواں پہ توڑتا ہے سبُو

[ص ۳۰۵]

جو اللہ کا ہو جاتا ہے اُسے غیر اللہ کی پروا نہیں ہوتی۔ کیونکہ اللہ ہی سے اُسے دنیا بھی مل سکتی ہے اور آخرت بھی۔

پس آخرت اور دنیا سب کا مالک اللہ ہی ہے۔

فَلِلَّهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولَىٰ ۝

(النجم: ۲۵)

ع متاع بے بہا ہے درد و سوزِ آرزو مند

[ص ۳۰۶]

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ

هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝ اے لوگو، تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ ہی

(فاطر: ۱۵) بے نیاز ہے، سب خوبیوں والا۔

اللہ کا محتاج ہونا اور اُسی سے اپنی آرزو رکھنا بہت بڑا سرمایہ ہے۔

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی

سکھائے کس نے اسمعیل کو آدابِ فرزندِ نبی؟

[ص ۳۰۶]

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَسَّىٰ إِنِّي أَرَىٰ پھر جب وہ (اسمعیل علیہ السلام) اُس (ابراہیم

فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَدْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَى ۗ قَالَ يَا بَتِ أَفْعَلُ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ۝

علیہ السلام) کے ساتھ کام کے قابل ہو گیا، کہا، اے میرے بیٹے، میں نے خواب میں دیکھا، میں تجھے ذبح کرتا ہوں۔ اب تو دیکھ، تیری

(الصلفت: ۱۰۲) کیا رائے ہے؟ کہا، اے میرے باپ، کیجیے

جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے۔ خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔

رگ تاک منتظر ہے تری بارشِ کرم کی!

کہ عجم کے میکدوں میں نہ رہی مئےِ مغانہ!

صفحہ ۳۰۳ میں سورۃ مریم: آیت ۹۶ کی تلخیص ملاحظہ ہو۔

مرے خاک و خوں سے تُو نے یہ جہاں کیا ہے پیدا

صلۃ شہید کیا ہے؟ تب و تابِ جاودانہ!

[ص ۳۰۷]

یہ دنیا مسلمان کے جہاد اور شہادت کی وجہ سے آباد ہے۔

وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ۗ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۝

اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا حق ہے جہاد کرنے کا۔ اُس نے تمہیں پسند کیا اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔ (الحج: ۷۸)

اور شہید کو ”تب و تابِ جاودانہ“ (ابدی زندگی حاصل ہے۔)

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أحيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۝

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں، ہاں تمہیں خبر نہیں۔ (البقرہ: ۱۵۴)

بچھائی ہے جو کہیں عشق نے بساط اپنی کیا ہے اس نے فقیروں کو وارثِ پرویز

صفحہ ۳۰۴ کی آیت ۱۱: سورۃ الحجرات ملاحظہ فرمائیں۔

نہ چھین لذتِ آہِ سحر گہی مجھ سے نہ کر نگہ سے تغافل کو التفات آمیز
[ص ۳۰۸]

إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ ۖ
اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔

رات کا اٹھنا بہت بڑی سعادت اور برکت ہے۔ اس وقت اٹھنے سے سمجھ بوجھ اور غور و فکر کی
بھی بڑی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

حدیثِ بے خبراں ہے تو بازمانہ بساز! زمانہ با تو نسا زد، تو بازمانہ ستیز!
[ص ۳۰۸]

حالات کو اپنے مطابق بنانا چاہیے۔ حالات کا شکار نہیں بننا چاہیے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ
كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ
عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ
الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ
جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ
فِيهَا ۗ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ
أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۗ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ
هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

رہیں۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے (المجادلہ: ۲۲)

راضی۔ یہ اللہ کی جماعت ہے۔ سنتا ہے، اللہ
کی جماعت ہی کامیاب ہے۔

وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کر گسوں میں اُسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہ بازی!
اللہ پاک نے انسان کو بزرگی دی لیکن جب وہ اللہ کو چھوڑ دیتا ہے تو شیطان کے قبضے میں

چلا جاتا ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ
وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ
عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا
اور البتہ ہم نے آدمؑ کی اولاد کو بزرگی دی اور
ان کو سوار کر دیا اور قابو عطا کیا خشکی اور تری پر
اور ان کو روزی دی اچھی اچھی چیزوں سے
اور ان کو بڑی فضیلت دی بہتوں پر جن کو ہم
(بنی اسرائیل: ۷۰)

نے پیدا کیا ہے۔

لیکن ایسی فضیلت والا انسان جب شیطان کے قبضے میں چلا جاتا ہے تو سب فضیلت کھو
بیٹھتا ہے۔

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنسٰهُمْ ذِكْرَ
اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اِلَّا اِنَّ
حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ
ان پر شیطان غالب آ گیا تو اُس نے ان کو
اللہ کی یاد سے غافل کر دیا۔ وہ شیطان کے
گروہ ہیں۔ یاد رکھو، شیطان کی جماعت ہی
(المجادلہ: ۱۹)

نقصان اٹھانے والی ہے۔

نہیں فقر و سلطنت میں کوئی امتیاز ایسا
یہ سپہ کی تیغ بازی، وہ نگہ کی تیغ بازی!
[ص ۳۰۹]

صفحہ ۳۰۳ کی تلمیح سورہ مریم: آیت ۹۶ ملاحظہ ہو۔
اللہ کے پیاروں کی نگاہ میں وہ تاثیر ہوتی ہے کہ ایک عالم ان کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔
بادشاہ اپنی فوجی طاقت سے غالب آ جاتا ہے اور اللہ والے اپنے عملِ صالح اور خلقِ عظیم
سے تمام لوگوں پر چھاجاتے ہیں۔

کوئی کارواں سے ٹوٹا، کوئی بدگماں حرم سے
کہ امیر کارواں میں نہیں خوئے دل نوازی!
[ص ۳۰۹]

آج کل کے رہنماؤں کا یہ حال ہے کہ ان کی نفس پرستی کی وجہ سے لوگ ان سے دُور
ہو جاتے ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ”خوئے دل نوازی“ سے سب کو اپنا شیدہ بنائے
ہوئے تھے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ ۗ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظًا لَّفَنَفِضُوا مِنْ حَوْلِكَ ۗ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۗ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ۝

تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) تم اُن کے لیے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج، سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے چھٹ جاتے۔ تو تم انہیں معاف کر دو اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں اُن سے مشورہ لو اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔ بے شک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔

(آل عمران: ۱۵۹)

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام
اس زمین و آسمان کو بیکراں سمجھا تھا میں

[ص ۳۱۰]

صحیح ایمان حاصل ہو تو آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب کا سب قبضہ قدرت میں آسکتا ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ۗ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

اور تمہارے لیے مسخر کیے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اپنے حکم سے۔ بے شک اس میں نشانیاں، ہیں سوچنے والوں کے لیے۔ (الجماعہ: ۱۳)

سورہ لقمان کی آیت ۲۰ میں بھی ایسا ہی مضمون ہے۔

اک دانش نورانی، اک دانش بُرہانی ہے دانشِ برہانی، حیرت کی فراوانی

[ص ۳۱۱]

پیام مشرق، ص ۳۴۸ میں بھی ہے:

با نوریان بگو کہ زعقل بلند دست ما خاکیاں بدوش ثریا سوارہ ایم

پیام مشرق، ص ۲۷۷ میں برگساں کا پیغام یہ ہے:

ع عقلے بہم رساں کہ ادب خوردہ دل است

قلب وہی ہے جو اللہ کو پہچانے اور اس پر پورا یقین رکھ کر اس کی عطا کردہ صلاحیتوں کو

بروئے کار لائے۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرَى لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ (ق: ۳۷)
بے شک اس (قرآن) میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دل رکھتا ہے.....

اسی کو دانش نورانی بھی کہتے ہیں۔ ورنہ دانش برہانی تو صرف بحث کرنا سکھاتی ہے۔

وَالَّذِينَ يُحَاجُّونَ فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتَجِيبَ لَهُ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةً عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ عَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۝ (الشوری: ۱۶)
اور جو لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں بعد اس کے کہ مسلمان اس کی دعوت قبول کر چکے ہیں۔ ان کی دلیل محض بے ثبات ہے، اُن کے رب کے پاس اور اُن پر غضب ہے

اور ان کے لیے سخت عذاب ہے۔

اس پیکرِ خاکی میں اک شے ہے، سو وہ تیری
میرے لیے مشکل ہے اس شے کی نگہبانی!

[ص ۳۱۱]

انسان کے لیے ایمان والادل ہی سب سے زیادہ اہم ہے اور وہ اللہ کے لیے ہے۔

وَ قَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ (النحل: ۱۰۶)
اور اس کا دل ایمان کے ساتھ اطمینان حاصل کرتا ہے۔

اور اصلی نیکی بھی ایمان والادل ہے۔

وَلَكِنَّ الْإِبْرَءَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ (البقرہ: ۱۷۷)
اور ہاں اصل نیکی یہ ہے کہ ایمان لائے اللہ پر.....

تقدیر شکن قوت باقی ہے ابھی اس میں ناداں جسے کہتے ہیں تقدیر کا زندانی [ص ۳۱۱]

وَ الَّذِي قَدَّرَ فَهْدَى ۝ (الاعلیٰ: ۳)
اور جس نے ٹھہرایا (تقدیر لکھی) پھر راہ بتائی (یعنی اللہ پاک نے تقدیر بے شک بنائی ہے، لیکن راہ ہدایت بھی بتائی ہے)۔

یا رب! یہ جہانِ گذراں خوب ہے لیکن
کیوں خوار ہیں مردانِ صفا کیش و ہنرمند؟

[ص ۳۱۲]

مردانِ صفا کیش کے لیے سورۃ النساء میں فرمایا ہے:

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ ۚ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ
آخِرَت اچھی ہے تقویٰ والے کے لیے۔ (النساء: ۷۷)

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ
اور نہ دوڑا اپنی نگاہوں کو ان چیزوں کی طرف
أَرْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْسِنَهُمْ
جن سے ہم نے کافروں کے جوڑوں کو بہرہ
فِيهِ ۗ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَابْقَىٰ ۝
مند کیا ہے (یعنی دنیوی زندگی کی آرائش کی

طرف) جیتی دنیا کی تازگی، تاکہ ہم اس کے

سبب انھیں فتنہ میں ڈالیں اور تیرے رب کا
رزق سب سے اچھا اور سب سے دیر پا ہے۔

دنیا پاس ہوتے ہوئے بھی دنیا سے بے رغبتی ہی صفا کیشی ہے۔

خودی سے اس طلسم رنگ و بو کو توڑ سکتے ہیں
یہی توحید تھی جس کو نہ تو سمجھا، نہ میں سمجھا!

[ص ۳۱۳]

خودی سے مراد تعین ذات یا عرفانِ نفس ہے۔ یہ ہر چیز کی اندرونی ماہیت کا نام ہے اور اس
کی فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ آگے بڑھے اور راہِ عمل طے کرے۔ خودی دنیا کے ہر ذرے میں
موجود ہے اور کائنات میں تمام تغیرات اور حرکات اسی فطرت کے مظاہر ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسِكُمْ ۚ لَا
اے ایمان والو! تم اپنی فکر رکھو (اپنی خودی کی
يَضُرُّكُمْ مِّنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۗ إِلَى اللَّهِ
محافظة کرو) تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا۔ جو
مَرَجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ
گمراہ ہوا جبکہ تم راہ پر ہو۔ تم سب کا رجوع
تَعْمَلُونَ ۝
اللہ ہی کی طرف ہے۔ پھر وہ بتا دے گا جو تم

کرتے تھے۔ (المائدہ: ۱۰۵)

انسانی خودی جس قدر حق تعالیٰ کی خودی کے قریب آتی جائے گی اسی قدر کامیاب کہلائے گی۔ انسان کے اندر خدا کے وجود کا وجدانی شعور اور اس کے پانے کی حقیقی تڑپ اور کشش پائی جاتی ہے۔ اوپر کے شعر میں اسی خودی کو توحید کا منشا کہا گیا ہے۔ گویا ہر چیز کی اندرونی ماہیت اسی توحید کے حصول کے لیے گامزن ہے۔

نگہ پیدا کر اے غافل تجلی عینِ فطرت ہے
کہ اپنی موج سے بیگانہ رہ سکتا نہیں دریا

[ص ۳۱۴]

اللہ پاک کا جلوہ ہر چیز میں موجود ہے۔ اس لیے ہر چیز اپنی مخفی قوتوں کو بروئے کار لانے کے لیے بے قرار ہے۔ خودی کی اصل وحدت ہے جو کثرت میں ظہور کیے ہوئے ہے لیکن مقصد حیات جذب و شوق ہے، فنا نہیں ہے۔

سَتَرِيهِمْ اَيْنَا فِي الْاَفَاقِ وَ فِيْ اَنْفُسِهِمْ ابھی ہم انھیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا
حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اِنَّهُ الْحَقُّ بھر میں اور خود اُن کے اندر، یہاں تک کہ
(فصلت: ۵۳) ان پر کھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے۔

رقابت علم و عرفان میں غلط بینی ہے منبر کی
کہ وہ حلاج کی سولی کو سمجھا ہے رقیب اپنا

[ص ۳۱۵]

وہ علم، وہ فلسفہ اور وہ عقل جو صرف سوچنا سکھائے اور عمل کے لیے آمادہ نہ کرے، اقبال کے نزدیک بے کار ہے۔ البتہ وجدان اور عرفان ہی سرفروشی سکھاتا ہے۔

قَالُوا حَرِّفُوْهُ وَاَنْصُرُوْا الْاِهْتِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
فَعٰلِمِيْنَ ۝ قُلْنَا يٰنٰرُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا مدد کرو اپنے معبودوں کی، اگر کچھ کرتے ہو۔
عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ ۝ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا ہم نے کہا، اسے آگ ٹھنڈک ہو جا اور آرام
فَجَعَلْنٰهُمْ الْاٰخُسْرٰى ۝ ہو جا ابراہیم پر۔ اور وہ (کفار) چاہنے لگے اس
(الانبیاء: ۶۸-۷۰) کا بُرا۔ پھر انھی کو ہم نے خسارے میں ڈالا۔

خدا کے پاک بندوں کو حکومت میں، غلامی میں
زیرہ کوئی اگر محفوظ رکھتی ہے تو استغنا!

[ص ۳۱۵]

وَ قَالَ مُوسَىٰ اِنْ تَكْفُرُوْا اَنْتُمْ وَاَنْتُمْ فِي
الْاَرْضِ جَمِيْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝
ہیں سب کافر ہو جاؤ، تو بے شک اللہ بے
پروا، سب خوبیوں والا ہے۔ (ابراہیم: ۸)

اللہ کا نائب بھی اسی طرح بے پروا ہوتا ہے۔

استغنا یہی ہے کہ سب سے رشتہ توڑ کر صرف اللہ سے رشتہ جوڑا جائے اور صرف اُس پر
بھروسا رکھا جائے۔

وَ عَلٰى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝
اور اللہ ہی پر بھروسا کرو اگر تم مومن ہو۔

(المائدہ: ۲۳)

بہت دیکھے ہیں میں نے مشرق و مغرب کے مینانے
یہاں ساتی نہیں پیدا، وہاں بے ذوق ہے صہبا!

[ص ۳۱۵]

مشرق میں دین تو ہے لیکن دین سے محبت پیدا کرانے والے مخلص لوگ اب نہیں ہیں اور
مغرب میں جو دین ہے اس میں کوئی کشش نہیں ہے۔

سورۃ الانعام میں دین سے صحیح محبت کرنے والوں کی زندگی کا ذکر اس طرح آتا ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝
آپ فرمادیں کہ بے شک میری نماز، میری
قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ

(الانعام: ۱۶۲) کے لیے ہے جو سب جہانوں کا رب ہے۔

لبالب شیشہ تہذیب حاضر ہے مے لا سے

مگر ساتی کے ہاتھوں میں نہیں پیمانہ الا

[ص ۳۱۶]

تہذیب حاضر اللہ کی منکر ہے صرف لایہی کہتی ہے اس لیے تباہی کی طرف جا رہی ہے۔

وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً
صَنَكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَعْمَى ۝
شک اس کے لیے تنگ زندگانی ہے اور ہم
اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔
(طہ: ۱۲۳)

غلامی کیا ہے؟ ذوقِ حسن و زیبائی سے محرومی

جسے زیبا کہیں آزاد بندے ہے وہی زیبا!

سورة الاعراف میں ایسے گمراہ لوگوں کے متعلق ہے:

لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا
يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا
أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ
هُمُ الْغٰفِلُونَ ۝
وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور وہ
آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ کان جن
سے سنتے نہیں۔ وہ چوپایوں کی طرح ہیں
بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ۔ وہی غفلت میں
ہیں (یعنی صحیح راہ والے لوگ ہی سمجھ
سکتے ہیں، دیکھ سکتے ہیں اور سن سکتے ہیں)۔

(الاعراف: ۱۷۹)

وہی ہے صاحبِ امروز جس نے اپنی ہمت سے

زمانے کے سمندر سے نکالا گوہرِ فردا

[۳۱۶ص]

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ
اور چاہیے کہ ہر شخص دیکھتا رہے کہ اس نے
کل کے لیے آگے کیا بھیجا ہے؟
(الحشر: ۱۸)

رہے ہیں اور ہیں فرعون میری گھات میں اب تک

مگر کیا غم کہ میری آستیں میں ہے پدِ بیضا!

[۳۱۷ص]

وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّظَرِ ۝
اور (موسیٰ علیہ السلام نے) اپنا ہاتھ گریبان
میں ڈال کر نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے
سامنے جگمگانے لگا (فرعونیت حیرت میں پڑ گئی)۔
(الاعراف: ۱۰۸)

محبت آستانِ قیصر و کسریٰ سے بے پروا
محبت خوشن بیتی، محبت خوشن داری

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
بِشَكِّ جَوَلُوا إِيمَانًا لَّا يُعْمَلُ بِهَا
كَيْفَ عَنقَرِيْبٍ اِن كَے لِيْءِ رَحْمٰنِ مَحَبَّتِ كَر
(مريم: ۹۶) دے گا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ارشاد ہے:

بعثت لاتمم مكارم الاخلاق ○
میں مكارمِ اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث
ہوا ہوں۔

دین ہی صحیح محبت پیدا کرتا ہے جس سے سب کے حقوق ادا ہو سکتے ہیں۔

وہ دانائے سب، ختم الرسل، مولاے گل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادی سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول، وہی آخر
وہی قرآن، وہی فرقان، وہی یسین، وہی طاہا

[ص ۳۱۷]

۱ - وَعَلَى اللَّهِ قَضُؤُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَآئِزٌ ط
اور بیچ کی راہ ٹھیک اللہ تک ہے۔
(النحل: ۹)

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ○
ہم کو سیدھی راہ چلا۔
(الفاتحہ: ۵)

ٹھیک اور سیدھی راہ پر قائم کرنے والے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ○
بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں سیدھی
مُسْتَقِيمٌ ط
(یسین: ۴۳) راہ پر۔

۲ - مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ
مُحَمَّد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں
وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّنَّ ط وَكَانَ
میں کسی کے باپ نہیں، ہاں اللہ کے رسول
ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔ اور اللہ سب
اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

(الاحزاب: ۴۰) کچھ جانتا ہے۔

۳۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم کے لیے کہ وہ کل کائنات میں افضل و اعلیٰ ہیں، اللہ پاک اور اس کے فرشتے ہر وقت ان پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔ مسلمانوں پر بھی درود بھیجتے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ
بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر۔ (الاحزاب: ۵۶)

۴۔ وَالَّتَيْنِ وَالزَّيْتُونِ ۚ وَطُورِ سِينِينَ ۚ وَ هَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ ۚ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۚ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۚ
انجیر کی قسم اور زیتون اور طور سینا اور اس امان والے شہر کی (قسم)، بے شک ہم نے انسان کو بنایا خوب سے خوب اندازے پر۔ پھر پھینک دیا اس کو نیچوں سے نیچے۔ (التین: ۱-۵)

ان آیات میں اللہ پاک نے انجیر اور زیتون کو انسان کی جسمانی صحت کو برقرار رکھنے کے لیے مذکور فرمایا ہے اور اس کی روحانی صحت کے لیے کوہ سینا کی موسوی ہم کلامی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سخی زندگی کو ایک نمونہ بنا کر پیش فرمایا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی طرح اللہ پاک کو اس طرح یاد کرنا کہ گویا ہم کلامی ہو رہی ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح بڑی سے بڑی مشکل کو خوشی اور رغبت سے اور رضائے الہی سمجھ کر برداشت کرنا انسانی کمالات کے لیے سب سے بڑا اسوۂ حسنہ ہے۔ اگر ان چیزوں کو انسان اختیار کرے تو وہ احسن تقویم پر پہنچ جاتا ہے ورنہ اسفل سافلین میں دھکیل دیا جاتا ہے۔

۵۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے پیام کے پہنچانے میں سب سے زیادہ تکلیفیں اٹھائیں:

فَأَسْتَقِمُّ كَمَا أَمَرْتُ (اے حبیب) قائم رہو جیسا تمہیں حکم ہے۔ (ہود: ۱۱۲)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے:

شبیبتنی سورة هود سورہ ہود نے مجھے بوڑھا بنا دیا (یعنی سورہ

ہود میں جو حکم آیا ہے اس کی تعمیل نے مجھے

بوڑھا بنا دیا)۔

جب مکہ معظمہ کے سارے قبیلوں کے سردار جمع ہو کر ابوطالب سے شکوہ کرنے آئے کہ تمہارے بھتیجے کو اب خاموش ہو جانا چاہیے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے چچا! اگر یہ لوگ سورج کو میرے داہنے ہاتھ پر لارکھیں اور چاند کو بائیں ہاتھ پر، تب بھی میں اپنے کام سے نہ ہٹوں گا اور خدا کے حکم میں ایک حرف بھی کم و بیش نہ کروں گا۔ اس کام میں خواہ میری جان بھی جاتی رہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے دین کی تبلیغ میں جس عشق و مستی سے سرگرم رہے ہیں اس کی مثال اولین و آخرین میں کہیں نظر نہیں آتی۔

۶- حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول وحی ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۗ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ
کرتے۔ مگر وحی کی جاتی ہے (یعنی حضور کا ہر
قوله وحی کا مقام رکھتا ہے)۔ (النجم: ۳-۴)

۷- حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول (اوپر کی دلیل سے) فرقان بھی ہے (یعنی حق اور باطل کے درمیان فیصلہ ہے)۔

تَبٰرَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ
قرآن اپنے بندہ (حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو سارے جہانوں کو ڈر سنائے۔
(الفرقان: ۱)

۸- یسین حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

۹- طلہ بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اے حلقہ درویشاں وہ مرد خدا کیسا ہو جس کے گریباں میں ہنگامہ رستاخیز!
جو ذکر کی گرمی سے شعلے کی طرح روشن جو فکر کی سرعت میں بجلی سے زیادہ تیز!
[ص ۳۱۸]

اقبال ایسے درویشوں کو پسند کرتے ہیں جو لوگوں کو عمل کے لیے آمادہ کر دیں اور ان کا تزکیہ اس طرح ہو کہ لوگوں کے باطنی امراض دور ہو جائیں۔

سورہ آل عمران: آیت ۱۶۴ میں (اور اسی سے ملتی جلتی آیت الجمعہ ۲ میں) حضور انور صلی اللہ

علیہ وسلم کی چار خصوصیات اس طرح بیان فرمائی ہیں:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ (آل عمران: ۱۶۴)

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ اُن پر انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو اُن پر اُس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے۔ اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

قرآن سناتا ہے جو انہوں نے پہلے کبھی نہ سنا تھا، کفر و ضلالت اور ملامتِ رذیلہ سے پاک کرتا ہے اور نفس کی قوتِ عملیہ و علمیہ دونوں کی تکمیل فرماتا ہے۔

جو لوگ اپنے کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین کہلاتے ہیں ان کا عمل بھی یہی ہونا چاہیے ورنہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔

کرتی ہے ملکیت آثار جنوں پیدا اللہ کے نشتر ہیں تیور ہو یا چنگیز
[ص ۳۱۸]

سورۃ النمل میں ملکہ سبکی زبانی فرمایا گیا ہے:

قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً دَخَلُوهَا وَ جَعَلُوهَا عِزَّةً أَهْلِهَا أَذِلَّةً وَ كَذَلِكَ يَفْعَلُونَ ۝

بولی، بے شک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ کر دیتے ہیں اور اس کے عزت والوں کو ذلیل۔ اور ایسا

(النمل: ۳۴) ہی کرتے ہیں۔

ستارہ کیا مری تقدیر کی خبر دے گا

وہ خود فرانجی افلاک میں ہے خواروزبوں

[ص ۳۱۹]

جو خود حکومت ہو وہ مجھ پر کیا اثر انداز ہوگا اور میری تقدیر کو وہ کیا بنائے گا یا کاڑھے گا؟

وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٍ لِّهِ
کے دے ہوئے ہیں اور یاد رکھو کہ اسی کے

(الاعراف: ۵۴) ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا۔

حیات کیا ہے؟ خیال و نظر کی مجذوبی!
خودی کی موت ہے اندیشہ ہائے گونا گوں!

[ص ۳۱۹]

جب انسان مختلف وہم و گمان کا شکار ہو جاتا ہے تو وہ پھر کچھ نہیں کر سکتا۔ گویا اس کی خودی مرجاتی ہے لیکن جب خیال اور نظر کو وہ یقین کے تابع کر لیتا ہے تو پھر وہ صحیح زندگی حاصل کر سکتا ہے۔

سورۃ الجاثیہ میں منکرین کے متعلق فرمایا ہے کہ:

وَمَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا
يُظُنُّونَ ○ (الجاثیہ: ۲۴) گمان دوڑاتے ہیں (یعنی علم اور یقین والے

لوگ ظن و گمان میں نہیں پڑے رہتے)۔

سورۃ الانعام: آیات ۱۱۶، ۱۳۸، سورۃ یونس: آیت ۶۶ وغیرہ میں بھی ایسے اٹکل لگانے والے اور ظن و گمان میں پڑنے والے لوگوں کا ذکر ہے جو یقین سے محروم ہیں اور جب یقین سے محروم ہیں تو پھر گویا اپنے نظریات کو کسی ایک مرکز خیال پر قائم نہیں کر سکتے۔

ضمیر پاک و نگاہ بلند و مستی شوق نہ مال و دولتِ قارون نہ فکرِ افلاطون!

[ص ۳۱۹]

ایک مردِ مومن نہ دولت کی ہوس رکھتا ہے اور نہ افلاطون جیسی کھوکھلی عقل رکھتا ہے بلکہ وہ اللہ پر یقین رکھ کر پاک ضمیر، بلند نگاہ اور جذب و مستی حاصل کرتا ہے۔

۱- پاک ضمیر کے لیے ارشاد ہے:

فَدَأْفَلِحْ مَنْ زَكَّهَا ۗ

(الشمس: ۱۹) سُبْحْرَ اکیا۔

۲- بلند نگاہ کے لیے ارشاد آتا ہے:

أَفَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ
بَنَيْنَاهَا وَ زَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوجٍ ○
تو کیا انھوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہ دیکھا؟
ہم نے اسے کیسا بنایا اور سنوارا اور اس میں

وَ الْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَالْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ
وَ أَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۝
تَبَصَّرَةٌ وَ ذُكْرَى لِكُلِّ عَبْدٍ مُنِيبٍ ۝
اور اس میں لنگر ڈالے اور اس میں ہر جا
بارونق جوڑا اُگایا۔ سوچھ اور سمجھ ہر رجوع
والے بندے کے لیے (یہ سب اس لیے
ہے کہ بینائی اور بصیرت حاصل ہو)۔

(ق: ۶-۸)

۳- مستی شوق کے لیے ارشاد ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَ
رَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ
وَ أَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ أُولَئِكَ هُمُ
الضَّادِقُونَ (الحجرات: ۱۵) وہی سچے ہیں۔

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں!

[ص ۳۱۹]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج انسانی رفعت اور فضیلت کے منتہا کی سب سے بڑی دلیل ہے۔
فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى ۝
پس اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا
فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم (قرب اپنے
(النجم: ۹) کمال کو پہنچا اور نزدیکی اپنی غایت کو پہنچی)۔

علاج آتشِ رومی کے سوز میں ہے ترا تری خرد پہ ہے غالب فرنگیوں کا فسوس!

[ص ۳۲۰]

فرنگیوں نے احساسِ کمتری پیدا کر کے بے عمل بنا دیا ہے۔ رومی (ان کے برعکس) سخت کوشی
اور عشق کی تعلیم دیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

عج کوششِ بے ہودہ بہ از خفتگی

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ ۝
بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا

(البلد: ۴) پیدا کیا۔

عالم آب و خاک و باد! سرّ عیاں ہے تُو کہ میں؟
وہ جو نظر سے ہے نہاں اس کا جہاں ہے تُو کہ میں؟

[ص ۳۲۰]

خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ تَعَالَى
عَمَّا يُشْرِكُونَ (النحل: ۳) اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا بجا (بجا) طور
پر۔ وہ ان کے شرک سے برتر ہے۔
وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي
الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ
لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (الجاثية: ۱۳) اور مسخّر کیے تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں
اور زمین میں ہیں سب اپنے حکم سے۔ بے
شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے
لیے۔

تُو ابھی رہ گزر میں ہے، قیدِ مقام سے گذر!
مصر و حجاز سے گذر، پارس و شام سے گذر!

[ص ۳۲۱]

مسلمان کسی مقام کا بن کر نہیں رہ جاتا۔ اس کے یہاں مقام کا پیوند کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔
اس کے لیے ارشاد ہے:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰ
بِاللَّهِ كَيْفَ تَعْبُدُونَ (الحجرات: ۱۳) بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت
والا وہ ہے جو زیادہ تقویٰ رکھتا ہے۔

سورۃ الانعام: آیت ۹۸ میں بھی اس طرح کا بیان ملتا ہے:

جس کا عمل ہے بے غرض اس کی جزا کچھ اور ہے
حور و خیام سے گذر، بادہ و جام سے گذر!

[ص ۳۲۱]

اللہ کے نیک بندے جنت کے لالچ میں اللہ کی عبادت نہیں کرتے بلکہ محض اللہ کی رضا کے
لیے اس کی عبادت کرتے ہیں۔

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَ نُسُكِي وَمَحْيَايَ وَ آدَابِي فَرَمَادِينَ كَه بے شك میری نماز اور
مَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝
میرى قربانیاں اور میرا جینا اور میرا امر ناسب
(الانعام: ۶۲) اللہ کے لیے ہے جو رب ہے سارے
جہانوں کا۔

گرچہ ہے دلگشا بہت حسن فرنگ کی بہار
طازکِ بلند بالِ دانہ و دام سے گذر!

[ص ۳۲۱]

وَزَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ
السَّبِيلِ
اور شیطان نے ان کے اعمال ان کی نگاہ میں
بھلے کر دکھائے اور انھیں صحیح راہ سے
(العنکبوت: ۳۸) روک دیا۔

اسی طرح کا مضمون سورۃ الانفال: آیت ۲۸ اور سورۃ النمل: آیت ۲۴ میں بھی آتا ہے۔
”حسن فرنگ“ میں شراب، جوا، بُت پرستی، شگون لینا وغیرہ خاص ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ
وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ
الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝
اے ایمان والو، بے شك شراب اور جوا اور
بُت (باعتدات کے لیے نصب کی ہوئی چیزیں)
اور فال، شیطان کے عمل کی ناپاکی ہے۔
(المائدہ: ۹۰) پس تم اس (ناپاکی) سے بچو تاکہ فلاح پاؤ۔

کوہ شگاف تیری ضرب، تجھ سے کشادِ شرق و غرب
تغیٰ حلال کی طرح عیشِ نیام سے گذر!

[ص ۳۲۱]

وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِبْ
بِعَصَاكَ الْحَجَرَ ۝ (البقرہ: ۶۰) تو ہم نے فرمایا اس پتھر پر اپنا عصا مارو۔
موسیٰ علیہ السلام کے طریقے پر ہم کو بھی بالواسطہ مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا سکھایا گیا
ہے۔ صفحہ ۳۲۰ کی سورۃ النحل: آیت ۳ اور سورۃ الجاثیہ: آیت ۳ بھی دیکھیں۔

نگاہ گرم کہ شیروں کے جس سے ہوش اُڑ جائیں
نہ آہ سرد کہ ہے گوسفندی و میشی!

[ص ۳۲۲]

سخت کوشی اور مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہی کامیابی کا پیش خیمہ ہے۔ کمزوری اور حسرت و
یاس ایک مسلمان کا شیوہ نہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کا طریقہ اس سے پہلے والے شعر کے ذیل میں آچکا ہے۔ پھر ان کا طریقہ
سخت کوشی سورۃ الکہف میں ہمارے لیے ایک نمونہ ہے:

لَا أَبْرُحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ
أَمْضِيَ حُقُبًا ۝
میں باز نہ رہوں گا جب تک کہ وہاں نہ
پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرونوں چلا
(الکہف: ۶۰) جاؤں (ساہا سال چلتا جاؤں)۔

طیبِ عشق نے دیکھا مجھے تو فرمایا
تڑا مرض ہے فقط آرزو کی بے نشی!

[ص ۳۲۲]

ہم کوئی جوش اور امنگ ہی نہیں رکھتے۔ یہی سب سے بڑا مرض ہے، حالانکہ ہمارے لیے
سورۃ البقرہ میں ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ
جَمِيعًا
وہی ہے جس نے تمہارے لیے جو کچھ زمین
میں ہے پیدا کیا ہے سب کا سب۔
(البقرہ: ۲۹)

وہ شے کچھ اور ہے کہتے ہیں جانِ پاک جسے
یہ رنگ و نم، یہ لہو، آب و نال کی ہے بیشی!

[ص ۳۲۲]

روٹی اور پانی سے جو پتلا بنا ہے وہ انسان کا نہیں جب تک کہ اس میں آرزو اور امنگ نہ ہو۔
اس کے لیے گذشتہ آیت دیکھیے۔

اپنے من میں ڈوب کر پاجا سراغِ زندگی
تُو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن

[ص ۳۲۳]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ إِلَى اللَّهِ هِيَ تَحْمِلُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

اے ایمان والو، تم پر فرض ہے خودی کی محافظت۔ اگر تم ہدایت پر ہو تو وہ شخص جو گمراہ ہے تمہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ تم سبھوں کو اللہ ہی کے پاس جانا ہے اور وہ تمہیں تمہارے اعمال پر مطلع کر دے گا۔ (المائدہ: ۱۰۵)

من کی دنیا؟ من کی دنیا سوز و مستی، جذب و شوق
تن کی دنیا؟ تن کی دنیا سُد و سودا مکر و فن

[ص ۳۲۳]

وَ قَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ

اور اس (مومن) کا دل ایمان کے ساتھ ہی اطمینان حاصل کرتا ہے۔ (النحل: ۱۰۶)

جوش اور ولولہ (عمل کے لیے جذبہ) دل ہی میں پیدا ہوتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ۗ

بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت نہ بدلے۔ (الرعد: ۱۱)

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تُو جھکا جب غیر کے آگے نہ من تیرا نہ تن!

[ص ۳۲۳]

جب غیر اللہ کے آگے انسان (جو موجود ملائک ہے) جھک جاتا ہے تو من کے ساتھ وہ اپنا تن بھی بیچ دیتا ہے۔ یہ من اور تن دونوں کی توہین ہے۔

وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخَطَفَهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوَىٰ بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ ۝

اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرے وہ گویا گرا آسمان سے کہ پرندے اسے اُچک لے جاتے ہیں یا ہوا اسے کسی دور جگہ پھینکتی ہے۔

(الحج: ۳۱)

مسلمانوں کے لہو میں ہے سلیقہ دل نوازی کا
مرآتِ حسنِ عالمگیر ہے مردانِ غازی کا

[ص ۳۲۳]

..... فَأَلْفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاصْبِحْتُمْ
بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا
پس اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال
دی تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی
(آل عمران: ۱۰۳) ہو گئے۔

رُحَمَاءَ بَيْنَهُمْ
آپس میں ایک دوسرے سے محبت اور مہربانی
(الفتح: ۲۹) کرنے والے۔

شکایت ہے مجھے یا رب! خداوندانِ مکتب سے
سبق شاہیں بچوں کو دے رہے ہیں خاک بازی کا

[ص ۳۲۴]

اربابِ تعلیم نے مسلمانوں کو پیٹ کے لیے تعلیم حاصل کرنے کا سبق دیا ہے حالانکہ مسلمان
صرف ایسی تعلیم کے لیے پیدا نہیں کیا گیا تھا۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ
اور اللہ نے آدمؑ کو تمام (اشیا) کے نام
سکھائے (یعنی اشیا کے حقائق کی تعلیم دی)۔
(البقرہ: ۳۱)

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ
اور بے شک ہم نے اولادِ آدمؑ کو بزرگی دی۔

(بنی اسرائیل: ۷۰)

اس بزرگی اور فضیلت (خلیفۃ اللہ) کی حیثیت سے اس کے عمل ہونے چاہئیں۔

قلندرِ جزدو حرفِ لا اللہ کچھ بھی نہیں رکھتا
فقیہ شہرِ قاروں ہے لغتِ ہائے حجازی کا

[ص ۳۲۴]

ہمارے وہ علماء جو صرف علم کی نمائش کرتے ہیں، وہ ایسے قلندر کے سامنے کوئی حیثیت نہیں
رکھتے جو غیر اللہ کو خاطر میں بھی نہیں لاتا۔

أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ

کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟

(الزمر: ۳۶)

حدیثِ بادہ و مینا و جام آتی نہیں مجھ کو
نہ کر خارا شگافوں سے تقاضا شیشہ سازی کا

[ص ۳۲۴]

مسلمان مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ

بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا

(البلد: ۴) پیدا کیا۔

عشق سے پیدا نواے زندگی میں زیر و بم
عشق سے مٹی کی تصویروں میں سوز دمدم

[ص ۳۲۴]

وَمَنْ يُعْظَمِ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ

اور جو شخص شعائرِ الہی کا احترام کرتا ہے اس کا طریق عمل قلب کے تقویٰ کا نتیجہ ہے۔ (الحج: ۳۲)

تقویٰ دراصل ضمیر کے اس احساس کا نام ہے جس کی بنا پر ہر کام میں خدا کے حکم کے مطابق عمل کرنے کی شدید رغبت اور اس کی مخالفت سے شدید نفرت پیدا ہوتی ہے۔ گویا تقویٰ جو اقبال کی زبان میں عشق ہے ایک ایجابی صفت ہے جو پہلے دل سے تعلق رکھتی ہے پھر تمام جوارح سے اور اسی سے بیداری پیدا ہوتی ہے جو انسان کو عملِ پیہم کے لیے آمادہ کرتی ہے۔

اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاج ملوک
اور پہچانے تو ہیں تیرے گدا دارا و جم!

[ص ۳۲۵]

صفحہ ۳۲۳ میں سورۃ الحج کی آیت ۳۱ ملاحظہ فرمائیں۔

دل کی آزادی شہنشاہی، شکم سامانِ موت
فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم؟

[ص ۳۲۵]

پیٹ کی خاطر دوسروں کی غلامی اختیار کرنا کس قدر مذموم ہے۔ دل کی آزادی چاہیے۔
أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ۝ سن لو، اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

(الرعد: ۲۸)

یہی دل کا اطمینان اور چین، دل کی آزادی ہے۔

دل سوز سے خالی ہے، نگہ پاک نہیں ہے
پھر اس میں عجب کیا کہ تو بے باک نہیں ہے!

[ص ۳۲۵]

جو شخص ایسا دل نہیں رکھتا وہ نڈر نہیں ہو سکتا۔ بے خوف دل اس کا ہوتا ہے جو غیر اللہ کو خاطر
میں نہیں لاتا۔

الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ ۝ وہ جو اللہ کا پیام پہنچاتے اور اس سے ڈرتے
وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ ۝ اور اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں کرتے۔

(الاحزاب: ۳۹)

ہے ذوقِ تجلّی بھی اسی خاک میں پنہاں
غافل! تو زرا صاحبِ ادراک نہیں ہے!

[ص ۳۲۵]

انسان محض عقل نہیں رکھتا بلکہ اللہ سے ہم کلام اور اس کے دیدار سے بھی مشرف ہو سکتا ہے۔
صفحہ ۳۱ میں سورۃ التین کی تفسیر دیکھیں۔

وہ آنکھ کہ ہے سُرْمۃِ افرنگ سے روشن پُر کاروشن ساز ہے! نم ناک نہیں ہے!

[ص ۳۲۵]

صفحہ ۳۲۰ میں سورۃ العنکبوت آیت ۲۸ دیکھیں۔

مومن نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں ہے!
[ص ۳۲۶]

عالم ہے فقط مومنِ جانباہ کی میراث

ایک حدیث آتی ہے کہ:

لولاک لما خلقت الافلاک

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم، آگر آپ نہ
ہوتے تو میں آسمان بھی پیدا نہ کرتا۔

انَّ الْأَرْضَ بِرِثْهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ۝
(الانبیاء: ۱۰۵) گے۔

اور ہم نے تمہارے ہاتھ لگائے ان
(کافروں) کی زمین اور ان کے مکان اور
ان کے مال اور وہ زمین جس پر تم نے ابھی
شَيْءٌ قَدِيرًا ۝

قدم نہیں رکھا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔
(الاحزاب: ۲۷)

وَعَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ
كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ
(النور: ۵۵) کودی۔

[ص ۳۲۶]

ہزار خوف ہو، لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

قول و فعل میں یکسانیت ایک مسلمان کا شیوہ ہے:

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا
تَفْعَلُونَ ۝
(الصف: ۳) جو نہ کرو۔

علاجِ ضعفِ یقین ان سے ہونہیں سکتا
غریب اگرچہ ہیں رازی کے نکتہ ہائے دقیق
[ص ۳۲۶]

امام رازی کی متکلمانہ شان کے سبھی معترف ہیں لیکن یقین کی پختگی ہی انسان کو صحیح منزل تک پہنچا سکتی ہے۔

فَأَمَّا مَنْ تَابَ وَ آمَنَ وَ عَمَلَ صَالِحًا پس وہ جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا
فَعَسَىٰ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ ۝ کام کیا، قریب ہے کہ وہ فلاح یاب لوگوں
(القصص: ۶۷) میں سے ہو۔

یہی ایمانِ کامل اور یقینِ کامل تمام فلاح اور کامیابی کا ذریعہ ہے۔

اگر ہو عشق، تو ہے کفر بھی مسلمانی نہ ہو، تو مردِ مسلمان بھی کافر و زندیق
[ص ۳۲۷]
سورۃ الحج کی آیت ۳۲ سے عشق کی تشریح کی گئی ہے۔ اگر ”تقوی القلوب“ ہی نہ ہو تو نام کی
مسلمانی بے کار ہو۔

کافر ہے مسلمان، تو نہ شاہی نہ فقیری
مومن ہے تو کرتا ہے فقیری میں بھی شاہی!

[ص ۳۲۷]

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا گنوار بولے، ہم ایمان لائے۔ آپ فرما
وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ دیں، تم ایمان تو نہیں لائے۔ ہاں یوں کہو کہ
فِي قُلُوبِكُمْ ۗ وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا ہم مطیع ہوئے۔ اور ابھی ایمان تمہارے
يَلْبِسْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ دلوں میں کہاں داخل ہوا؟ اور اگر تم اللہ اور
رَحِيمٌ ۝ (الحجرات: ۱۴) اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو گے تو
تمہارے کسی عمل کا تمہیں نقصان نہ دے گا۔

بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

مومن ہو تو اس کا عمل صحیح ہوگا اور اس میں شانِ استغنا پیدا ہوگی۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی!
إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَ

رَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَ جَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ

رسول پر ایمان لائے۔ پھر شک نہ کیا اور اپنی جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ وہی سچے ہیں۔

(الحجرات: ۱۵)

ایمان والوں کا ایمان ہی کافروں کو مرعوب کر دیتا ہے۔ اسلحہ تو علیحدہ چیز ہے۔

سَلَفِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ كَوْنِي دَم جاتا ہے کہ ہم کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے کہ انھوں نے اللہ کا شریک ٹھہرایا جس پر اس نے کوئی سمجھ نہ اتاری اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا برا

(آل عمران: ۱۵۱)

ٹھکانا ظالموں کا ہے۔

یعنی مشرک بننے سے بزدلی پیدا ہو جاتی ہے اور یہ بزدلی شمشیر رکھنے سے ختم نہیں ہوتی بلکہ ایمان حاصل کرنے سے ختم ہوتی ہے۔

یہ حوریانِ فرنگی، دل و نظر کا حجاب بہشتِ مغربیاں، جلوہ ہائے پا برکاب! صفحہ ۳۲۱ کی آیات (العنکبوت: ۳۸؛ النمل: ۲۴؛ المائدہ: ۹) دیکھیں۔

وہ سجدہ، روحِ زمیں جس سے کانپ جاتی تھی اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب!

[ص ۳۲۸]

وَأَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ (نہ جاندار کو نہ بے جان کو، نہ اس کی ربوبیت میں اور نہ اس کی عبادت میں)۔

(النساء: ۳۶)

دراصل ایسا سجدہ کرنے والے ہی نہ رہے ورنہ ان کے سامنے غیر اللہ طاقتیں کانپ جاتیں۔ یہ سجدہ ایک چیلنج ہے تمام غیر اللہ کو اور ایک اعلان ہے بندے کا کہ وہ اب صرف اللہ کے آگے جھکے گا اور غیر اللہ کی نفی کرے گا۔

دلِ بیدار فاروقی، دلِ بیدار کزاری!
مسِ آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری

[ص ۳۲۹]

”تقوی القلوب“ کا ذکر آچکا ہے۔ سورہ ق میں بھی قلب سے متعلق ارشاد ہے:

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرًا لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ
أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ
بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جو
دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ رہے۔

(ق: ۳۷)

دل سے سمجھنے والا اور غور سے سننے والا ہی صحیح معنوں میں بیدار ہے اور اسی بیداری سے وہ
بڑے بڑے کارنامے انجام دے سکتا ہے۔

خداوند! یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے، سلطانی بھی عیاری!

[ص ۳۲۹]

خلوص اور ایثار کا فقدان ہے اور ہر جگہ عیاری ہی عیاری ہے۔

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَ أَصْلَحُوا وَ اعْتَصَمُوا
بِاللَّهِ وَ أَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُولَئِكَ
مَعَ الْمُؤْمِنِينَ وَ سَوْفَ يُؤْتِ اللَّهُ
الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا
مگر وہ جنہوں نے توبہ کی اور سنورے اور اللہ
کی رسی مضبوط تھامی اور اپنا دین خالص اللہ
کے لیے کر لیا تو یہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں
اور عنقریب اللہ مسلمانوں کو اجرِ عظیم دے گا۔

(النساء: ۱۴۶)

یہ تمام باتیں اخلاص ہی کا نتیجہ ہو سکتی ہیں۔ ورنہ ریا اور منافقت ہے جس کا ذکر اسی سورہ میں
مذکورہ آیت سے پہلے ہی آیا ہے۔

مجھے تہذیبِ حاضر نے عطا کی ہے وہ آزادی
کہ ظاہر میں تو آزادی ہے، باطن میں گرفتاری

[ص ۳۳۰]

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسَلَهُمْ ذِكْرًا
شیطان نے اُن پر قابو پالیا ہے۔ پس اس

اللہؑ (المجادلہ: ۱۹) نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔
اسی لیے گرفتاری بھی آزادی معلوم ہوتی ہے۔

خودی کی شوخی و تندی میں کبر و ناز نہیں
جو ناز ہو بھی تو بے لذتِ نیاز نہیں

[ص ۳۳۰]

خودی کے معنی (اقبال کے یہاں) تکبر نہیں بلکہ خود شناسی ہیں۔ جب انسان اپنے نفس کو پہچان لیتا ہے اور خلیفۃ اللہ ہونے کا احساس اپنے دل میں کرنے لگتا ہے تو عظیم کارنامے انجام دیتا ہے۔ پھر اللہ سے نیاز مندانه ناز بھی کرنے لگتا ہے جیسا کہ اقبال نے جگہ جگہ کیا ہے مثلاً:

سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم
بخیلی ہے یہ رزاقی نہیں ہے

[ص ۲۹۸]

ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ أُنْ كَعْدَ تَحْمِيں زَمِيْنِ مِيں
بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ۝
(اپنا) جانشین بنایا کہ دیکھیں، تم کیسے کام کرتے ہو۔ (یونس: ۱۴)

وَ فِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُؤَقِنِينَ ۝ وَ فِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصَرُونَ ۝
اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے اور خود تم میں۔ تو کیا تمہیں سوچتا نہیں؟

(الذاریت: ۲۰-۲۱)

نگاہِ عشق دلِ زندہ کی تلاش میں ہے شکارِ مردہ سزا وارِ شاہ باز نہیں

[ص ۳۳۰]

شہبازؒ (شاہین) کبھی مردار نہیں کھاتا۔ اسی طرح بیدار دل والا مسلمان کبھی گھٹیا چیزوں پر نظر نہیں کرتا اور بیدار دل کا تعلق عشق سے ہے جو زور اور مستی پیدا کرتا ہے۔

میر سپاہ نا سزا، لشکریاں شکستہ صف
آہ! وہ تیرِ نیم کش، جس کا نہ ہو کوئی ہدف

[ص ۳۳۱]

آج کل کے لیڈروں میں وہ صلاحیت نہیں ہے جو قوم کو متحد کر کے باطل کے سامنے کھڑا کر دے۔ حالانکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جماعت کو یک جان و دو قالب کر کے کفر و باطل کے خلاف بنیانِ مرصوص بنا دیا تھا۔

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ
عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں
اور اُن کے ساتھ والے سخت ہیں کافروں پر
(الفتح: ۲۹) اور نرم ہیں آپس میں۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ
صَفًّا كَانَهُمْ بَنِيَانٍ مَرصُوضٍ
بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انھیں جو اس کی
راہ میں لڑتے ہیں پراباندھ کر، گویا وہ عمارت
(الصّف: ۴) ہے رانگا پلائی۔

کھول کے کیا بیاں کروں سرّ مقامِ مرگ و عشق

عشق ہے مرگِ با شرف، مرگ، حیاتِ بے شرف!

[ص ۳۳۱]

اللہ کی محبت میں قتل ہونا ابدی زندگی ہے۔ عشق اور تقویٰ القلوب ہی تن من دھن کی بازی لگانے پر آمادہ کرتا ہے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ
اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انھیں
مردہ نہ کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں، ہاں تمہیں خبر
(البقرہ: ۱۵۴) نہیں۔

صحبتِ پیر روم سے مجھ پہ ہوا یہ راز فاش
لاکھ حکیم سرِ جبیب، ایک کلیم سر بہ کف!
[ص ۳۳۱]

مولانا نے روم کے کلام کے مطالعے سے معلوم ہوا کہ لاکھوں فلاسفر جو صرف سوچنا سکھاتے ہیں، بیچ ہیں ایک سرفروش اور با عمل کلیم کے مقابلے میں، جو عمل اور عشق سکھاتا ہے۔
وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَ
أَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ
اور ایسے لوگوں کی پیروی (ان کی خواہش کی
پیروی) نہ کرو جو پہلے گمراہ ہو چکے اور بہتوں
کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے بہک گئے۔
(المائدہ: ۷۷)

ایسے ہی لوگوں کے لیے سورۃ الحج کی آیت ۴۶ میں ارشاد ہے کہ یہ لوگ دل رکھتے ہیں لیکن سمجھنے کی صلاحیت نہیں۔

مثلِ کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی
اب بھی درختِ طُور سے آتی ہے بانگِ لَا تَخَفْ

[ص ۳۳۲]

قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَىٰ ۝ ہم نے کہا (اے موسیٰ) مت ڈرو۔ بے
(طلہ: ۶۸) شک تم ہی غالب ہو۔
موسیٰ علیہ السلام کو اس طرح کی تسلی کا ذکر سورۃ طہ: آیت ۲۱؛ سورۃ النمل: آیت ۱۰؛ سورۃ
القصص: آیت ۳۱ میں بھی ہے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کی شان بھی یہی تھی کہ وہ ڈٹ کر اپنے کام میں
لگ جاتے تھے۔

وَ إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ ۝ اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا،
مَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْصِيَ حُقُبًا ۝ میں باز نہ رہوں گا جب تک میں وہاں نہ
(الکہف: ۶۰) پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرونوں
(سا لہا سال) چلتا جاؤں۔

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

[ص ۳۳۲]

ملوکیت ہو یا جمہوریت ہو، عدل کی ضرورت ہے جو دین کے لوازم میں سے ہے۔
إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝
بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی کا
اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے
بے حیائی اور بُری بات اور سرکشی سے۔
تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔
(النحل: ۹۰)

دین اور اسلام کی حکومت کی غرض و غایت سورۃ الحج میں بیان فرمائی ہے:

الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا (وہ مسلمان ہیں) جن کو اگر ہم زمین میں

اقبال اور قرآن

الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَآمُرُوا
بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَاللَّهُ
عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ۝
(الحج: ۴۱) کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

نخچرِ محبت کا قصہ نہیں طولانی لطفِ خلشِ پیکار، آسودگیِ فتراک!
[ص ۳۳۳]

عشق والوں کی پہچان یہی ہے کہ وہ ہر مشکل میں راحت حاصل کرتے ہیں۔
لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ ۝
بے شک ہم نے آدمی کو مشقت میں رہتا پیدا
(البلد: ۴) کیا۔

اسی لیے مشقت اٹھانا اس کی فطرت کا تقاضا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ ہو تو پھر اس کی زندگی بے کار ہے۔

اے رہرو فرزانہ! بے جذبِ مسلمانی نے راہِ عمل پیدا، نے شاخِ یقین نمناک!
[ص ۳۳۳]

ایمان کے ساتھ عمل اور یقین کامل دونوں ضروری ہیں۔ پھر انسان اشرف المخلوقات بن سکتا ہے۔
قَدْ بَيَّنَّا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ۝
بے شک ہم نے نشانیاں کھول دیں یقین
(البقرہ: ۱۱۸) والوں کے لیے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝
بے شک جو ایمان لائے اور عمل صالح کیے
وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔
(البینہ: ۷)

کمالِ ترک نہیں آب و گل سے مجھوری! کمالِ ترک ہے تسخیرِ خاکی و نوری!
[ص ۳۳۴]

گوشہ نشینی اور ترکِ دنیا کے معنی یہ نہیں کہ دنیا کی چیزوں سے خود کو محروم کر لیا جائے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ تمام کائنات کو مسخر کر لیا جائے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّمَن يَّرْتَدُّ عَلَىٰ أَعْقَابِهِ ۝ (الجاثية: ۱۳) میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

نہ فقر کے لیے موزوں، نہ سلطنت کے لیے
وہ قوم جس نے گنویا متاعِ تیموری

[ص ۳۳۴]

خاندانِ مغلیہ جب بے عمل ہو گیا تو نہ وہ فقر کے لیے موزوں رہا اور نہ سلطنت کے لیے۔
وَالْعَصْرِ ۝ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝ إِلَّا
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بے شک انسان ضرور گھٹا ہے مگر وہ
جوا ایمان لائے اور عملِ صالح کیے اور ایک
دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو
(العصر: ۱-۳) صبر کی وصیت کی۔

بغیر ایمان اور عملِ صالح نیز حق اور صبر کے، انسان خسارے میں ہے۔

وہ ملتفت ہوں تو کج نفس بھی آزادی! نہ ہوں تو صحنِ چمن بھی مقامِ مجبوری!
[ص ۳۳۴]

فَنَدَّرُ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَ نَا فِي طُعْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝ (يونس: ۱۱) ملاقات کی، اپنی شرارت میں بہکتے۔
جن کو اللہ سے امید نہیں ان کے لیے ہر جگہ محرومی ہے۔

عقل گو آستان سے دور نہیں اُس کی تقدیر میں حضور نہیں
صفحہ ۳۳۱ میں سورۃ المائدۃ: آیت ۷۷ اور سورۃ الحج: آیت ۶۶ کی آیتیں مذکور ہیں، وہی
یہاں کے لیے دیکھیے۔

ناصری ہے زندگی دل کی! آہ! وہ دل کہ ناصبور نہیں
[ص ۳۳۵]
وہ دل ہی کیا جس میں تڑپ نہ ہو اور عمل کے لیے لگن نہ ہو۔ سورۃ الحج: آیت ۳۲ میں تقویٰ

القلوب کا ذکر ہے۔ صفحہ ۳۲۲، ۳۲۷ میں بھی اس کا ذکر آچکا ہے۔

ہر گہر نے صدف کو توڑ دیا تُو ہی آمادہ ظہور نہیں!
[ص ۳۳۵]

ہر چیز بڑھ رہی ہے اور اُگ رہی ہے لیکن انسان ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ گیا ہے۔ اسی لیے گھاٹے میں ہے۔

وَفِي خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُتُّ مِنْ دَابَّةٍ آيَةٌ
لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ۝
(الجاثیہ: ۴) کے لیے جو یقین رکھتے ہیں۔

گو یا ہر چیز جو پیدا ہوئی ہے وہ بڑھ رہی ہے اور اللہ پاک کی معرفت کا سبق دے رہی ہے۔

اِرنی میں بھی کہہ رہا ہوں مگر یہ حدیثِ کلیمؐ و طُور نہیں!
[ص ۳۳۵]

سورۃ الاعراف میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ پاک کے دیدار کے لیے عرض کیا:
قَالَ رَبِّ اَرِنِي اَنْظُرُ اِلَيْكَ ۝
(الاعراف: ۱۴۳) میرے، مجھے اپنا دیدار کرا کہ میں تجھے دیکھوں۔

لیکن اقبال نے یہاں اِرنی سے یہ مراد لی ہے کہ انسان اپنی شان کے مطابق عمل دکھائے ورنہ وہ زندہ نہیں بلکہ مردہ ہے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ
جَمِيعًا (البقرہ: ۲۹) جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

جب یہ سب کچھ اسی کے لیے ہے تو وہ کیوں ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھتا ہے؟

خودی وہ بحر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں تو آجو اسے سمجھا اگر تو چارہ نہیں!
[ص ۳۳۶]

جب انسان اپنی خودی کو پہچان لیتا ہے اور اپنی خفّہ صلاحیتوں کو بیدار کر لیتا ہے تو زمین و

آسمان کی حدود سے بھی گذر جاتا ہے۔ سورۃ الجاثیہ کی آیت ۱۳ کا ذکر صفحہ ۳۳۴ کے شعر کے ساتھ تو آچکا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔

یہ پیام دے گئی ہے مجھے با صبح گا ہی
کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقام پادشاہی!

[۳۳۷ص]

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۗ
اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور عمل صالح کیے کہ ضرور انھیں زمین میں خلافت دے گا جیسی اُن سے پہلے لوگوں (النور: ۵۵) کو دی۔

خودی کو پہچاننے والے لوگ ہی ایسے ہوتے ہیں۔

نہ دیا نشان منزل مجھے اے حکیم تو نے
مجھے کیا گلہ ہو تجھ سے، تو نہ رہ نشیں نہ راہی!

[۳۳۷ص]

فلسفی تو صرف سوچنا سکتا ہے، منزل مقصود کے لیے عمل پیرا ہونا نہیں سکتا۔ صفحہ ۳۳۱ میں سورۃ المائدہ کی آیت ۷۷ ملاحظہ ہو۔

تو عرب ہو یا عجم ہو ترا لا الہ الا!
لغت غریب، جب تک ترا دل نہ دے گواہی!

[۳۳۷ص]

آج کا مسلمان کہیں کا ہو، دل سے لا الہ الا اللہ نہیں کہتا، ورنہ اسے غیر اللہ کے آگے جھکنے کی کوئی ضرورت ہی نہ ہوتی۔

أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ (الزمر: ۳۶) کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے ترا کہاں سے آئے صدآلہ الا اللہ!

[۳۳۸ص]

موجودہ مدرسوں نے لا الہ الا اللہ کا صحیح عقیدہ ہی دلوں سے دُور کر دیا ہے۔ اس لیے طلبہ کی اقدار ہی بدل گئی ہیں۔ اس سے اوپر والے شعر کی آیات دیکھیں۔

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں تیرا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں
ہراک مقام سے آگے مقام ہے تیرا حیاتِ ذوقِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں
[ص ۳۳۹]

حیات بڑھنے کا نام ہے اور ممت مرنے کا نام ہے، یعنی عمل والے زندہ ہیں اور بے عمل لوگ مُردہ ہیں۔

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ ہم نے دولت و مال میں لوگوں کو متفاوت کیا
الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ تاکہ ایک دوسرے سے مال کے ذریعے
لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا خدمت لے اور دنیا کا نظام مضبوط ہو۔

(الزخرف: ۳۲)

غریب کو ذریعہٴ معاش ہاتھ آئے اور مال دار کو کام کرنے والے مل جائیں تو اس پر کون اعتراض کر سکتا ہے کہ فلاں کو کیوں غنی کیا اور فلاں کو فقیر، پورا نظامِ عالم ایک نظامِ عمل ہے، بے عملی نہیں ہے۔

رگوں میں گردشِ خوں ہے اگر تو کیا حاصل
حیاتِ سوزِ جگر کے سوا کچھ اور نہیں
[ص ۳۳۹]

اس کے لیے بھی اوپر کی آیت کافی ہے۔

نگاہِ فقر میں شانِ سنندری کیا ہے؟ خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے!
[ص ۳۴۰]

دوسروں سے چھین کر چھٹ کر کے بادشاہ بن جانا بادشاہی نہیں ہے بلکہ گداگری ہے۔ اہل فقر جو خدا کے سوا کسی کے محتاج نہیں، ایسی بادشاہی کو بیچ سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ جو اللہ سے رجوع ہوتے ہیں اُن کے لیے سورہٴ ہود میں یہ بشارت ہے۔

وَأَنِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ اور یہ کہ اپنے رب سے معافی مانگو، پھر اس کی

يُمَتِّعْكُمْ مَتَاعًا حَسَنًا إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَ يُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ ۗ
 طرف توبہ کرو۔ تمہیں بہت اچھا برتا دے گا
 ایک ٹھہرائے وعدہ تک اور ہر فضیلت والے کو
 اس کا فضل پہنچائے گا (یعنی دین و دنیا
 میں)۔ (ہود: ۳)

اور جو لوگ پیسہ بھرتے ہیں ان کے لیے یہ وعید سورۃ التوبہ میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ
 وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ
 وَ يَصُدُّونَ عَنِ سَبِيلِ اللَّهِ ۗ وَالَّذِينَ
 يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا
 فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝
 اے ایمان والو، بے شک بہت سے پادری
 اور جوگی لوگ، لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے
 ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور وہ کہ
 جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ
 کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ انہیں بشارت
 سناؤ دردناک عذاب کی۔ (التوبہ: ۳۴)

یہاں ناحق مال کھانے والوں پر بھی وعید ہے۔

بُتوں سے تجھ کو امیدیں، خدا سے نومیدی

مجھے بتا تو سہی اور کافر کی کیا ہے!

[ص ۳۴۰]

غیر اللہ سے امید رکھنا، یعنی ایسوں سے امید رکھنا جو خود کوئی طاقت نہیں رکھتے، یقیناً گفرا ہے۔
 إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ
 يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَ لَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ ۗ وَ اِنْ
 يَسْأَلُهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ
 ضَعُفَ الطَّالِبِ وَ الْمَطْلُوبِ ۝
 وہ جنہیں اللہ کے سوا تم پوجتے ہو ایک مکھی نہ
 بنا سکیں گے اگر سب اس پر اکٹھے ہو جائیں
 اور اگر مکھی اس سے کچھ چھین کر لے جائے تو
 اس سے چھڑا نہ سکیں۔ کتنا کمزور چاہنے والا
 اور جس کو چاہا گیا۔ (الحج: ۷۳)

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے!

[ص ۳۴۰]

وَ فِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ ۗ وَ فِي

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے

اقبال اور قرآن

أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿۲۰﴾
 (الذاریت: ۲۰-۲۱) دیتا؟ (سوچتا نہیں)۔
 لیے اور خود تم میں، تو کیا تمہیں دکھائی نہیں

نہ تو زمین کے لیے ہے نہ آسماں کے لیے
 جہاں ہے تیرے لیے تو نہیں جہاں کے لیے

[ص ۳۴۱]

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ يَهْدِيكُمْ فِي الْأَرْضِ
 (البقرہ: ۲۹) کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔
 جَمِيعًا

یہ عقل و دل ہیں شرر شعلہٴ محبت کے
 وہ خار و خس کے لیے ہے، یہ نیستاں کے لیے

[ص ۳۴۱]

عقل کو چاہیے کہ خار و خس کے لیے نہ ہو (بے کار سوچنے کے لیے نہیں) بلکہ نیستاں کے لیے
 ہو کہ جہاں آگ لگا دے اور دل کی طرح محبت اور عشق کی دمساز ہو، کیونکہ دل وہی ہے جو اللہ کی
 ہدایت پاتا ہے۔

وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ يَهْدِ اللَّهُ قَلْبَهُ
 (التغابن: ۱۱) ہدایت فرماتا ہے۔
 اور جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے قلب کو

اور جو لوگ اس ہدایت سے محروم ہیں ان کے پاس دل تو ہیں لیکن اس دل میں صحیح سمجھ کا مادہ
 نہیں ہے۔

لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا
 (الاعراف: ۱۷۹)
 وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں۔

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پُر سوز
 یہی ہے رزحِ سفر میر کارواں کے لیے
 [ص ۳۴۱]

فِيمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ
 فَظًّا غَلِيظًا لَّالْقَلْبِ لَا نَفُوسًا مِنْ
 تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم
 ان لوگوں کے لیے نرم دل ہوئے اور اگر تند

حَوْلَكَ ۞ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ
 شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ
 عَلَى اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ۝
 (آل عمران: ۱۵۹)

مزان، سخت دل ہوتے تو ضرور تمہارے گرد
 سے پریشان ہو جاتے، تو تم انہیں معاف فرما
 دو اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں اُن
 سے مشورہ لو، اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کر لو تو
 اللہ پر بھروسہ کرو۔ بے شک توکل والے
 لوگ اللہ کو پیارے ہیں۔

تو اے اسیرِ مکاں، لامکاں سے دُور نہیں
 وہ جلوہ گاہِ ترے خاکداں سے دُور نہیں

[ص ۳۴۲]

وَ نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۝
 اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب
 (ق: ۱۶) ہیں۔

مقامِ عقل سے آساں گذر گیا اقبال
 مقامِ شوق میں کھویا گیا وہ فرزانہ!

[ص ۳۴۳]

گذر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
 چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے

[ص ۳۷۶]

صفحہ ۴۹ میں سورۃ التغابن: آیت ۱۱؛ اور سورۃ الاعراف: آیت ۱۷۹ کی آیتیں آچکی ہیں۔
 شوق (عشق) عمل کی طرف آمادہ کرتا ہے اور بغیر عمل کے کچھ بھی حاصل نہیں۔

وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى ۝
 اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر جو اس نے کوشش
 (النجم: ۳۹) کی۔

احوالِ محبت میں کچھ فرق نہیں ایسا
 سوز و تب و تاب اڈل، سوز و تب و تاب آخر

[ص ۳۴۴]

عشق میں سرگرمی اور تڑپ شروع سے آخر تک رہتی ہے۔ انسان کی تخلیق ہی مشقت سے ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ
بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو مشقت
(البلد: ۴) میں رہتا۔

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیر اُمم کیا ہے
شمشیر و سنل اول، طاؤس و رباب آخر

[ص ۳۴۴]

قوموں کو پہلے مشقت اٹھانی پڑتی ہے۔ بعد میں آرام نصیب ہوتا ہے۔

الَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ
بَعْدِ مُوسَى إِذْ قَالُوا لِنَبِيِّ لَّهُمْ ائْبَعثْ لَنَا
مَلِكًا نُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
اے محبوب، کیا تم نے نہیں دیکھا بنی اسرائیل
کے ایک گروہ کو جو موسیٰ کے بعد ہوا وہ جب
اپنے ایک پیغمبر سے بولے، ہمارے لیے کھڑا
کردو ایک بادشاہ کہ ہم خدا کی راہ میں لڑیں۔
(البقرہ: ۲۴۶: ۵)

ہر شے مسافر ہر چیز راہی! کیا چاند تارے، کیا مرغ و ماہی!

[ص ۳۴۵]

ہر چیز راہ سفر میں ہے اور ایک جگہ ٹھہری ہوئی نہیں ہے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تَرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ
ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ
لِتَبْلُغُوا أَشَدَّكُمْ ثُمَّ لَتَكُونُوا شُيُوخًا وَ
مِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّى مِنْ قَبْلٍ وَ لَتَبْلُغُوا أَجْلًا
مُؤَمَّسًى وَ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ
وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے بنایا، پھر
پانی کی بوند سے، پھر خون کی پھٹک سے، پھر
تمہیں نکالتا ہے بچہ، پھر تمہیں باقی رکھتا ہے
کہ اپنی جوانی کو پہنچو، پھر اس لیے کہ بوڑھے
ہو۔ اور تم میں کوئی پہلے ہی اٹھالیا جاتا ہے اور
اس لیے کہ تم ایک مقررہ وعدہ تک پہنچو اور
اس لیے کہ سمجھو۔
(المومن: ۶۷)

سورۃ الفتح کی آخری آیت میں بھی کھیتی کے پھوٹنے، اُگنے اور بڑھنے کی مثال آئی ہے:

كَزُرِعٍ أَخْرَجَ شَطْئَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ
فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوْقِهِ
جیسے ایک کھیتی۔ اس نے اپنا پٹھا نکالا، پھر
اُسے طاقت دی، پھر دبیز ہوئی، پھر اپنی ساق

(الفتح: ۲۹) پرسیدھی کھڑی ہوئی۔

اسی طرح ہر مخلوق چل رہی ہے اور ایک مقام پر نہیں ہے۔

تو مردِ میداں، تُو میرِ لشکر

نوری حضوری تیرے سپاہی!

[ص ۳۴۵]

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا
وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لیے جو
کچھ زمین میں ہے، سب کا سب۔ (البقرہ: ۲۹)

ہر چیز ہے مَحُو خود نمائی

ہر ذرہ شہیدِ کبریائی!

[ص ۳۴۵]

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرًا لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ
بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جو
أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ
رکھتا ہو دل، یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔

(ق: ۳۷)

بے ذوقِ نمودِ زندگی، موت

تعمیرِ خودی میں ہے خدائی

رائی زورِ خودی سے پر بت

پر بتِ ضعفِ خودی سے رائی

[ص ۳۴۵]

ہر چیز میں اُگنے اور بڑھنے کی صلاحیت رکھی گئی ہے۔ جب یہ صلاحیت نہیں رہتی تو موت

واقع ہو جاتی ہے۔

الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ مَهْدًا وَ جَعَلَ
اور تمہارے لیے اس میں راستے کیسے کہ تم راہ
لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ

(الزخرف: ۱۰) پاؤ (اپنے منازل و مقاصد کی طرف)۔

جب یہ راستے تلاش نہیں کیے جاتے تو زندگی کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔

عجاز ہے کسی کا یا گردشِ زمانہ!

ٹوٹا ہے ایشیا میں سحرِ فرنگیمانہ!

[ص ۳۴۶]

علامہ اقبال نے ۱۹۳۵ء میں برطانیہ حکومت کے زوال کی یہ پیش گوئی کر دی ہے۔

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ فَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ فَرْحٌ
مِثْلُهُ وَتِلْكَ الْآيَاتُ نَدَاؤُهَا بَيْنَ النَّاسِ
وَ لِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ
شُهَدَاءَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝
وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ
الْكَافِرِينَ ۝

(آل عمران: ۱۴۰-۱۴۱)

اور اس لیے کہ اللہ پہچان کر دے ایمان
والوں کی اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا
مرتبہ دے اور اللہ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو
اور اس لیے کہ اللہ مسلمانوں کا نکھار کر دے
اور کافروں کو مٹا دے۔

علامہ اقبال نے ظالموں کے ظلم کی وجہ سے ان کے زوال کی پیش گوئی کی تھی جو صحیح ثابت ہوئی۔

اے لا الہ کے وارث باقی نہیں ہے تجھ میں گفتارِ دلبرانہ، کردارِ قاہرانہ
[ص ۳۲۶]

سورۃ الفتح کی آخری آیت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء کے متعلق ارشاد ہے:
وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ
ساتھی ہیں وہ کافروں پر بہت سخت ہیں اور
(الفتح: ۲۹)
آپس میں بہت نرم دل۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے

خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے!

[ص ۳۳۷]

جب بندہ اللہ کی رضا کے لیے خود کو وقف کر دیتا ہے اور اپنی حیات و ممت اس کے آگے
پیش کر دیتا ہے تو پھر اللہ بھی اُس کی رضا کو اپنی رضا قرار دیتا ہے۔ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
کو اسی لیے کہا گیا ہے کہ الذی کان رأیةً موافق بالوحی والکتاب)

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ اللَّهُ الرَّاضِيَ هُوَ الْإِيمَانُ وَالْوَلُونَ

يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي
قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَ آتَاهُمْ
فَتْحًا قَرِيبًا ۝ وَ مَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا
وَ كَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝ وَعَدَّكُمْ اللَّهُ
مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَلَ لَكُمْ هَذِهِ
وَ كَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُونَ آيَةً
لِّلْمُؤْمِنِينَ وَ يَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝
وَ أُخْرَى لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ
بِهَاطًا وَ كَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ۝ وَ
لَوْ قَتَلْتُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلُوا الْأَذْبَارَ ثُمَّ
لَا يَعْدُونَ وَلِيًّا وَ لَا نَصِيرًا ۝

(الفتح: ۱۸-۲۲)

جب وہ اس درخت کے نیچے تمہاری بیعت
کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں
میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد
آنے والی فتح (فتح خیبر) کا انعام دیا اور
بہت سی غنیمتیں جن کو وہ لیں گے اور اللہ
زبردست حکمت والا ہے۔ وعدہ دیا ہے تم کو
اللہ نے بہت سی غنیمتوں کا کہ تم حاصل کرو
گے تو تمہیں یہ جلد عطا فرمادی اور لوگوں کے
ہاتھ تم سے روک دیے اور اس لیے کہ ایمان
والوں کے لیے نشانی ہو اور تمہیں سیدھی راہ
دکھائے۔ اور ایک فتح اور (فتح مکہ) جو
تمہارے بل کی نہ تھی، وہ اللہ کے قبضے میں ہے
اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اگر کافر تم
سے لڑیں تو ضرور تمہارے مقابلے سے پیٹھ پھیر
دیں گے، پھر کوئی حمایتی نہ پائیں گے، نہ مددگار۔

جب بندہ اپنے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر کے اللہ کا ہو جاتا ہے تو پھر جو وہ

چاہتا ہے اللہ بھی وہی چاہتا ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى
بَلْكَ اللَّهُ نَجَّيَا ۝ (الانفال: ۱۷)

ع نوائے صبح گا ہی نے جگر خون کر دیا میرا

[ص ۳۴۸]

إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَ أَقْوَمُ
بِشَكِّ رَاتٍ كَاثِنًا وَ زِيَادَةً دَاوُدَ التَّائِبِ
قِيْلًا ۝ (المزمل: ۶)

اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔

جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی گھلتے ہیں غلاموں پر اسرارِ شہنشاہی
[ص ۳۴۸]

جب عشق اور لگن کے ساتھ خود شناسی حاصل ہو جاتی ہے اور انسان خود کو خلیفۃ اللہ سمجھنے لگتا ہے تو اُس کا عمل بھی اسی منصب کے مطابق ہوتا ہے اور وہ کسی بادشاہ سے کم نہیں ہوتا۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۗ (الانعام: ۱۶۵)

اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں نائب کیا اور تم میں ایک کو دوسرے پر درجوں بلندی دی کہ تمہیں آزمائے اُس چیز میں جو تمہیں عطا کی (اللہ کا نائب ہونا ہی سب سے بڑی شاہی ہے)۔

کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی! عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
[ص ۳۴۸]

ابھی سورۃ المرمل کی آیت ۶ مذکور ہوئی۔
وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدُ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ ۗ عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ۝ (بنی اسرائیل: ۷۹)

اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کرو۔ یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے۔ قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کر دے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔ (مقام محمود مقام شفاعت ہے)۔

اے طائر لا ہوتی اُس رزق سے موت اچھی جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی!
[ص ۳۴۸]

وَمَنْ يُوقِ شَحْحَ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ (الحشر: ۹)

غیر اللہ کی محتاجی، نفس کے لالچ کی وجہ سے ہوتی ہے جو انسان کو اُس کی بلندی سے گرا دیتی ہے۔ اور وہ لوگ جو اس لالچ سے بچ جاتے ہیں وہی کامیاب ہیں۔

صوفیہ کے نزدیک چار عالم ہیں:

- ۱- عالمِ لاہوت (ذات)
- ۲- عالمِ جبروت (صفات)
- ۳- عالمِ ملکوت (اسماء)
- ۴- عالمِ ناسوت (عالمِ ظاہر)

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی! اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی!
[ص ۳۴۹]

جو اللہ کا ہو جاتا ہے وہ غیر اللہ کو خاطر میں بھی نہیں لاتا۔

الَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَ كَانُوا يَتَّقُونَ ۝
خوف ہے نہ کچھ غم۔ وہ جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ (یونس: ۶۲-۶۳)

ولی کی اصل ولاء سے ہے جو قرب و نصرت کے معنی میں ہے۔ اسی لیے ولی اپنے اللہ کے قرب کی وجہ سے ہر وقت نصرت والا ہوتا ہے اور وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔

نہ ہو طغیانِ مشتاقی تو میں رہتا نہیں باقی کہ میری زندگی کیا ہے؟ یہی طغیانِ مشتاقی!
[ص ۳۵۰]

صرف مشکلات کو لبیک کہنا زندگی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے کردار میں اس پیہم کوشش اور مشکل پسندی کا اس طرح بیان سورۃ الکہف میں آتا ہے:

وَ اِذْ قَالَ مُوسَى لِفَتَاهُ لَا ابْرَاحَ حَتَّىٰ اَبْلُغَ اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا، میں باز نہ رہوں گا جب تک وہاں نہ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضَىٰ حُقُبًا
پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرونوں (الکہف: ۶۰)
(سالہا سال) چلتا جاؤں۔

بے شک اللہ اس قوم کی حالت نہیں بدلتا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۝
جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلیں۔ (الرعد: ۱۱)

نہ کر افرنگ کا اندازہ اس کی تابناکی سے
کہ بجلی کے چراغوں سے ہے اس جوہر کی بڑاقتی!

[ص ۳۵۰]

صفحہ ۳۲۱ میں سورۃ الکہف کی آیت ۳۸ دیکھیں، سورۃ الانفال: آیت ۴۸ اور سورۃ النمل:
آیت ۲۴ بھی دیکھیں۔

فطرت کو خرد کے رو برو کر تخیّر مقامِ رنگ و بو کر

[ص ۳۵۱]

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ
الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ
اللَّهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقِيمَ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ
النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

پس تم یک سو ہو کر اپنا رخ دین کی طرف
رکھو۔ اللہ کی دی ہوئی قابلیت کا اتباع کرو۔
جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔
اللہ تعالیٰ کی اس پیدا کی ہوئی چیز کو جس پر
اس نے تمام آدمیوں کو پیدا کیا ہے بدلنا نہ
چاہیے پس سیدھا دین یہی ہے لیکن اکثر
لوگ نہیں جانتے۔

انسان کی قابلیت اور صلاحیت اللہ پاک کی قوت و قدرت کی پیروی میں ہونا چاہیے۔ خدا کی
طرف رجوع ہو کر فطرتِ الہیہ کا اتباع کرنا چاہیے۔

تاروں کی فضا ہے بے کرانہ تو بھی یہ مقامِ آرزو کر

[ص ۳۵۱]

تاروں کی فضا کی وسعت کی طرح انسان کی آرزو میں بھی وسعت ہونی چاہیے کیونکہ اس
کے لیے سب کچھ پیدا کیا گیا ہے۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مِمَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي
الْاَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لٰٰيٰتٍ
لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

اور تمہارے لیے مسخر کیا گیا جو کچھ آسمانوں
میں اور زمین میں ہے سب کا سب اس کی
طرف سے، بے شک اس میں نشانیاں ہیں
سوچنے والوں کے لیے۔ (الجاثیہ: ۱۳)

یقین پیدا کر اے ناداں، یقین سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے نفوری!

[۳۵۱ص]

اللہ نے بندے کو اپنا نائب بنایا۔ یہ سب سے افضل مقام ہے جو یقین کی بدولت حاصل
ہوسکتا ہے۔ صفحہ ۳۴۱ میں سورۃ الانعام کی آیت ۱۶۶ دیکھیں۔

حدِ ادراک سے باہر ہیں باتیں عشق و مستی کی
سمجھ میں اس قدر آیا کہ دل کی موت ہے، دُوری!

[۳۵۲ص]

دل زندہ نہ ہو تو انسان اپنے ادراک سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی دل کے متعلق سورۃ
الحج کی آیت ۳۲ اور سورۃ ق کی آیت ۳۷ بھی دیکھیں۔

عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے عشق بے چارہ نہ ملتا ہے، نہ زاہد، نہ حکیم!
[۳۵۲ص]

عقل کے غلط استعمال سے بے عملی کے لیے ہزار حیلے بن جاتے ہیں لیکن عشق ان حیلوں
سے بے نیاز ہے۔ ایسی عقل کے متعلق سورۃ الاعراف میں ارشاد ہے:

لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَ لَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ
بِهَا أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ
بلکہ ان سے زیادہ گمراہ۔ وہی غفلت میں
أُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ

(الاعراف: ۱۷۹) پڑے ہیں۔

عیشِ منزل ہے غریبانِ محبت پہ حرام
سب مسافر ہیں بظاہر، نظر آتے ہیں مقیم!

[۳۵۳ص]

اہلِ عشق کبھی ایک منزل پر مقیم نہیں ہو جاتے بلکہ آگے بڑھتے رہتے ہیں۔

ہے گراں سیرِ غمِ راحلہ و زاد سے تو کوہ و دریا سے گذر سکتے ہیں مانند نسیم

[۳۵۳ص]

بڑی سے بڑی مشکل (عشق کی وجہ سے) آسان ہو سکتی ہے۔

صفحہ ۳۵۰ میں سورۃ الکہف: آیت ۶۰ اور سورۃ الرعد: آیت ۱۱ کی آیتیں دیکھیں۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں
[ص ۳۵۳]

اس سے پہلے والی آیتوں کے حوالے کافی ہیں۔ اس غزل کے دوسرے اشعار میں بھی
”عیشِ منزل“ اور ”زمان و مکاں“ کی قید کو حرام قرار دیا ہے اور عشق کی صلاحیتوں اور اس کے اعجاز
کا تذکرہ کیا ہے۔

تھا ارنی گو کلیم، میں ارنی، گو نہیں اس کو تقاضا روا، مجھ پہ تقاضا حرام!
[ص ۳۵۴]

سورۃ الاعراف میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے دیدار کے لیے عرض کیا:

قَالَ رَبِّ ارْنِيْ اَنْظُرْ اِلَيْكَ
(الاعراف: ۱۴۳) میرے! مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے
دیکھوں۔

موسیٰ علیہ السلام نے اللہ پاک کا جلوہ دیکھنے کی آرزو کی۔ وہ محبت تھے اور حضور انور صلی اللہ
علیہ وسلم کو محبوبیت تام حاصل تھی۔ اسی لیے اللہ پاک نے (آل عمران) میں یوں فرمایا:
قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ اے میرے محبوب! آپ فرمادیں کہ اگر تم
اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار
يُحِبِّبْكُمْ اللّٰهَ
(آل عمران: ۳۱) بن جاؤ۔ اللہ تم سے محبت فرمائے گا۔

خودی ہو علم سے محکم تو غیرتِ جبریل اگر ہو عشق سے محکم تو صورِ اسرافیل!
[ص ۳۵۵]

اَمَنْ هُوَ قَانَتْ اَنَاءَ الْاَيْلِ سَاجِدًا وَّ قَانَمَا
يَحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ قُلْ
هَلْ يَسْتَوِي الْاٰذِنَيْنِ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا
کیا وہ جسے فرمانبرداری میں رات کی گھڑیاں
گذریں جو دم میں اور قیام میں، آخرت سے
ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کی آس لگائے،

يَعْلَمُونَ ۞ اِنَّمَا يَنْذَرُكُمْ اَوْلُوا الْاَلْبَابِ ۞
 کیا وہ نافرمانوں جیسا ہو جائے گا؟ آپ فرما
 دیں، کیا برابر ہیں علم والے اور بے علم۔
 (الزمر: ۹)
 نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

علم اور قرآن کا تعلق جبریل علیہ السلام سے ہے اور عشق و عمل کی بیداری کے لیے گویا صورت
 اسرائیل مفید ہے۔ سورۃ الجادلہ میں بھی ایسے علم والے کے بلند درجات کا ذکر ہے اور عمل صالح اور
 عشق والے کے لیے ہر چیز آسان ہو جاتی ہے:

وَ اَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صٰلِحًا فَلَهُ جِزَاۗءٌ
 آِسْرَافٌ ۙ وَ سَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اٰمْرِنَا
 كَمَا نُوْٓسِرُوْا ۝
 اور جو ایمان لایا اور عمل صالح کیے تو اس کا
 بدلہ بھلائی ہے اور عنقریب ہم اُسے آسان
 کام کہیں گے (اس کے کام آسان ہو جائیں گے)۔
 (الکہف: ۸۸)

غریب و سادہ ورگیں ہے داستانِ حرم نہایت اس کی حسین، ابتدا ہے اسمعیل!
 [ص ۳۵۵]

سورۃ الحج میں ہمارے دین کو دینِ ابراہیم کہا ہے:

مِلَّةَ اٰبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ (الحج: ۷۸) تمہارے باپ ابراہیم کا دین۔

گویا یہ دینِ ابراہیمی ہے جس میں تسلیم و رضا کی خونیں داستان ہے۔ ابراہیم علیہ السلام
 نے صاحبزادے کی قربانی اللہ کی رضا کے لیے دی اور امام حسینؑ نے بھی اپنی اور اپنے بہتر ۷۲ رفقا
 کی قربانی اللہ کی رضا کے لیے دی۔

وَمَنْ جَاهَدْ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ (العنکبوت: ۶)

وَمَنْ نَزَّحْطٰى فَاِنَّمَا يَنْزَحْطٰى لِنَفْسِهٖ (فاطر: ۱۸)

مَنْ عَمِلَ صٰلِحًا فَلِنَفْسِهٖ (الجاثیہ: ۱۵)

ان تمام قربانیوں کا محرک صرف دین ہے اور یہی داستانِ حرم ہے۔

علم کی حد سے پرے بندہ مومن کے لیے

لذتِ شوق بھی ہے، نعمتِ دیدار بھی ہے

ایسے علم اور فلسفے سے جو صرف سوچنا سکھائے اور مشکلات کی بھیانک شکل دکھا کر عمل سے روک دے، کوئی فائدہ نہیں۔ اس کی جگہ عشق (جذبہ عمل) کی ضرورت ہے جو حضور میں پہنچا دیتا ہے۔
سورۃ التوبہ میں اللہ سے رشتہ رکھنے کی اور اس سے رشتہ رکھنے والوں کی باتیں ہیں:
إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ
ہمیں اللہ ہی کی طرف رغبت ہے (شوق اور
(التوبہ: ۵۹) رغبت ہی سے حضوری حاصل ہو سکتی ہے)۔

نہ ستارے میں ہے، نہ گردشِ افلاک میں ہے

تیری تقدیر مرے نالہ بیباک میں ہے

[ص ۳۵۷]

لوگوں نے گردشِ افلاک اور ستاروں کو اپنی تقدیر پر اثر انداز سمجھ لیا ہے۔ یہ بات غلط ہے۔
اقبال کے نالہ وزاری سے قوم میں ایسی صلاحیت پیدا ہو سکتی ہے جو عمل کے لیے کھڑی ہو جائے۔
یہ نالہ وزاری قوم کی بیداری کے لیے ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا تھا۔
فَمُفَانِدِرٌ ۚ وَرَبِّكَ فَكَبِيرٌ ۙ
کھڑے ہو جاؤ، پھر ڈر سناؤ اور اپنے رب کی
(المدثر: ۲-۳) بڑائی بولو۔

خراب کو بھیک سلطان و خانقاہ فقیر
فغاں کہ تخت و مصلیٰ کمالِ زرقانی!

[ص ۳۵۷]

حکومت اس لیے دی جاتی ہے کہ اوامر و نواہی کی پابندی ہو۔

الَّذِينَ إِذَا مَكَتَهُمْ فِي الْأَرْضِ أَخْلَوْا
الضَّلْوَةَ وَاتَّوَا الزَّكَاةَ وَ أَمَرُوا
بِالْمَعْرُوفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَ لِلَّهِ
عَاقِبَةُ الْأُمُورِ
(وہ مسلمان ہیں) جن کو اگر ہم زمین میں
غلبہ و اقتدار دیں تو وہ نماز کو قائم کریں گے اور
زکوٰۃ دیں گے اور بھلائی کا حکم دیں گے اور
برائی سے روکیں گے اور سب کاموں کا

(الحج: ۴۱) انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

لیکن حاکموں نے یہ منصب چھوڑ دیا ہے۔ اسی لیے دوسروں سے بھیک مانگتے ہیں۔ اور
ہماری خانقاہوں میں بھی ریا کاری رہ گئی ہے۔

فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ۝ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۝

پس خرابی ہے اُن نمازیوں کو جو اپنی نماز (کی حقیقت) کو بھولے بیٹھے ہیں۔ وہ جو دکھاوا کرتے ہیں اور برتنے کی چیز مانگے نہیں دیتے۔ (الماعون: ۴-۷)

نچینی و عربی وہ، ندرومی و شامی ساسکا نہ دو عالم میں مردِ آفاقی!

[ص ۳۵۸]

مسلمان کا پیوند کسی جگہ سے نہیں ہے۔

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰ ۚ

بے شک تم میں سب سے زیادہ بزرگی والا، اللہ کے نزدیک وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ (الحجرات: ۱۳)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت آفاقی ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَ نَذِيرًا (السبا: ۲۸)

اور اے محبوب! ہم نے تم کو نہیں بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام انسانوں کو گھیرنے والی ہے، خوش خبری دینا اور ڈر سنانا۔

مئے یقین سے ضمیر حیات ہے پُرسوز نصیبِ مدرسہ یارب یہ آبِ آتش ناک!

[ص ۳۵۸]

آج کل کی تعلیم والوں کے دلوں میں یقین کی قوت نہیں ہے اسی لیے عشق اور گرمی سے محروم ہیں۔

صفحہ ۳۲۸ میں سورۃ الانعام کی آیت ۱۶۶ ملاحظہ ہو۔

زمانہ عقل کو سمجھا ہوا ہے مشعلِ راہ

کسے خبر کہ جنوں بھی ہے صاحبِ ادراک!

[ص ۳۵۹]

صفحہ ۳۵۲ میں سورۃ الاعراف کی آیت ۱۷۹ ملاحظہ ہو۔

جنوں اور عشق ہی کا میابی کا ذریعہ ہے۔

وَأَمَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُ جَزَاءٌ
بِالْحُسْنَىٰ ۖ وَ سَنَقُولُ لَهُ مِنْ أَمْرِنَا
يُسْرًا ۝ (الكهف: ۸۸)

اور جو ایمان لایا اور عمل صالح کیا تو اس کا
بدلہ بھلائی ہے اور عنقریب ہم اسے آسان کام
کہیں گے (اس کے کام آسان ہو جائیں گے)۔

جہاں تمام ہے میراث مردِ مومن کی مرے کلام پہ حجت ہے عکتہ لولاک!

صفحہ ۳۲۶ میں سورۃ الانبیاء: آیت ۱۰۵، اور سورۃ الاحزاب: آیت ۲۷ ملاحظہ ہوں۔

یوں ہاتھ نہیں آتا وہ گوہر یک دانہ یک رنگی و آزادی اے ہمتِ مردانہ!

[ص ۳۵۹]

کمال حاصل کرنا ہے تو ایک طرف ہو کر لگ کر اُس کے ہو جاؤ۔ سورۃ الانعام میں نہایت
بلخ انداز میں ہے:

قُلِ اللَّهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ
(الانعام: ۹۱)

کہو اللہ، پھر انہیں (غیر اللہ کو) چھوڑ دو۔

پس اللہ کے ہو کر رہو اور غیر اللہ کو چھوڑ دو۔

صنم کدہ ہے جہاں اور مردِ حق ہے خلیلیں یہ نکتہ وہ ہے کہ پوشیدہ لآ اللہ میں ہے

[ص ۳۶۰]

ابراہیم علیہ السلام کی طرح تمام بتوں کو توڑ دو۔ یہی کلمہ طیبہ کا مقصد ہے جو غیر اللہ کی نشی

سکھاتا ہے۔

أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ
کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟

(الزمر: ۳۶)

جو اللہ کا ہو گیا اسے کسی اور کی ضرورت نہیں۔ سورۃ الانعام کی آیت ۹۲ بھی اوپر آچکی ہے،

وہ بھی دیکھیں۔

خبر ملی ہے خدایانِ بحر و بر سے مجھے فرنگِ رگہذِ رسیل بے پناہ میں ہے!

برطانیہ کے زوال کے متعلق صفحہ ۳۲۶ میں بھی فرمایا ہے۔ وہاں کی آیت ملاحظہ ہو۔

فطرت نے نہ بخشا مجھے اندیشہ چالاک رکھتی ہے مگر طاقتِ پرواز مری خاک!

[ص ۳۶۱]

انسان بے شک مٹی سے بنایا گیا ہے لیکن اگر ایمان ہے تو وہ عملِ صالح کے لاتعداد مظاہرے کر سکتا ہے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ وَهِيَ جَسَدٌ مِّمَّا تَتَّخِذُونَ لِرَبِّكُمْ أَعْيُنًا وَإِنَّكُمْ لَعِندَهُ لَبُصُورٌ
جَمِيعًا (البقرہ: ۲۹) کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

یہ ارشاد اسی لیے ہے کہ انسان سمجھے کہ جب اُس کے لیے سب کچھ پیدا کیا گیا ہے اُسے ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنا زیب دیتا ہے یا عمل پیش کرنا؟

کریں گے اہل نظر تازہ بستیاں آباد مری نگاہ نہیں سوئے کوفہ و بغداد
[ص ۳۶۲]

علامہ اقبال نے اپنے انگریزی خطبات (ص ۵۲) میں سورہ ق سے نئی تخلیق کے لیے استدلال کیا ہے:

بَلْ هُمْ فِي كَيْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ (ق: ۱۵) بلکہ وہ لوگ نئی تخلیق کی طرف سے شبہ میں ہیں۔

رشی کے فاقوں سے ٹوٹا نہ برہمن کا طلسم
عصا نہ ہو تو کلیسیا ہے کارِ بے بنیاد!

[ص ۳۶۲]

گاندھی نے مرن برت رکھا تھا کہ اچھوتوں کو ان کے غصب شدہ حقوق برہمنوں سے مل جائیں، لیکن اس طرح کوئی کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ موسیٰ علیہ السلام کی شانِ عمل کی وجہ سے نمایاں ہے۔ ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنے کی وجہ سے نہیں۔ ان کے عصا کا ذکر سورہ طہ: آیت ۷۱ وغیرہ میں کئی جگہ آیا ہے اور ان کے عزم و حوصلے کی بات سورہ الکہف: آیت ۶۰ میں ہے جس کے لیے صفحہ ۵۸ دیکھیں۔

سکھلائی فرشتوں کو آدم کی تڑپ اس نے
آدم کو سکھاتا ہے آدابِ خداوندی!

[ص ۳۶۳]

گویا اقبال نے فرشتوں پر ظاہر کر دیا کہ آدم اپنی تڑپ اور عشق سے کیا کیا کارنامے انجام

دے سکتا ہے اور آدم کو بتایا کہ وہ خلیفۃ اللہ ہے، اس لیے اللہ کے نائب کے منصب کے مطابق اُسے بڑے سے بڑے عمل پیش کرنے ہوں گے۔

سورۃ الانعام: آیت ۱۶۶، اور سورۃ الفاطر: آیت ۳۹ کا ذکر کئی جگہ اوپر آچکا ہے۔ صفحہ ۳۵۹ کی آیتیں بھی دیکھیں۔

نے مہرہ باقی، نے مہرہ بازی جیتتا ہے رومی، ہارا ہے رازی!
[ص ۳۶۳]

رومی کا شعر یہ ہے:

گر بہ استدلال کارِ دیں بُدے فخرِ رازی رازدارِ دیں بُدے
دراصل وہ عقل اور فلسفہ بے کار ہے جو صرف سوچنا سکھائے۔ رومی کی طرح سخت کوشی کی
دعوت دی جائے تو کامیابی ہو سکتی ہے۔

سورۃ الکہف: آیت ۶۰، اور سورۃ الرعد: آیت ۱۱، اوپر آچکی ہیں وہ ملاحظہ ہوں۔

آزر کا پیشہ خارا تراشی کارِ خلیلاں خارا گدازی!
[ص ۳۶۴]

ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر پتھر سے بُت تراشتے تھے۔

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ لِاَبِيْهِ اِزْرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا
الانعام: ۷۴) سے کہا، کیا تم بتوں کو خدا بناتے ہو؟

اور ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑ دیا۔

فَجَعَلَهُمْ جُدًا اِذَا الْاَكْبَرٰ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ
يَرْجِعُوْنَ ۝

وہ اس سے کچھ پوچھیں (حجت قائم ہو)۔ (الانبیاء: ۵۸)

اسی طرح غیر اللہ کی نفی ضروری ہے۔

تُو زندگی ہے، پابندگی ہے باقی ہے جو کچھ سب خاک بازی!
صفحہ ۳۶۱ میں سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۹ آچکی ہے، وہ ملاحظہ ہو۔

تیری طبیعت ہے اور، تیرا زمانہ ہے اور تیرے موافق نہیں خانگی سلسلہ!
[ص ۳۶۴]

اکثر موجودہ خانقاہیں جو صرف گوشہ نشینی یا ساز و آہنگ سے تعلق رکھتی ہیں وہ باعمل شخص کے لیے مناسب نہیں۔ سورۃ البقرہ: آیت ۲۹، جس کا حوالہ ص ۶۹ میں ابھی آیا ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ جب یہ دنیا سب کی سب انسان کے لیے بنائی گئی ہے تو اُسے برتنے کی ضرورت ہے، اس سے الگ رہنے اور تارک الدنیا ہونے سے زندگی کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔

دل ہو غلامِ خرد یا کہ امامِ خرد سالک رہ ہوشیار! سخت ہے یہ مرحلہ!
[ص ۳۶۴]

خانقاہ کی غلامی کی طرح اس عقل اور فلسفے کی غلامی بھی زہر ہے جو صرف سوچنا سکھائے اور عمل کے لیے آمادہ نہ کرے۔

صفحہ ۳۶۹ میں سورۃ الاعراف کی آیت ۱۷۹، اور سورۃ الکہف کی آیت ۸۸ دیکھیں۔

حقیقتِ ابدی ہے مقامِ شبیریؑ بدلتے رہتے ہیں اندازِ کوفی و شامی!
[ص ۳۶۵]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا
الرَّسُولَ وَ أُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ
اطاعت کرو اللہ کی اور اے ایمان والو، اطاعت کرو اللہ کی اور
اطاعت کرو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی
(النساء: ۵۹) اور جو تم میں سے حاکم ہوں۔

یہ حکمِ راعی اور رعایا دونوں کے لیے ہے۔ اگر حاکم اللہ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہیں کرتا تو پھر اُس کی اطاعت بھی نہیں کرنی چاہیے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت سے یہی پیام دیا ہے۔

عجب نہیں کہ مسلمان کو پھر عطا کر دیں شکوہِ سنجر و فقرِ جنید و بسطامی!
[ص ۳۶۵]

ممكن ہے کہ علامہ اقبال نے پاکستان کو ایسی خوبیوں کا حامل ہونے کی یہ پیش گوئی کی ہو۔
يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا
اللَّهُدْرَجَ بَلَدًا كَرِيمًا ۗ كَأَن لُّوْغُلُوكُمْ جِوَارِحًا
اللہ درجے بلند کرے گا اُن لوگوں کے جو ایمان

الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ
خَبِيرٌ (المجادلہ: ۱۱) خوب واقف ہے اُس سے جو تم عمل کرتے ہو۔

نگاہ پاک ہے تیری تو پاک ہے دل بھی
کہ دل کو حق نے کیا ہے نگاہ کا پیرو
[ص ۳۶۶]

وَ فِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ ۝ وَ فِي
أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝
(الذاریت: ۲۰-۲۱) دیتا۔

دکھائی دے گا تو اپنے اندر اور زمین میں اللہ کی نشانیاں نظر آئیں گی۔

رہے نہ ایک وغوری کے معر کے باقی
ہمیشہ تازہ و شیریں ہے نعمہ خسرو
[ص ۳۶۶]

شہاب الدین محمد غوری کے غلام قطب الدین ایبک نے ہندوستان میں ۶۰۲ھ سے ۶۰۷ھ
تک حکومت کی ہے۔ اس حکومت کو آخر کار زوال آیا۔ لیکن امیر خسرو کا کلام پڑھیے جس کی تازگی و
شگفتگی ابھی تک باقی ہے۔

قُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا (البقرہ: ۸۳) لوگوں سے عمدہ طریقے سے بات کرو۔
قُلْ لِعِبَادِيَ يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۝
(بنی اسرائیل: ۵۳) سب سے اچھی ہو۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَ قُولُوا قَوْلًا
سَدِيدًا ۝ (الاحزاب: ۷۰) سیدھی (سچی اور پکی)۔

کھو نہ جا اس سحر و شام میں اے صاحبِ ہوش!

ایک جہاں اور بھی ہے جس میں نہ فردا ہے نہ دوش!

[ص ۳۶۶]

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ
وَالسَّمَوَاتُ وَ بَرَزُوا لِلَّهِ الْوَاحِدِ
جس دن (قیامت کے دن) بدل دی جائے
گی زمین، اس زمین کے سوا اور آسمان

الفَّهَّارِ ۝ (ابراہیم: ۴۸) (بھی) اور لوگ نکل کھڑے ہوں گے ایک
اللہ کے سامنے جو سب پر غالب ہے۔
الْيَوْمَ تُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۗ لَا
كُلْمَ الْيَوْمِ ۗ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝
آج ہر جان اپنے کیے کا بدلہ پائے گی۔ آج
کسی پر زیادتی نہیں۔ بے شک اللہ جلد
حساب لینے والا ہے۔ (المومن: ۱۷)

نظر آئی نہ مجھے قافلہ سالاروں میں وہ شبانی کہ ہے تمہیدِ کلیمِ الہی! [ص ۳۶۷]

دمِ عارفِ نسیمِ صمدِ ہے اسی سے ریشہِ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسر شبانی سے کلیسی دو قدم ہے
[ص ۳۸۰]

سورۃ القصص کی آیات ۲۲ تا ۲۸ میں موسیٰ علیہ السلام کے واقعات ہیں کہ وہ مدین میں کس
طرح شعیب علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے اور دس سال تک ان کی ملازمت کی۔ اس واقعے سے
یہاں علامہ اقبال نے بھی ایک صحیح عارف کی صحبت حاصل کرنے کا مشورہ دیا ہے۔

ایک سرمستی و حیرت ہے سراپا تاریک! ایک سرمستی و حیرت ہے تمام آگا ہی! [ص ۳۶۸]

صوفیہ کے نزدیک حیرت کی دو قسمیں ہیں:

۱- حیرتِ محمود جو مشاہدہٴ تجلیات سے طاری ہوتی ہے:

من عرف الله قل كلامه و دام تحيره۔

۲- حیرتِ مذموم یعنی سرگشتگی جو منکرین کا خاصہ ہے۔

حیرتِ محمود کی مثال موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ہے۔

فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ
مُوسَىٰ صَعِقًا
جب اُس (موسیٰ) کے رب نے پہاڑ پر اپنا
نور چمکایا، اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ

(الاعراف: ۱۴۳) گرے بے ہوش۔

چھتے کا جگر چا پیے، شاہیں کا تجسس جی سکتے ہیں بے روشنی دانش و فرہنگ!
[ص ۳۶۸]

اللہ کے آگے جھک جانے کے بعد ایسا عزم اور حوصلہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی اور سہارے کی ضرورت نہیں رہتی (کرم کتابی بننے کی ضرورت بھی نہیں رہتی)۔

وَالِيهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ط
اور اسی کی طرف سب کاموں کی رجوع ہے تو اس کی بندگی کرو اور اس پر بھروسہ رکھو۔ (ہود: ۱۲۳)

رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا ط
آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے سب کا مالک، تو اُسے پوجو اور اس کی بندگی پر ثابت رہو کیا تو کسی ایسے (بت) کو

جانتا ہے جو اس (اللہ) کے نام کا ہو؟ (مریم: ۶۵)
وَ قَالَ مُوسَىٰ يَوْمَ إِنْ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللَّهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُسْلِمِينَ ط
اور موسیٰ نے کہا، اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان لائے تو اسی پر بھروسہ کرو اگر تم مسلمان ہو۔ (یونس: ۸۴)

کر بلبل و طاؤس کی تقلید سے توبہ بلبل فقط آواز ہے، طاؤس فقط رنگ!
[ص ۳۶۸]

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ط وَ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ط
اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں (لہو و لعب) خریدتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے بہکا دیں۔ بے سمجھے اور اُسے ہنسی بنا لیں۔ اُن کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔ (لقمن: ۶)

وَزَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ ط
اور سنوار دیے اُن کے لیے شیطان نے اُن کے اعمال۔ (النمل: ۲۴)

لہو و لعب اور شیطانی کاموں سے احتراز چاہیے۔

فقر کے ہیں معجزات تاج و سریر و سپاہ
فقر ہے میروں کا میر، فقر ہے شاہوں کا شاہ

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ
 أَزْوَاجًا مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
 لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۚ
 أَبْقَىٰ ۝ (طہ: ۱۳۱)

تُو نہ دوڑا اپنی نگاہوں کو اُن چیزوں کی طرف
 جن سے ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو بہرہ
 مند کیا ہے (یعنی) دنیوی زندگی کی آرائش
 کی طرف۔ یہ اس لیے ہے کہ ہم اس میں
 ان کو آزمائیں۔ اور تیرے رب کا رزق بہتر
 ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

پس جب اللہ پاک اپنے انعام کا وعدہ کر کے دنیا سے بے رغبتی اور بے نیازی کی تعلیم دے
 رہا ہے تو پھر بندہ کیوں غیر اللہ کا محتاج بنے؟

علم کا مقصود ہے پاکِ عقل و خرد
 علم فقیہ و حکیم، فقر مسیح و کلیم
 فقر مقامِ نظر، علم مقامِ خبر
 فقر کا مقصود ہے عفتِ قلب و نگاہ
 علم ہے جو یائے راہ، فقر ہے دانائے راہ
 فقر میں مستی ثواب، علم میں مستی گناہ!
 [ص ۳۶۹]

یہ تمام اشعار قریب قریب ایک ہی مفہوم والے ہیں۔ علم و حکمت کی رغبت کے لیے یہ دعا
 سکھائی گئی ہے۔

رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا (طہ: ۱۱۴) اے رب، بڑھاتا رہ مجھے علم میں۔
 وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا
 كَثِيرًا (البقرہ: ۲۶۹) کثیر دی گئی۔
 اور جس کو حکمت دی گئی تو گویا اُسے دولت

علم و حکمت سے ضرور نعمتیں حاصل ہوتی ہیں لیکن یہ چیزیں ”چراغِ راہ“ ہیں۔ اصل منزل
 مقصود جو غیر اللہ سے بے نیازی اور اللہ سے حضوری سکھاتی ہے وہ بندے کو اللہ کی رضا میں ضم
 کر دیتی ہے اور وہ کہتا ہے:

إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي
 لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ (الانعام: ۱۶۲)
 بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا
 جینا اور میرا مرنا اللہ کے لیے ہے جو سارے
 جہانوں کا رب ہے۔

ٹرپ رہا ہے فلاطوں میانِ غیب و حضور ازل سے اہلِ خرد کا مقام ہے اعراف! [ص ۳۷۰]

غیب یعنی حواسِ انسانی کا احوالِ خلق کی طرف متوجہ ہونا اور حضور یعنی خود کو خدا کے روبرو موجود سمجھنا — یہ صوفیہ کا قول ہے، لیکن افلاطون دوسرے طریقے سے یوں کہتا ہے کہ اشیائے کائنات کا علم محض کلیات، تصورات اور عالمگیر صداقتوں کے ذریعے سے کسی حد تک ہو سکتا ہے لیکن چونکہ اشیاء ہر وقت متغیر ہوتی رہتی ہیں اس لیے ان کا علم حقیقی اور اصلی نہیں ہے۔ چنانچہ دنیا میں جو کچھ نظر آتا ہے وہ لائقِ اعتبار نہیں۔ گویا اس نے عالم موجودات کا انکار اور عالمِ غیر محسوس کا اثبات کیا۔ اقبال کے شعر میں یہی ذکر ہے کہ افلاطون کو غیب و حضور کے متعین کرنے میں ناکامی ہوئی۔ اور وہ ظن و تخمین ہی کی دنیا میں رہا۔ خرد والے اور ظن و تخمین والے گھائے میں ہیں:

إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَازْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي
رَبِّهِمْ يَتَرَدَّدُونَ ۝
رخست وہی مانگتے ہیں آپ سے جو یقین
نہیں کرتے اللہ پر اور یومِ آخر پر اور شک
میں پڑے ہیں دل ان کے، سو وہ اپنے شک
ہی میں بھٹکتے ہیں۔ (التوبہ: ۴۵)

یہ آیت دراصل جہاد سے بچنے والوں کے متعلق ہے۔ یہاں حقیقت سے بچنے والوں پر بھی صادق آتی ہے۔

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب

گرہ کشا ہے نہ رازی، نہ صاحبِ کشف

[ص ۳۷۰]

فخر الدین محمد رازی (المتوفی ۶۰۶ھ) نے تفسیرِ کبیر لکھی اور محمد بن عمر جار اللہ زنجیزی (المتوفی ۵۳۷ھ) نے تفسیرِ کشف لکھی۔

علامہ اقبال کے والد صاحب نے ان کے بچپن میں یہ نصیحت کی تھی کہ:

جب تک تم یہ نہ سمجھو کہ قرآن تمہارے قلب پر بھی اسی طرح اترتا ہے، جس طرح محمد رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اقدس پر نازل ہوا تھا، تلاوت کا مزہ نہیں۔^۱

لَكِنَّ اللَّهَ يَشْهَدُ بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ أَنْزَلَهُ لَكِنَّ اللَّهَ شَاهِدٌ بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ أَنْزَلَهُ

ہے اپنے علم کے ساتھ (نزولِ قرآن اللہ کے علم اور شہادت کے ساتھ ہے)۔
(النساء: ۱۶۶)

میں جانتا ہوں جماعت کا حشر کیا ہوگا مسائلِ نظری میں الجھ گیا ہے خطیب
[ص ۳۷۱]

غلط قسم کے مولویوں نے اپنے حلوے مانڈے کی خاطر چھوٹی چھوٹی باتوں سے گروہ بندی کی ہوئی ہے۔

مُنِيبِنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَاقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيْعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝
اس کی طرف رجوع لاتے ہوئے اور اس سے ڈرو اور نماز قائم رکھو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔ اُن میں سے جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کئی فرقے ہو گئے۔ ہر گروہ (کے لوگ) اُس پر جو اُن کے پاس ہے، مگن ہیں۔
(الروم: ۳۱-۳۲)

سنا ہے میں نے سخن رس ہے ترک عثمانی
سنائے کون اسے اقبال کا یہ شعر غریب
سمجھ رہے ہیں وہ یورپ کو ہم جو اپنا
ستارے جن کے نشیمن سے ہیں زیادہ قریب

[ص ۳۷۱]

صدیوں تک ترک نے یورپ اور ایشیا کے علاقوں پر اپنا قبضہ رکھا۔ پھر پہلی جنگِ عظیم میں کمزور ہو گیا۔ تاہم مصطفیٰ کمال پاشا نے اُسے تقویت دی لیکن اب وہ خود کو یورپ کا منک کہنے میں فخر محسوس کرنے لگا ہے۔ اگر وہ خود کو مسلمان سمجھے تو آسمانوں کی بلندی تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝
اور مسخر کر دیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اپنے حکم سے بے شک اس میں نشانیاں ہیں غور کرنے والوں کے لیے۔
(الجاتیہ: ۱۳)

اندازِ بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
 شاید کہ اُتر جائے ترے دل میں مری بات!
 یا وسعتِ افلاک میں تکبیرِ مسلسل
 یا خاک کے آغوش میں تسبیح و مناجات
 وہ مذہبِ مردانِ خود آگاہ و خدا مست
 یہ مذہبِ ملّا و جمادات و نباتات!

[ص ۳۷۱]

”مردانِ خود آگاہ“ وسعتِ افلاک میں پہنچ جاتے ہیں جیسا کہ ابھی سورۃ الجاثیہ کی آیت ۱۳ دیکھی ہے۔ انسان کے علاوہ دوسری مخلوق صرف تسبیح ہی کرتی ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي
 الْاَرْضِ ۗ

اللہ کی تسبیح کرتی ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں
 ہے اور زمین میں۔

(الحشر: ۱)، (الصف: ۱)

ظلامِ بحر میں کھو کر سنبھل جا تڑپ جا بیچ کھا کھا کر بدل جا
 نہیں ساحل تری قسمت میں اے موج! ابھر کر جس طرف چاہے نکل جا

[ص ۳۷۲]

مسلمان ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا۔ وہ سخت کوشی اور پیہم جستجو کے لیے پیدا ہوا ہے۔ سورۃ الکہف (آیت ۶۰) میں موسیٰ کے ذریعے پیام ہے جس کا ذکر صفحہ ۳۵۰ میں آچکا ہے۔ صفحہ ۳۶۸ میں سورۃ ہود: آیت ۱۲۳، سورۃ مریم: آیت ۶۵، اور سورۃ یونس: آیت ۸۴ بھی ملاحظہ ہوں۔

مکانی ہوں کہ آزادِ مکاں ہوں؟ جہاں میں ہوں کہ خود سارا جہاں ہوں؟

[ص ۳۷۳]

مسلمان کسی مکان کا پابند نہیں اور اسی کے لیے سارا جہاں پیدا کیا گیا ہے۔
 صفحہ ۳۶۱ میں سورۃ البقرہ کی آیت ۲۹ دیکھیں۔

یقین مثلِ خلیفِ آتش نشینی! یقین اللہ مستی، خود گزینی!

[۳۷۳ص]

یقین اور ایمانِ کامل ہو تو ابراہیم علیہ السلام کی آگ بھی گلزار بن جاتی ہے۔

قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلٰی ہم نے حکم دیا، اے آگ، ہو جا ٹھنڈک اور اِبْرٰهِيْمَ ۙ (الانبیاء: ۶۹) سلامتی ابراہیم (علیہ السلام) کے لیے۔

ع ہر اک ذرہ میں ہے شاید مکین دل

[۳۷۴ص]

ہر چیز میں دل ہوگا کیونکہ ہر چیز آگتی اور بڑھتی ہے۔ صفحہ ۳۶۵ میں سورۃ الذاریت کی آیتیں ۲۰-۲۱ دیکھیں۔ سورۃ المائدہ کی آیت ۱۰۵ بھی آچکی ہے، یعنی:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰیكُمْ اَنْفُسُكُمْ اے ایمان والو! اپنی فکر رکھو (اپنی خودی کی حفاظت کرو)۔

یہی خودی ہر مخلوق کے دل میں ہے جو اُسے آگے بڑھنے میں آمادگی سکھاتی ہے۔

ترا اندیشہ افلاکی نہیں ہے تری پرواز لولاکی نہیں ہے
یہ مانا اصل شاپینی ہے تیری تری آنکھوں میں بے باکی نہیں ہے

[۳۷۴ص]

مسلمان ہی کے لیے یہ کائنات بنائی گئی ہے۔ سورۃ البقرۃ: آیت ۲۹، سورۃ الانبیاء: آیت

۱۰۵، اور سورۃ الاحزاب: آیت ۲۷ اوپر آچکی ہیں۔

ع نہیں ممکن امیری بے فقیری!

[۳۸۵ص]

فقیر سوائے اللہ کے کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔ یہی بے نیازی اصل امیری ہے۔ صفحہ ۳۶۹ میں

سورۃ طہ کی آیت ۱۳۱ مذکور ہوئی ہے وہ دیکھیں۔

خودی کی جلوتوں میں مصطفائی خودی کی خلوتوں میں کبریائی

زمین و آسمان و کرسی و عرش خودی کی زد میں ہے ساری خدائی

[۳۸۵ص]

خودی کی بہترین مثال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے جو انسانیت کی معراج ہے اور خودی جو ہر چیز میں موجود ہے اس کے پس پردہ اللہ کی ذات ہے جس سے خودی کی تخلیق ہوتی ہے۔

سورۃ المائدہ: آیت ۱۰۵، اور سورۃ الجاثیہ ۱۱۳ کے علاوہ انسانیت کی معراج کبھی رحمۃ للعالمینؐ (الانبیاء: آیت ۱۰۷) کبھی رؤف رحیمؐ (التوبہ: آیت ۱۲۸) اور کبھی خاتم النبیینؐ (الاحزاب: آیت ۴۰) کی شان میں نظر آتی ہے اور کبھی دین و نعمت کی تکمیل (المائدہ: آیت ۳) کی خوشخبری سناتی ہے۔ یہی مقام خودی کا منتہا ہے۔

نہ چھوڑاے دل نفعانِ صبح گاہی
اماں شاید ملے اللہ ھو میں

[ص ۳۷۵]

(سورۃ المزمل: آیت ۲) کا حکم بھی ہے اور امان و سکون کے لیے سورۃ الرعد میں ارشاد ہے:

آلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ۝
سن لو۔ اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

(الرعد: ۲۸)

جمالِ عشق و مستی نے نوازی
جلالِ عشق و مستی بے نیازی

کمالِ عشق و مستی ظرفِ حیدرؐ
زوالِ عشق و مستی حرفِ رازی!

[ص ۳۷۵]

جب بندہ اللہ کا ہو جاتا ہے اور جذبِ کامل حاصل کر لیتا ہے تو وہ رومی کی طرح کہتا ہے:

بشنو از نئے چوں حکایت می کند
وز جدائی ہا شکایت می کند

ایسا شخص تمام عالم سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور حیدری قوت بازو بھی حاصل کر لیتا ہے۔
ایسے شخص کے لیے نضر الدین رازی کی متکلمانہ بحث کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ وہ یقینِ کامل کا نمونہ ہوتا ہے۔

وَ الَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَ
إِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ۝
اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم
ضرور انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے اور

(العنکبوت: ۶۹) بے شک اللہ، نیکوں کے ساتھ ہے (ان کی

مدد فرماتا ہے)۔

مری تقدیر ہے خاشاکِ سوزی فقط بجلی ہوں میں، حاصل نہیں میں
[ص ۳۷۶]

لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ۝ (النجم: ۳۹) انسان نہ پائے گا مگر اپنی کوشش۔
حدیث میں بھی ہے:
السعي مني والاتمام من الله ۝
کوشش میری اور نتیجہ اللہ کے ہاتھ ہے۔

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نُور چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے
[ص ۳۷۶]

صفحہ ۳۴۳ کی آیتیں دیکھیں۔

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے
[ص ۳۷۷]

مسلمانوں کا جوش اور ولولہ جو محبت اور عشق کے لوازمات میں سے ہے ختم ہو گیا ہے۔ اسی کو حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کا ایمان یہ ہونا چاہیے جو سورۃ الانعام میں مذکور ہے کہ:
إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا
لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝
جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لیے ہے جو
(الانعام: ۱۶۲) سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔

مسلمان کی زندگی اور موت سب کچھ اللہ کے لیے ہونی چاہیے اور یہ مقام اُسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب عشق ہو اور عشق جوش اور ولولے ہی سے ظاہر ہوتا ہے۔

جوانوں کو مری آہِ سحر دے پھر ان شاہین بچوں کو بال و پر دے
خدایا آرزو میری یہی ہے مرا نور بصیرت عام کر دے
[ص ۳۷۸]

شاہین بچے یعنی مسلمان۔ شاہین میں اسلامی فقر کی خصوصیات ملتی ہیں، یعنی:

۱۔ خود دار اور غیرت مند ہے کہ دوسرے کا مارا ہوا شکار نہیں کھاتا۔

۲۔ بے تعلق ہے کہ آشیانہ نہیں بناتا۔

۳۔ بلند پرواز ہے۔

۴۔ خلوت پسند ہے۔

۵۔ تیز نگاہ ہے۔

آہ سحر۔ تہجد کی بیداری:

إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ ۖ
بے شک رات کا اٹھنا، وہ زیادہ دباؤ ڈالتا
قِيْلًا ۗ (المزمّل: ۶) ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔

کرم تیرا کہ بے جوہر نہیں میں غلامِ طغرل و سنجر نہیں میں
جہاں بنی مری فطرت ہے لیکن کسی جمشید کا ساغر نہیں میں

[ص ۳۷۸]

اللہ کے فضل سے میں کسی بادشاہ کا غلام نہیں ہوں جو اللہ کا صحیح بندہ ہوتا ہے وہ غیر اللہ کا

محتاج نہیں ہوتا۔

أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۗ
سن لو، اُسی (اللہ کے) ہاتھ میں ہے پیدا کرنا
(الاعراف: ۵۴) اور حکم دینا۔

إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ۝
بے شک اللہ کی رحمت نیکوں سے قریب ہے
(الاعراف: ۵۶) (پھر وہ نیک کسی غیر اللہ کا محتاج کیوں بنے؟)

کبھی تنہائی کوہ و دامن عشق کبھی سوز و سرور و انجمن عشق
کبھی سرمایہ محراب و منبر کبھی مولا علیؑ، خیبر شکن عشق!

[ص ۳۷۹]

صفحہ ۳۷۵ میں سورۃ العنکبوت کی آیت ۶۹ دیکھیں۔

عطا اسلاف کا جذبِ دروں کر شریکِ زمرہ لا یَحْزَنُونَ کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں مرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

[ص ۳۷۹]

الْآنَ أَوْلِيَآءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
سن لو، بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف

يَحْزَنُونَ ۝^ع (یونس: ۶۲) ہے نہ کچھ غم۔

عارفین کے نزدیک ولایت نام ہے قرب الہی کا اور ہمیشہ اللہ کے ساتھ مشغول رہنے کا۔ جب بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے تو اسے کسی چیز کا خوف نہیں ہوتا۔ اور نہ کسی شے کے فوت ہونے کا غم ہوتا ہے۔

یہ نکتہ میں نے سیکھا بوالحسن سے کہ جاں مرتی نہیں مرگِ بدن سے
[ص ۳۷۹]

بوالحسن یعنی حضرت علیؑ سے یہ قول نہج البلاغہ میں منقول ہے:

انه يموت من مات منا وليس بميت جو مرتا ہے وہ لوگوں کے نزدیک مر جاتا ہے
لیکن اس کی روح نہیں مرتی۔

قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ۝^ع آپ فرمادیں، روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا۔

(بنی اسرائیل: ۸۵)

مرگِ بدن کے بعد روح کا قائم رہنا صحیح ہے لیکن انسان اس بات کو کیا سمجھ سکتا ہے؟

ع نہ خود ہیں، نے خدا ہیں، نے جہاں ہیں
[ص ۳۸۰]

انسان کا مقام کتنا بلند ہے کہ وہ اللہ کا نائب ہے (البقرہ: ۳۰) اور اسی کے لیے ہر چیز پیدا کی گئی ہے (البقرہ: ۲۹)، لیکن جب وہ اپنے اس مقام کو نہیں پہچانتا، وہ احسن التقویم کی منزل سے واقف نہیں ہوتا تو پھر:

ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۝^ع پھر ہم نے اسے نیچے سے نیچی حالت کی طرف پھیر دیا۔
(سورة التین: ۵)

دمِ عارف نسیم صبح دم ہے اسی سے ریشہ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسر شانی سے کلیسی دو قدم ہے
[ص ۳۸۰]

اس ”دو قدم“ کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ) نے مکتوبات: دفتر اول، مکتوب ۱۱۵ میں لکھا ہے:

یہ راہ جسے ہم طے کرنا چاہتے ہیں سات قدموں کی ہے۔ دو قدم عالم خلق میں اور پانچ قدم عالم امر میں ہیں..... بعضوں نے کہا ہے کہ یہ راہ دو قدم کی ہے۔

اس سے اُن کی مراد عالم خلق اور عالم امر ہے۔ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ (الاعراف: ۵۴)

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے وہ دل، وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے

[ص ۳۸۱]

ہم رسمیہ مسلمان ہیں، صحیح مسلمان نہیں۔ ہماری مثال ان لوگوں جیسی ہے جن کا ذکر سورۃ الحجرات میں ہے:

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَ لَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ ۖ وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ (الحجرات: ۱۴)

گنوار بولے، ہم ایمان لائے۔ آپ فرما دیں کہ تم ایمان تو نہ لائے، ہاں یوں کہو کہ ہم مطیع ہوئے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا؟ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرو گے تو تمہارے کسی عمل کو اللہ ضائع نہیں کرے گا۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

گھلے جاتے ہیں اسرارِ نہانی گیا دورِ حدیثِ لن تو انبی
ہوئی جس کی خودی پہلے نمودار وہی مہدی، وہی آخرِ زمانی

[ص ۳۸۱]

موسیٰ علیہ السلام کو کہا گیا تھا لن تو انبی (الاعراف: ۱۴۳)، لیکن اب زمانہ یہ ہے کہ انسان خود نگری اور خودی کی بدولت بڑے سے بڑے مدارج حاصل کر سکتا ہے، یعنی عمل اور عشق اصل راز ہے۔ وَلَا تَهْنُوتُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَ أَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنَّ اور نہ سست پڑو اور نہ غم کرو۔ تم ہی غالب رہو

كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ (آل عمران: ۱۳۹) گے اگر تم مؤمن ہو۔
مؤمن کے ایمان کا تقاضا عمل اور عشق ہے۔

ع فقط امروز ہے تیرا زمانہ

[ص ۳۸۱]

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ۝ (الرحمن: ۲۹) وہ ہر دن ایک دھندے میں ہے۔
لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ ۝ (البقرہ: ۲۵۵) اسے نہ اونگھ آئے نہ نیند۔
جب اللہ ایسا ہے تو اس کا نائب کیوں بے عمل ہے اور کیوں آج بیدار نہیں؟
صفحہ ۳۶۹ میں سورہ طہ: آیت ۱۲۱ دیکھیں۔

تن روح سے بے زار ہے حق خدائے زندہ زندوں کا خدا ہے
صفحہ ۳۸۰ میں سورۃ الرحمن کی آیت ۲۹، اور سورۃ البقرہ کی آیت ۲۵۵ دیکھیں۔

تجھے گرفتار و شاہی کا بتا دوں غریبی میں نگہبانی خودی کی
میں صورتِ گل دستِ صبا کا نہیں محتاج
کرتا ہے مرا جوشِ جنوں میری قبا چاک!

[ص ۳۸۲]

مسلمان غیر اللہ کا محتاج نہیں۔ اس کا ایمان ہی اس کو عشق اور عمل سکھاتا ہے۔ صفحہ ۳۸۱ میں
سورہ آل عمران کی آیت ۱۳۹ دیکھیں۔

ہے یہی میری نماز، ہے یہی میرا وضو میری نواواں میں ہے میرے جگر کا لہو!

[ص ۳۸۳]

جنت کی بشارت اُن لوگوں کے لیے ہے جو اس کی طرف رجوع کریں اور رجوع کرتا ہوا
دل رکھتے ہوں۔

هَذَا مَا تُوَعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيظٍ ۝
خَشِيَ الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ
یہ ہے وہ جس کا تم وعدہ دیے جاتے ہو ہر
رجوع لانے نگہداشت والے کے لیے۔ جو

رحمن سے بے دیکھے ڈرتا ہے اور رجوع کرتا

(ق: ۳۲-۳۳) ہوا دل لایا۔

ع صحبتِ اہلِ صفا، نور و حضور و سرور

[ص ۳۸۳]

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ
بِالْعَدْوَىٰ وَالْعَشَىٰ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ
عَيْنُكَ عَنْهُمْ ۝
اور اپنے آپ کو ثابت قدم رکھ ان لوگوں کے
ساتھ جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں،
اس کی خوشنودی (رضا) چاہتے ہیں اور تیری
آنکھیں ان سے نہ ہٹے پائیں۔ (الکھف: ۲۸)

تجھ سے گریاں مرا مطلعِ صبحِ نثور تجھ سے مرے سینے میں آتشِ اللہ ہو
[ص ۳۸۳]

صفحہ ۳۷۵ میں سورۃ الرعد کی آیت ۲۸ آچکی ہے وہ دیکھیں۔

سلسلہ روز و شب، نقشِ گرِ حادثات! سلسلہ روز و شب، اصلِ حیاتِ مومات!
[ص ۳۸۵]

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَإِخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفَلَكَ الَّتِي
تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا
أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ
الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ
دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيْحِ وَالسَّحَابِ
الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ
لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝
بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور
رات دن کے بدلنے میں اور کشتی دریا میں جو
لوگوں کے فائدے کے لیے چلتی ہے اور وہ جو
اللہ نے آسمان سے پانی اتار کر مردہ زمین کو
اس سے زندہ کیا اور زمین میں ہر قسم کے
جانور پھیلانے اور ہواؤں کی گردش اور وہ
بادل کہ آسمان و زمین کے بیچ میں مسخر ہیں،
ان سب میں عقل مندوں کے لیے ضرور

(البقرہ: ۱۶۴) نشانیاں ہیں۔

سورہ آل عمران: آیت ۱۹۰، اور سورہ یونس: آیت ۶ وغیرہ میں بھی ایسے مضامین ہیں۔

تیرے شب و روز کی اور حقیقت ہے کیا
ایک زمانے کی رو، جس میں نندن ہے ندرات!

[ص ۳۸۵]

صفحہ ۳۸۱ میں سورہ رحمن کی آیت ۲۹، اور سورہ البقرہ کی آیت ۵۵ دیکھیں

اول و آخر فنا، باطن و ظاہر فنا نقش کہن ہو کہ نو، منزلِ آخر فنا

[ص ۳۸۶]

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ (الرحمن: ۲۶) زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے۔

ع عشق ہے اصلِ حیات، موت ہے اُس پر حرام

[ص ۳۸۶]

جوش، ولولہ، دُھن اور لگن سے زندگی عبارت ہے۔

وَمَنْ يُعْظَمِ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ ۝ (الحج: ۳۲) اور جو شخص شعا ئِ الہی کا احترام کرتا ہے اس کا طریق عمل قلب کے تقویٰ کا نتیجہ ہے۔

تقویٰ دراصل ضمیر کے اس احساس کا نام ہے جس کی بنا پر ہر کام میں خدا کے حکم کے مطابق عمل کرنے کی شدید رغبت اور اس کی مخالفت سے شدید نفرت پیدا ہوتی ہے۔ گویا تقویٰ جو اقبال کی اصطلاح میں عشق ہے ایک ایجابی صفت ہے جو پہلے دل سے تعلق رکھتی ہے پھر تمام جوارح سے اور اسی سے بیداری پیدا ہوتی ہے جو انسان کو عملِ پیہم کے لیے آمادہ کرتی ہے۔ صفحہ ۳۲۴ میں بھی یہ بحث آچکی ہے۔

عشق دمِ جبریل، عشق دلِ مصطفیٰ! عشق خدا کا رسول، عشق خدا کا کلام!

[ص ۳۸۶]

”تقویٰ القلوب“ جس کا ذکر ابھی آیا، جبریل علیہ السلام نے بھی اسی کا پیام دیا اور حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی کی عملی تعلیم دی۔ جبریل علیہ السلام کو بھی چونکہ سورۃ التکویر میں (انہ لقول رسول کریم) رسول کہا گیا ہے اس لیے یہاں بھی عشق کو (جس کا پیام جبریل علیہ السلام لائے ہیں) ”خدا کا رسول“ کہا ہے۔ بہر حال عشق ہی خدا کا مقصد ہے، ورنہ آدم کی تخلیق بے کار ہو جائے گی۔

قطرہ خونِ جگر، سِل کو بناتا ہے دل خونِ جگر سے صدا سوز و سرور و سرود
[ص ۳۸۷]

یہی تقوی القلوب انسان کو جگر کا وی کے لیے آمادہ کرتا ہے۔ مسجدِ قرطبہ بھی اسی کا مظاہرہ ہے۔ اور اسی لیے:

ع عرشِ معلیٰ سے کم سینہٴ آدم نہیں بک

پیکرِ نوری کو ہے سجدہ میسر تو کیا اس کو میسر نہیں سوز و گدازِ تجود!
[ص ۳۸۷]

فرشتے عبادت کرتے ہیں لیکن اس عبادت میں لذت صرف انسان کو اس کے قلب کے سوز کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔

مٹ نہیں سکتا کبھی مردِ مسلمان، کہ ہے اُس کی اذنانوں سے فاش سرِ کلیمِ و خلیل
[ص ۳۸۸]

مسلمان کی اذان سے غیر اللہ کے انکار کا اعلان ہوا کرتا ہے۔ یہ اعلان اگر دل سے ہے تو گویا ابراہیم علیہ السلام کی طرح بُت شکنی اور موسیٰ علیہ السلام کی طرح فرعونی طاقت کی بیخ کنی کا اعلان ہے، جو مسلمان ایسا ایمان رکھتا ہے وہ کبھی مٹ نہیں سکتا۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا
اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم
(العنکبوت: ۶۹) انہیں اپنے راستے (فلاح کے) دکھادیں گے۔

باتھ ہے اللہ کا، بندہٴ مومن کا ہاتھ غالب و کارِ آفرین، کار کشا، کار ساز
[ص ۳۸۸]

ایک حدیثِ قدسی ہے:

وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ
مِمَّا افْتَرَضْتُهُ وَلَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ
بِالنَّوَافِلِ حَتَّىٰ أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ، كُنْتُ سَمْعَهُ
الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ
وَ يَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَ رِجْلَهُ الَّتِي

جو فرائض میں نے عاید کر رکھے ہیں اُن سے بڑھ کر مجھے کوئی شے محبوب نہیں جس کے ذریعے میرا بندہ میرا تقرب حاصل کرتا ہے۔ بندہ مجھ سے نوافل (عبادت) کے ذریعے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے

دوست بنا لیتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بینائی بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

وَمَا رَمَيْتْ إِذْ رَمَيْتْ وَ لَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۚ
(الانفال: ۱۷) (اے محبوب) جب تم نے (کنکریاں) پھینکی تھیں تو تم نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں۔

يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۗ (الفتح: ۱۰) اللہ کا ہاتھ ان کے (مومنوں کے) ہاتھوں پر ہے۔

اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دلفریب، اس کی نگہ دل نواز

[ص ۳۸۹]

مسلمان کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یہ صفات سورہ آل عمران میں بیان کی گئی ہیں۔
انہی کا پیر و مسلمان کو ہونا چاہیے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ
فَطَّأَ عَلَيِظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ
حَوْلِكَ ۚ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ
شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ
عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ۝

کاموں میں ان سے مشورہ لو اور جو کسی بات

کا ارادہ پکا کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔ بے
شک توکل والے لوگ اللہ کو پیارے ہیں۔

(آل عمران: ۱۵۹)

نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو! رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاک باز!
[ص ۳۸۹]

سورہ فتح کی آخری آیت میں ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (الفتح: ۲۹)
وہ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔
اوپر کی آیت سورہ آل عمران بھی دیکھیں۔

نقطہ پر کارِ حق، مرد خدا کا یقین اور یہ عالم تمام وہم و طلسم و مجاز
[ص ۳۹۰]

مرد خدا کے ایمان اور یقین ہی کے گرد تمام عالم گھومتا ہے اور وہ سب پر غالب رہتا ہے۔
وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ
اور مت سستی کرو اور مت غم کھاؤ۔ تم ہی غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو
(آل عمران: ۱۳۹)

عقل کی منزل ہے وہ، عشق کا حاصل ہے وہ
حلقہ آفاق میں گرمی محفل ہے وہ

[ص ۳۹۰]

مومن کامل ہر خیر کا مرجع ہے اور اسی کی وجہ سے دنیا کی محفل میں گرمی ہے، کیونکہ اسی کے
لیے دنیا بنائی گئی ہے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ وَهِيَ جَسَدٌ كَمَا خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمَاءِ
وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لیے جو
جَمِيعًا (البقرہ: ۲۹) کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

اور خلیفۃ اللہ بھی ہے (سورہ الانعام: آیت ۱۶۵)۔

آہ وہ مردانِ حق! وہ عربی شہسوار
حامل ”خلقِ عظیم“ صاحبِ صدق و یقین

[ص ۳۹۰]

مردانِ حق کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سورہ القلم میں ہے:

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝ (القلم: ۴) اور بے شک آپ کے اخلاق بہت بلند ہیں۔

جن کی حکومت سے ہے فاش یہ رمز غریب
سلطنتِ اہل دل فقر ہے، شاہی نہیں

[ص ۳۹۰]

سورۃ النور میں حکومت کے اہل ہونے کی یہ بشارت آئی ہے:

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا
اللہ نے وعدہ کیا ہے اُن لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور عمل صالح کیے کہ وہ ضرور ان کو زمین میں خلافت (حکومت) دے گا جس طرح اُن سے پہلوں کو دی اور ضرور اُن کے دین کو مضبوط کر دے گا جس کو اس نے پسند کیا ہے اور ضرور اُن کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

بوئے یمن آج بھی اس کی ہواؤں میں ہے
رنگِ حجاز آج بھی اس کی نواؤں میں ہے

[ص ۳۹۱]

ایک حدیث (گوکہ موضوع ہے) اس طرح ہے:

انّی لاجد نفس الرحمن من قبل الیمن^۹ یمن کی طرف سے مجھے خدا کی خوشبو آتی ہے۔
حضرت اویس قرنیؓ وہیں کے تھے، اُن کے متعلق یہ اشارہ ہے۔^۹

جس میں نہ ہو انقلاب، موت ہے وہ زندگی
روحِ اُمم کی حیات کش مکش انقلاب!

[ص ۳۹۲]

يُقَلِّبُ اللَّهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ ۝ (النور: ۲۴) اللہ بدلی کرتا ہے رات اور دن کی۔ بے شک اس میں عبرت ہے نگاہ والوں کے لیے۔

وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نَدَاوُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ
اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے
(آل عمران: ۱۳۰) لیے باریاں رکھی ہیں (کبھی کسی کی باری ہے
کبھی کسی کی)۔

ع ہے سوزِ دروں سے زندگانی

[ص ۳۹۵]

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَ أَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝
اور نہ سست پڑو اور نہ غم کرو۔ تم ہی غالب رہو
(آل عمران: ۳۹) گے اگر تم مومن ہو۔
مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے مومن کا مقام ہر کہیں ہے

[ص ۳۹۵]

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا
وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لیے جو
(البقرہ: ۲۹) کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

دیکھا بھی دکھایا بھی، سنایا بھی سنا بھی ہے دل کی تسلی نہ نظر میں نہ خبر میں
[ص ۳۹۶]

دل کی تسلی صرف اللہ سے رشتہ رکھنے میں ہے۔

إِلَّا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ۝
سن لو، اللہ کی یاد ہی میں دل کا چین ہے۔

(الرعد: ۲۸)

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی
[ص ۳۹۷]

شہادت ابدی زندگی ہے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انھیں
مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں۔ ہاں تم کو خبر
(البقرہ: ۱۵۴) نہیں۔

پھر شہید کا درجہ صدیق کے بعد ہی ہوتا ہے۔

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا
اور جو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرے تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور صالح لوگ۔ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ (النساء: ۶۹)

دل مردِ مومن میں پھر زندہ کر دے وہ بجلی کہ تھی نعرۂ لا تذر میں!
[ص ۳۹۷]

نوح علیہ السلام کی دعا سورہ نوح میں ہے:
وَقَالَ نُوحٌ رَبِّ لَا تَذَرْنِي عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِينَ دَيَّارًا
اور نوح نے عرض کی، اے میرے رب، ان کافروں میں سے کسی کو بھی روئے زمین پر باقی نہ چھوڑ۔ (نوح: ۲۶)

اے نفس و آفاق میں پیدا ترے آیات!
حق یہ ہے کہ ہے زندہ و پائندہ تری ذات!
[ص ۳۹۸]

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ
اور ان کی جانوں میں حتیٰ کہ کھل جائے اُن
حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ
پر کہ یہ ٹھیک ہے۔ (فصلت: ۵۳)

آج آنکھ نے دیکھا تو وہ عالم ہوا ثابت!
میں جس کو سمجھتا تھا کلیسا کے خرافات!
[ص ۳۹۸]

عرب میں قبیلہ عذرہ کا ایک دروغ گو شخص خرافہ تھا۔ اسی سے یہ لفظ بنایا گیا، یعنی لغو باتیں۔ کلیسا والوں نے خلاف عقل باتیں (عقائد و اعمال) شروع کر دی تھیں اس لیے اُن کے خلاف احتجاج شروع ہوا، پھر یہ احتجاج ضد اور نفرت کی حد تک پہنچ گیا حتیٰ کہ کلیسا کے بتائے ہوئے خدا کا

بھی انکار ہونے لگا۔

وَ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَا اَرِنَا الَّذِيْنَ
اَصَلْنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلُهُمَّا تَحْتِ
اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ۝
اور کافر بولے (جہنم میں)، اے ہمارے
رب، ہمیں دکھا وہ دونوں جن اور آدمی،
جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا کہ ہم انہیں اپنے
پاؤں تلے ڈالیں کہ وہ ہوں نیچے سے نیچے
(فصلت: ۲۹)
والوں میں۔

یہ علم، یہ حکمت، یہ تدبیر، یہ حکومت پیتے ہیں لہو، دیتے ہیں تعلیم مساوات
[ص ۳۹۹]

یورپ والوں کے علم، تدبیر وغیرہ کا مقصد صرف خون چوسنا ہے کیونکہ ان پر شیطان نے
قابو پالیا ہے۔

اِسْتَحُوْذٌ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسَلٰهُمْ ذِكْرَ
اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اَلَا اِنَّ
حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝
ان پر شیطان نے قابو پالیا۔ پس اس نے
ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا۔ یہ شیطان
کی جماعت ہے۔ سن رکھو، شیطان کی
جماعت ہی نقصان اٹھانے والی ہے۔
(المجادلہ: ۱۹)

اسی لیے اس جماعت کی وجہ سے ہے:

ع بیکاری و عریانی و مے خواری و افلاس

ع ہیں تلخ بہت بندہ مزدور کے اوقات

[ص ۴۰۰]

وَ فِیْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝
اور ان کے مالوں میں حق ہے سائل اور محروم کا۔
(الذاریت: ۱۹)

مزدور کو محروم رکھا جاتا ہے اور اسے اس کا پورا حق نہیں دیا جاتا۔

وَ تَاْكُلُوْنَ الثَّرٰثَ اَكْلًا لَّمًّا ۙ وَ تُحِبُّوْنَ
الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۙ (الفجر: ۱۹-۲۰)
اور میراث کا مال ہپ ہپ کھاتے ہو اور مال
کی نہایت محبت رکھتے ہو۔

ع کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ؟

[ص ۴۰۰]

معیشت پر اترانے والوں کی ہلاکت یقینی ہے۔

وَ كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطَرَتْ اور کتنے شہر ہم نے ہلاک کر دیے جو اپنے
مَعِيشتَهَا ○ (القصص: ۵۸) عیش پر اتر گئے تھے۔

ع دانش و دین و علم و فن بندگی ہوں تمام

صفحہ ۳۹۹ کی آیت دیکھیں۔

ع جوہر زندگی ہے عشق، جوہر عشق ہے خودی

[ص ۴۰۱]

زندگی بغیر عشق کے اور عشق بغیر خودی کے نہیں ہے۔ صفحہ ۳۸۶ میں سورۃ الحج کی آیت ۳۲ دیکھیں۔

جس کھیت سے دہقان کو میسر نہیں روزی اس کھیت کے ہر خوشنہ گندم کو جلا دو

[ص ۴۰۲]

صفحہ ۴۰۰ میں سورۃ الذاریات: آیت ۱۹، سورۃ الفجر: آیات ۲-۱۹، اور سورۃ القصص:

آیت ۵۸ دیکھیں۔

سرخ و کبود بدلیاں چھوڑ گیا سحاب شب!

کوہِ اضم کو دے گیا رنگِ برنگِ طلیساں!

گرد سے پاک ہے ہوا، برگِ نخیل دھل گئے

ریگِ نواحِ کاظمہ نرم ہے مثلِ پرنیاں!

[ص ۴۰۳]

امام صالح شرف الدین ابو عبد اللہ محمد بن حسن البوصیری (المتوفی ۶۹۴ھ/۱۲۹۶ء) کا قصیدہ

بُردہ اس طرح شروع ہوتا ہے:

امن تذکر جیرانِ بذی سلم مزجت دمعاً جرى من مقلبة بدم

ام هبت الريح من تلقاء كاظمة او امض البرق في الظلماء من اضم

”کیا تجھے ذی سلم کے ہمسائے یاد آگئے کہ آنسو ملا ہوا خون تیری آنکھوں سے جاری ہے یا

کاظمہ کی طرف سے ہوا آگئی، یا اضم سے اندھیری رات میں بجلی چمکی؟“
 کاظمہ (مدینہ) اور کوہ اضم (مدینہ کے قریب پہاڑ) کے متعلق:

آئی صدائے جبرئیل تیرا مقام ہے یہی اہل فراق کے لیے عیشِ دوام ہے یہی
 [ص ۴۰۳]

ایک مسلمان کے لیے کونین میں اس سے زیادہ دلکش اور راحت افزا مقام کوئی نہیں۔ رومی
 کہتے ہیں:

مسکنِ یار است و شہرِ شاہِ من پیشِ عاشقِ این بود حب الوطن
 وَ مَا أَرَسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝ اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت سارے
 (الانبیاء: ۱۰۷) جہانوں کے لیے۔

ایسے پیارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دیار کی چیزیں اقبال کو کیوں عزیز نہ ہوتیں؟

قافلہٗ حجاز میں ایک حسینؑ بھی نہیں

گرچہ ہے تاب دار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات

[ص ۴۰۴]

کیا پوری قوم میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرح حق کے لیے قربانی دینے والا اب
 کوئی نہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا
 الرَّسُولَ وَ أُولَى الْأَمْرِ مِنكُمْ ۚ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ
 وَ الرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَ الْيَوْمِ
 الْآخِرِ ۚ ذَلِكَ خَيْرٌ وَ أَحْسَنُ تَأْوِيلًا
 (النساء: ۵۹) رکھتے ہو۔ یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب

سے اچھا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی خلافت کو اسی لیے تسلیم نہیں کیا کہ اُس نے اللہ اور اُس
 کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت چھوڑ دی تھی۔

اب بھی ہمارے حاکم ایسے ہی ہیں لیکن قومِ حجاز میں کوئی حسینؑ نظر نہیں آتا۔

صدقِ خلیلؑ بھی ہے عشقِ صبرِ حسینؑ بھی ہے عشق!
معرکہٴ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق!

[ص ۴۰۴]

ایمان کی گرمی اور تقویٰ القلوب نہ ہوتا تو یہ تمام واقعات ہمیشہ کے لیے زندگی نہ پاتے۔
صفحہ ۳۸۶ میں سورۃ الحج کی آیت ۳۲ دیکھیں۔

آیۃ کائنات کا معنی دیریاب تو!
نکلے تری تلاش میں قافلہ ہائے رنگ و بو!

[ص ۴۰۴]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں جن کی منتظر کائنات رہی ہے۔
سورۃ الاحزاب میں ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابًا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ مُحَمَّد، تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد
وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ نہیں، ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں
اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (الاحزاب: ۴۰) میں پچھلے، اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

اگر معنی دیریاب سے مراد اللہ پاک ہے تو پھر سورۃ الانعام: آیت ۱۰۳ میں ارشاد ہے:
لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ نِگاہیں اُس کو نہیں پاتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا
وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (الانعام: ۱۰۳) ہے۔ وہ لطیف اور باخبر ہے۔

لوح بھی تو، قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب!
گنبدِ آگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب!

[ص ۴۰۵]

ہر چیز مسلمانوں کے لیے ہے اور ہر چیز سے وہ بلند ہے۔ ضربِ کلیم، صفحہ ۵۲۲ میں بھی
کہا ہے کہ: بع قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

شوکتِ سنجر و سلیم، تیرے جلال کی نمود!

فقرِ جنید و بایزید، تیرا جمالِ بے نقاب!

[ص ۴۰۵]

علامہ اقبال اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:

دینِ اسلام جو ہر مسلمان کے عقیدے کی رُو سے ہر شے پر مقدم ہے نفسِ انسانی اور اس کی مرکزی قوتوں کو فنا نہیں کرتا بلکہ اُن کے عمل کے لیے حدودِ معین کرتا ہے۔ ان حدود کے معین کرنے کا نام اصطلاحِ اسلام میں شریعت یا قانونِ الہی ہے۔ خودی خواہِ موسیٰ کی ہو خواہ ہٹلر کی، قانونِ الہی کی پابند ہو جائے تو مسلمان ہو جاتی ہے۔ موسیٰ نے حبشہ کو محض جوعِ الارض کی تسکین کے لیے پامال کیا۔ مسلمانوں نے اپنے عروج کے زمانے میں حبشہ کی آزادی کو محفوظ رکھا۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ پہلی صورت میں خودی کسی قانون کی پابند نہیں، دوسری صورت میں قانونِ الہی اور اخلاق کی پابند ہے بہر حال حدودِ خودی کے تعین کا نام شریعت ہے اور شریعت کو اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام طریقت ہے۔ جب احکامِ الہی خودی میں اس حد تک سرایت کر جائیں کہ خودی کے پرائیویٹ امیال و عواطف باقی نہ رہیں اور صرف رضائے الہی اس کا مقصود ہو جائے تو زندگی کی اس کیفیت کو بعض اکابر صوفیائے اسلام نے فنا کہا ہے، بعض نے اسی کا نام بقا رکھا ہے۔^{۱۱}

اسلامی حکومت اور اسلامی فکردونوں کا مقصد امر بالمعروف اور دعوتِ خیر ہے۔

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ
وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ
الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ وہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں، اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔

(آل عمران: ۱۰۴)

تازہ مرے ضمیر میں معرکہ کہن ہوا! عشقِ تمامِ مصطفیٰ، عقلِ تمامِ بولہب!

[ص ۴۰۶]

مظاہر کے عرفان میں عقلِ مد تو دے سکتی ہے لیکن حقائق کو پہچاننے سے قاصر ہے۔ عشق کا مفہوم، جیسا کہ خود علامہ اقبال نے ایک جگہ بتایا، ہر اس چیز کو اپنے اندر جذب کرنا ہے جو اعلیٰ اور اکمل ہو۔ یہ صرف جذباتی چیز نہیں بلکہ قوتِ فعال بھی ہے۔ گویا اعلیٰ اور اکمل کی طلب ایک طرح

سے عشقِ الہی کے مترادف ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس عشق کا سب سے اعلیٰ مظہر ہیں اور اُس قسم کی عقل کا نمائندہ اُلُوہب ہے۔

قُلْ مَا يَكُونُ لِيْ اَنْ اُبَدِّلَهُ مِنْ تَلَقّٰى نَفْسِيْۗ اِنْ اَتَّبِعْ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ

آپ فرمادیں، مجھے نہیں پہنچتا کہ میں اپنی طرف سے (قرآنی آیات کو) بدل دوں

میں تو اسی کا اتباع کرتا ہوں جو میری طرف (یونس: ۱۵)

وحی ہوتی ہے (اعلیٰ اور اکمل کی طلب کی یہ شان ہے)۔

وَ اِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ السّٰعَۃُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَا نَدْرِيْ مَا السّٰعَۃُ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّ مَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ۝

اور جب کہا جاتا، بے شک اللہ کا وعدہ سچا اور قیامت میں شک نہیں، تم کہتے ہم نہیں جانتے قیامت کیا چیز ہے، ہمیں تو یونہی کچھ

(الحجاثیہ: ۳۲)

گمان سا ہوتا ہے اور ہمیں یقین نہیں (یہ ظن و تخمین والی عقل ایسا سوچتی ہے)۔

وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۝

اور بے شک گمان، یقین کی جگہ کچھ کام نہیں

(النجم: ۲۸) دیتا۔

گرمی آرزو فراق! شورشِ ہاے وہو فراق!

موج کی جستجو فراق! قطرہ کی آبرو فراق!

[ص ۴۰۶]

ہجر کی وجہ سے تڑپ پیدا ہوتی ہے اور اعلیٰ و اکمل کی طلب بھی۔ اقبال فنا اور وصل کے قائل نہیں بلکہ درد و اضطراب اور سوز و فراق کو روح انسانی کا نقطہٴ عروج مانتے ہیں۔

اَمَنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَ يَكْشِفُ السُّوْءَ وَ يَجْعَلْكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ۗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ اللّٰهِ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝

یا وہ لاچار کی سنتا ہے جب وہ اُسے پکارے اور دور کر دیتا ہے برائی اور تمہیں زمین کا وارث کرتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی خدا

(النمل: ۶۲)

ہے؟ بہت ہی کم دھیان کرتے ہیں۔

پکارنا اور اضطراب میں مبتلا ہونا طلب کی دلیل ہے۔ پھر یہ طلب نیابتِ الہی کے اعلیٰ مدارج تک پہنچا دیتی ہے۔

اللہ کا شوکر کہ پروانہ نہیں میں! در یوزہ گر آتشِ بیگانہ نہیں میں!
[ص ۴۰۷]

اس شعر میں سبق دیا ہے کہ غیر اللہ کی محتاجی سے بچنا چاہیے۔
وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا مِنْ الظَّالِمِينَ ۝
سکے اور نہ بُرا۔ پھر اگر تو ایسا کرے تو اس وقت تو ظالموں میں سے ہوگا۔ (یونس: ۱۰۶)

یہ ایک بات کہ آدم ہے صاحبِ مقصود ہزار گونہ فروغ و ہزار گونہ فراغ!
[ص ۴۰۸]

انسان اگر یہ سمجھے لے کہ اُسی کے لیے دنیا پیدا کی گئی تو وہ غیر اللہ سے فراغت پالے گا اور ہر طرح کے فروغ کے لیے کوشاں رہے گا۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ يَرْزُقُكُمْ فِيهَا كَمَا كُنْتُمْ تُكْفَرُونَ
جَمِيعًا (البقرہ: ۲۹) زمین میں ہے سب کا سب۔

مانگنے والا گدا ہے! صدقہ مانگے یا خراج!
کوئی مانے یا نہ مانے میری سلطاں سب گدا
[ص ۴۰۹]

ایک دنیوی بادشاہ کا کردار سورۃ الکہف میں حضرت خضرؑ کے بیان میں مذکور ہے:
أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسْكِينٍ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ فَأَرَدْتُ أَنْ أَعِيبَهَا وَكَانَ وَرَاءَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا
وہ جو کشتی تھی وہ کچھ محتاجوں کی تھی کہ دریا میں کام کرتے تھے تو میں نے چاہا کہ اُسے عیب دار کر دوں اور اُن کے پیچھے ایک بادشاہ تھا کہ ہر ثابت کشتی زبردستی چھین لیتا۔ (الکہف: ۷۹)

عام بادشاہوں کا یہی حال ہے جو دوسروں کے مال کی بدولت بادشاہ بنتے ہیں۔

صفحہ ۳۷ میں سورۃ الروم کی آیتیں ۳۲-۳۱ دیکھیں۔

نہیں فردوس مقامِ جدل و قال و اقوال بحث و تکرار اس اللہ کے بندے کی سرشت!
[ص ۴۰۹]

ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی ہوس کی امیری، ہوس کی وزیری
[ص ۴۱۰]

جب اللہ کے لیے حکومت تھی تو امر بالمعروف کے لیے تھی اور جب یہ حکومت دنیا کے لیے
ہوگئی تو پھر ہوس ہی ہوس کا فرما ہوگئی۔ صفحہ ۴۰۵ میں سورہ آل عمران کی آیت ۱۰۴، اور صفحہ ۴۰۹
میں سورہ الکہف کی آیت ۷۹ دیکھیں۔

یہ اعجاز ہے ایک صحرائشیں کا بشیری ہے آئینہ دارِ نذیری
[ص ۴۱۰]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بشیر بھی ہیں اور نذیر بھی۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَ نَذِيرًا
(السیاء: ۲۸) رسالت کے ساتھ جو تمام انسانوں کو گھیرنے
والی ہے، خوش خبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا۔

(بشیر، یعنی کثرت سے اللہ کے انعامات کی خوشخبری سنانے والا۔ نذیر، یعنی نافرمانوں کو اللہ
کے عذاب سے ڈرانے والا۔) اس سے پہلے والی آیتیں دیکھیں وہ کافی ہیں۔

دہ خدایا! یہ زمیں تیری نہیں، تیری نہیں!
تیرے آبا کی نہیں، تیری نہیں، میری نہیں!
[ص ۴۱۱]

قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ قُلْ
اللہ ۗ اور زمین کا؟ فرمادیں کہ اللہ۔
(الرعد: ۱۶)

اس نظم کے مضامین، سورہ ابراہیم کی درج ذیل آیات سے ماخوذ ہیں:

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَ
أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنْ
اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین بنائے اور
آسمان سے پانی اتارا تو اس سے کچھ پھل

الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۖ وَ سَخَّرَ لَكُمْ
 الْفُلُوكَ لِنَجْرِى فِى الْبَحْرِ بِأَمْرِہِ ۚ وَ
 سَخَّرَ لَكُمْ الْاَنْهَارَ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمْ
 الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآبِّیْنَ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمْ
 الْاَیْلَ وَالنَّهَارَ ۚ وَ اَتَكُمْ مِّنْ كُلِّ مَآ
 سَآئِمُوہُ ۚ وَ اِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا
 تُحْصُوہَا ۗ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَطٰلُوْمٌ كَفَّارٌ ۝
 (ابراہیم: ۳۲-۳۴)

تمہارے کھانے کو پیدا کیے اور تمہارے لیے
 کشتی کو مسخر کیا کہ اس کے حکم سے دریا میں
 چلے اور تمہارے لیے ندیاں مسخر کیں اور
 تمہارے لیے سورج اور چاند مسخر کیے جو
 برابر چل رہے ہیں اور تمہارے لیے رات
 اور دن مسخر کیے اور تمہیں بہت کچھ منہ مانگا
 دیا اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کر سکو گے۔
 بے شک انسان بڑا ظالم، بڑا ناشکر ہے۔

نہ ڈھونڈ اس چیز کو تہذیبِ حاضر کی تجلی میں
 کہ پایا میں نے استغنا میں معراجِ مسلمانی!

[ص ۴۱۲]

اَفَمَنْ زُیِّنَ لَہٗ سُوْءَ عَمَلِہٖ فَرَاہُ حَسَنًا
 فَاِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْ مَنْ
 یَّشَآءُ ۚ فَلَا تَذَہَبُ نَفْسُکَ عَلَیْہُمْ
 حَسْرٰتٍ ۗ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ۝
 (فاطر: ۸)

تو کیا وہ جس کی نگاہ میں اُس کا برا کام
 آراستہ کیا گیا کہ اُس نے اُسے بھلا سمجھا،
 ہدایت والے کی طرح ہو جائے گا؟ پس بے
 شک اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور راہ دیتا
 ہے جسے چاہے۔ تو تمہاری جان ان پر
 حسرتوں میں نہ جائے اللہ خوب جانتا ہے جو
 کچھ وہ کرتے ہیں۔

غیر اللہ سے بے نیازی اور صرف اللہ کے آگے جھکنا ہی اصل استغنا ہے۔ صفحہ ۷۰۷ کی آیت
 بھی دیکھیں۔

نہ ہو نو مید، نو میدی زوالِ علم و عرفان ہے
 امید مردِ مومن ہے خدا کے راز دانوں میں!

[ص ۴۱۲]

إِنَّهُ لَا يَأْتِسُّ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ بے شک اللہ کی رحمت سے نا امید نہیں
الْكَافِرُونَ ۝ (یوسف: ۸۷) ہوتے، مگر کافر۔

نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر

ص ۴۱۲

تو شاہیں ہے! بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں!

اقبال نے مسلمان کو شاہین سے تشبیہ دی ہے کہ اس میں یہ خصوصیات پائی جاتی ہیں:

۱- خود دار اور غیرت مند ہے کہ اور کے ہاتھ کا مارا شکار نہیں کھاتا؛

۲- بے تعلق ہے کہ آشیانہ نہیں بناتا؛

۳- بلند پرواز ہے؛

۴- خلوت پسند ہے؛

۵- تیز نگاہ ہے؛

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ ۝ (البلد: ۴) بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا

پیدا کیا۔

ہے شباب اپنے لہو کی آگ میں جلنے کا نام سخت کوشی سے ہے تلخِ زندگانی آگئیں

[ص ۴۱۳]

مشکلات کا مقابلہ کرنا ہی عینِ زندگی اور عینِ شباب ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ۗ (الرعد: ۱۱) بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا
جب تک کہ وہ خود اپنی حالت نہ بدلے۔

شاہین اپنے بچے سے کہتا ہے:

جو کبوتر پر چھٹنے میں مزا ہے اے پسر!

[ص ۴۱۳]

وہ مزا شاید کبوتر کے لہو میں بھی نہیں

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَيْرٍ يَطِيرُ اور نہیں کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی

بِحَنَاحِيهِ إِلَّا أُمَّمٌ أُمَّنَا لَكُمْ ۗ پرند کہ اپنے پروں پر اڑتا ہے مگر تم جیسی

اُمّتیں۔ (الانعام: ۳۸)

اللہ پاک نے زمین پر چلنے والوں اور آسمانوں پر اڑنے والوں کو تم جیسا بنایا ہے۔ وہ بھی حرکت اور عمل کی وجہ سے زندہ رہتے ہیں۔

تو شاخ سے کیوں پھوٹا، میں شاخ سے کیوں ٹوٹا
اک جذبہٴ پیدائی، اک لذتِ یکتائی!

[ص ۴۱۳]

اللّٰذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ جَعَلَ
لَکُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّکُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝
(الزخرف: ۱۰) اور مقاصد کی طرف) کیے کہ تم راہ پاؤ۔

اسی بات کو اسی غزل میں آگے بیان کیا ہے:

ع ہے گرمیِ آدم سے ہنگامہٴ عالم گرم!

[ص ۴۱۴]

”ساقی نامہ“ جس میں یہی عمل، حرکت، گرمی، پیہم کوشش، مسلسل جستجو اور مشکل پسندی کے

پیام ہیں:

ع ٹھہرتے نہیں آشیاں میں طیور
ع رُکے جب تو سِل چیری دیتی ہے یہ!
ع لڑا دے مولے کو شہباز سے!
ع پرانی سیاست گری خوار ہے!
ع گیا دورِ سرمایہ داری گیا
ع گراں خواب چینی سنھلنے لگے!

[ص ۴۱۴-۴۱۵]

اس کے بعد مسلمانوں کے ادبار کا ذکر ہے کہ:

تمدن، تصوف، شریعت، کلام بتانِ عجم کے پجاری تمام

[ص ۴۱۶]

مسلمانوں نے اپنے تمام کاموں میں قرآن و حدیث کی پیروی کے بجائے عجم کی پیروی اپنا

رکھی ہے۔ اسی لیے:

حقیقت خرافات میں کھو گئی

یہ اُمت روایات میں کھو گئی

[ص ۴۱۶]

وَ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا
لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيِّمًا عَلَيْهِ
فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ
أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا حَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ ط
(المائدہ: ۴۸)

اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب اتاری جو تصدیق کرنے والی ہے اُن کتابوں کی جو اس سے پہلے آچکی ہیں اور وہ ان پر محافظ و گواہ ہے۔ پس آپ ان میں اُسی کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے نازل کیا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اُس کو چھوڑ کر جو آپ کے پاس حق کے ساتھ آیا ہے۔

خطیبوں کی لچھے دار تقریریں اور صوفیوں کے عجمی خیالات رہ گئے ہیں۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے مسلمان نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

[ص ۴۱۶]

جوش اور گرمی، عمل کے لیے سرگرمی اور تن دہی نہ ہونے سے آج کا مسلمان راکھ کا ڈھیر بن گیا ہے، حالانکہ وہ عمل کے لیے پیدا کیا گیا تھا۔

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ
أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيزُ
الْعَفُورُ (الملك: ۲)

وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہاری جانچ ہو (دنیا کی زندگی میں) کہ تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے اور وہی عزت والا اور بخشش والا ہے۔

تڑپے پھڑکنے کی توفیق دے دلِ مرتضیٰ، سوزِ صدیق دے

[ص ۴۱۶]

اے اللہ! ہم کو پھر عمل کی توفیق دے تاکہ ہم صحیح معنوں میں تیرے نائب اور خلیفہ کہلائے جاسکیں۔
ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ۝
پھر ہم نے ان کے بعد (بعض اُمتوں کے بعد) تمہیں زمین میں (اپنا) خلیفہ بنایا کہ دیکھیں تم کیسے کام کرتے ہو۔
(یونس: ۱۴)

جوانوں کو سوڑ جگر بخش دے مرا عشق، میری نظر بخش دے

[ص ۴۱۶]

میری قوم کے نوجوان میری طرح دیکھنے کی توفیق حاصل کریں۔

وَلَنَنْظُرَنَّ نَفْسًا مَّا قَدَمَتْ لِغَدٍ اور چاہیے کہ ہر شخص دیکھتا رہے کہ اس نے

(الحشر: ۱۸) کل کے لیے آگے کیا بھیجا ہے۔

پھر اقبال اپنے قلبی واردات اور ذاتی جذبات بیان کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ قوم بھی اسی

طرح ہو جائے۔

دما دم رواں ہے یمِ زندگی ہر اک شے سے پیدا رمِ زندگی

اسی سے ہوئی ہے بدن کی نمود کہ شعلے میں پوشیدہ ہے موجِ دُود

گراں گرچہ ہے صحبتِ آبِ وِگل خوش آئی اسے محنتِ آبِ وِگل

[ص ۴۱۷]

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ

بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا

(البلد: ۴)

پیدا کیا۔

وَلِكُلِّ دَرَجَةٍ مِّمَّا عَمِلُوا

اور ہر ایک کے اپنے اپنے عمل کے درجے ہیں۔

(الاحقاف: ۱۹)

الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ (السجده: ۷)

وہ جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی۔

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ

آپ فرمادیں، زمین میں سفر کر کے دیکھو،

(العنكبوت: ۲۰)

اللہ کیونکر پہلے بناتا ہے۔

الْخَلْقِ

فریبِ نظر ہے سکون و ثبات تڑپتا ہے ہر ذرہ کائنات

ٹھہرتا نہیں کاروانِ وجود کہ ہر لحظہ ہے تازہ شانِ وجود

سمجھتا ہے تو راز ہے زندگی فقط ذوقِ پرواز ہے زندگی

مذاقِ دوئی سے بنی زوجِ زوج اٹھی دشت و کہسار سے فوجِ فوج

[ص ۴۱۸-۴۱۹]

صفحہ ۴۱۳ کی آیتیں دیکھیں۔ یعنی الرعد: آیت ۱۱، الانعام: آیت ۳۸، الزحرف: آیت ۱۰۔

سُخِّنَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا
تَنْبِتُ الْأَرْضُ وَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَ مِمَّا لَا
يَعْلَمُونَ (یس: ۳۶)

پاکی ہے اُسے جس نے سب جوڑ سے بنائے
ان چیزوں سے جنہیں زمین اُگاتی ہے اور
خود اُن سے (اُن کی جانوں سے) اور اُن
چیزوں سے جن کی انہیں خبر نہیں۔

زمانہ کہ زنجیرِ ایام ہے دموں کے اُلٹ پھیر کا نام ہے
[ص ۴۱۹]

وَ تِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ
(آل عمران: ۱۴۰)

اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے
لیے باریاں رکھی ہیں (کبھی کسی کی باری ہے
کبھی کسی کی)۔

یہ موجِ نفس کیا ہے؟ تلوار ہے
خودی کیا ہے؟ رازِ درونِ حیات!
خودی جلوہ بدست و خلوت پسند!

خودی کیا ہے؟ تلوار کی دھار ہے
خودی کیا ہے؟ بیداری کا نناٹ!
سمندر ہے اک بوند پانی میں بند!

[ص ۴۱۹]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا
يُضُرُّكُمْ مَن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ إِلَى اللَّهِ
مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ
تَعْمَلُونَ ○ (المائدہ: ۱۰۵)

اے ایمان والو! تم اپنی فکر رکھو (اپنی خودی کی
محافظت کرو) تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا جو
گمراہ ہوا جب کہ تم راہ پر ہو۔ تم سب کی
رجوع اللہ ہی کی طرف ہے۔ پھر وہ بتا دے
گا جو تم کرتے تھے۔

بعد کے اشعار میں بھی خودی کی تعریف و تشریح آتی ہے۔

خودی کے نگہبان کو ہے زہرِ ناب وہ ناں جس سے جاتی رہے اس کی آب
وہی ناں ہے اس کے لیے ارجمند رہے جس سے دنیا میں گردن بلند
[ص ۴۲۰]

ایک اور جگہ کہتے ہیں:

اے طائر! ہوتی اس رزق سے موت اچھی جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی!
[ص ۳۳۸]

غیر اللہ کی محتاجی اپنے نفس کے لالچ کی وجہ سے ہے اور خودی کے منافی ہے۔
وَ مَنْ يُوقِ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۹﴾ (الحشر: ۹) وہی کامیاب ہے۔

بندہ حرص کا ذکر سورۃ الاعراف: آیت ۶۷ میں آیا ہے۔

تری آگ اس خاک داں سے نہیں جہاں تجھ سے ہے، تو جہاں سے نہیں
بڑھے جا یہ کوہِ گراں توڑ کر! طلسمِ زمان و مکاں توڑ کر!
خودی شیرِ مولا، جہاں اس کا صید! زمیں اس کی صید، آسمان اس کا صید!
[ص ۳۳۰]

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا
وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُونَ ﴿۱۳﴾ (البقرہ: ۲۹)
وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔
اور تمہارے لیے مٹ کر کیا گیا جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب
اس کے حکم سے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

سورۃ الدھر کی ابتدائی تین آیتوں میں انسان کو نیست سے ہست کرنے کی منزلیں بتائی گئی ہیں۔ اسی طرح سورۃ الحج کی آیت ۵ میں ہے۔ انسان اسی طرح منزلیں طے کرتا ہوا آگے سے آگے بڑھ سکتا ہے۔ جس قدر کسی چیز کی خودی قوی ہے اسی قدر اس کی زندگی پائیدار ہے۔ چنانچہ انسان کی خودی اس قدر قوی ہونی چاہیے کہ وہ ہر مقاومت پر غالب آجائے۔

جو تھا نہیں ہے، جو ہے نہ ہوگا، یہی ہے اک حرفِ مخرمانہ!

قریب تر ہے نمود جس کی، اسی کا مشتاق ہے زمانہ!

ع لا تسبوا الدهر فرمانِ نبیؐ ست (اسرارِ خودی ص ۷۲)
یعنی زمانے کو بُرا نہ کہو۔ علامہ اقبال نے ڈاکٹر نکلسن کی فرمائش پر اپنے فلسفے کا جو خاکہ تیار کیا تھا، اس میں فرماتے ہیں:

زمانے کو لمحات میں تقسیم کر دینے سے ہم اسے مکان سے وابستہ کرتے ہیں۔ اسی لیے اس کو عبور کرنے میں دشواری محسوس کرتے ہیں۔ زمانے کی حقیقت اس وقت آشکارا ہو سکتی ہے جب ہم اپنی ذات میں غوطہ زنی کریں، کیونکہ حقیقی زمانہ خود ہماری حیات ہی ہے..... دراصل ہم غیر زمانی ہیں اور موجودہ مقید بالزمان زندگی میں بھی کبھی کبھی ہمیں اپنے غیر زمانی ہونے کا احساس ہو سکتا ہے اگر چہ آتی ہوگا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَانْتَظِرُوا نَفْسَ
كُلِّكُمْ لِيَعْلَمَ اللَّهُ بِمَا قَدَّمْتُمْ لِغَدِيهِ وَأَتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ
بِمَا تَعْمَلُونَ ○ (الحشر: ۱۸) بے شک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

عطا ہوئی ہے تجھے روز و شب کی بے تابی!
خبر نہیں کہ تو خاکی ہے یا کہ سیمابی!

[ص ۲۲۳]

عشق اور جوش (دلولہ، دُھن، لگن) کی وجہ سے انسان میں سیمابی کیفیت پیدا ہوتی ہے جو اسے سرگرم عمل کرتی ہے۔

فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ ط (مریم: ۶۵)

فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ط (ہود: ۱۲۳)

لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى ○ (النجم: ۳۹)

وغیرہ آیتیں پہلے بھی مذکور ہوئی ہیں۔

ع گراں بہا ہے ترا گریہ سحر گاہی!

[ص ۲۲۳]

إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ بے شک رات کا اٹھنا بہت زیادہ دباؤ ڈالتا

(المزمل: ۶) ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔

خورشیدِ جہاں تاب کی ضو تیرے شر میں!
آباد ہے اک تازہ جہاں تیرے ہنر میں!
چچتے نہیں بخشے ہوئے فردوسِ نظر میں!
جنت تری پنہاں ہے ترے خونِ جگر میں!
اے پیکرِ گلِ کوششِ پیہم کی جزا دیکھ!

[ص ۴۲۵]

صفحہ ۴۲۳ کی آیتوں کے علاوہ سورۃ الرعد کی آیت ہے:

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَىٰ لَهُمْ وَحَسُنَ مَا يُبَدِّلُ اللَّهُ
سورة الرعد: ۲۹) ہے اور اچھا انجام۔
سورة العصر بھی ملاحظہ ہو۔

ع محنت کش و خوں ریز و کم آزار ازل سے
صفحہ ۴۱۷ کی آیتیں بھی دیکھیں۔

ع ہے راکبِ تقدیرِ جہاں تیری رضا دیکھ!

[ص ۴۲۵]

صفحہ ۳۴۷ کی آیتوں میں تفصیل سے بحث آچکی ہے۔

صفحات ۴۲۶ تا ۴۳۴ میں مریدِ ہندی (یعنی اقبال) کے سوالات آتے ہیں جن کے
جوابات پر رومی کی ”مثنوی“ سے جمع کیے گئے ہیں۔

علم را برتن زنی مارے بود علم را بردل زنی یارے بود

[ص ۴۲۶]

ابراہیم علیہ السلام اور اسمعیل علیہ السلام کی دعا تھی کہ:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوَا عَلَيْنَا
عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ ذُرِّيَّتٍ مِّنْكَ (ہماری)

وَالْحِكْمَةَ وَزُجَّجِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ
 کہ اُن پر تیری آیتیں تلاوت کرے اور
 انھیں سکھائے تیری کتاب اور حکمت اور ان
 کا تزکیہ فرمائے۔ بے شک تو ہی غالب
 (البقرہ: ۱۲۹)

حکمت والا ہے۔
 یعنی علم کتاب و حکمت کے بعد تزکیہ ہے اور علم کا مقصد بھی یہی ہے۔

برساعِ راست ہر کس چیر نیست! طعمہ ہر مرغے انجیر نیست!
 [ص ۴۲۷]

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَتِ إِلَىٰ
 أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ
 تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ط
 بے شک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں اُن
 کے اہل کے سپرد کرو اور جب لوگوں میں
 فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔

(النساء: ۵۸)

یہاں امانت و سبب معنوں میں ہے۔ مادی اور غیر مادی چیزیں (مثلاً علم، ووٹ وغیرہ) بھی
 جن پر ہمارا قابو ہے غیر اہل کو نہیں دینا چاہیے۔

دستِ ہر نا اہل بیمار کند سوائے مادر آ کہ بیمار کند
 [ص ۴۲۷]
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ
 الصَّادِقِينَ ۝ (التوبہ: ۱۱۹) اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو اور سچوں
 کے ساتھ رہو۔
 وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ۝ (الاعراف: ۱۹۹) اور کنارہ کر جاہلوں سے۔

نقشِ حق را ہم بہ امرِ حق شکن بر زجاجِ دوست سگِ دوست زن

ص ۱۳۵

اللہ کے حکم کے آگے چُون و چرا کی گنجائش نہیں۔

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَ مَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝
 آپ فرمادیں، بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے، پروردگار ہے سب جہانوں کا۔ (الانعام: ۱۶۲)

ظاہر نقرہ گرا سپید است و نو دست و جامہ ہم سیہ گردد ازو
 صفحہ ۴۱۷ کی آیتیں (التوبہ: ۱۱۹، الاعراف: ۱۹۹) دیکھیں۔

مرغِ پَر نازِ ستہ چوں پَر اں شود طعمہ ہر گربہ دڑاں شود [ص ۴۲۸]
 آہ مکتب کا جوان گرم خون ساحرِ افرتگ کا صید زبوں [ص ۴۲۸]
 لَا تَتَّبِعُوا خُطُوتِ الشَّيْطَانِ ۚ وَ مَنْ يَتَّبِعْ خُطُوتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَ الْمُنْكَرِ ۗ (النور: ۲۱)
 مت پیچھے چلو شیطان کے قدموں کے، اور جو شیطان کے قدموں کے پیچھے چلے گا تو وہ بے شک حکم دے گا بے حیائی کا اور برے کام کا۔

قلب پہلوی زند بازر بشب انتظارِ روز می دارد ذہب [ص ۴۲۸]
 وَ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۝
 حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔ (بنی اسرائیل: ۸۱)

ظاہر ش را پشہ آرد پچرخ باطنش آمد محیطِ ہفت چرخ [ص ۴۲۹]

ضعیف البیان انسان کے لیے سورۃ الجاثیہ میں ہے:

وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِنْهُ ۗ

اور تمہارے لیے مسخر کیا گیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے سب کا سب، اس

(الجاثیہ: ۱۳) کے حکم سے۔

آدمی دیداست، باقی پوست است دید آں باشد کہ دید دوست است
[ص ۴۲۹]

اللہ کو پہچاننے والا ہی آنکھ والا ہے اور اُسے بھولنے والا اندھا ہے۔

وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً
ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَعْمَى
شک اس کے لیے زندگانی تنگ ہے اور ہم
(طہ: ۱۲۴) قیامت کے دن اسے اندھا اٹھائیں گے۔

سورہ ص: آیت ۲۵ میں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کو ہاتھ والا اور آنکھ والا کہا ہے، سورہ
الذاریت: آیات ۲۰-۲۱ میں آنکھوں والوں کا ذکر ہے جو زمین میں اور اپنی جانوں میں دیکھتے ہیں۔

ہر ہلاک امت پیشیں کہ بُود! زانکہ برجندل گماں بردند عود!

[ص ۴۲۹]

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ
كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوا أَكْثَرَ
مِنْهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً وَأَثَارًا فِي الْأَرْضِ فَمَا
أَغْنَى عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ
کیا انھوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے
اُن سے اگلوں کا کیسا انجام ہوا۔ وہ ان سے
بہت تھے اور ان کی قوت زیادہ اور زمین میں
نشانیوں (محل اور عمارتیں) ان سے زیادہ، تو
(المومن: ۸۲) اُن کے کام کیا آیا جو انھوں نے کمایا؟

تادل صاحب دلے نامد بہ درد تیج قوے را خدا رسوا نہ کرد

[ص ۴۳۰]

موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کرنے والوں (یعنی فرعون کے قبطیوں) کی سخت پکڑ ہوئی۔
وَ كَذَّبَ مُوسَى فَأَمَلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ ثُمَّ
أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ
اور موسیٰ کی تکذیب ہوئی تو ہم نے کافروں
کو بہت ڈھیل دی، پھر انھیں پکڑا تو کیسا ہوا

(الحج: ۴۴) میرا عذاب؟

زیر کی بفرش و حیرانی بخر زیر کی ظن است و حیرانی نظر!
[ص ۴۳۰]

وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۝
اور بے شک گمان یقین کی جگہ کچھ کام
نہیں دیتا۔ (النجم: ۲۸)

فَدَّتَّبَيَّنَ الرُّشْدَ مِنَ الْغَيِّ
بے شک خوب جدا ہو گئی نیک راہ (یقین)
گمراہی سے۔ (البقرہ: ۲۵۶)

بندۂ یک مرد روشن دل شوی بہ کہ برفرق سر شاہاں روی!
[ص ۴۳۰]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ
اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو اور اس کی
الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ
طرف وسیلہ ڈھونڈو (قرب الہی حاصل
تُفْلِحُونَ ۝
کرنے کے لیے) اور اس کی راہ میں جہاد
کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔ (المائدہ: ۳۵)

بال بازاں راسوے سلطان برد بال زاغان را بگورستاں برد
[ص ۴۳۱]

الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّى ۝ وَالَّذِي قَدَّرَ
جس نے پیدا کیا پھر ٹھیک کیا اور جس نے
فَهَدَى ۝ (الاعلیٰ: ۳-۲)

بے شک ہر چیز لوح محفوظ میں لکھ دی گئی لیکن راہ ہدایت بھی دی ہے تاکہ اچھے بُرے میں
تمیز کرنے کی صلاحیت پیدا ہو۔

مصلحت دردین باجنگ و شکوہ مصلحت دردین عیسیٰ ناروکوہ
[ص ۴۳۱]

اسلام نے رہبانیت نہیں سکھائی بلکہ حق و باطل کے درمیان تفریق کر کے حقوق العباد پر
زیادہ زور دیا ہے۔ جہاد مومن کے لیے خصوصی فائدے پہنچاتا ہے۔

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ ۝
اور جس نے جہاد کیا (اللہ کی راہ میں کوشش

(العنکبوت: ۶) کی تو اپنے بھلے ہی کے لیے کوشش کی۔

بندہ باش و بر زمین روچوں سمند چوں جنازہ نے کہ برگردن برند
[ص ۴۳۱]

اللہ کے بندے بن جاؤ پھر سب کچھ مل سکتا ہے۔

وَ لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ اِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهُ فَاعْبُدْهُ وَ تَوَكَّلْ عَلَيْهِ وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ
اور اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کے غیب اور اسی کی طرف سب کاموں کی رجوع ہے تو اُس کی بندگی کرو اور اس پر بھروسہ رکھو اور تمہارا رب تمہارے کاموں سے غافل نہیں۔ (ہود: ۵۱۳)

پس قیامت شو قیامت را بہ میں دیدن ہر چیز را شرط است ایں
[ص ۴۳۲]

یعنی اخلاص ہر کام میں کامیابی دلاتا ہے۔

اِنَّا اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ وَ اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لِمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاٰخِيَارِ
بے شک ہم نے انھیں (پیغمبرائے کو) ایک خلوص کی بات سے امتیاز بخشا کہ وہ اس گھر کی (دارِ آخرت کی) یاد ہے اور بے شک وہ ہمارے نزدیک چنے ہوئے پسندیدہ ہیں۔ (ص: ۴۶-۴۷)

آں کہ ارزد صید را عشق است و بس لیکن او کے گنج اندر دام کس!
[ص ۴۳۲]

وَ لَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزِنُوْا وَ اَنْتُمْ الْاَغْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ
اور نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ تم ہی غالب آؤ گے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

(آل عمران: ۱۳۹)

عشق اور لگن ہو اور سستی نہ ہو تو ایمان کی برکت سے کامیابی ہوگی۔

دانہ باشی مرغکانت بر چنند!

غنجہ باشی کودکانت بر کنند!

[ص ۴۳۲]

خود کو مضبوط رکھنا چاہیے تاکہ کوئی طاقت غالب نہ آسکے۔

وَ اَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَ مِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهَبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ الْاٰخِرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۗ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِىْ سَبِيْلِ اللَّهِ يُؤْتِ الْيَتِيْمَ وَ اَنْتُمْ لَا تَطْلُمُوْنَ ۝ (الانفال: ۶۰)

اور تم تیار رکھا کرو ان کے لیے جتنا تم سے ہو سکے، قوت کی چیزیں اور جنگلی گھوڑے جس سے ڈرتے رہیں اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن اور دوسرے بھی ان کے سوا جن کو تم نہیں جانتے، اللہ ان کو جانتا ہے (ان کاموں کے لیے) اور جو کچھ تم اللہ کی خوشنودی میں خرچ کرو گے تم کو پورا پورا دے دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اس آیت میں قوۃ کے ذیل میں اسلحہ اور جسمانی قوت بھی ہے اور رباط الخیل (گھوڑوں کی بندھی قطار) میں بری، بحری اور فضائی انتظامات بھی آجاتے ہیں۔

تو ہی گوئی مرا دل نیز ہست! دل فرازِ عرش باشد نے بہ پست!

[ص ۴۳۳]

اقبال ایک اور جگہ کہتے ہیں:

ع عرش معلیٰ سے کم سینہ آدم نہیں

[ص ۳۸۷]

سورہ حج کی آیت ۳۲ میں تقوی القلوب کی صلاحیتوں کا ذکر اور کئی جگہ آچکا ہے۔

آں کہ بر افلاک رفتارش بود بر زمیں رفتن چہ دشوارش بود

[ص ۴۳۴]

سورہ الباقیہ کی آیت ۱۳ کا ذکر بھی کئی جگہ اوپر آچکا ہے کہ انسان کے لیے آسمانوں میں اور زمین میں ہر چیز مسخر کر دی گئی ہے۔

علم و حکمت زاید از نانِ حلال عشق و رقت آید از نانِ حلال

[ص ۴۳۴]

- ۱- رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا (طہ:۱۱۴) اے رب، بڑھاتا رہ مجھے علم میں۔
 ۲- وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا (البقرہ:۲۶۹) اور جس کو حکمت دی گئی تو (گویا) اُسے دولت کثیراً۔
 ۳- إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَّتْ قُلُوبُهُمْ (الانفال:۲) ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کو یاد کیا جائے تو اُن کے دل ڈرجائیں۔
 سورۃ المؤمنون: آیت ۶۰؛ الزمر: آیت ۲۳ میں بھی ایسے مضمون ہیں۔
 ایمان والوں کی پہچانیں اُوپر بتائی گئیں۔ ایمان نہ ہو تو پھر کچھ نہیں۔

ع خلوت از اغیار باید، نے زیار

[ص ۴۳۴]

- وَاعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ (الاعراف:۱۹۹) اور کنارہ کرجاہلوں سے۔
 وَاعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ (الانعام:۱۰۶) اور کنارہ کرمشروں سے۔

کارِ مرداں روشنی و گرمی است کارِ دوناں حیلہ و بے شرمی است

[ص ۴۳۴]

- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (آل عمران:۲۰۰) اے ایمان والو، ثابت قدم رہو اور باہم ہمت دلاتے رہو اور جہاد کے لیے مستعد رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب رہو۔
 وَلَا تَهِنُوا (آل عمران:۱۳۹) اور سستی مت کرو۔

جس کی نومیدی سے ہو سوزِ درونِ کائنات

اس کے حق میں تَقَنُّطُوا اچھا ہے یا لَا تَقَنُّطُوا؟

[ص ۴۳۶]

یہاں شیطان، جبریل علیہ السلام سے کہہ رہا ہے کہ آدم علیہ السلام کو میں نے سجدہ نہیں کیا اس لیے راندہ درگاہ ہوا۔ لیکن کائنات میں میری وجہ سے حق و باطل کی جنگ ہوئی اور میری وجہ سے وہاں سوز اور گرمی پیدا ہوئی۔

لَا تَفْنُطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا (الزمر: ۵۳) سب گناہ بخش دیتا ہے۔ بے شک اللہ

کھو دیے انکار سے تو نے مقاماتِ بلند چشمِ بیزداں میں فرشتوں کی رہی کیا آبرو! [ص ۴۳۶]

وَ إِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ۝ (البقرہ: ۳۴) کے۔ اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس

ع قصہ آدم کو رنگیں کر گیا کس کا لہو؟

[ص ۴۳۶]

اسی صفحے کی اوپر کی آیتیں دیکھیں کہ شیطان کے انکار ہی کی وجہ سے بنی آدم کو خیر و شر میں امتیاز کرنے کا موقع ملا۔

واقف ہو اگر لذتِ بیداری شب سے اونچی ہے ثریا سے بھی یہ خاک پُراسرار [ص ۴۳۷]

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَكَ فَتَسْمِعُ أَنْ يَسْمَعَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا (بنی اسرائیل: ۷۹) اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کرو۔ یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے۔ قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جو تمہارے لیے مقامِ محمود ہے۔

یہ جو ہر اگر کار فرما نہیں ہے تو ہیں علم و حکمت فقط شیشہ بازی [ص ۴۳۸]

یہ جو ہر یعنی محبت اور عشق (تقوی القلوب) ہی وہ شے ہے جس کی وجہ سے علم و حکمت سراپا خیر ہے، ورنہ نہیں۔ صفحہ ۴۳۴ میں سورہ طہ: آیت ۱۱۴، البقرہ: آیت ۲۲۹، الانفال: آیت ۲ وغیرہ آچکی ہیں۔

تو اے مسافرِ شب خود چراغِ بن اپنا کراپنی رات کو داغِ جگر سے نورانی!
[ص ۴۳۸]

داغِ جگر (سوزِ جگر) سحر خیزی سے حاصل ہوتا ہے۔ ص ۴۳۷ کی آیت دیکھیں۔

دیا عشق میں اپنا مقام پیدا کر نیاز مانہ، نئے صبح و شام پیدا کر
[ص ۴۳۹]

عشق (تقویٰ القلوب) کی وجہ سے بڑے بڑے کام انجام دیے جاسکتے ہیں۔

سورۃ الکہف: آیت ۶۰ اور سورۃ الحج: آیت ۳۲ دیکھیں۔

خدا اگر دلِ فطرت شناس دے تجھ کو سکوتِ لالہ و گل سے کلام پیدا کر
[ص ۴۳۹]

يَا وَهْ جَس نَے آسَمَانِ وَ زَمِيْنِ بِنَاۓ اَوْر
لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءٌۢۙ فَآبَيْتُنَا بِهٖ حَدَآئِقَۙ
ذَاتَۙ بَهْجَةٍۙ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْبِتُوْا
شَجَرَهَاۙۗۤ اِنَّ اللّٰهَۙ مَعَ اللّٰهِۙۤ اِنَّ هُمْ قَوْمٌۙ
يَّعْدِلُوْنَۙ ﴿۶۰﴾ (النمل: ۶۰)
يا وہ جس نے آسمان و زمین بنائے اور تمہارے لیے آسمان سے پانی اتارا، تو ہم نے اس سے باغ اگائے رونق والے۔ تمہاری طاقت نہ تھی کہ اُن کے پیڑ اگاتے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے؟ بلکہ وہ لوگ راہ سے کتراتے ہیں (جو لوگ مشرک ہیں)۔

مرا طریقِ امیری نہیں، فقیری ہے خودی نہ بیچ، غربتی میں نام پیدا کر
[ص ۴۳۹]

يَاۤ اَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمْ الْفُقَرَاءُۙ اِلَى اللّٰهِۙ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّۙ الْحَمِيْدُۙ
اے لوگو تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔ جو اللہ کا محتاج ہو جاتا ہے وہ غیر اللہ سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ (فاطر: ۱۵)

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِۙ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَۙ
اور اللہ کے سوا اُس کی بندگی نہ کرو نہ تیرا بھلا کر سکے اور نہ بُرا۔ (یونس: ۱۰۶)

حیراں ہے بوعلی کہ میں آیا کہاں سے ہوں
رومی یہ سوچتا ہے کہ جاؤں کدھر کو میں!

[ص ۴۲۰]

حکیم ابوعلی ابن سینا فلسفی تھے اور رومی اہل عشق تھے۔ اہل عشق اپنی منزل مقصود کو آسانی سے پہچان لیتا ہے لیکن فلسفی اپنی گتھیوں کے سلجھانے ہی میں عمر ختم کر دیتا ہے۔
وَ تُوْبُوْا اِلٰی اللّٰهِ جَمِیْعًا اِنَّهُ الْمُوْمِنُوْنَ اور اللہ کی طرف رجوع کرو اے مسلمانو،
لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُوْنَ ○ (النور: ۳۱) سب کے سب۔ اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔
پوری طرح رجوع الی اللہ دراصل عشق سکھاتا ہے اور پھر یقینی کامیابی ہے۔

اگلے صفحے پر رومی کا شعر نقل کیا ہے:

ہر کہ کاہ و جو خورد قرباں شود ہر کہ نور حق خورد قرآن شود

[ص ۴۲۱]

گھاس کھانے والے جانور ذبح کیے جاتے ہیں لیکن نور حق سے مستفید ہونے والے لوگ
قرآن کی طرح ہر زمانے میں زندہ رہتے ہیں۔
وَ نُنزِلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ لَا
(بنی اسرائیل: ۸۲) ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔
ایک روایت ہے کہ قرآن سے شغف رکھنے والوں کی عمر بڑھادی جاتی ہے خواہ لوح محفوظ
میں کم ہو۔

صفِ جنگاہ میں مردانِ خدا کی تکبیر! جوشِ کردار سے بنتی ہے خدا کی آواز!

[ص ۴۲۲]

وَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لَكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی ۚ اور اے محبوب! وہ جو تم نے مٹی پھینکی تم نے
نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی۔ (الانفال: ۱۷)
یعنی مردانِ خدا کا ہر عمل خدا کا عمل ہوتا ہے۔

ع ہے مگر فرصتِ کردار نفس یا دو نفس!

[ص ۴۲۲]

وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجْلُهَا ط اور ہرگز اللہ کسی جان کو مہلت نہ دے گا جب
(المنافقون: ۱۱) اس کا وعدہ (وقت) آجائے گا۔

ندرتِ فکر و عمل کیا شے ہے؟ ذوقِ انقلاب!

ندرتِ فکر و عمل کیا شے ہے؟ ملت کا شباب!

[ص ۴۴۳]

صحیح فکر و عمل مطلوب ہے اور وہی انقلاب ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا خدانے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
بِأَنفُسِهِمْ ط (الرعد: ۱۱) نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا
(حالی)

اس نظم کا عنوان ”مسولین“ ہے۔ اس کا آخری شعر یہ ہے:

فیض یہ کس کی نظر کا ہے؟ کرامت کس کی ہے؟

وہ کہ ہے جس کی نگہ مثلِ شعاعِ آفتاب!

[ص ۴۴۳]

اقبال نامہ، دوم میں آل احمد سرور کے نام ایک مکتوب میں اقبال فرماتے ہیں: ”اس
(مسولین) کی نگاہ میں ایک ناممکن البیان تیزی ہے جس کو شعاعِ آفتاب سے تعبیر کر سکتے ہیں۔“

ع کرتے ہیں عطا مرد فرومایہ کو میری؟

[ص ۴۴۳]

کیا فرومایہ لوگ دولت مند ہوتے ہیں:

الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا مال اور بیٹے یہ جیتی دنیا کا سنگار ہیں اور باقی
وَالْبَقِيَّةُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ رہنے والی اچھی باتیں (اعمالِ خیر) ہیں۔
قَوَابًا وَّخَيْرٌ أَمْلًا اُن کا ثواب تمہارے رب کے یہاں بہتر
(الکہف: ۴۶) اور وہ اُمیدیں سب سے بھلی۔ ۱۱

زمانے میں چھوٹا ہے اس کا نگلیں جو اپنی خودی کو پرکھتا نہیں

بخاکِ بدنِ دانہِ دل نشاں کہ ایں دانہِ داردز حاصلِ نشاں
[ص ۴۴۴]

سورہ ق میں بتایا ہے کہ دل بیدار ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں:
إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرًا لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ بے شک اس میں نصیحت ہے اُس کے لیے
أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِيدٌ جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو
(ق: ۳۷) (یعنی جس کی خودی بیدار ہو)۔

سرشکِ دیدہ نادر بہ داغِ لالہ نشاں چناں کہ آتشِ اورا دگر فرو نہ نشاں
[ص ۴۴۵]

نادر شاہ افغان کے جوشِ ایمانی کو سراہا گیا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے سورۃ العنکبوت میں ہے:
وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی،
إِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے اور
(العنکبوت: ۶۹) بے شک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔

ع قبائل ہوں ملت کی وحدت میں گم
[ص ۴۴۶]

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ اے لوگو، ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک
وَجَعَلْنَاهُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور
أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتَّقُوا إِيَّاهُ قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔ بے شک
وَإِيَّاهُ تَوَكَّلُوا اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے
(الحجرات: ۱۳) جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ
جاننے والا خبردار ہے۔

صفحہ ۴۴۲ میں سورۃ الرعد کی آیت ۱۱ دیکھیں اور اس سے پہلے والی سورۃ الحجرات کی آیت ۱۳
بھی دیکھیں۔ اس نظم کا یہ شعر بھی انہی آیات کی روشنی میں دیکھیں۔
اگر محصور ہیں مردانِ تاتار نہیں اللہ کی تقدیر محصور

خودی را سوز و تاپے دیگرے دہ جہاں را انقلابے دیگرے دہ
[ص ۴۴۷]

دل زندہ و بیدار اگر ہو تو بتدریج بندے کو عطا کرتے ہیں چشمِ نگرماں اور
[ص ۴۴۸]

صفحہ ۴۴۴ میں سورۃ ق کی آیت ۳۷ دیکھیں۔

اسی سلسلے کے یہ دو شعر ہیں:

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
مُلاً کی اذماں اور، مجاہد کی اذماں اور!
پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور!

[ص ۴۴۸]

تَبْصِرَةً وَ ذِكْرًا لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّتَّبِعٍ ۝ دیکھنا اور سمجھنا ہر رجوع والے بندے کے
(ق: ۸) لیے ہے۔

رجوع الی اللہ کرنے سے نگاہ حقیقت کو دیکھنے لگتی ہے۔

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات!
[ص ۴۴۹]

سورۃ الانفال میں ہے کہ خود کو قوت کی چیزوں سے تیار رکھا کرو:

وَ اَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَ مِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهَبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَ الْآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ
اور تم تیار رکھا کرو ان کے لیے جتنا تم سے ہو سکے قوت کی چیزیں اور جنگی گھوڑے (سامان) جس سے ڈرتے رہیں اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن اور دوسرے بھی ان کے سوا جن کو تم نہیں جانتے، اللہ ان کو جانتا ہے۔ (الانفال: ۶۰)

حدیث میں ہے:

الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنْ قَوِيٍّ مُؤْمِنٍ، کمزور مومن سے، خدا کے

المؤمن الضعیف: (صحیح مسلم: ۴۱۵/۳) نزدیک زیادہ بہتر اور محبوب ہے۔

وہی بُت فروشی وہی بُت گری ہے سینما ہے یا صنعت آزری ہے؟
[ص ۴۵۰]

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٦﴾
اور لوگوں میں وہ بھی ہیں جو خریدتے ہیں ”باتوں کا کھیل تماشا“ تاکہ ”غیر علم“ کے ذریعے اللہ کی راہ سے بھٹکائیں اور اُسے ہنسی مذاق (کا ذریعہ) بنائیں۔ انھی کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

لہو الحدیث میں ہر وہ چیز شامل ہے جو انسان کا وقت ضائع کرے اور اللہ کی راہ سے ہٹائے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (المتوفی ۱۰۳۵ھ) کے پیام کو اس طرح پیش کیا ہے:
عارف کا ٹھکانا نہیں وہ خطہ کہ جس میں پیدا کلمہ فقر سے ہو طرہ دستار
[ص ۴۵۱]

اہل اللہ کو ظاہری شان و شوکت زیب نہیں دیتی کیونکہ یہ شان و شوکت ”خدمت سرکار“ کی بدولت ہے۔ گویا اللہ والے دنیا والوں کے محتاج ہیں۔

أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ﴿٣٦﴾
کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں؟ اور تمہیں ڈراتے ہیں اُس کے سوا دوسروں سے، اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت کرنے والا نہیں۔
(الزمر: ۳۶) والا نہیں۔

اس کھیل میں تعین مراتب ہے ضروری
شاطر کی عنایت سے تو فرزوں میں پیادہ

[ص ۴۵۱]

موجودہ سیاست میں بڑی مکاری اور عیاری ہے۔

وَمَا يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنْفُسِهِمْ وَمَا

بِشَعْرُونِ ۝ (الانعام: ۱۲۳) انھیں شعور نہیں۔

اک فقر سکھاتا ہے صیاد کو ٹھیری! اک فقر سے کھٹتے ہیں اسرارِ جہانگیری!
 اک فقر سے قوموں میں مسکینی و دلگیری! اک فقر سے مٹی میں خاصیتِ اکسیری!
 اک فقر ہے شبیری، اس فقر میں ہے میری! میراثِ مسلمانی، سرمایہٴ شبیری!
 [ص ۲۵۲]

حضرت شاہ غلام علی دہلوی (التوفی ۱۲۴۰ھ) اپنے مکتوب نمبر ۹۳ میں لکھتے ہیں:
 (۱)۔ فقر مذموم آنکہ از عدم اسباب بے صبری نماید۔ معاذ اللہ سیاہ روئی در آخرت است۔ خلاف امر خدا و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کردہ باشد کہ امر بصیر وقوع یافتہ و درد نیا بشکایت و اظہار تنگی بے آبروئی است۔ الفقر سواد الوجه فی الدارين ثابت شد۔
 (۲)۔ فقر محمود آنکہ از عدم اسباب صبر بلکہ رضا بلکہ التذاذ بان نماید و در باطن عدم آرزو و عدم التفات بغیر وثوق بہ رجا و خوف و توجہ بحضرت کبر یا سجانہ، کانک توراہ تلک قوی باشد و این گاہ مرتبہ احسان آنچنان غلبہ کند کہ ہر جا مشہود و احوق باشد۔ الفقر اذا تم هو اللہ یعنی عدم التفات بغیر.....“

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَهُمْ أُنْصِلُ اٰسَاتِهِمْ رَاسَةً وَاوَّلَهُمْ كَبَاۡرَةً يُحْمَلُوْنَ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَذٰلِكَ جَزَاۤءُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝
 (العنكبوت: ۶۹) اللہ نیکی (احسان) والوں کے ساتھ ہے۔

ع خودی کو نہ دے سیم و زر کے عوض

[ص ۲۵۲]

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْآٰخِرَةُ خَيْرٌ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الدُّنْيَا لِرٰثَتِۤمۡنَۤنَا ۚ وَاۡنۡنَا لَعٰۤلِمِيْنَ ۚ
 (النساء: ۷۷) نے تقویٰ کیا (خودی خود تقویٰ القلوب ہے)۔

شایاں ہے مجھے غمِ جدائی یہ خاک ہے محرمِ جدائی
 [ص ۲۵۳]

سورۃ البقرہ میں آدم علیہ السلام کے اخراج کا ذکر آتا ہے:

فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ ۝
 لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے اُن
 پس شیطان نے اُس (جنت) سے انھیں
 کوا لگ کر دیا۔ (البقرہ: ۳۶)
 ہجر اور جدائی ہی سے آتشِ شوق بڑھتی ہے۔

ع قم باذن اللہ کہہ سکتے تھے جو، رخصت ہوئے

[ص ۴۵۳]

اللہ جب اپنے بندے کے درجات بلند فرماتا ہے تو وہ بندہ اس کے اذن سے مردہ کو بھی
 زندہ کر سکتا ہے جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق سورۃ المائدہ میں ہے:
 وَإِذْ تَخْرُجُ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِي ۚ
 اور جب نکال کھڑے کرتا مُردے میرے حکم
 (المائدہ: ۱۱۰) سے۔

بندے کو یہ مقام اُس وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ اپنی رضا کو اللہ کی رضا میں محو کر دیتا ہے۔
 سورۃ الفتح: آیات ۱۸-۲۲ اور سورۃ الانفال: آیت ۷۱ بھی دیکھیں۔

ع جمہور کے اہلیس ہیں اربابِ سیاست!

[ص ۴۵۴]

صفحہ ۴۵۱ میں سورۃ الانعام کی آیت ۱۲۴ دیکھیں۔

اگر لہو ہے بدن میں تو خوف ہے نہ ہر اس
 اگر لہو ہے بدن میں تو دل ہے بے وسواس

[ص ۴۵۵]

ایسے دل اور جوش والوں کے لیے جنت کی راحتیں مقرر ہیں۔

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ
 جوجرمن سے بے دیکھے ڈرتا ہے اور رجوع
 مُنِيبًا ۝
 کرتا ہو ادا لایا۔ (ق: ۳۳)

جہاں میں لذتِ پرواز حق نہیں اُس کا
 وجود جس کا نہیں جذبِ خاک سے آزاد

[ص ۴۵۵]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو معراج ہوئی تو اُن کا مقام سورۃ النجم میں یوں بتایا ہے:
مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۝ (کبھی) تمہارے صاحب نہ نہکے نہ بے راہ
(النجم: ۲) چلے۔

ع شیح مکتب ہے اک عمارت گر

[ص ۴۵۶]

آج کل کے استادوں نے راج مزدور کا کام شروع کر رکھا ہے۔ شاگردوں کی تربیت سے
ان کو کوئی واسطہ نہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ”یُزَكِّيهِمْ“ پر بھی زور دیا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ
رَسُولًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ
يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۝
اُن میں انھی سے ایک رسول کو بھیجا جو اُن پر
اُس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا
ہے اور انھیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ (آل عمران: ۱۶۴)

ع حکیم سرِّ محبت سے بے نصیب رہا

[ص ۴۵۶]

فلسفی نے خرد کی گتھیاں ضرور سلجھائیں لیکن عمل کے لیے آمادگی نہ دکھائی جو محبت اور عشق
والوں کا حصہ ہے۔

صفحہ ۲۴۵ میں سورۃ العنکبوت کی آیت ۶۹ دیکھیں۔

جھپٹنا، پلٹنا، پلٹ کر جھپٹنا لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ

[ص ۴۵۷]

یہاں بھی سورۃ العنکبوت کی آیت ۲۹ دیکھیں۔

میراث میں آئی ہے انھیں مسند ارشاد

زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشین!

[ص ۴۵۸]

آج کل کے پیروں نے بھی دوسروں سے نذرانے لینے کی عادت سیکھ لی ہے اور جو صحیح

منصب اُن کا تھا وہ انھوں نے چھوڑ دیا ہے۔ صفحہ ۴۵۶ کی آیت (ال عمران: ۱۶۴) یہاں کے لیے بھی کافی ہے۔

پوشیدہ ہے کافر کی نظر سے ملک الموت لیکن نہیں پوشیدہ مسلمان کی نظر سے!
[ص ۴۵۹]

قُلْ يَتَوَفَّكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ (اے میرے محبوب) آپ فرمادیں، تمہیں
بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ۝
وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر
(السجدہ: ۱۱) ہے۔ پھر اپنے رب کی طرف واپس جاؤ گے۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پیام مسلمان سنتے ہیں اور کافر توجہ نہیں دیتے۔

جرات ہے تو افکار کی دنیا سے گذر جا
ہیں بحرِ خودی میں ابھی پوشیدہ جزیرے!

[ص ۴۵۹]

یہاں سورۃ العنکبوت کی آیت ۷۲ کافی ہے۔

اس قوم میں ہے شوخی اندیشہ خطرناک
جس قوم کے افراد ہوں ہر بند سے آزاد!

[ص ۴۶۰]

جس قوم کے افراد ہر بند سے آزاد ہوں اور خدا کو بھی نہ مانیں اُن کے متعلق سورۃ ابراہیم

میں ارشاد ہے:

مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ
بِاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ لَا
يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا عَلَىٰ شَيْءٍ ذَٰلِكَ
هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ ۝

جن لوگوں نے اپنے رب کو نہ مانا اُن کی
مثال یہ ہے کہ ان کے اعمال راکھ کی طرح
ہیں کہ آندھی کے دن ہوا لے اُڑی جو کچھ
انھوں نے کمایا۔ اُن میں سے کسی چیز پر اُن
کا بس نہیں چلے گا۔ یہی سخت گمراہی ہے۔

(ابراہیم: ۱۸)

ایسے بے لگام لوگ جو کچھ کرتے ہیں وہ بے

کار ہو کر رہتا ہے۔

ع میں نہ سپہر کو نہیں لاتا نگاہ میں!

[ص ۴۶۱]

مسلمان کے لیے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب مستخر ہو سکتا ہے۔
سورۃ الجاثیہ کی آیت ۱۳، اور سورۃ لقمان کی آیت ۲۰ اور پرند کو رہیں۔

زہراب ہے اُس قوم کے حق میں اے فرنگ
جس قوم کے بچے نہیں خود دار و ہنر مند

[ص ۴۶۲]

وَلَا رَطْبٍ وَ لَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ اور کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب
مُبِينٍ (الانعام: ۵۹) (قرآن) میں لکھا نہ ہو۔

قرآن اور دین اسلام ما کان و ما یکون کے جملہ علوم سکھاتا ہے۔ اُسے چھوڑ کر
دوسروں کی غلامی کرنا زہرِ ہلا بل ہے۔



حوالے اور حواشی

- ۱- اس شعر سے پہلے یہ شعر ہے:
اسی کشمکش میں گزریں مری زندگی کی راتیں کبھی سوز و سازِ رومی، کبھی پیچ و تابِ رازی
علم و عشق کے مقابلے کے لیے اشعار آچکے ہیں۔ رومی کا شعر ہے:
حاصلِ عمر سہ سخنِ بیش نیست خامِ بدمِ پختہ شدمِ سوختم
- ۲- ابو صیری کے قصیدہ بردہ میں ہے:
محمد سیدِ الکونین و النقلین والفریقین من عرب و من عجم
- ۳- امام فخر الدین رازی کے متعلق ایک قصہ مشہور ہے کہ نزع کے وقت شیطان ان کو درغلا ما اور بہکا ما چاہتا تھا اور ان کے منتکمانہ دلائل کو رد کر رہا تھا۔ اتنے میں اُن کے شیخ (نجم الدین کبرلی) کو پتا چلا تو انھوں نے رازی

سے فرمایا کہ شیطان سے کہہ دو کہ میرا ایمان اللہ پر ایسا ہی ہے جیسا کہ میرے شہر کی بوڑھی عورتوں کا ہوتا ہے (یعنی بغیر دلیل کے ان کا یقین کامل ہوتا ہے)۔ لیکن اس قصے کی صحت کے لیے کوئی سند نہیں ہے۔

- ۲- اقبال نامہ (اول) ص ۲۰۵ میں شاپین کی خصوصیات بیان کی ہیں:
- ۱- خود دار اور غیرت مند ہے کہ اور کے ہاتھ کا مارا ہوا شکار نہیں کھاتا۔
- ۲- بے تعلق ہے: کہ آشیانہ نہیں بناتا۔
- ۳- بلند پرواز ہے۔
- ۴- خلوت پسند ہے۔
- ۵- تیز نگاہ ہے۔
- ۵- حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے یہی بات مکتوبات (دفتر دوم: مکتوب ۷) میں تحریر فرمائی ہے۔
- ۶- رسالہ اقبال (لاہور، اکتوبر ۱۹۷۲ء تا جنوری ۱۹۷۳ء، ص ۴۹)۔ مولانا سلیمان ندوی نے رسالہ جوہر (دہلی ۱۹۴۸ء) میں بھی یہ واقعہ دوسرے انداز سے بیان کیا ہے۔
- ۷- راقم الحروف شاعر نہیں لیکن بھی یہ شعر کہا تھا:
- قلب را عرش الہی گفتند اند
این زمیں را آسمانے دیگر است
- ۸- قرآن پاک میں یعقوب علیہ السلام کے متعلق سورہ یوسف: آیت ۹۲ میں آیا ہے کہ انھوں نے یوسف علیہ السلام کی خوشبو محسوس کی تھی:
- إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ
بے شک میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں۔
- ۹- اس کے بعد جو اشعار ہیں ان میں دو تلمیح یہ ہیں:
- دیکھ چکا الٰہی شورِ اصلاحِ دین
یعنی Luther (۱۴۸۳ء تا ۱۵۴۶ء) جس نے رومن کیتھولک کے خلاف Protestants کی بنیاد ڈالی تھی۔ پھر French Revolution کے مطابق تلمیح ہے:
- چشمِ فرانسیس بھی دیکھ چکی انقلاب
- ۱۰- اقبال نامہ (اول) ص ۲۰۳، ۲۰۴۔ صفات و جوہا بجا بیہ (یعنی حیات، قدرت، علم ارادہ وغیرہ) جو انسان میں پائی جاتی ہیں وہ دراصل حق تعالیٰ کی صفات کا پرتو ہیں۔ صفحہ ۹۶ میں یہ شعر آچکا ہے:
- تیرا جلال و جمال مرد خدا کی دلیل
وہ بھی جلیل و جمیل، تو بھی جلیل و جمیل
- ۱۱- حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ دنیوی اعزاز کی کوئی قدر و قیمت ہوتی تو کافروں کو نہ دیا جاتا۔



مثنوی

پس چه باید کرد اے اقوامِ شرق

(پہلی اشاعت: ۱۹۳۶ء)

منشوی

پس چہ باید کرداے اقوامِ شرق

سپاہ تازہ بر انگیزم از ولایتِ عشق کہ در حرمِ خطرے از بغاوتِ خردااست
[ص ۸۰۱]

سورۃ الانعام کی مسلسل تین آیتیں اس طرح ختم ہوتی ہیں:

ذَلِكُمْ وَصَّكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ (۱۵۱)

ذَلِكُمْ وَصَّكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ (۱۵۲)

ذَلِكُمْ وَصَّكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ (۱۵۳)

ان سب آیتوں میں اوامر اور نواہی کو ملحوظ رکھنے کے لیے احکام ہیں۔ پہلی آیت یہ ہے:

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبِّي عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّلَا تَقْتُلُوا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِیَّاهُمْ وَّلَا تَقْرُبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنٌ وَّلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذَلِكُمْ وَصَّكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ (الانعام: ۱۵۱)

پہلی آیت میں اوامر اور نواہی کو ملحوظ رکھنے کے لیے احکام ہیں۔ پہلی آیت یہ ہے:

چنانچہ صحیح عقل جو تقویٰ القلوب ہے اور امر و نواہی کو ملحوظ رکھنے پر آمادہ کرتی ہے اور غلط قسم کی عقل احکام الہی کی پروا نہیں کرتی۔ اقبال صحیح عقل تقویٰ القلوب اور عشق پر زور دیتے ہیں۔^۱

گماں مبرکہ خرد را حساب و میزان نیست
نگاہ بندہ مؤمن قیامت خرد است

[ص ۸۰۱]

جو صحیح عقل نہیں ہوتی اس کے لیے بندہ مؤمن کی نگاہ ہی قیامت ہے اور ایسی عقل کا محاسبہ بھی ضرور ہوگا:

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۗ وَمَنْ
يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۗ
تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اُسے وہ دیکھے
گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اُسے
دیکھے گا۔ (الزلزال: ۸)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

حاسبوا انفسكم قبل ان تحاسبوا
اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمہارا
حساب لیا جائے۔ (خدا جانے حساب کی
گھڑی کب آجائے)۔

اُمّتاں را زندگی جذبِ دروں کم نظرائیں جذبِ را گوید جنوں

[ص ۸۰۳]

حضرت حسن بصری سے اُن کے ایک شاگرد نے پوچھا کہ آپ نے صحابہ کرامؓ کو دیکھا ہے، وہ کیسے تھے؟

فرمایا کہ اگر تم ان کو دیکھتے تو سمجھتے کہ سب کے سب دیوانے ہیں.....

جذبِ دروں، جسے تقویٰ القلوب اور عشق بھی کہیے، تو مومنوں کو زندگی بخشتا ہے اور غلط قسم کی عقل جو وہم و گماں اور غیر یقین کی طرف آمادہ کرتی ہے محض فریب ہے۔

وَمَنْ يُعْظِمِ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَىٰ
الْحَجَّ: ۳۲) دلوں کی پرہیزگاری میں سے ہے۔

شعائر اللہ کو ملحوظ رکھنے والے لوگ دنیا والوں کو مجنون نظر آتے ہیں۔

مومن از عزم و توکلِ قاہر است
گر ندارد ایں دو جوہر کافر است

[ص ۸۰۴]

پس چہ باید کرداے اقوام شرق

۵۲۷

ایک مکتوب میں علامہ لکھتے ہیں:

اس ملک میں قناعت اور توکل کے وہ معنی لیے جاتے ہیں جو عربی زبان میں ہرگز نہیں ہیں۔
فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ
پس، جب کسی بات کا پکا ارادہ کر لو تو اللہ پر
بھروسا کرو۔ بے شک توکل والے لوگ اللہ
کو پیارے ہیں (توکل یعنی اللہ پاک پر
اعتماد اور سب کاموں کو اس کے سپرد کر دینا)۔
(آل عمران: ۱۵۹)

اے خوش آں مردے کہ دل باکس نداد
بندِ غیر اللہ را از پا کشاد
[ص ۸۰۴]

کلمہ طیبہ کا بھی یہی پیام ہے۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو خدا نہ پکارو۔ کوئی
خدا (طاقت) نہیں سوائے اُس (اللہ) کے
(یعنی غیر اللہ کو طاقت نہ سمجھو)۔
(القصص: ۸۸)

یوسفِ ما را اگر گر گے برد
بہ کہ مردے ناکسے او را خرد
[ص ۸۰۴]

سورہ یوسف میں ہے

کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے والد سے جھوٹ کہا کہ:
فَاَكَلَهُ الذِّبْذِبُ (یوسف: ۱۷) پس اُسے (یوسف کو) بھیڑیا کھا گیا۔
غلط شخص کو اگر بھیڑیا کھالے تو اُس سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں۔ اس طرح چاہیے کہ ہماری
بات صحیح آدمی تک پہنچتا کہ وہ سمجھ سکے کہ قرآن کس طرح غیر اللہ کی محتاجی سے آزاد کرانا چاہتا ہے۔

قلزمی؟ بادشت و در پیہم ستیز
شبنمی؟ خود را بہ گلبرگے بریز
[ص ۸۰۵]

تم کو مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ آسانوں میں رہنا تمہیں زیب نہیں
دیتا۔ تم قلمرو ہو، شبنم نہیں۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ ۝
 بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا
 (البلد: ۴) پیدا کیا۔

چوں شود اندیشہ تو مے خراب ناسرہ گردد بدستش سیم ناب
 [ص ۸۰۷]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:
 حدیث میں آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔ افسوس ہے مسلمان مُردہ ہیں۔ انحطاطِ ملی نے ان کے تمام قومی کوشش کر دیا ہے اور انحطاط کا سب سے بڑا جادو یہ ہے کہ یہ اپنے صید پر ایسا اثر ڈالتا ہے جس سے انحطاط کا مسخورا اپنے قاتل کو اپنا مرئی تصور کرنے لگ جاتا ہے۔ یہی حال اس وقت مسلمانوں کا ہے۔
 احساس کمتری کی وجہ سے اپنی چیزوں کو بے قیمت سمجھنے لگتے ہیں۔

وَالَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ
 مِّن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ
 الْمُمْتَرِينَ ۝
 اور جن کو ہم نے کتاب دی وہ جانتے ہیں
 کہ یہ تیرے رب کی طرف سے سچ اُتری
 ہے (تو سننے والے) تو ہرگز شک والوں
 (الانعام: ۱۱۴) میں نہ ہو۔

اسی شعر کے مضمون کے تسلسل میں کئی اشعار ہیں جو مترادف کہے جاسکتے ہیں۔

تا نبوت حکم حق جاری کند پشتِ پا بر حکمِ سلطای می زند
 [ص ۸۰۸]

ذٰلِكُمْ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۝ وَالَّذِينَ
 تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ
 قِطْمِيرٍ ۝ (فاطر: ۱۳)
 یہ ہے اللہ تمہارا رب۔ اسی کی بادشاہی ہے
 اور اس کے سوا جنہیں تم پوجتے ہو وہ دانہ خرما
 کے جھلکے تک کے مالک نہیں (جب نبوت،
 اللہ کا حکم جاری کرتی ہے تو بادشاہ کے حکم پر
 لات مار دیتی ہے۔)

معنی جبریل و قرآن است او فطرۃ اللہ را نگہبان است او
 [ص ۸۰۸]

فَاقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ
الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ
اللَّهِ (الروم: ۳۰)

پس اپنا منہ سیدھا کرو اللہ کی اطاعت کے
لیے ایک اکیلے اسی کے ہو کر۔ اللہ کی ڈالی
ہوئی بنا جس پر لوگوں کو پیدا کیا (دین الہی پر
قائم رہو جس پر اللہ نے خلق کو پیدا کیا) اللہ
کی بنائی چیز کو نہ بدلنا۔

اندر آہ صبح گاہ او حیات تازہ از صبح نمودش کائنات
[ص ۸۰۸]

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ ط عَسَى
أَنْ يَّعْشَرَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا
(بنی اسرائیل: ۷۹)

اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کرو۔ یہ خاص
تمہارے لیے زیادہ ہے۔ قریب ہے کہ
تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جو
تمہارے لیے مقام محمود ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے غلاموں کی سحر خیزی سے کائنات کی تقدیر بدل جاتی ہے۔

دَرْسٍ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ مِى دَهْدٍ
تَا دَلِى دَرْ سِيْنَةِ اَدَمِ نَهْدِ
[ص ۸۰۹]

اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَحْزَنُوْنَ (يونس: ۶۲)

سن لو، بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ
خوف ہے نہ کچھ غم۔

چوں فنا اندر رضائے حق شود
بندۂ مومن قضاے حق شود
[ص ۸۰۹]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

حدود خودی کے تعین کا نام شریعت ہے اور شریعت اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام
طریقت ہے۔ جب احکام الہی خودی میں اس حد تک سرایت کر جائیں کہ خودی کے پرائیویٹ
امیال و عواطف باقی نہ رہیں اور صرف رضائے الہی اس کا مقصود ہو جائے تو زندگی کی اس کیفیت کو
بعض اکابر صوفیائے اسلام نے فنا کہا ہے اور بعض نے اسی کا نام بقا رکھا ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى
اور (اے محبوب) وہ خاک جو تم نے پھینکی، تم

(الانفال: ۱۷) نے نہیں پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

ابتدائے عشق و مستی قاہری است انتہائے عشق و مستی دلبری است
[ص ۸۱۰]

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ
عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ
اور ان کے رفقا کافروں پر سخت اور آپس میں
بہت نرم دل ہیں۔ (الفتح: ۲۹)

علامہ اقبال ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:
مسلم حنیف جذبات متناقض یعنی تہر و محبت اپنے قلب کی گرمی سے تحلیل کرتا ہے اور اس کا دائرہ اثر
اخلاقی تناقضات تک ہی محدود نہیں بلکہ تمام طبعی تناقضات پر بھی حاوی ہے۔ پھر مسلم جو حامل ہے
محرشیت کا اور وارث ہے موسویت کا اور ابراہیمیت کا کیونکہ کسی شے میں جذب ہو سکتا ہے۔ البتہ
اس زمان و مکان کی مقید دنیا کے مرکز میں ایک ریگستان (عرب) ہے جو مسلم کو جذب کر سکتا ہے
اور اُس کی قوتِ جاذبہ ذوقی اور فطری نہیں بلکہ مستعار ہے ایک کفِ پائے جس نے اس ریگستان
کے چمکتے ذروں کو کبھی پامال کیا تھا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) ﷺ

گر بگیرد سوز و تاب از لا اله جز بکام او نگرود مهر و مہ
[ص ۸۱۰]

صفحہ ۸۰۲ میں سورۃ القصص کی آیت ۸۸ دیکھیں اور سورۃ البقرہ کی آیت ۲۹ بھی دیکھیں۔

حکمتِ ارباب کیں مکر است و فن مکر و فن؟ تخریب جاں تعمیر تن!
[ص ۸۱۱]

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا
إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ
الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ
السَّيِّئَاتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَ مَكْرُ
أُولَئِكَ هُوَ يُبَوِّرُ
جسے عزت کی چاہ ہو تو عزت سب اللہ کے
ہاتھ ہے۔ اسی کی طرف چڑھتا ہے (مقام
قبول و رضا تک پہنچتا ہے) پاکیزہ کلام اور
عملِ صالح اُسے بلند کرتا ہے اور جو برے
داؤں کرتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب

(فاطر: ۱۰) ہے اور انھی کا مکر برباد ہوگا۔

مکر کرنے والے تعمیر تن اور دنیا کی عزت چاہتے ہیں تو عزت صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔

مکتب از تدبیر او گید نظام تا بکامِ خواجہ اندیشد غلام
[ص ۸۱۱]

وہ ایک مکتوب میں بھی فرماتے ہیں:

آخر اس غلامی کے زمانے میں مسلمانوں کے پاس کون سا ذریعہ ہے جس سے وہ اپنی آئندہ نسلوں کو اسلامی تصویرات کے بننے اور بگڑنے کی تاریخ سے آگاہ کر سکیں۔ غلام قوم مادیات کو روحانیت پر مقدم سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور جب انسان میں خوں غلامی راسخ ہو جاتی ہے تو وہ ہر ایسی تعلیم سے بیزاری کے بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد قوتِ نفس اور روح انسانی کا ترفع ہو۔^۱
اور ایسی غلام قوم کا مقصد زندگی یہ ہوتا ہے:

ہر زماں اندر تلاش ساز و برگ کار او فکرِ معاش و ترس مرگ

[ص ۸۱۲]

ایسے لوگ جب خوار کیے جاتے ہیں تو اس کا ایک سبب مال کی محبت بھی ہے۔ سورۃ الفجر میں

ایسے لوگوں کا ذکر ہے:

وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝

اور تم مال کی نہایت محبت رکھتے ہو۔

(الفجر: ۲۰)

قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمْ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوْ الْقَتْلِ وَاِذَا لَا تَمْتَعُونَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

آپ فرمادیں، ہرگز تمہیں بھاگنا نفع نہ دے گا اگر موت یا قتل سے بھاگو اور تب تو دنیا نہ برتنے دیے جاؤ گے مگر تھوڑی۔

(الاحزاب: ۱۶)

کتبہ می گویم از مردانِ حال اُمتاں را لا جلال الا جمال

تا نہ رمز لا الہ آید بدست بند غیر اللہ را نتواں شکست

[ص ۸۱۳]

جب تک غیر اللہ کی قوت کا انکار نہ کیا جائے ایک انسان اپنے اللہ کا بندہ ہونے کا اہل

(مستحق) نہیں۔

فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ (الذاریت: ۵۰) پس ہر جگہ سے بھاگ کر اللہ کے ہاں پناہ لو گے
سورۃ التوبہ میں بھی اسی خدائی آسرے کو اللہ کی مہربانی کا مترادف کہا گیا ہے:
لَا مَلْجَا مِنْ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ کوئی پناہ نہیں اللہ سے مگر اسی کی طرف (یعنی
(التوبہ: ۱۱۸) اسی کے پاس ہے)۔

حیست فقرائے بندگانِ آب و رگل یک نگاہِ راہ بین، یک زندہ دل
فقر کارِ خویش را سنجیدن است بردد حرفِ لا الہ پیچیدن است
فقر خیر گیر با نانِ شعیر بستہ فتراکِ او سلطان و میر
فقر ذوق و شوق و تسلیم و رضا ست ما امینیم این متاعِ مصطفیٰ ست

[ص ۸۱۶]

جو اللہ کا محتاج ہوتا ہے اور غیر اللہ کو خاطر میں بھی نہیں لاتا وہی صحیح قسم کا فقر رکھتا ہے۔ پھر
ایسے شخص سے خیر شکنی، ذوق و شوق، تسلیم و رضا وغیرہ بکثرت صفات کا ظہور ہوتا ہے۔ جو اللہ کا ہو
جاتا ہے اس میں تمام فضائل پیدا ہو جاتے ہیں اور جو غیر اللہ کا محتاج ہوتا ہے اُس میں تمام رذائل
پیدا ہو جاتے ہیں۔ گویا صحیح مردِ مومن ہی اہل فقر ہے اور اللہ کی جماعت میں ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں
يُؤَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں اُن سے
اِبَاءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيرَتَهُمْ جنہوں نے اللہ اور اُس کے رسول سے
اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيْدِيَهُمْ مخالفت کی۔ اگر چہ وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا
بِرُوحٍ مِّنْهُ وَاَيُّدِيَهُمْ جَنَّتِ تَجْرِي بھائی یا کنبے والے ہوں۔ یہ ہیں وہ جن کے
مِنْ تَحْتِهَا الْاَاطْرُفُ خَلِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللّٰهُ دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی
عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ طرف کی روح سے اُن کی مدد کی اور انھیں
اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں

(المجادلہ: ۲۲)

راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ یہ اللہ کی

جماعت ہے۔ دیکھو اللہ ہی کی جماعت

کامیاب ہے۔

(یعنی اللہ کی جماعت والے اللہ کی رضا کے لیے اپنی محبوب سے محبوب چیز کو قربان کر دیتے

ہیں اور غیر اللہ کی پروا بھی نہیں کرتے اور نہ غیر اللہ کو کوئی طاقت سمجھتے ہیں)۔

سورہ ابراہیم میں ایسے لوگوں کے ثبات و استحکام کا ذکر ہے:

يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي اللَّهِ تَعَالَى إِيْمَانِ وَالْوَالُونَ كُودِيُوِيْ أُوْرُ أُخْرُوِيْ

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ زَنْدِغِيْ مِيْنِ مَّضْبُوْبَاتٍ سَعِ مَسْتَعْدٍ اُوْرُ ثَابِتٍ

(ابراہیم: ۲۷) قدم رکھتا ہے۔

سورہ الانبیاء میں (ایسے لوگوں کے) حق کے متعلق ہے:

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلٰى الْبٰطِلِ فَيَدْمَغُهُۥ بَاتٍ يِّهٖ كِهٖ مَّحَقِّ كُوْبٰطِلٍ كَسَرٍ پَرْدِے

فَاِذَا هُوَ زٰهِقٌ مَارْتِے ہِيْنِ پَسِ (اس طرح) وہ اس کا

(باطل کا) سر توڑ دیتا ہے، پھر وہ (باطل) فنا

ہو جاتا ہے۔

غرض کہ بڑی سے بڑی قوتیں بھی اہل فقر اور اہل ایمان کے آگے ہتھی ہیں۔

قَلْبٍ اُوْرُ اَقُوْتِ اَزْ جَنْدِبٍ وَّ سَلُوْكَ

پیشِ سُلْطٰنِ نَعْرٰةٍ اُوْ لَا مَلُوْكَ!

[ص ۸۱۷]

وَّ لَمْ يَكُنْ لَّهُ شَرِيْكَ فِی الْمُلْكِ

اُوْرُ اس کی سُلْطٰنَتِ مِیْنِ كُوْنٰی سَاجِہِیْ نِہِیْنِ

(الفرقان: ۲) (حکومت صرف اللہ کی ہے)۔

فقرِ مومنِ چيست؟ تَسْخِيْرُ جِهَاتٍ

بندہ از تَاثِيْرِ اُوْ مَوْلَا صِفَاتٍ

[ص ۸۱۸]

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی

كِيَا تَمْ نِے نِہِیْنِ دِيْكَهَا كِهٖ اللّٰهُ نِے تَمْهَارِے

السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ اَسْبَغَ

لِیْے مَسْخَرُ كَرْدِیْے جُو كِچھ آسْمٰنُوْنِ اُوْرُ زَمِيْنِ

عَلَيْكُمْ نِعْمَةً ظَاهِرَةً وَ بَاطِنَةً*

مِیْنِ ہِيْنِ اُوْرُ تَمْحِیْسِ بْھَرِ پُوْرْدِے دِیْسِ گِے اِپْنِیْ

(لقمن: ۲۰) نعتیں طاہر اور پوشیدہ۔

فقر کا فرخوت دشت و دراست فقر مومن لرزہ بحر و براست

[ص ۸۱۸]

کافر سادھو اور جوگی لوگ گوشہ نشین ہو کر عبادت کرتے ہیں لیکن مومن گوشہ نشینی کے لیے پیدا نہیں کیا گیا بلکہ اُس کے لیے دنیا کو برتنا اور حقوق العباد ادا کرنا ہی عبادت ہے اور بحر و بر میں صرف مومن کو غالب رہنا ہے۔

اوپر والی آیت یہاں بھی دیکھیں۔

دل ز غیر اللہ پر دازے جواں ایں جہان کہنہ در بازے جواں

[ص ۸۱۹]

دل کو غیر اللہ کے تعلق سے خالی کر دو اور ایک نئی (صحیح) دنیا تیار کرو۔

عصر ماما را ز ما بیگانہ کرد از جمال مصطفیٰ بیگانہ کرد

[ص ۸۲۰]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی سے موجودہ زمانہ محروم اور غیر متور ہے۔ حالانکہ صرف ان کے اسوۂ حسنہ کی پیروی ہی سے فلاح دارین وابستہ ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ

(الاحزاب: ۲۱) بہتری ہے۔

حَسَنَةٌ

اندرون تست سیل بے پناہ پیش او کوہ گراں مانند کاہ

[ص ۸۲۱]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں بھی لکھتے ہیں:

میں عمل کی تمام صورتوں اور اشکال مختلفہ کو جن میں تصادم و پیکار بھی شامل ہے، ضروری سمجھتا ہوں اور میرے نزدیک اُن سے انسان کو زیادہ استحکام و استقلال حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی خیال کے پیش نظر میں نے سکون و جمود اور اس نوع کے تصوف کو جس کا دائرہ محض قیاس آرائیوں تک محدود

پس چہ باید کرداے اقوامِ شرق

ہو، مردود قرار دیا ہے۔^۹

مردِ حُر کے اوصاف بیان ہوتے ہیں:

مردِ حُر محکم ز ورد لا تخف

ما بہ میداں سر بجیب او سر بکف!

[ص ۸۲۲]

لَا تَخْفَ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَىٰ ۝

ڈر نہیں، بے شک تو ہی غالب ہے۔

(طلہ: ۶۸)

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَ أَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ (آل عمران: ۱۳۹) گے اگر ایمان رکھتے ہو۔

عجز رہ از سوز او برمی جہد

پائے خود را آچنخاں محکم نہد

[ص ۸۲۲]

سورہ آل عمران میں عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے:

إِنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطَّيْرِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَانْفُخْ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِأَذْنِ اللَّهِ... ۝

کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں، پھر اُس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم

(آل عمران: ۴۹) سے.....

اللہ کے پیاروں کی وجہ سے زمین سے بھی سوز اور گرمی پیدا ہو سکتی ہے اور مردہ قوتیں بھی

بیدار ہو سکتی ہیں۔

يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَ يَخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِأَذْنِهِ وَ يَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ (المائدہ: ۱۶)

(قرآن) جس سے اللہ راہ پر لاتا ہے جو کوئی تابع ہو اُس کی رضا کا، بچاؤ کی راہ پر اور اُن کو نکالتا ہے اندھیروں سے روشنی میں اپنے حکم سے اور ان کو چلاتا ہے سیدھی راہ۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے تبعین کے ذریعے، لوگوں کو صحیح راہ نصیب ہوئی اور قوموں میں زندگی پیدا ہوئی۔

اُو درونِ خانہ، ما بیرونِ در

سرّ دیں مارا خبر، اُو را نظر

[ص ۸۲۲]

محمد حسین عرشی لکھتے ہیں:

ایک دفعہ میں نے پوچھا، مثنوی، پس چہ باید کرد..... میں آپ کے مصرع (علم و حکمت از کتب، دیں از نظر) میں ”نظر“ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: ”صحبت“۔^۱
لیکن اس مثنوی میں ایسا کوئی مصرع نہیں ہے۔ البتہ مثنوی ”مسافر“ (ص ۶۹) میں موجود ہے لیکن اس کا مترادف یہاں کا مصرع ہے، یعنی:

سرّ دین مارا خبر، اُو را نظر

[ص ۸۲۲]

نظر یقیناً صحبت ہے۔ صحابہ کرام اسی صحبت اور معیت کی وجہ سے صحابہ کہلائے گئے اور انبیاء بنی اسرائیل (علیہ السلام) جیسا ان کا مقام ہوا۔

مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ اَشْهَادٌ
عَلَى الْكُفَّارِ رَحْمًاۗۤاۤ بَيْنَهُمْ
معیت میں ہیں وہ کافروں پر بہت سخت ہیں
(الفتح: ۲۹) اور آپس میں بہت نرم دل۔

در جہانِ بے ثبات اور اثبات مرگ اور از مقاماتِ حیات!

[ص ۸۲۳]

سورہ ابراہیم میں ایسے لوگوں کے ثبات کا ذکر ہے:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ
اللّٰهُ تَعَالٰی اِيْمَانِ وَالْوَلُوْا كُوْ دِنِيُوْى اُوْر اُخْرُوْى
زندگى ميں مضبوط بات سے مستعد اور ثابت
(ابراہیم: ۲۷) قدم رکھتا ہے۔

”مال را گر بہر دین باشی حمول نِعَمَ مَالٍ صَالِحٍ گوید رسول“

[ص ۸۲۵]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

نِعَمَ مَالٍ صَالِحٍ
اگر مال دینی امور پر خرچ کرنے کے لیے جمع
کیا جائے تو وہ مال صالح ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ

بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کی

أَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْحِجَّةُ
جانیں اور اُن کے مال خرید لیے ہیں اس
(التوبہ: ۱۱۱) بدلے میں کہ اُن کے لیے جنت ہے۔

تا ندانی عکبۃ اکل حلال
برجماعت زیستن گرد و وبال
[ص ۸۲۶]

سورة الزخرف میں اس اکل حلال کی تقسیم کا ذکر ہے:

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ
ہم نے اُن میں اُن کی زیست کا سامان دنیا
الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ
کی زندگی میں بانٹا اور ان میں ایک دوسرے
دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا
پر درجوں بلندی دی تاکہ ایک دوسرے سے
(الزخرف: ۳۲) مال کے ذریعے خدمت لے (اور دنیا کا
نظام چل سکے۔ اسی طرح نظام جماعت قائم
رکھا گیا ہے اور کوئی کسی پر بوجھ نہیں)۔

حکمش از عدل است و تسلیم و رضاست
بیخِ او اندر ضمیرِ مصطفیٰ است
[ص ۸۲۷]

شریعت کا حکم، عدل اور تسلیم و رضا کے لیے ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ
بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی کا
ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ
اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے
وَالْمُنْكَرِ وَالْبِغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ
بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے۔
تَذَكَّرُونَ ۝ (النحل: ۹۰)
تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔

اور تسلیم و رضا بھی مسلمان کی شان ہے:

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَ
آپ فرمادیں، بے شک میری نماز اور میری
مَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝
قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ
کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔
(الانعام: ۱۶۲)

از شریعتِ أَحْسَنُ التَّقْوِيمِ شُو وارثِ اِبْرَاهِيمَ شُو
[ص ۸۲۷]

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝^۱
بے شک ہم نے انسان کو بہترین طریق پر
(التین: ۴) بنایا۔

مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ۗ هُوَ سَمُّكُمْ
تمہارے باپ ابراہیمؑ کا دین۔ اللہ نے
الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَ فِي هَذَا.....
تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اگلی کتابوں میں
(الحج: ۷۸) اور اس قرآن میں۔

پس طریقت چست اے والا صفات شرع را دیدن بہ اعماقی حیات
[ص ۸۲۷]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

حدودِ خودی کے تعین کا نام شریعت ہے اور شریعت کو اپنے دل کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام
طریقت ہے۔ جب احکامِ الہی خودی میں اس حد تک سرایت کر جائیں کہ خودی کے پرائیویٹ
امیال و عواطف باقی نہ رہیں اور صرف رضائے الہی اس کا مقصود ہو جائے تو زندگی کی اس کیفیت کو
بعض اکابر صوفیائے اسلام نے فنا کہا ہے۔ بعض نے اسی کا نام بقا رکھا ہے۔^۱
صفحہ ۸۲۷ کی آیت (سورۃ الانعام: ۱۶۳) یہاں کے لیے دیکھیں۔

اے کہ می نازی بہ قرآن عظیم تا کجا در حجرہ می باشی مقیم
در جہاں اسرارِ دیں را فاش کن نکتہٴ شرع میں را فاش کن
کس نہ گرد در جہاں محتاج کس نکتہٴ شرع میں این است و بس
[ص ۸۲۸]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں ایک پیر صاحب کو لکھتے ہیں:

میں نے آپ کے مخلص کا خط پڑھا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ کے احباب اور مخلصین آپ سے
اُس روحانیت کی بنا پر جو آپ نے اپنے آباؤ اجداد سے ورثے میں پائی ہے بہت بڑی بڑی
امیدیں رکھتے ہیں۔ ان امیدوں میں میں بھی شریک ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کو
اس امر کی توفیق دے کہ آپ اپنی قوت، ہمت، اثر، رسوخ اور دولت و عظمت کو حقائقِ اسلام کی نشرو

اشاعت میں صرف کریں۔ اس تاریک زمانے میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی خدمت یہی ہے۔ کچھ عجب نہیں کہ جلد آپ کی طبیعت میں ایک بہت بڑا انقلاب پیدا ہو جس کی ابھی تک آپ کو توقع نہیں۔ افسوس ہے کہ شمال مغربی ہندوستان میں جن بزرگوں نے علم اسلام بلند کیا ان کی اولادیں دنیوی جاہ و منصب کے پیچھے پڑ کر تباہ ہو گئیں۔ اور آج ان سے زیادہ جاہل کوئی مسلمان مشکل سے ملے گا۔ الا ماشاء اللہ۔ وقت تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ انھیں بزرگوں کی اولاد سے کسی کی روحانیت کو بیدار کر دے اور کلمہ اسلام کے اعلا پر مامور کرے۔^{۱۲}

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَىٰ لَهُمْ وَحَسُنَ مَا أَجْرُهُمْ ۝ (الرعد: ۲۹) خوش حالی ہے اور اچھا انجام۔
صحیح خوش حالی اور صحیح خوشی دراصل ایمان اور عملِ صالح ہے جو غیر اللہ کی محتاجی سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

زندہ قومے بود از تاویل مُرد آتش او در ضمیر او فسرُد

[ص ۸۲۸]

اور ضربِ کلیمہ ص ۲۸۲ میں فرمایا ہے:

ع خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

علامہ اقبال نے ایک مکتوب میں بھی لکھا ہے:

حقیقت یہ ہے کہ کسی مذہب یا قوم کے دستور العمل و شعار میں باطنی معنی تلاش کرنا یا باطنی مفہوم پیدا کرنا اصل میں اس دستور العمل کو مسخ کر دینا ہے۔ یہ ایک نہایت SUBTLE طریقِ تفسیر کا ہے۔ اور یہ طریق وہی تو میں اختیار یا ایجاد کر سکتی ہیں جن کی فطرت گو سفندی ہو.....^{۱۳}

بنی اسرائیل نے جب ایسی تاویل کی تھی اور معنی بدل دیے تھے تو ان پر سخت عذاب نازل ہوا تھا۔

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ

تو ظالموں نے اور بات بدل دی جو فرمائی گئی تھی اُس کے سوا، تو ہم نے آسمان سے ان پر

عذاب اتارا، بدلہ اُن کی بے حکمی کا۔

یہ عذاب طاعون تھا جس سے ایک ساعت میں چوبیس ہزار نفوس ہلاک ہوئے۔

اُمّتے کز آرزو نیثے نہ خورد نقشِ اُورا فطرت از گیتی سترد
[ص ۸۲۹]

آرزو (عمل صالح) ہی کا میابی کا راز ہے ورنہ بتا ہی ہے:

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لِيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَ لِيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا
اللہ نے وعدہ دیا اُن کو جو تم میں سے ایمان لائے اور عمل صالح کیے کہ ضرور انھیں زمین میں خلافت دے گا جیسی اُن سے پہلے لوگوں کو دی اور ضرور اُن کے لیے مضبوط کر دے گا ان کا وہ دین جو اُن کے لیے پسند فرمایا ہے اور ضرور اُن کے خوف کو امن سے بدل دے (النور: ۵۵)
گا (اور جو ایسا نہ ہوگا وہ ان نعمتوں سے محروم رہے گا)۔

آشیانِش گر چہ در آب و گل است تُہ فلک سرگشہ: ایں یک دل است
[ص ۸۳۰]

آرزو والادل جس کا ابھی پچھلے شعر میں ذکر آیا ہے ایمان اور عمل صالح والا ہوتا ہے۔
وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ يَهْدِ اللَّهُ قَلْبَهُ اور جو اللہ پر ایمان لائے (یقین رکھے) اللہ (التغابن: ۱۱) اس کے دل کو ہدایت فرما دیتا ہے۔
ایمان اور عمل صالح والے کا میاب ہوتے ہیں جن کا ذکر ابھی سورۃ النور کی آیت ۵۵ میں آیا ہے اور جن کا ذکر سورۃ العصر میں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

سیاسیاتِ حاضرہ

گر می ہنگامہٗ جمہور دید پردہ بر روئے ملوکیت کشید
سلطنت را جامعِ اقوام گفت کار خود را پختہ کرد و خام گفت

در فضائش بال و پر نتواں کشود

با کلیدش پیچ در نتواں کشود

[ص ۸۳۱]

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بَغْيَ هُدَىٰ مَن
اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝
(القصص: ۵۰)

اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اپنی خواہش
کی پیروی کرے اللہ کی ہدایت سے جدا۔
بے شک اللہ ہدایت نہیں فرماتا ظالموں کو۔

پیشِ فرعونان بگو حرفِ کلیم

تا کند ضرب تو دریا را دو نیم

[ص ۸۳۲]

فَاَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ اضْرِبْ بِعَصَاكَ
الْبَحْرَ فَإِنفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ
الْعَظِيمِ ۝ وَ أَرْزَلْنَا تَمَّ الْأَخْرِيْنَ ۝ وَ
أَنْجَيْنَا مُوسَىٰ وَ مَنْ مَعَهُ أَجْمَعِينَ ۝ ثُمَّ
أَعْرَفْنَا الْأَخْرِيْنَ ۝

تو ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ دریا پر اپنا عصا
مار۔ تو جھی دریا پھٹ گیا، تو ہر حصہ ہو گیا
جیسے بڑا پہاڑ۔ اور وہاں قریب لائے ہم
دوسروں کو (یعنی فرعون اور فرعونوں کو) اور
ہم نے بچا لیا موسیٰ اور اس کے سب
ساتھیوں کو۔ پھر دوسروں کو (یعنی فرعون
اور فرعونوں کو) ڈبو دیا۔

(الشعراء: ۶۳-۶۶)

واعنم از رسوائی این کارواں

در امیر او ندیدم نورِ جاں

تن پرست و جاہ مست و کم نگہ

اندرو نش بے نصیب از لا الہ!

در حرم زاد و کلیسا را مرید

پردہ ناموسِ مارا بر درید

[ص ۸۳۲]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

علماء میں مداعت آگئی ہے۔ یہ گروہ حق کہنے سے ڈرتا ہے۔ صوفیہ اسلام سے بے پروا اور حکام کے
تصرف میں ہیں۔ اخبار نویس اور آج کل کے تعلیم یافتہ لیڈر خود غرض ہیں اور ذاتی منفعت و عزت کے
سوا کوئی مقصد ان کی زندگی کا نہیں۔ عوام میں جذبہ موجود ہے مگر ان کا کوئی بے غرض راہنما نہیں ہے۔^۱

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ
أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ

بے شک اللہ حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں
انہیں سپرد کردو اور یہ کہ جب تم لوگوں میں

نَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ط (النساء: ۵۸) فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔
امانت و سبوح معنی میں غیر مادی چیزوں پر بھی حاوی ہے۔ ہر شخص کو اپنی ذمہ داری کے مطابق کام کرنا چاہیے۔

عید آزادان شکوہ ملک و دیں عیدِ محکوماں ہجومِ مومنین
[ص ۸۳۲] وَ اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَا تُوكَ رَجَالًا وَّ
عَلَى كُلِّ مَثَلٍ صَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۝ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ ۝ (الحج: ۲۷-۲۸)
اور لوگوں میں حج کی ندا عام کر دے۔ وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے پیادہ اور ہر دہلی اوٹنی پر کہ ہر دور کی راہ سے آتی ہیں تاکہ وہ (لوگ) اپنا فائدہ پائیں (دین اور دنیا دونوں کا)۔

مسلمانوں کے اجتماع سے مقصود ”بعظم شعائر اللہ“ (سورۃ الحج) بھی ہے اور دین و دنیا کے فائدے بھی مقصود ہیں۔

حرفے چند با اُمتِ عربیہ

در جہانِ نزد و دُور و دیروز و دِوِ اَوَّلِیْنَ خوانندہ قرآن کہ بود؟
[ص ۸۳۵] نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۝ عَلَى قَلْبِكَ
لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ ط
اسے (قرآن کو) روح الامیں لے کر اترا۔ تمہارے دل پر (کہ دل تمیز و عقل و اختیار کا مقام ہے) کہ تم ڈر سناؤ، روشن عربی زبان میں۔ (الشعراء: ۱۹۳-۱۹۵)

قرآن کے سب سے پہلے مخاطب عرب لوگ ہی ہیں۔

علم و حکمت ریزہ از خوانِ کیست؟ آيَةَ فَاصِبَحْتُمْ اندر شانِ کیست؟
[ص ۸۳۵] وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ
اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو۔ جب تم

پس چہ باید کرداے اقوامِ شرق

۵۴۳

أَعْدَاءَ فَالْفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاصْبِرْتُمْ
میں بَیْر تھا۔ اس نے تمہارے دلوں میں
بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا
ملاپ کر دیا تو اُس کے فضل سے تم آپس میں
(آل عمران: ۱۰۳) بھائی ہو گئے۔

دین ہی کی وجہ سے یہ سعادت حاصل ہوئی۔

از دم سیراب آل امی لقب لالہ رُست از ریگ صحرائے عرب

ص ۳۹

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۃ الاعراف میں دو جگہ (آیات ۱۵۷-۱۵۸) النَّبِیِّ الْاِمِی
کہا گیا ہے۔ اُن کے طفیل میں صحرائے عرب کے دلوں میں عشق پیدا ہوا۔ ابھی سورہہ ال عمران کی
آیت ۱۰۳ مذکور ہوئی۔

سُطُوْتُ بَانِکِ صَلُوْتُ اِنْدِر نَبْرِدِ قَرَأْتُ الصَّلْفُتِ اِنْدِر نَبْرِدِ

[ص ۸۳۶]

وَالصَّلْفُتِ صَفًّا ۚ فَالزُّجْرَاتِ زَجْوًّا ۚ
قسم ان کی کہ باقاعدہ صف باندھیں
فَالْتَلِیْتُ ذِکْرًا ۚ اِنَّ الْهَکْمَ لَوَاحِدٌ ۚ
(مجاہدین کے گروہ جو دشمنانِ حق کے مقابل
الصَّلْفُتِ: ۱) ہوتے ہیں) پھر اُن کی کہ جھڑک کر چلائیں
(مجاہدین جو گھوڑوں کو ڈپٹ کر جہاد میں
چلاتے ہیں) پھر ان جماعتوں کی کہ قرآن
پڑھیں۔ بے شک تمہارا معبود ضرور ایک ہے۔

یہ سب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا طفیل ہے کہ دین کے ایسے مجاہدین تیار ہوئے۔

ہر کہ از بندِ خودی وارست، مُرد ہر کہ بابیگانگال پیوست، مُرد

[ص ۸۳۷]

وہ عرب جس پر اسلام نے نعمتوں کے تمام دروازے کھول دیے اب دشمنوں کے فریب میں
آ کر عرب قومیت کے نعرے لگانے لگے ہیں۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا

اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور

تَفَرَّقُوا (آل عمران: ۱۰۳) آپس میں پھٹ نہ جانا۔

توت از جمعیتِ دین میں دس ہمہ عزم است و اخلاص و یقین [ص ۸۳۷]

فَإِذَا عَزَمَ الْأُمُورُ فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۝ (محمد: ۲۱) پھر جب حکم ناطق ہو چکا تو اگر اللہ سے سچے رہتے تو ان کا بھلا تھا۔ (اللہ سے سچا رہنے میں یعنی اخلاص و یقین ہی میں بھلائی ہے۔)

یورپ از شمشیرِ خود بسمل فتاد زیرِ گردوں رسمِ لا دینی نہاد [ص ۸۳۹]

یورپ نے دین کو چھوڑ کر لادینی اختیار کی ہے اس لیے اس کی تباہی قریب ہے۔
وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَعْمَى ۝ (طہ: ۱۲۴) اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا (میری ہدایت سے روگردانی کی) تو بے شک اس کے لیے زندگانی تنگ (تنگ) ہے اور ہم اُسے قیامت کے دن اندھا ٹھائیں گے۔

ہر کہ آیاتِ خدا بیند خرد است اصل اس حکمت ز حکم انظر است [ص ۸۳۹]

اس دوسرے مصرعے کے حاشیے میں خود علامہ اقبال نے لکھا ہے کہ یہ ”تبلیغ ہے آیہ قرآنی کی طرف: أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ (الغاشیہ: ۱۷) یعنی نظامِ فطرت کا بغور مطالعہ کرو۔ اس آیت کے ساتھ ہی آیتیں آتی ہیں کہ: اور آسمان کو کیسا اونچا کیا گیا اور پہاڑوں کو، کیسے قائم کیے گئے اور زمین کو، کیسے بچھائی گئی۔

علمِ اشیا خاکِ مارا کیمیاست آہ! در فرنگ تاثیرش جداست [ص ۸۴۰]

علمِ اشیا (سائنس) سے معرفتِ الہی حاصل ہوتی ہے۔
وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ۝ اور اللہ نے آدم کو تمام اشیا کے نام سکھائے۔

(البقرہ: ۳۱)

علم کی وجہ سے آدمِ مسجودِ ملائکہ ہوئے۔ ان کا طالبِ عفو ہونا اور اللہ سے رجوع کرنا عشق کی وجہ سے ہے۔^{۱۱}

عقل اندر حکمِ دل یزدانی است چون ز دل آزاد شد شیطانی است
[ص ۸۴۰]

يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ
اللہ درجے بلند کرے گا ان لوگوں کے جو تم میں ایمان لائے اور ان کے جنہیں علم دیا گیا اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو اللہ اس سے خوب واقف ہے۔
(المجادلہ: ۱۱)

یزدانی علم و عقل ایمان کے ساتھ ہوتی ہے لیکن جب وہ ایمان سے آزاد ہو جائے تو پھر وہ شیطانی ہے۔ ایمان کا تعلق دل سے ہے:

وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ يَهْدِ اللَّهُ قَلْبَهُ
اور جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت فرمادیتا ہے۔
(التغابن: ۱۱)

ع در جنیوا چہست غیر از مکر و فن
[ص ۸۴۱]

جنیوا ہو یا کوئی جمعیتِ اقوام کا مرکز ہو:
ع بہر تقسیم قبور انجمنے ساختہ اند پیامِ مشرق ص ۱۹۳
یہ سب حزبِ الشیطان ہیں۔

إِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ ۗ أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ
شیطان نے ان پر قابو پا لیا ہے۔ پس اُس نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ یہ شیطان کی جماعت ہے۔
(المجادلہ: ۱۹)

اہلِ حق رازندگی از قوت است قوتِ ہر ملت از جمعیت است
[ص ۸۴۱]

وَاعِدُوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ
اور تم تیار رکھا کرو ان کے لیے جتنا تم سے ہو
(الانفال: ۶۰) سکتے قوت اور طاقت کی چیزیں (سامان)۔

ہم ہنر، ہم دین ز خاکِ خاور است
رشکِ گردوں خاکِ پاکِ خاور است

[ص ۸۴۱]

تمام بڑے ادیان و مذاہب مشرق ہی سے اٹھے اور وہ سب اسلام ہی تھے جن کے ذریعے
مختلف علوم و فنون جاری ہوئے۔

هُوَ سَمَّكُمُ الْمُسْلِمِينَ ۝ مِنْ قَبْلُ وَ فِي
هَذَا كِتَابُونَ فِي اور اس قرآن میں۔
قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۝ يَهْدِي مَنْ
يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝
آپ فرمادیں کہ مشرق اور مغرب سب اللہ
ہی کا ہے۔ جسے چاہے سیدھی راہ چلاتا ہے۔

(البقرہ: ۱۳۴)

دانی از افرنگ و از کارِ فرنگ
زخمِ ازو، نشترِ ازو، سوزنِ ازو
خود بدانی بادشاہی قاہری است
تا کجا در قیدِ زُتارِ فرنگ
ماو جوئے خون و امیدِ رنو
قاہری در عصرِ ماسوداگری است

[ص ۸۴۲]

یورپ نے جس طرح ہم لوگوں کو فریب میں رکھا ہے وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔
وَ كَذَلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكْبَرًا
مُعْجَمِيهَا لِيَمْكُرُوا فِيهَا ۝ وَمَا يَمْكُرُونَ
الَّا بِأَنْفُسِهِمْ ۝ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝
اور یونہی رکھے ہیں ہم نے ہر بستی میں گند
گاردوں کے سردار کہ مکر کریں وہاں اور جو مکر
کرتے ہیں سوا اپنے ہی اوپر اور نہیں سوچتے۔

(الانعام: ۱۲۳)

در حضور رسالت مآب

اس عنوان کے نیچے علامہ اقبال لکھتے ہیں:

شب ۳۰ اپریل ۱۹۳۶ء کو دردار الاقبال بھوپال بودم سید احمد خاں رحمۃ اللہ علیہ را در خواب دیدم فرمودند کہ از علالت خویش در حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم عرض کن۔

یہی بات وہ اپنے ایک مکتوب میں بھی لکھتے ہیں:

۳۔ اپریل کی رات ۳ بجے کے قریب (میں اس شب بھوپال میں تھا) میں نے سر سید علیہ الرحمہ کو خواب میں دیکھا۔ پوچھتے ہیں ”تم کب سے بیمار ہو؟“ میں نے عرض کیا: ”دو سال سے“ اوپر مدت گزر گئی۔ ”فرمایا: ”حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرو۔“

میری آنکھ اسی وقت کھل گئی اور اس عرض داشت کے چند شعر جو اب طویل ہو گئی ہے میری زبان پر جاری ہو گئے۔ ان شاء اللہ ایک مثنوی فارسی ”پس چہ باید کرداے اقوام شرق“ نام کے ساتھ یہ عرض داشت شائع ہوگی۔ ۳ اپریل کی صبح سے میری آواز میں کچھ تبدیلی شروع ہوئی۔ اب پہلے کی نسبت آواز صاف تر ہے اور اس میں وہ رنگ (Ring) عود کر رہا ہے جو انسانی آواز کا خاصہ ہے۔ گواں ترقی کی رفتار بہت سست ہے جسم میں بھی عام کمزوری ہے.....

اے تو ما بے چارگاں را ساز و برگ
وارہاں ایں قوم را از ترس مرگ
سختی لات و منات کہنہ را
تازہ کردی کائنات کہنہ را
در جہان ذکر و فکر انس و جاں
تو صلوت صبح، تو بانگ اذان

[ص ۸۴۴]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی وجہ سے کائنات سے غیر اللہ کی پرستش ختم ہوئی تھی اور انھی کے طفیل میں کائنات کو بیداری حاصل ہوئی تھی۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا
وَنَذِيرًا (سبأ: ۲۸)

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ
اور (اے محبوب) ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر
سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔ (الانبیاء: ۱۰۷)

مومن و از رمز مرگ آگاہ نیست در دیش لا غالب الا اللہ نیست
[ص ۸۴۵]

وَ اللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝
اور اللہ غالب رہتا ہے اپنے امر پر اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (اللہ ہی غالب ہے،
(یوسف: ۲۱) موت غالب نہیں)۔

قم باذنی گوے و اور زندہ کن! در دیش اللہ ہو را زندہ کن!
[ص ۸۴۶]

سورہ آل عمران: آیت ۴۹ میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ یہاں اقبال نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی ہے کہ افرنگ زدہ مسلمان کو آپ زندہ و بیدار فرمادیں۔ صرف اس لیے:

ع تا مسلمان باز بیند خویش را
[ص ۸۴۶]

پھر اقبال نے اپنی آواز کی خرابی کا ذکر اس طرح کیا ہے:

نغمہ من در گلوئے من شکست شعلہ از سینہ ام بیروں نہ جست
در نفس سوزِ جگر باقی نماند لطفِ قرآنِ سحر باقی نماند
[ص ۸۴۶]

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ۝
بے شک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ (بنی اسرائیل: ۷۸)

آگے چل کر عرض کرتے ہیں کہ جس طرح عربی قصیدہ بردہ کے مصنف بوسیری کو آپ صبحی خدمت میں عرض کرنے سے فالج کی بیماری سے نجات ملی اسی طرح مجھے بھی گلے کی خرابی سے نجات حاصل ہو۔

چوں بصیری از تومی خواہم کشود تا بن باز آید آل روزے کہ بود
[ص ۸۴۱]

گرچہ کشتِ عمر من بے حاصل است چیز کے دارم کہ نام اُو دل است

دازش پوشیدہ از چشمِ جہاں کز سُم شبدیز تو دارد نشان!
[ص ۸۴۸]

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۗ اِلَّا مَنْ اَتَى
اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝ (الشعراء: ۸۸-۸۹)

جس دن نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے مکروہ جو
اللہ کے حضور ہو سلامت دل لے کر۔
یہ سلامت دل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہی میں حاصل ہو سکتا ہے۔
اندریں دشت و درے پہناوڑے بو کہ آید کاروانے دیگرے
[ص ۸۴۸]



حوالے اور حواشی

- ۱- مولانا سلیمان ندوی نے سیرۃ النبیؐ (اعظم گڑھ ۱۹۵۲ء) میں ۴۲۸/۵ میں اسی تقویٰ القلوب کو (اقبال کی اصطلاح میں عشق) خدا کے حکم کے مطابق عمل کرنے کی شدید رغبت اور اس کی مخالفت سے شدید نفرت سے تعبیر کیا ہے۔
- ۲- اقبال نامہ: (اول)، ص ۴۱۔
- ۳- ایضاً، ص ۳۲-۳۵۔
- ۴- ایضاً، ص ۲۰۲-۲۰۳۔
- ۵- ایضاً، ص ۱۵۔
- ۶- ایضاً، ص ۲۰۱-۲۰۲۔
- ۷- مولانا سلیمان ندوی نے سیرۃ النبیؐ ۵۰۲/۴ میں یہی ترجمہ کیا ہے۔
- ۸- صفحہ ۸۱۹ میں یہ شعر بھی ہے:

از سہ قرن ایں امت خواروزبوں!

زندہ بے سوز و سرور اندروں!

بالِ جبریل میں بھی کہا ہے:

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند

اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی!

شعر میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (م ۱۰۳۴ھ) کے متعلق اشارہ ہے۔

- ۹- اقبال نامہ (اول) ص ۳۶۵۔
- ۱۰- ملفوظاتِ اقبال ص ۶۸۔
- ۱۱- اقبال نامہ (اول) ص ۲۰۲-۲۰۳۔
- ۱۲- ایضاً ص ۲۳۱-۲۳۲۔
- ۱۳- ایضاً ص ۳۵۔
- ۱۴- پیام مشرق میں ہے:
گریز از طرزِ جمہوری غلامِ پختہ کارے شو
کہ از مغزِ دو صد خرِ فکرِ انسانی نمی آید
- ۱۵- اقبال نامہ (اول) ص ۲۵۰۔
- ۱۶- ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم، فکرِ اقبال (لاہور، بزمِ اقبال، سن) ص ۳۸۴۔
- ۱۷- اقبال نامہ (اول) ص ۴۱۴۔
- علامہ اقبال نے ایک خط میں یہ بھی اظہار کیا ہے کہ:
میں سرسید کو انیسویں صدی میں مشرقی دنیا کا سب سے بڑا سیاسی مدبر سمجھتا ہوں۔
دیکھیں رسالہ صحیفہ لاہور۔ اکتوبر ۱۹۷۳ء، ص ۲۳۳۔



مثنوی

مسافر

(پہلی اشاعت: ۱۹۳۴ء)

مثنوی مسافر

یعنی سیاحتِ چندروزہ افغانستان..... اکتوبر ۱۹۳۳ء

تجویز یہ تھی کہ ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۳۳ء کے جشنِ استقلال کے موقع پر مولانا سلیمان ندوی، علامہ اقبال، سرسید راس مسعود اور ڈاکٹر ہادی حسن کا بل پہنچ جائیں لیکن مولانا سلیمان ندوی کو پاسپورٹ دیر میں ملا۔ اور وہ ۲۵ اکتوبر کو پشاور سے روانہ ہو سکے۔ بقیہ حضرات ۲۱ اکتوبر کو وہاں سے روانہ ہو گئے تھے۔ علامہ اقبال نے حضرت نادر شاہ کی ملاقات کا ذکر مثنوی مسافر (ص ۶۱) ع شہرِ کابل، خطہٴ بختِ نظیر) میں کیا ہے۔

انجمن ادبی کابل نے بھی ان مہمانوں کا استقبال کیا۔ ۳۰ اکتوبر کو یہ حضرات غزنی بھی گئے اور دوسرے دن وہاں سے روانہ ہو کر قندھار پہنچے۔ وہاں خرقہ شریف کی زیارت کی جس کا ذکر علامہ اقبال نے اس مثنوی (ص ۷۷۔ ع خرقہٴ آن بوزخ لا بیغیان.....) میں کیا ہے ۲ نومبر کو وہاں سے چمن پہنچے، پھر واپس اپنے اپنے مستقر کو روانہ ہوئے۔^۱

اس سے پہلے ۲۴ مارچ ۱۹۳۲ء کو چھ شعر ”ملتِ کہسار کے نام“ علامہ اقبال نے لکھے تھے جو کابل نام کے رسالے میں شائع ہوئے تھے:

صبا بگوی بانفانِ کوہسارِ از من
بمزلے رسد آں ملتے کہ خود نگر است
مریدِ پیر خراباتیانِ خود ہیں شو
نگاہِ او از عقابِ گرسنہ تیز تر است
ضمیر تست کہ نقشِ زمانہ تو کشد
نہ حرکتِ فلک است این نہ گردشِ قمر است

دگر بسلسلہ کو ہسار خود بنگر
 کہ تو کلیسی و صبح تجلی دگر است
 بیا بیا کہ دامنِ نادر آویزم
 کہ مردِ پاک نہاد است و صاحبِ نظر است
 یکے است ضربتِ اقبال و ضربتِ فرہاد
 جز ایں کہ تیشہ مارا نشانہ بر جگر است^۱

یہ مثنوی نادر شاہ کی شہادت (نومبر ۱۹۳۳ء) کے بعد شائع ہوئی اس لیے اس کی تمہید میں علامہ اقبال لکھتے ہیں:

اے صبا اے رہ نورِ دِ تیز گام
 شاہِ درخواب است، پا آہستہ نہ
 از حضور او مرا فرماں رسید
 ”سو ختم از گرمی آوازِ تو
 در طوافِ مرقدش نرمک خرام
 غنچہ را آہستہ تر بکشا گرہ
 آنکہ جانِ تازہ در خاکم دمید
 اے خوش آں قومے کہ داندرا ز تو

تا کجا در بندہا باشی اسیر
 تو کلیسی راہ سیناے بگیر!“
 [ص ۸۵۲]

و نَادِيْنُهُ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ الْاَيْمَنِ وَ قَرْبَانُهُ
 نَجِيًّا O (مریم: ۵۴) ندا فرمائی اور اُسے اپنا راز کہنے کو قریب کیا۔
 اور اُسے (موسیٰ کو) ہم نے طُور کی جانب سے

آہ قومے بے تب و تابِ حیات!
 روز گارش بے نصیب از واردات
 [ص ۸۵۲]

افسوس ہے اُس قوم پر جس میں بیداری نہیں اور عمل کے لیے سرگرمی نہیں۔
 اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا
 نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا
 بِاَنْفُسِهِمْ
 (الرعد: ۱۱) (حالی)

اے ز خود پوشیدہ خود را بازیاب
در مسلمانی حرام است این حجاب!
رمز دین مصطفیٰ دانی کہ چیست
فاش دیدن خویش را شائشی است!
چيست ديس؟ در یافتن اسرارِ خویش
زندگی مرگ است بے دیدارِ خویش

[ص ۸۵۴]

خود کو پہچانو کہ خدا نے تمہیں اپنا نائب بنایا ہے۔ چنانچہ تمہارا عمل اسی منصب کے مطابق ہونا چاہیے۔
وَ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ وَ
رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ
کيا اور تم میں ایک کو دوسرے پر درجوں
بلندی دی کہ تمہیں آزمائے اس چیز میں جو
تسہیں عطا کی۔ (الانعام: ۱۶۵)

برگ و سازِ کائنات از وحدت است اندریں عالم حیات از وحدت است
[ص ۸۵۶]

صرف خدا کو ایک طاقت سمجھنا اور خود کو متحد کرنا بھی وحدت ہے۔
وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا إِلَهَ إِلَّا
هُوَ
اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو طاقت نہ جان۔
وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَ لَا
تَفَرَّقُوا
اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ (القصص: ۸۸)
اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور
(آل عمران: ۱۰۳) آپس میں پھٹ نہ جانا۔

علامہ اقبال اپنے رفقا کے ساتھ کابل پہنچے۔ نادر شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں
نے فرمایا:

غیر قرآن نغمسارِ من نہ بود قوتش ہر باب را بر من کشود
[ص ۸۵۹]

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَ
يُبَيِّنُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ
أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ۝
بے شک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب
سے سیدھی ہے اور خوشی سناتا ہے ایمان
والوں کو جو اچھے کام کریں کہ ان کے لیے بڑا
(بنی اسرائیل: ۹) اجر ہے۔

بابر کے مزار پر علامہ اقبال کے جذبات میں پھر گرمی پیدا ہوئی اور انھوں نے کہا:

اگرچہ پیر حرم ورد لا اللہ دارد
کجا نگاہ کہ برّندہ تر ز پولاد است!
[ص ۸۶۰]

زبان سے لا الہ الا اللہ کہنا آسان ہے۔ عمل سے اس کلمہ توحید کی شان کو ظاہر کرنا
چاہیے کہ غیر اللہ کو خاطر میں بھی نہ لائیں۔

صفحہ ۸۵۶ میں سورۃ القصص کی آیت ۸۸ دیکھیں اور سورۃ الفتح کی آخری آیت میں حضور
انور صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ حضرات کے متعلق ہے کہ:

أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ
وہ کافروں پر بہت سخت اور آپس میں بہت
(الفتح: ۲۹) نرم دل ہیں۔

خفتہ در خاکش حکیم غزنوی از نوای او دل مردان قوی!

[ص ۸۶۲]

غزنین میں حکیم سنائی (المتوفی ۵۴۵ھ) کے مزار کی زیارت کی جنھوں نے لوگوں میں صحیح
عرفان کی تبلیغ کی تھی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس تزکیہ نفس کے لیے سعی فرمائی تھی اُس
کی انھوں نے پیروی کی تھی۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ
رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ
يُزَكِّيهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۝
إِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝
بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ
ان میں انھی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان
پر اُس کی آیتیں پڑھتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا
ہے، (نفس کو قوتِ عملیہ و علمیہ دے کر پاک
کرتا ہے) اور انھیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے
(آل عمران: ۱۶۳)

اور وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

ذیل میں روحِ سنائی کا جواب مذکور ہے:

مومنان زیرِ سپہرِ لا جورد
زندہ از عشق اندونے از خواب و خورد
می ندانی عشق و مستی از کجاست؟
ایں شعاعِ آفتابِ مصطفیٰ است
زندہ تا سوزِ او در جانِ تست
ایں نگہ دارندہ ایمانِ تست

[ص ۸۶۴]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا دینِ عشق و عمل، حرکت اور بیداری سکھاتا ہے، رہبانیت نہیں سکھاتا۔
وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَا عَلَيْهَا
اور رہبانیت کو اُن لوگوں نے خود ایجاد کر لیا
(الحديد: ۲۷) تھا۔ ہم نے اس کو اُن پر واجب نہیں کیا تھا۔

یہ عیسائیوں کی ایجاد تھی۔

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ
اِيْكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا
(اللہ) جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا
تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون
شخص عمل میں زیادہ اچھا ہے۔
(الملک: ۲)

وَلِكُلِّ دَرَجَةٍ مِّمَّا عَمِلُوا
(الاحقاف: ۱۹) مطابق ہیں۔
اور ہر ایک کے مرتبے اُن کے اعمال کے
مطابق ہیں۔

دل زدیں سرِ چشمہ ہر قوت است
دیں ہمہ از معجزاتِ صحبت است
[ص ۸۶۵]

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ
اَوْ اَلْقٰى السَّمْعَ وَ هُوَ شٰهِيْدٌ
بے شک اس میں اُس شخص کے لیے بڑی
عبرت ہے جس کے پاس (فہم) دل ہو یا
وہ (کم از کم دل سے) متوجہ ہو کر (بات کی
(ق: ۳۷) طرف) کان ہی لگاتا ہو۔ اور ایسا دل،

معیت اور صحبت ہی سے تیار ہوتا ہے۔

سورۃ الفتح کی آخری آیت میں معیت اور صحبت والوں ہی کے متعلق ہے کہ:

وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ
بَيْنَهُمْ
اور وہ لوگ جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
کی معیت (صحبت) میں ہیں وہ کافروں پر
(الفتح: ۲۹)
بہت سخت اور آپس میں بہت نرم دل ہیں۔

دیں مجواندر کتب اے بے خبر علم و حکمت از کتب، دیں از نظر
[ص ۸۶۵]

محمد حسین عرشی لکھتے ہیں:

”ایک دفعہ میں نے پوچھا: ”مثنوی پس چہ باید کرد،..... میں آپ کے مصرعے (علم و حکمت از کتب، دیں از نظر) میں نظر سے کیا مراد ہے؟“ فرمایا: ”صحبت“۔“

یہ مصرع مثنوی پس چہ باید کرد کے اس دوسرے حصے ”(مسافر)“ میں ہے۔

مصطفیٰ بحر است و موج اُبلند	خیز و این دریا بجوے خویش بند
مدتے بر ساحلش پیچیدہ	لطمہ ہائے موج اُو نادیدہ
یک زمان خود را بدریا در گن	تا روان رفتہ باز آید بہ تن
اے مسلمان جز براہ حق مرو	نا امید از رحمتِ عامے مشو
پردہ بگذار آشکارائی گزیر	تا بہ لرزد از سجود تو ز میں

[ص ۸۶۵]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں ہو کر ان کی تعلیم سے صحیح فائدہ نہ اٹھانا بڑی محرومی ہے۔

انہی کی تعلیم زندگی اور خوشنشن شناسی سکھاتی ہے اور انہی کے قرآن سے پہاڑ بھی لرز جاتا ہے۔

لَوْ أَنْزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْنَهُ
خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ
اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو
(اے مخاطب) تو اسے دیکھتا کہ خدا کے

خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا۔ (الحشر: ۲۱)

اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے
ہیں کہ وہ ایمان والوں کے حق میں تو شفا اور
لَلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ

رحمت ہیں اور نا انصافوں کو اس سے اور اُلٹا

(بنی اسرائیل: ۸۲) نقصان بڑھتا ہے۔

باش تا بنی بہارِ دیگرے از بہارِ پاکستان رنگیں ترے
 ہر زماں تدبیرِ ہا دارد رقیب تا نگیری از بہارِ خود نصیب
 بردرونِ شاخِ گل دارم نظر غنچہ ہا را دیدہ ام اندر سفر!

[ص ۸۶۶]

حضرت سنائی کی طرف سے علامہ اقبال ایک روشن مستقبل کی امید دلاتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ
 فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ
 أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى
 الْكُفْرَيْنَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
 وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ۚ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ
 يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝
 (المائدہ: ۵۴)

اے ایمان والو، تم میں سے کوئی اپنے دین
 سے پھرے گا (کافروں کی دوستی کی وجہ
 سے) تو عنقریب اللہ ایسے لوگوں کو لائے گا
 کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا۔
 مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت۔ اللہ کی
 راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے
 والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے۔ یہ
 اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ
 وسعت والا، علم والا ہے۔

مزارِ سلطان محمود پر حاضری کے موقع کے اشعار یہ ہیں:

آنکہ چوں کودک لب از کوثرِ بشت گفت در گہوارہ نام اُو نخست!

[ص ۸۶۷]

یہ دراصل فردوسی طوسی کے اس شعر میں ترمیم ہے:

چو کودک لب از شیرِ مادرِ بشت ز گہوارہ محمود گوید نخست!
 محمود کے لیے علامہ اقبال کا شعر ہے:

زیرِ گردوں آیت اللہ رائٹس قدسیاں قرآن سرا بر تڑپتس

[ص ۸۶۷]

سلطان محمود نے دین کے لیے ممالک کو مسخر کیا۔ اس لیے اُسے ”آیت اللہ“ کہا ہے مثلاً
سورۃ النحل میں تسخیر کے سلسلے میں ارشاد ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ
وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ إِنَّ
فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ
اور اس نے تمہارے لیے مسخر کیے رات اور
دن اور سورج اور چاند اور ستارے (بھی)
اس کے حکم سے مسخر ہیں۔ بے شک اس میں
نشانیوں ہیں عقل والوں کے لیے۔ (النحل: ۱۴)

غز نہیں کے کھنڈر دیکھ کر علامہ اقبال کے تاثرات درج ذیل ہیں:

ہر دو آمد یک دگر ساز و برگ من ندانم زندگی خوشتر کہ مرگ

[ص ۸۶۹]

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيُبْلُوَكُمْ
أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا (الملك: ۲)
وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری
جانچ ہو تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے۔

اسیں مسلمان از پرستاران کیست؟ در گریبانش کیے ہنگامہ نیست!

[ص ۸۷۰]

ابھی سورۃ الملک کی آیت ۲ سے معلوم ہوا کہ موت اور زندگی اسی لیے ہے کہ ہم اپنے عمل کی
جانچ کریں بلکہ ایک دوسرے سے مقابلت اور مسابقت بھی کریں تاکہ ہمارا عمل بہتر سے بہتر بن
سکے (ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنے کے لیے ہم پیدا نہیں کیے گئے)۔

ع پیرانِ حرم دیدم در صحنِ کلیسا مست!

[ص ۸۷۲]

اقبال نامہ (اول)، ص ۲۵۰، میں علامہ اقبال نے مختلف طبقوں کے مسلمانوں کی طاغوتی
پرستش کا حال لکھا ہے۔ ۳۱ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو جب علامہ اقبال اور ان کے رفقا قندھار پہنچے تو وہاں
کے خرقتہ شریف کی زیارت کی اور کہا:

خرقتہ آل ”بَرَزْخُ لَا يَبْغِيَانُ“ دیدمش در نکتہ ”لِيْ خَرَقْتَانُ“

[ص ۸۷۳]

پہلے مصرعے میں سورۃ الرحمن کی آیت ۲۰ ہے کہ اس نے دو سمندر بہائے کہ دیکھنے میں معلوم ہوں کہ ملے ہوئے ہیں۔ لیکن ہے ان میں روک کہ ایک دوسرے پر بڑھ نہیں سکتا۔
دوسرے مصرعے میں ایک حدیث مذکور ہے:

لی خرقنان الفقر والجہاد میرے دو خرقے ہیں، ایک فقر اور دوسرا جہاد۔
فقر یعنی غیر اللہ سے بے نیازی اور جہاد یعنی اعلائے کلمۃ الحق۔

ع مستی و وارفتگی کار دل است!

[۸۷۴ص]

عشق و مستی (یعنی عمل کے لیے دھن اور لگن ہی) دل کی زندگی ہے۔
وَلِكُلِّ دَرَجَتٍ مِّمَّا عَمِلُوا اور ہر ایک کے لیے اپنے اپنے عمل کے
(الاحقاف: ۱۹) درجے ہیں۔
وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا اور جو کوئی کچھ کمائے وہ اسی کے ذمے ہے
(الانعام: ۱۶۴) (عمل ہی انسان کی زندگی کی دلیل ہے)۔

صفحات ۸۷۵-۸۷۶ میں احمد شاہ بابا کے مزار پر حاضری کا ذکر ہے۔ وہ افغان قوم کو بیدار کرنا چاہتے تھے۔ علامہ اقبال نے ان کے پیام کا خلاصہ اس طرح دیا ہے:

گرمی ہنگامہ می بایش تاخستین رنگ و بُو باز آیدش
یہ شعر بھی عمل کے لیے ہے اور ایسا عمل جو سلف صالحین کا تھا۔ اوپر کی آیتیں یہاں کے لیے بھی مناسب ہیں۔

پھر صفحہ ۸۷۷ سے صفحہ ۸۸۲ تک ظاہر شاہ (ابن نادر شاہ شہید) سے خطاب ہے اور اسی خطاب کے اندر (صفحہ ۸۸۰-۸۸۱ میں) ذبور عجم (صفحہ ۵۸۳) کے چچا شعرا بھی دے دیے ہیں۔

روز و شب آئینہ تدبیر ماست روز و شب آئینہ تقدیر ماست
[۸۷۸ص]

يُقَلِّبُ اللَّهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ إِنَّ فِي ذَلِكَ اللَّهُ بدلی کرتا ہے رات اور دن کی۔ بے شک

لَعِبْرَةٌ لِّأُولَى الْأَبْصَارِ ۝ (النور: ۲۴) اس میں سمجھنے کا مقام ہے نگاہ والوں کو۔
یہ تبدیلیاں انسان کی آنکھیں کھولتی ہیں اور عمل و حرکت کا پیام دیتی ہیں۔

ہر کہ خود را صاحبِ امروز کرد
رگردِ او گردد سپهرِ گردِ گرد
او جهانِ رنگ و بو را آبروست
دوش ازو، امروز ازو، فردا ازوست

[ص ۸۷۸]

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ
رَكَدَ أَنْ يَدَّكَرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا ۝
(الفرقان: ۶۲) اور وہی ہے جس نے رات اور دن کی بدلی
رکھی اُس کے لیے جو دھیان کرنا چاہے یا
شکر کا ارادہ کرے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ
جَمِيعًا ۝ (البقرہ: ۲۹) وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنایا جو کچھ
زمین میں ہے سب کا سب۔

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ
بِشَاكٍ ۝ (القمر: ۴۹) ہم نے ہر چیز ایک اندازے سے
پیدا فرمائی۔

ہر چیز، ہر گھڑی اور ہر کام خواہ بڑے سے بڑا ہو، سب کچھ انسان کے لیے، اگر وہ غور کرے۔

اُمّتاں را در جهانِ بے ثبات! نیست ممکن جز بکڑاری حیات!

[ص ۸۷۸]

مسلسل کوشش اور پیہم جستجو ہی سے زندگی حاصل ہوتی ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ ۝
(البلد: ۴) بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا
پیدا کیا۔

لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى ۝
(النجم: ۳۹) نہیں ہے انسان کے لیے مگر وہ جو سعی کرے۔

سعی کے معنی ہی مسلسل کوشش کے ہیں۔ امام راغب مفردات میں لکھتے ہیں کہ سعی کے معنی

مشئی سریع (تیز روی، پلکنا) ہیں۔

پھر موسیٰ علیہ السلام کے فعل میں ہم کو سعی پیہم اور انتھک کوشش کا پیام ملتا ہے۔

وَ اِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا ابْرُحَ حَتَّىٰ اَنْبَلُغَ ۝
 مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ۝
 باز نہ رہوں گا حتیٰ کہ وہاں پہنچوں، جہاں
 دو سمندر ملے ہیں یا قرونوں (سالہا سال)
 (الکھف: ۶۰)

چلتا جاؤں۔

اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیہم سعی و کوشش کو سراہتے ہوئے اللہ پاک ان کو فتح مکہ کی

خوش خبری دیتا ہے۔

لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُوْلَهُ يَا بِالْحَقِّ ۝
 لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَاءَ اللَّهُ
 اَمِيْنًا مُّحَلِّقِيْنَ رُءُوسِكُمْ وَ مُقَصِّرِيْنَ لَا
 تَخَافُوْنَ ۝
 بے شک اللہ نے سچ کر دیا اپنے رسول کا سچا
 خواب، بے شک تم ضرور مسجد حرام میں داخل
 ہو گے اگر اللہ چاہے امن و امان سے، اپنے
 سروں کے بال منڈاتے یا ترشواتے، بے خوف۔
 (الفتح: ۲۷)

صد جہاں باقی است در قرآن ہنوز

اندر آیتش یکے خود را بسوز

[ص ۸۷۹]

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبْرَكًا لِّيَذَّبُوْا اِلَيْهِ
 وَ لِيَتَذَكَّرُوْا اُولٰٓئِكَ ۝
 یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف
 اتاری برکت والی تاکہ اس کی آیتوں میں
 غور کریں اور عقل والے نصیحت لیں۔
 (ص: ۲۹)

وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تَبْيٰٓنًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَ
 هُدًى وَ رَحْمَةً وَ بُشْرٰى لِّلْمُسْلِمِيْنَ ۝
 اور ہم نے تم پر قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن
 بیان ہے (ہر چیز کی تشریح کے لیے) اور یہ ہدایت
 اور رحمت اور بشارت ہے مسلمانوں کے لیے۔
 (النحل: ۸۹)

زیر پائے او جہان چار سوست!

مرد میدان زندہ از اللہ هوست

می توان سنگ از زجاج او شکست!

بنده کودل به غیر اللہ نہ بست

[ص ۸۷۹]

لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا فِيهِنَّ ۗ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کی سلطنت اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(المائدہ: ۱۲۰)

اور اللہ کا نائب بھی اسی لیے بڑی قدرت اور قوت والا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ ۖ

اور بے شک ہم نے تم کو پیدا کیا پھر تمہارے نقشے بنائے پھر ہم نے ملائکہ سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو (تجوید ملائکہ بھی بنایا گیا اور ہر مخلوق پر فضیلت بھی دی)۔

(الاعراف: ۱۱)

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ۝

اور بے شک ہم نے برتری دی آدم کی اولاد کو اور خشکی و تری میں ان کو سوار کر دیا اور عمدہ اور پاک چیزوں کی ان کو روزی دی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر ان کو فضیلت دی۔

(بنی اسرائیل: ۷۰)

وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ

اور تمہارے لیے مسخر کیے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور زمین میں سب کا سب۔

(الجاثیہ: ۱۳)

برگ و سازِ ما کتاب و حکمت است

[ص ۸۷۹]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سورہ آل عمران میں ہیں:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں بھی انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اُس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔

(آل عمران: ۱۶۳)

وَ مَن يُؤْتِ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا

اور جسے حکمت دی گئی اُسے بہت بھلائی ملی۔

(البقرہ: ۲۶۹)

يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ

اللہ درجے بلند کرے گا ان لوگوں کے جو تم

أَوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ (المجادله: ۱۱) میں ایمان لائے اور ان کے جنھیں علم دیا گیا۔

لیکن از تہذیب لادینے گریز زان کہ او با اہل حق دارد ستیز
فتنہ ہا این فتنہ پرداز آورد لات و عزای در حرم باز آورد

[ص ۸۸۰]

إِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ ۗ أُولَٰئِكَ جِزْبُ الشَّيْطَانِ ۗ (المجادله: ۱۹) جماعت ہے۔
اُن پر شیطان غالب آگیا۔ پس اس نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا۔ یہ شیطان کی

برخور از قرآن اگر خواہی ثبات می دهد مارا پیام لا تخف
در ضمیرش دیدہ ام آب حیات! می رساند بر مقام لا تخف
خوف نہ کر۔ بے شک تو ہی غالب رہے گا۔ لا تخف انک انت الاعلیٰ
(طلہ: ۶۸)

قوتِ سلطان و میراز لا الہ بیست مرد فقیر از لا الہ [ص ۸۸۱]

جو اللہ کا ہو جاتا ہے وہ غیر اللہ کو خاطر میں بھی نہیں لاتا۔

أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ كَمَا اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ؟ (الزمر: ۳۶)

اور بھر وسا کر اس زندہ پر جو کبھی نہ مرے گا اور تسبیح کر اس کی حمد کے ساتھ۔ (الفرقان: ۵۸)

گوہر دریائے قرآن سفتہ ام شرح رمز صِبْغَةَ اللَّهِ گفته ام [ص ۸۸۲]

صِبْغَةَ اللَّهِ ۗ وَ مَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً (البقرہ: ۱۳۸) ہم نے اللہ کا رنگ لیا اور اللہ سے بہتر کس کا رنگ ہے؟

فکرِ منِ گردوں میر از فیضِ اوست جوئے ساحلِ ناپذیر از فیضِ اوست
پس بگیر از بادہٴ من یک دو جام تا درختی مثلِ تنبغِ بے نیام



حوالے اور حواشی

- ۱- تفصیل کے لیے دیکھیں مولانا عبدالسلام ندوی: اقبالِ کامل (لاہور، ۱۹۶۷ء)، ص ۳۰-۳۳ اور اقبال نامہ (اول)، ص ۱۷۲-۱۷۸، مکتوب ۸۵ تا ۹۰ میں بھی اس سفر کی تیاری کا ذکر ہے اور مکتوب ۹۰ جو ۱۸ نومبر ۱۹۳۳ء کا ہے اس میں مادر شاہ کی شہادت پر قلع کا ذکر ہے۔
 - ۲- اسلامی تعلیم: اقبال نمبر لاہور، مارچ تا جون ۱۹۷۴ء۔ ص ۵-۵۔
 - ۳- علامہ اقبال نے سنائی کے متعلق یہیں لکھا ہے:
- ع پننتہ از فیضِ تو خامِ عارفاں
- لیکن انھوں نے ایک مکتوب میں لکھا ہے:
- ”اگر اسلام افلاس کو برا کہتا ہے تو حکیم سنائی افلاس کو اعلیٰ درجے کی سعادت قرار دیتا ہے۔“
- اقبال نامہ (اول)، ص ۳۶
- ۴- ملفوظاتِ اقبال: ص ۵۳-۵۴۔



ضربِ کلیم

(پہلی اشاعت: ۱۹۳۶ء)

علامہ اقبال نے ضربِ کلیم کو نواب بھوپال حمید اللہ خان کے نام
طالبِ آملی کے اس شعر کے دوسرے مصرعے کے ساتھ معنون کیا تھا:

زغارِ ست چمنت بر بہارِ منتہا ست

کہ گل بدست تو از شاخِ تازہ تر مان

ضربِ کلیم

..... باقی رہی یہ کتاب ضربِ کلیم، سو یہ ایک Topical چیز ہے۔ اس کا مقصود یہ ہے کہ بعض خاص خاص مضامین پر میں اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے یہ ایک اعلانِ جنگ ہے زمانہ حاضر کے نام اور ”ناظرین“ سے میں نے خود کہا ہے کہ میدانِ جنگ میں نہ طلب کروائے چنگ

نوائے چنگ یہاں موزوں نہیں ہے۔ اس کتاب کا Realistic ہونا ضروری ہے اور نوائے چنگ کی تلافی Epigrammatic Style سے کی گئی ہے۔^۱

جب تک نہ زندگی کے حقائق پہ ہونظر تیرا زجاج ہونہ سکے گا حریف سنگ
[ص ۴۷۲]

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ
أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا (الملك: ۲)
وہ جس نے بنایا مرنا اور جینا کہ تم کو جانچے،
کون تم میں اچھا عمل پیش کرتا ہے۔
زندگی کے حقائق میں سے یہ بھی ہے کہ انسان اپنے مرنے اور جینے کے مقصد کو سمجھے اور
اپنے منصب کے مطابق عمل پیش کرے۔

یہ زور دست و ضربتِ کاری کا ہے مقام
میدانِ جنگ میں نہ طلب کروائے چنگ!
خونِ دل و جگر سے ہے سرمایہٴ حیات
فطرت ’لہو ترنگ‘ ہے غافل! نہ جل ترنگ
[ص ۴۷۲]

انسان کو مشکلات سے مقابلہ کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔
لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ (البلد: ۴) بے شک ہم نے انسان کو بنایا مشقت میں رہتا۔

لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ۝ (النجم: ۳۹) نہیں ہے انسان کے لیے مگر وہ جو سعی کرے۔

مشرق والوں کی روح تریاکی (انیونی) ہو چکی ہے اس کو بیدار کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لیے علامہ اقبال فرماتے ہیں:

اگر نہ سہل ہوں تجھ پر زمین کے ہنگامے بڑی ہے مستی اندیشہ ہائے افلاکی!
[ص ۴۷۳]

آسمانوں اور ستاروں کی راہوں کے متعلق سوچنے سے پہلے خود اپنی دنیا اور اس کی حقیقت کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

وَ فِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝ وَ فِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝
(الذاریت: ۲۰-۲۱) کو سو جھنہیں؟
اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین لانے والوں کے لیے اور خود تمہارے اندر۔ کیا تم

تری نجات غم مرگ سے نہیں ممکن کہ تو خودی کو سمجھتا ہے پیکرِ خاکی!
[ص ۴۷۳]

مرجانے سے یا مرجانے کے غم سے چھٹکارا نہیں ہو جاتا۔
إِن هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَ نَحْيَا وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ۝
(المومنون: ۳۷) زندگی کہ ہم مرتے جیتے ہیں اور ہمیں اٹھنا نہیں۔

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَ أَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ۝
(المومنون: ۱۱۵) تو کیا یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تمہیں ہماری طرف پھرنا نہیں؟

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَ مَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝
(الزلزال: ۷-۸) گا۔
تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے گا اُسے دیکھے گا اور جو ذرہ بھر برائی کرے گا اُسے دیکھے گا۔

زمانہ اپنے حوادث چھپا نہیں سکتا ترا حجاب ہے قلب و نظر کی ناپاکی!
[ص ۴۷۳]

مختلف واقعات اور حوادث کو اللہ پاک نے آیۃ للعلمین کہا ہے، مثلاً سورۃ الانبیاء آیت ۹۱،

سورة العنكبوت آیت ۱۵۔ پھر بھی اگر کوئی نہیں سمجھتا تو اس کی مثال ایسی ہے:

لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَ لَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ
وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ بوجھ نہیں اور وہ
آنکھیں رکھتے ہیں جن سے دیکھتے نہیں اور
بہاٹ (الاعراف: ۱۷۹)

تری سزا ہے نوائے سحر سے محرومی مقام شوق و سرور و نظر سے محرومی!

[ص ۴۷۴]

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدُ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰ
اگر رات کے کچھ حصے میں تہجد کرو۔ یہ خاص
أَنَّ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ۝
تمہارے لیے زیادہ ہے۔ قریب ہے کہ
(بنی اسرائیل: ۷۹)
تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جو
تمہارے لیے مقام محمود ہے۔

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان وجود ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذال سے پیدا

[ص ۴۷۶]

بندۂ مومن جب اللہ اکبر کہہ کر اللہ کو سب سے بڑا سمجھنے کا اعلان کرتا ہے تو تمام غیر اللہ کا وجود
لرز جاتا ہے کہ اب ایسا مومن آ گیا ہے جو ہم کو خاطر میں بھی نہ لائے گا۔ اللہ کے قرآن سے پہاڑ
بھی لرز جاتے ہیں تو اللہ کے سامنے کائنات کیوں نہ لرزے گی؟

لَوْ أَنزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْنَهُ
اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تو
خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۝
اسے دیکھتا جھکا ہوا، پاش پاش ہوتا، اللہ کے

(الحشر: ۲۱) خوف سے۔

یہی حال قیامت کے دن ہوگا کہ لوگ لرز رہے ہوں گے اور انھیں بولنے تک کا یارا نہ ہوگا۔
لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلَّهِ الْوَاحِدِ
آج کس کی بادشاہی ہے؟ (اللہ پاک کے
الفہار ۝ (المومن: ۱۶)
سامنے سب خاموش ہوں گے، پھر وہ خود ہی
فرمائے گا کہ) اللہ ہی ہے جو سب پر غالب ہے۔

اسی شعر کا مترادف بالِ جبریل میں ہے:

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن مُلّا کی اذال اور، مجاہد کی اذال اور
[ص ۴۷۷]

خودی کا سر نہاں، لا الہ الا اللہ خودی ہے تنق فساں، لا الہ الا اللہ
[ص ۴۷۷]

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ (القصص: ۸۸) اور مت پکار اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا۔
یعنی غیر اللہ کا انکار کر، تب تو اللہ کے لائق بن سکے گا۔ چنانچہ تمام طانوتی طاقتوں کے انکار
ہی سے انسان میں اللہ کے لائق بننے کی صلاحیت پیدا ہو سکتی ہے اور یہ صلاحیت ایسی قوت اور
استعداد پیدا کر دیتی ہے کہ انسان نہ صرف اپنے منصب کے مطابق کام پیش کرتا ہے بلکہ تمام
کائنات پر چھا جاتا ہے کیونکہ وہ خلیفۃ اللہ ہے اور اسی کی خاطر یہ دنیا بنائی گئی ہے۔
سورۃ البقرہ: آیت ۲۹ میں ہے:

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ يَرْزُقُكُمْ فِيهَا مِمَّا كَرِهْتُمْ لَئِن كُنْتُمْ إِذْ تَقُولُونَ لِلَّهِ مَا لَا رُبَّكُم مَّا تَكْفُرُونَ
جَمِيعًا (البقرہ: ۲۹) زمین میں ہے سب کا سب۔

غیر اللہ سے انکار کر کے اور اللہ کے لائق بن کر جو عمل کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے وہ خودی ہے۔
علامہ اقبال لکھتے ہیں:

جہاں یہ لفظ (خودی) میں نے استعمال کیا ہے اس سے مراد شخص ذاتی یا احساسِ نفس ہے۔
انگریزی لفظ Individuality کا یہ ترجمہ ہے۔ ہماری زبان میں اس مفہوم کو ادا کرنے کے لیے،
جہاں تک مجھے علم ہے، کوئی ایسا لفظ نہیں جو شعر میں کام دے سکے۔ شخص یا تعین وغیرہ ایسے الفاظ
ہیں جن کا یہ مفہوم ہے، مگر یہ دونوں الفاظ شعر کے لیے موزوں نہیں انایا انا نیت بھی ایسے ہی الفاظ
ہیں۔ لفظ خودی میں نے مجبوراً اختیار کیا ہے۔..... (مکتوب مورخہ ۲۴ جون ۱۹۱۶ء)

ایک دن پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے فلسفہ خودی کا ماخذ علامہ اقبال سے براہ راست

دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا:

”ہاں سورۃ المائدہ کی یہ آیت استحکام خودی پر دال ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسِكُمْ لَا
يَصْرُوكُمْ مِّنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ إِلَى اللَّهِ
مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ
اے ایمان والو، تم پر فرض ہے خودی کی
حفاظت۔ اگر تم ہدایت پر ہو تو وہ شخص جو گمراہ
ہے تمہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ تم سبھوں

تَعْمَلُونَ ○ (المائدہ: ۱۰۵) کو اللہ ہی کے پاس واپس جانا ہے اور وہ تمہیں تمہارے اعمال پر مطلع کر دے گا (تاکہ ان کے مطابق جزا و سزا مل سکے) ۳

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے صنم کدہ ہے جہاں، لا الہ الا اللہ [ص ۴۷۷]

ابراہیم علیہ السلام کا کام بہت شکنی تھا: فَجَعَلَهُمْ جُذًا إِذًا إِلَّا كَبِيرًا لَهُمْ لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ يَرْجِعُونَ ○ (الانبیاء: ۵۸) تو (ابراہیم علیہ السلام نے) اُن سب کو چورا کر دیا مگر ایک کو جو اُن سب کا بڑا تھا کہ شاید وہ اس سے کچھ پوچھیں۔

اسی طرح ایسے لوگوں کی اس زمانے میں بھی ضرورت ہے جو تمام طاغوتی طاقتوں کا پورا کر دیں۔

یہ مال و دولت دنیا، یہ رشتہ و پیوند بتانِ وہم و گماں! لا الہ الا اللہ [ص ۴۷۷]

الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا ○ (الکہف: ۳۶) مال اور بیٹے یہ جیتی دنیا کا سنگار ہے اور باقی رہنے والی اچھی باتیں (اعمالِ خیر) اُن کا ثواب تمہارے رب کے یہاں بہتر اور وہ امید میں سب سے بھلی۔

خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زناری نہ ہے زمان نہ مکاں! لا الہ الا اللہ [ص ۴۷۷]

کسی چیز کا اچھا یا بُرا ہونا کسی زمانے یا کسی مقام کی وجہ سے نہیں ہے۔ اللہ پاک کے نزدیک تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار (تقویٰ والا) ہے۔

بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ إِلَهُ اتَّقُوا ○ (الحجرات: ۱۳) والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستنیوں میں مجھے ہے حکم اذماں، لا الہ الا اللہ [ص ۴۷۸]

مکہ میں منافقین اپنی آستینوں میں بت چھپائے رکھتے تھے اور مسلمانوں کی جماعت میں بھی شامل ہو کر خود کو مسلمان کہلانا چاہتے تھے۔ ٹھیک اسی طرح آج کے مسلمان ہیں کہ خود کو مسلمان کہلاتے ہیں لیکن غیر اللہ کے پجاری بنے ہوئے ہیں۔ بہر حال ہر موقع پر اعلیٰ کلمۃ الحق کی ضرورت ہے:

وَ اِذْ اَنَّ مِنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَ رَسُوْلُهُ
اور منادی پکار دینا ہے اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے سب لوگوں میں بڑے حج کے دن کہ اللہ بیزار ہے مشرکوں سے اور اس (التوبہ: ۳) کا رسولؐ۔

’تن بہ تقدیر‘ ہے آج اُن کے عمل کا انداز
تھی نہاں جن کے ارادوں میں خدا کی تقدیر
تھا جو ناخوب، بتدرج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

[ص ۴۷۸]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

غلام قوم مادیات کو روحانیت پر مقدم سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور جب انسان میں خوئے غلامی راسخ ہو جاتی ہے تو وہ ہر ایسی تعلیم سے بیزاری کے بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد، قوتِ نفس اور روحِ انسانی کا ترفع ہو۔^۱

اللہ پاک نے انسان کو خاصا اختیار دیا ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهِمَا مَا اٰكْتَسَبَتْ^۲
اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔ اس کا فائدہ ہے جو اچھا کمایا اور

(البقرہ: ۲۸۶) اس کا نقصان ہے جو برائی کمائی۔

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۗ وَاِنْ اَسَاؤُمْ فَلَهَا^۳
اگر تم بھلائی کرو گے اپنا بھلا کرو گے اور اگر بُرا کرو گے تو اپنا۔ (بنی اسرائیل: ۷)

زندگی کی تسخیر کے لیے جب انسان کی حرکت اور اس کے عمل میں نظم پیدا ہو جاتا ہے تو وہ

اعلیٰ سے اعلیٰ کام انجام دے سکتا ہے اور یہی اس کی نیابتِ الہی کا تقاضا بھی ہے۔

دے ولولہ شوق جسے لذتِ پرواز کر سکتا ہے وہ ذرہ مد و مہر کو تاراج!
 ناوک ہے مسلمان! ہدف اس کا ہے ثریا ہے سرِّ سراپردہ جاں نکتہٴ معراج!
 [ص ۴۷۹]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج انسانی کمالات کا منتہی ہے جو زمان و مکان کی ہر قید سے آزاد ہے:
 سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنْ پَآکِیْ ہُوَ اُسے جو اپنے بندے کو راتوں رات
 الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ لے گیا مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصا تک۔
 الْاَقْصَا (بنی اسرائیل: ۱)
 پھر سورۃ النجم کی ابتدائی اٹھارہ آیتوں میں اس معراج شریف کی مزید تفصیل ہے۔ اقبال
 کے نزدیک یہ سب شوق اور عشق کا مظاہرہ ہے۔

ایک ”فلسفہ زدہ سید زادے“ کو عقل اور فلسفے کی ”بے عملی“ سمجھاتے ہوئے اقبال کہتے ہیں:
 افکار کے نغمہ ہائے بے صوت ہیں ذوقِ عمل کے واسطے موت!
 دیں مسلکِ زندگی کی تقویم دیں سرِّ محمدؐ و ابراہیمؑ!
 [ص ۳۸۰]

افکار اور فلسفیانہ خیالات بقولِ رومی:
 پائے استدلالیاں چوبیں بود پائے چوبیں سخت بے تمکلیں بود
 سورۃ المؤمن میں ایسی عقل اور علم والے منکرین کا ذکر ہے:
 فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا تَوَجِبُ اُنْ (منکروں) کے پاس اُن کے
 بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ وَ حَاقَ بِهِمْ مَا رَسُوْلٌ رُوْشَن دَلٰلِل لَآئِے تُوُوہ اسی پَرخُوْش
 كَانُوْا بِہٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ رہے جو ان لوگوں کے پاس (ناقص) علم تھا
 (المومن: ۸۳) اور انھی پر الٹ پڑا جس کی ہنسی بناتے تھے۔

دراصل دین ہی انسانی زندگی کا مکمل نظام ہے جو ابراہیم علیہ السلام نے اور حضورِ انور صلی
 اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا:

مِلَّةَ اٰبِیْکُمْ اِبْرٰہِیْمَ ط (الحج: ۷۸) تمہارے باپ ابراہیمؑ کا دین ہے۔

علامہ اقبال ایک جگہ لکھتے ہیں:

(میرے والد نے) فرمایا، انسانیت کو جس معراج پر پہنچانا فطرت کا مقصود ہے اس کا نمونہ ہمارے سامنے محمدؐ کی صورت میں پیش کر دیا گیا ہے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک ہر نبیؑ میں محمدؐ ہی کے مختلف مدارج تھے۔ وہ سلسلے گویا Muhammad in the making (تکمیل محمدؐ) کے منازل تھے۔ بنیادی اصول ہر جگہ ایک تھا البتہ شعور انسانی کے ارتقا کے ساتھ ساتھ فروعات کی تکمیل ہوتی جاتی تھی حتیٰ کہ محمدؐ مکمل ہو گیا اور باب نبوت بند ہو گیا۔ انسانیت اپنی معراج کبریٰ تک پہنچ گئی۔ اب ہر انسان کے سامنے معراج انسانیت کا نمونہ محمدؐ موجود ہے۔^۵

دل در سخنِ محمدیؐ بند اے پور علی ز بو علی چند
چوں دیدہٴ راہ میں نداری قایدِ قرشی بہ از بخاری،^۶

[ص ۴۸۱]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

”قرشی سے مراد حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

بخاری سے مراد، بوعلی سینا..... کے

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے مقامِ محبوبیت حاصل ہوتا ہے:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي آپ فرمادیں کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست
يُحِبِّكُمْ اللَّهُ رکھتے ہو تو میرے فرماں بردار ہو جاؤ۔ اللہ

(آل عمران: ۳۱) تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔

ایک فلسفی کی پیروی سے دماغی ورزش تو ہو جائے گی لیکن عملِ صالح کی آمادگی حاصل نہ ہوگی۔

شاید کہ زمیں ہے یہ کسی اور جہاں کی تو جس کو سمجھتا ہے فلک اپنے جہاں کا!^۷

[ص ۴۸۱]

اوپر کی آیت یہاں کے لیے کافی ہے۔ (ناقص عمل اور) فلسفہ ایک چیز کو کبھی اچھا کہتا ہے اور کبھی بُرا۔ اس لیے بہتر ہے کہ ”دیدہٴ راہ میں“ کی غیر موجودگی میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جیسی کامل و مکمل ذاتِ گرامی ہی سے استفادہ کیا جائے۔

اگر جواں ہوں مری قوم کے جسور و غیور
قلندری مری کچھ کم سکندری سے نہیں!

[ص ۴۸۲]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

ہندوستان کے مسلمان کئی صدیوں سے ایرانی تاثرات کے اثر میں ہیں۔ ان کو عربی اسلام سے اور اُس کے نصب العین اور غرض و نغایت سے آشنائی نہیں۔ ان کے لٹری آئیڈیل بھی ایرانی ہیں اور سوشل نصب العین بھی ایرانی ہیں۔^۹

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

افسوس ہے کہ مسلمان مُردہ ہیں۔ انحطاطِ ملی نے ان کے تمام قوی کوشل کر دیا ہے اور انحطاط کا سب سے بڑا جادو یہ ہے کہ یہ اپنے صید پر ایسا اثر ڈالتا ہے جس سے انحطاط کا محور اپنے قاتل کو اپنا مربی تصور کرنے لگ جاتا ہے۔^{۱۰}

الَّذِينَ آمَنُوا وَ هَاجَرُوا وَ جَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَ أَنْفُسِهِمْ أَعْظَمَ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَ أُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ○ (التوبہ: ۲۰)

وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں لڑے، اللہ کے یہاں ان کا درجہ بڑا ہے اور وہی مراد کو پہنچے۔

ایسے لوگ ہی جسور و غیور ہوتے ہیں۔

نظم ”علم و عشق“ میں علم (عقل اور فلسفہ بھی) کو تخمین و ظن کہا گیا ہے۔ اسی لیے وہ سراپا حجاب ہے۔ اس کے برعکس عشق جو مستی و جوش سکھاتا ہے سراپا حضور ہے اور وہ صرف مشکلات کو دعوت دیتا ہے، یقین پیدا کرتا ہے اور ”حاصل“ کے لیے نہیں بلکہ سعی و کوشش کے لیے بے قرار رہتا ہے۔ علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ یہ دنیا عجیب قسم کی فرضی کامیڈی کا ٹریجڈی پر مبنی انجام ہے۔ جس ڈراما کی ایکٹنگ ہم آپ جیسے انسان انجام دے رہے ہیں۔ اس کے ڈائریکٹر کی انسان نوازی پر فخر کرنا چاہیے کہ اس نے اپنے ڈراما کی شوٹنگ کے لیے انسان کو مختص فرمایا۔ دنیا میں انسان کی کامیابی یا ناکامی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ یہ دونوں بے معنی لفظ ہیں اور اسی دھن میں دنیا کی اکثریت مبتلا ہے۔ انسان صرف جو یائے محبت اور اپنے یا حقیقی کی دھن میں لگا رہے۔ باقی تمام عبث اور خیالی دنیا کا بے ہودہ فلسفہ ہے۔ ہم اس کو ڈھونڈتے رہیں جو ہم کو ڈھونڈنا چاہتا ہے۔ اُس کو ڈھونڈیں، خوب ڈھونڈیں اور اتنا ڈھونڈیں کہ اپنے آپ کو پالیں۔^{۱۱}

شرع محبت میں ہے عشرتِ منزل حرام
شورشِ طوفاں حلال، لذتِ ساحل حرام

عشق پہ بجلی حلال، عشق پہ حاصل حرام
علم ہے ابن الکتاب، عشق ہے ام الکتاب!

[ص ۴۸۳]

مشکلات سے بھاگنے والے لوگ شک میں گرفتار رہتے ہیں اور یقین سے تعلق نہیں رکھتے۔
 إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ رِخْصَتِ آفٍ سَ وَهِيَ مَا تَكْتُمُ هِيَ جَوِّ يَقِينِ
 وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي نَبِيهِمْ يَتَرَدَّدُونَ
 میں پڑے ہیں دل اُن کے، سو وہ اپنے شک
 ہی میں بھٹکتے ہیں۔ (التوبہ: ۲۵)

وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا
 اور بے شک ظن و تخمین حقیقت کی تلاش میں
 کچھ کام نہیں دیتے۔ (النجم: ۲۸)

اور انسان مشکلات ہی کے لیے پیدا کیا گیا ہے جیسا کہ سورۃ البلد میں ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ
 بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو مشقت
 (البلد: ۴) سہتا۔

گویا اس کی فطرت ہی مشقت کو برداشت کرنے کے لیے ہے اور اُسے اس طرح تسلی دی گئی ہے:

إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا
 بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ (الانشراح: ۶)
 الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيُبْلُوَكُمْ
 جس نے بنایا مرنا اور جینا کہ تم کو جانچے، کون
 أَيْكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا
 تم میں اچھا عمل پیش کرتا ہے۔ (الملک: ۲)

ان غلاموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب
 کہ سکھاتی نہیں مومن کو غلامی کے طریق!

[ص ۴۸۴]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

افسوس ہے کہ مسلمان مردہ ہیں۔ انحطاط ملی نے ان کے قومی کوشش کر دیا ہے اور انحطاط کا سب سے
 بڑا جادو یہ ہے کہ یہ اپنے صید پر ایسا اثر ڈالتا ہے جس سے انحطاط کا محور اپنے قاتل کو اپنا مری

تصور کرنے لگ جاتا ہے“.....

حقیقت یہ ہے کہ کسی مذہب یا قوم کے دستور العمل و شعائر میں باطنی معانی تلاش کرنا یا باطنی مفہوم پیدا کرنا اصل میں اس دستور العمل کو سمجھ کر دینا ہے۔ یہ ایک نہایت Subtle طریق تہنیک کا ہے اور یہ طریق وہی قومیں اختیار یا ایجاد کر سکتی ہیں جن کی فطرت گوسفندی ہو۔^{۲۲}
غلام قوم مادیات کو روحانیت پر مقدم سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور جب انسان میں خوئے غلامی راسخ ہو جاتی ہے تو وہ ایسی تعلیم سے بیزاری کے بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد قوت نفس اور روح انسانی کا ترفع ہو۔^{۲۳}

لیکن مجھے پیدا کیا اس دلیس میں تُو نے
جس دلیس کے بندے ہیں غلامی یہ رضا مندی!

[ص ۲۸۵]

انسان نے ایسے لوگوں کو خدا بنا لیا ہے جن کو خود اپنے لیے کوئی اختیار حاصل نہیں۔ پھر بھی ایسے لوگوں کی خوشنودی چاہتے ہیں۔

وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ آلِهَةً لَّا يَخْلُقُونَ شَيْئًا
وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَلَا يَمْلِكُونَ لِأَنفُسِهِمْ
ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا
وَلَا حَيَاةً وَلَا نُشُورًا ۝

اور لوگوں نے اس (اللہ) کے سوا اور خدا
ٹھہرائے کہ وہ کچھ نہیں بناتے اور خود پیدا
کیے گئے ہیں اور خود اپنی جانوں کے برے بھلے
کے مالک نہیں اور نہ مرنے کا اختیار نہ جینے کا

(الفرقان: ۳) اور نہ اٹھنے کا۔

یہ ہیں سب ایک ہی سالک کی جستجو کے مقام
وہ جس کی شان میں آیا ہے علم الاسماء!
مقام ذکر کمالاتِ رومی و عطار
مقام فکر مقالاتِ بو علی سینا!
مقام فکر ہے پیمائشِ زمان و مکاں
مقام ذکر ہے سبحان ربی الاعلیٰ!

[ص ۲۸۵]

وہ انسان جس کو اللہ پاک نے تمام (اشیاء) کے نام سکھائے (و علم آدم الاسماء کلہا۔ البقرہ: ۳۰) جب عملی دنیا میں داخل ہوتا ہے تو رومی و عطار کے کمالات حاصل کرتا ہے اور بے خوف ہو کر صرف اللہ سے رشتہ جوڑتا ہے، لیکن اگر وہ صرف فکر اور فلسفہ کو مقصد بناتا ہے تو زیادہ سے زیادہ ابوعلی ابن سینا جیسے مقالات لکھ سکتا ہے جو صرف سوچنا سکھاتے ہیں اور عمل کے لیے آمادہ نہیں کرتے۔ حالانکہ انسان کے لیے جو کچھ زمین میں ہے سب کو برتنا ہوگا۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ وَهِيَ فِي جَنَّةٍ جَمِيعًا
وَمَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ

زمین میں ہے سب کا سب۔ (البقرہ: ۲۹)

اور تمہارے لیے مسخر کیے جو کچھ آسمانوں میں
اور جو کچھ زمین میں ہے اپنے حکم سے سب

(الجاثیہ: ۱۳) کے سب۔

اس لیے صرف سوچنے اور فکر کرنے کے لیے انسان پیدا نہیں کیا گیا۔

ملائے حرم

عجب نہیں کہ خدا تک تری رسائی ہو
تری نگہ سے ہے پوشیدہ آدمی کا مقام
تری نماز میں باقی جلال ہے، نہ جمال
تری اذال میں نہیں ہے مری سحر کا پیام!

[ص ۲۸۶]

آج کل کے ملا جو رسمیہ عبادت کرتے ہیں اور عبادت کے مقصد کو پیش نظر نہیں رکھتے ان سے نماز اور سحر خیزی کی حقیقت پوشیدہ ہے۔ نماز اور عبادت کا مقصد صرف اللہ کے آگے جھکنے کی سعادت ہے اور غیر اللہ سے بیزاری کا اعلان ہے۔

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ

اور ہم نے نہیں پیدا کیا جن اور انسان کو مگر
صرف اپنی عبادت کے لیے۔ (الذاریت: ۵۶)

یعنی انسان صرف اللہ کے آگے جھکے اور غیر اللہ سے بے نیاز ہے۔

سحرِ خیزی کے لیے سورۃ بنی اسرائیل میں ہے:

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدُ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰ
أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ۝

(بنی اسرائیل: ۷۹)

تمہارا رب تمہیں ایسی جگہ کھڑا کرے جو
تمہارے لیے مقامِ محمود ہے۔ (یہ مقام
شفاغت ہے)۔

’ہر لحظہ ہے قوموں کے عمل پر نظر اس کی بڑاں صفتِ تیغِ دو پیکر نظر اس کی!‘
[ص ۲۸۷]

تقدیر کی نظر قوموں کے عمل پر ہوتی ہے۔ عمل اچھے ہوں گے تو تقدیر اچھی ہوگی، ورنہ نہیں۔
صفحہ ۲۷۸ میں سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۸۶، اور سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ۷۹ دیکھیں۔

زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی آج کیا ہے؟ فقط اک مسئلہ علمِ کلام!
[ص ۲۸۷]

سلف صالحین کے لیے اصل قوت توحید تھی یعنی وہ غیر اللہ کو خاطر میں بھی نہیں لاتے تھے
لیکن آج ہم توحید کو صرف علمِ کلام کے ایک مسئلے کی طرح پڑھ لیتے ہیں اور بس!
قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (الاحلاص: ۱) آپ فرمادیں کہ اللہ ایک ہے۔

یعنی ہر شان میں (ربوبیت اور الوہیت میں) یگانہ و یکتا ہے۔ کلمہ طیبہ بھی صرف اللہ کی حاکمیت
اور غیر اللہ کے انکار کا عہد اور اقرار ہے اور یہی وحدتِ کردار کے لیے ضروری ہے۔ یہ عقیدہ ایسی
قوت پیدا کرتا ہے کہ (ما سو اللہ) اس کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ ہمارے امام اور لیڈر ایسی
قوت سے خالی ہیں۔ علامہ اقبال کی دعا تھی کہ، ”خدا تعالیٰ آپ کو اس امر کی توفیق دے کہ آپ اپنی
قوت، ہمت، اثر، رسوخ اور دولت و عظمت کو حقائقِ اسلام کی نشر و اشاعت میں صرف کریں۔“^{۱۱}
”علم و دین“ سے متعلق اشعار ہیں:

وہ علم اپنے بتوں کا ہے آپ ابراہیم
وہ علم، کم بصری جس میں ہم کنار نہیں
کیا ہے جس کو خدا نے دل و نظر کا ندیم
تجلیاتِ کلیم و مشاہداتِ حکیم!

صحیح علم وہ ہے جو ابراہیم علیہ السلام کی طرح غیر اللہ کی طاغوتی طاقتوں کو ختم کر دے اور موسیٰ علیہ السلام کی طرح اللہ کو دیکھنا اور پہچاننا سکھائے۔ حکیم اور عاقل کی طرح سوچنا ممنوع نہیں، لیکن عمل میں انبیاء علیہم السلام کی شان ہونی چاہیے۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۗ وَ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُحْسِنُونَ ۝
 اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم
 ضرور انہیں اپنے راستے دکھائیں گے اور
 بے شک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔ (العنکبوت: ۶۹)

یہی صحیح عقل والوں کی علامت ہے ورنہ غلط علم اور غلط عقل والے تو ایسے ہوتے ہیں جن کا ذکر سورۃ المؤمن میں آتا ہے:

فَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ رَبِّهِمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝
 تَوَجَّهْنَا إِلَى الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا
 دلائل لائے تو وہ اسی پر خوش رہے جو ان کے
 پاس (غلط اور ناقص) علم تھا اور وہ انہی پر
 اُلٹ پڑا جس کی ہنسی بناتے تھے۔ (المومن: ۸۳)

فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا ۖ وَ لَيُبْكُوا كَثِيرًا ۗ (التوبہ: ۸۲) حالانکہ چاہیے تھا کہ وہ کم ہنستے اور زیادہ روتے۔
 ”ہندی مسلمان“ کے عنوان کے تحت کہتے ہیں۔ اس مسلمان کو برہمن (ہندو) لوگ ”غدار وطن“ کہتے ہیں کیونکہ وہ پاکستان بنانا چاہتا ہے۔ انگریز اس کو ”گداگر“ سمجھتا ہے اور غلام احمد قادیانی اس مسلمان کو کافر سمجھتا ہے۔ ایسے لوگوں ہی کے متعلق ارشاد خداوندی ہے:

اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ ۖ
 دیتا ہے کہ وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔ (البقرہ: ۱۵)

آزادی شمشیر کے اعلان پر

تلوار کا استعمال اللہ کے دین کی حفاظت کے لیے ہونا چاہیے:

قضے میں یہ تلوار بھی آجائے تو مومن یا خالدؓ جانباڑ ہے یا حیدرؓ کرار!

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

میں جنگ کا حامی نہیں ہوں اور نہ کوئی مسلمان شریعت کے حدودِ معینہ کے ہوتے ہوئے اس کا حامی ہو سکتا ہے۔ قرآن کی تعلیم کی رُو سے جہاد یا جنگ کی صرف دو صورتیں ہیں۔ محافظانہ اور مصلحانہ۔ پہلی صورت میں یعنی اس صورت میں جبکہ مسلمانوں پر ظلم کیا جائے اور ان کو گھروں سے نکالا جائے تو مسلمان کو تلوار اٹھانے کی اجازت ہے (نہ حکم) دوسری صورت جس میں جہاد کا حکم ہے (التوبہ: ۳۹) میں بیان ہوئی ہے۔^{۱۵}

ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِنَّا بَعْدَ مَا قُتِلُوا ثُمَّ جَاهَدُوا وَصَبَرُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنَّا بَعْدَهَا لَعَفُورٌ رَّحِيمٌ
پھر بے شک تمہارا رب ان کے لیے جنہوں نے اپنے گھر چھوڑے بعد اس کے کہ ستائے گئے، پھر انہوں نے جہاد کیا اور صابر رہے۔
(النحل: ۱۱۰) بے شک تمہارا رب اس کے بعد ضرور بخشنے والا ہے۔

اوپر کے اقتباس میں علامہ اقبال نے جو حوالہ (التوبہ: ۳۹) دیا ہے وہ غالباً کتابت سے سہو کا شکار ہو گیا ہے۔ وہ حوالہ ۳۹: ۷۳ (التوبہ: ۳) ہوگا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ
وَاعْلُظْ عَلَيْهِمْ
(التوبہ: ۷۳) پر سخت ہو جائیے۔

یا وہ حوالہ ۲۹: ۹ (التوبہ: ۲۹) ہوگا:

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ
الْآخِرِ
لِئَلَّا يَكُونَ لِلدَّانِيَةِ
قِيَامَتٌ
(التوبہ: ۲۹) قیامت پر۔

غلام احمد قادیانی نے جہاد بالسیف کو ختم کرنے کا فتویٰ دیا تھا اور یہ صرف حکومت برطانیہ کو خوش کرنے کے لیے تھا۔

باطل کے فال و فر کی حفاظت کے واسطے
یورپ زرہ میں ڈوب گیا دوش تا کمر!
ہم پوچھتے ہیں شیخ کلیدا نواز سے
مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر

جہاد سے بھاگنے والے کے لیے وعید سورۃ التوبہ میں یوں ہے:

إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي
رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ ○
رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہیں
(التوبہ: ۴۵) اور وہ اپنے شک میں ڈانواں ڈول ہیں۔

لا دیں ہو تو ہے زہر ہلاہل سے بھی بڑھ کر
ہو دیں کی حفاظت میں تو ہر زہر کا تریاک!

[ص ۴۹۱]

قوت اگر دین کے لیے استعمال کی جائے تو وہ ہر زہر کے لیے تریاق بن جاتی ہے اور اگر
دین کے لیے استعمال نہ ہو تو پھر وہ زہر ہلاہل ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا
بِالْحَقِّ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا
لِوَلِيِّهِ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفُ فِي الْقَتْلِ إِنَّهُ
كَانَ مُنْصَوِّرًا ○
اور کوئی جان جس کی حرمت اللہ نے رکھی ہے
ناحق نہ مارو اور جو ناحق مارا جائے (مظلوم
مارا جائے) تو بے شک ہم نے اس کے
وارث کو قاتل دیا ہے تو وہ قتل میں حد سے نہ
بڑھے۔ ضرور اس کی مدد ہونی ہے۔
(بنی اسرائیل: ۳۳)

فقر جنگاہ میں بے ساز و یراق آتا ہے
ضرب کاری ہے اگر سینے میں ہے قلب سلیم!

[ص ۴۹۲]

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ○ إِلَّا مَنْ أَتَى
اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ○
جس دن نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے مگر وہ جو
اللہ کے حضور حاضر ہوا سلامت دل لے کر۔

(الشعراء: ۸۸-۸۹)

وَإِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لَإِبْرٰهِيْمَ ○ إِذْ جَاءَ رَبَّهُ
بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ○
اور بے شک اسی کے گروہ سے ابراہیم ہے
جبکہ اپنے رب کے پاس حاضر ہوا غیر سے

(الصفّٰت: ۸۳-۸۴) سلامت دل لے کر۔

جب مسلمان کا قلب غیر اللہ سے آزاد ہو کر صرف اللہ کا ہو جاتا ہے تو اُسے ظاہری سازو

سامان کی بھی چنداں ضرورت نہیں رہتی۔ اس کا اللہ اس کے لیے کافی ہے اور وہ باطل پر یقیناً غالب ہو جاتا ہے۔

اسلام

روح اسلام کی ہے نورِ خودی، نارِ خودی
زندگانی کے لیے نارِ خودی، نور و حضور!
یہی ہر چیز کی تقویم، یہی اصلِ نمود
گرچہ اس روح کو فطرت نے رکھا ہے مستور
لفظِ اسلام سے یورپ کو اگر کد ہے تو خیر
دوسرا نام اسی دین کا ہے فقرِ غیور!

[ص ۴۹۲-۴۹۳]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

میرے عقیدے میں حقیقت ایسے اجزا کا مجموعہ ہے جو تصادم کے واسطے سے ربط و امتزاج پیدا کر کے نکل کی صورت میں تہذیبی کی سعی کر رہے ہیں اور یہ تصادم لامحالہ اُن کی شیرازہ بندی اور ارتباط پر منتج ہوگا۔ دراصل بقائے شخصی اور زندگی کے علو و ارتقا کے لیے تصادم نہایت ضروری ہے..... میرے نزدیک بقا انسان کی بلند ترین آرزو اور ایسی متاعِ گراما مایہ ہے جس کے حصول پر انسان اپنی تمام قوتیں مرکوز کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں عمل کی تمام صورتوں اور اشکال مختلفہ کو جن میں تصادم و پیکار بھی شامل ہے، ضروری سمجھتا ہوں اور میرے نزدیک اُن سے انسان کو زیادہ استحکام حاصل ہوتا ہے..... میں تصادم کو سیاسی حیثیت سے نہیں بلکہ اخلاقی حیثیت سے ضروری سمجھتا ہوں۔^{۱۱}

یہی چیز یعنی تصادم کو اقبال نے نارِ خودی سے تعبیر کیا ہے جس سے اخلاقی برائیاں دُور کی جاسکتی ہیں اور جب تک ایسی قوت نہ ہو سکوت و جمود ختم نہیں ہوتا۔ جہاد بھی انسانیت کے سڑے ہوئے عضو کے لیے نشتر ہوتا ہے جس میں خیر ہی خیر ہے۔ اللہ کے مردِ مومن کے پاس سوائے اللہ کے اور کچھ نہیں ہوتا، لیکن اللہ کے ہونے کی وجہ سے اس کے پاس سب کچھ ہوتا ہے۔ یہی ”فقرِ غیور“ ہے اور یہی صحیح اسلام ہے۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهُۥٓ وَيُخَوِّفُوْنَكَ كِیَا اللّٰہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟ اور

بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ (الزمر: ۳۶) تمہیں ڈراتے ہیں اس کے سوا دوسروں سے۔

ہو اگر خود نگر و خود گر و خود گیر خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تُو موت سے بھی مر نہ سکے!

[ص ۴۹۳]

اگر انسان خود کو پہچانے، خود کو بنائے اور خود کی گرفت (محاسبہ) کرے تو وہ ایسے کام سر انجام دے سکتا ہے جن کی بدولت اُسے حیاتِ ابدی حاصل ہو سکتی ہے۔

وَ يُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا حَسَنًا مَا كَثِيرٌ فِيهِ أَبَدًا (الکہف: ۲-۳) اور (یہ کتاب) ایمان والوں کو بشارت دیتی ہے جو عملِ صالح کرتے ہیں کہ اُن کے لیے اچھا اجر ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے (یہ اجر حیاتِ ابدی کے لیے ہے)۔

وَ فِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ ۝ وَ فِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝

(الذاریت: ۲۰-۲۱)

سلطانی

کسے خبر کہ ہزاروں مقام رکھتا ہے
وہ فقر جس میں ہے بے پردہ روحِ قرآنی
خودی کو جب نظر آتی ہے قاہری اپنی
بہی مقام ہے کہتے ہیں جس کو سلطانی

[ص ۴۹۳-۴۹۴]

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ ۝ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ۝

بے شک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے اور خوشی سناتا ہے ایمان والوں کو جو عملِ صالح کریں کہ اُن کے لیے

(بنی اسرائیل: ۹) بہت بڑا اجر ہے۔

قرآن پر عمل ہو اور برائیوں کو دور کرنے کے لیے قاہری بھی استعمال کی جائے پھر ایسی زندگی ہی اصل سلطانی ہے۔

مثالِ ماہ چمکتا تھا جس کا داغِ سجود
خرید لی ہے فرنگی نے وہ مسلمانی!

[ص ۴۹۴]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں رہنے والوں کی شان میں ہے:

سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ اَثْرِ اَنْ اُنْ كِي عَلَامَت اُنْ كِي چہروں میں ہے
السُّجُودُ (الفتح: ۲۹) سجدوں کے نشان سے۔

ایسے مسلمانوں کی اولاد آج کل انگریز کے لیے بکاؤ مال بن گئی ہے۔ علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

علما میں مدہنت آگئی ہے۔ یہ گروہ حق کہنے سے ڈرتا ہے۔ صوفیہ اسلام سے بے پروا اور حکام کے تصرف میں ہیں۔ اخبار نویس اور آج کل کے تعلیم یافتہ لیڈر خود غرض ہیں اور ذاتی منفعت و عزت کے سوا کوئی مقصد ان کی زندگی کا نہیں۔ عوام میں جذبہ موجود ہے مگر ان کا کوئی بے غرض راہنما نہیں ہے۔

صوفی سے

تخیلات کی دنیا غریب ہے لیکن
غریب تر ہے حیات و ممات کی دنیا!

[ص ۴۹۴]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

میرا تو عقیدہ ہے کہ غلوفی الزہد اور مسئلہ وجود مسلمانوں میں زیادہ تر بدھ (سمنبت) مذہب کے اثرات کا نتیجہ ہیں۔ خواجہ نقشبند اور مجددِ سرہند کی میرے دل میں بہت بڑی عزت ہے مگر افسوس ہے کہ آج یہ سلسلہ بھی عجیبت کے رنگ میں رنگ گیا ہے۔ یہی حال سلسلہ قادریہ کا ہے جس میں میں خود بیعت رکھتا ہوں، حالانکہ حضرت محی الدین (جیلانی) کا مقصود اسلامی تصوف کو عجیبت

سے پاک کرنا تھا۔^{۱۸}

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ
أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا (الملك: ۲)
جانچ ہو تم میں کس کا عمل زیادہ اچھا ہے۔

افرنگ زدہ

ترا وجود سراپا تجلی افرنگ
کہ تو وہاں کے عمارت گروں کی ہے تعمیر!
تری نگاہ میں ثابت نہیں خدا کا وجود
مری نگاہ میں ثابت نہیں وجود ترا!

[ص ۲۹۵-۲۹۶]

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ
أَنْفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ
(الحشر: ۱۹) فاسق ہیں۔

مغرب زدہ لوگ تو خدا کے منکر ہیں اس لیے ہم اُن کے منکر ہیں۔

تصوف

یہ حکمتِ ملکوئی، یہ علمِ لاهوتی
حرم کے درد کا درماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

[ص ۲۹۶]

ایک دوسری جگہ ایک پیر صاحب کو لکھتے ہیں:

دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کو اس امر کی توفیق دے کہ آپ اپنی ہمت، قوت، اثر، رسوخ اور
دولت و عظمت کو حقائقِ اسلام کی نشر و اشاعت میں صرف کریں۔ اس تاریک زمانے میں حضور
رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی خدمت یہی ہے۔ کچھ عجب نہیں کہ جلد آپ کی
طبیعت میں ایک بہت بڑا انقلاب پیدا ہو جس کی ابھی تک آپ کو توقع نہیں۔ افسوس ہے کہ شمال

مغربی ہندوستان میں جن بزرگوں نے علمِ اسلام بلند کیا اُن کی اولادیں دنیوی جاہ و منصب کے پیچھے پڑ کر تباہ ہو گئیں اور آج اُن سے زیادہ جاہل کوئی مسلمان مشکل سے ملے گا۔ الا ماشاء اللہ۔^{۱۹}

ہندی اسلام

ہے زندہ فقط وحدتِ افکار سے ملت
وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد!

[ص ۳۹۷]

امام راعب نے المفردات میں لکھا ہے کہ ”دین کی طرح ملت بھی اُس دستورِ الہی کا نام ہے جو اللہ اپنے بندوں کے لیے جاری فرماتا ہے تاکہ اُس پر چل کر انسان قربِ الہی حاصل کر سکے اور یہ دستور انبیا علیہم السلام کی وساطت سے بندوں تک پہنچتا ہے (گو کہ لفظ ملت کا اطلاق قرآن مجید میں باطل مذہب پر بھی ہوا ہے)۔“ تاہم ملت کا قیام وحدتِ افکار سے ہے جس سے اتحاد اور وحدتِ کردار کی بنیاد پڑتی ہے۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا
اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو سب مل کر
(آل عمران: ۱۰۳) اور آپس میں پھٹ نہ جانا۔
وَمَنْ يَعْصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هَدِيَ إِلَى صِرَاطٍ
اور جس نے اللہ کا سہارا لیا تو ضرور سیدھی راہ
مُسْتَقِيمٍ ۝ (آل عمران: ۱۰۱) دکھایا گیا۔

دل مُردہ دل نہیں ہے، اسے زندہ کر دو بارہ
کہ یہی ہے اُمتوں کے مرضِ گہن کا چارہ

[ص ۳۹۸]

تقوی القلوب (سورۃ الحج: آیت ۳۲) ہی خیر کے لیے سخت آمادگی پیدا کرتا ہے ایسے ہی لوگوں کے متعلق سورۃ ق میں ہے:

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرًا لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ
بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے
أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِيدٌ ۝ (ق: ۳۷)
جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔

ایسے لوگ ہی زندہ دل والے ہوتے ہیں اور عمل کے لیے بے تاب رہتے ہیں۔

حق بات کو لیکن میں چھپا کر نہیں رکھتا
تُو ہے، تجھے جو کچھ نظر آتا ہے، نہیں ہے!

[ص ۳۹۹]

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ وَهِيَ جَسَدٌ كَمَا سَبَّحْتُمْ لَعَنِي النَّاسُ
جَمِيعًا (البقرہ: ۲۹) زمین میں ہے سب کا سب۔
یعنی انسان کے لیے سب کچھ پیدا کیا گیا ہے۔ سب کچھ کے لیے انسان پیدا نہیں کیا گیا۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات!
[ص ۳۹۹]

جو شخص صرف اللہ کے آگے جھکتا ہے اُسے کسی اور کے آگے جھکنے کی ضرورت نہیں۔ ابراہیم
علیہ السلام نے یہی پیام دیا ہے۔

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَمِنَ الْأَرْضِ حَنِيفًا ۚ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝
میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائی۔ ایک اُسی کا ہو کر اور
میں مشرکوں میں نہیں۔ (الانعام: ۸۰)
پھر ابراہیم علیہ السلام نے غیر اللہ سے قطعی بیزاری اختیار فرمائی۔

عقل بے مایہ امامت کی سزا وار نہیں راہبر ہو ظن و تخمین تو زبوں کار حیات!
[ص ۵۰۰]

اس ظن و تخمین والی عقل کے متعلق قرآن میں ارشاد ہوا ہے:

وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۝
اور بے شک ظن و تخمین یقین کی جگہ کچھ کام
نہیں دیتا۔ (النجم: ۲۸)

سورۃ الحجرات میں مومن کی پہچان یہی بتائی گئی ہے کہ وہ شک اور گمان نہیں کرتے۔
إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ
ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہ کیا اور اپنی

وَ أَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْلَٰئِكَ هُمُ الْجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ رَّحِيمٌ
 (الحجرات: ۱۵) وہی سچے ہیں۔

گریز کش مکش زندگی سے مردوں کی
 اگر شکست نہیں ہے تو اور کیا ہے شکست!

[ص ۵۰۱]

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ ۗ
 (البلد: ۴) بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

انسان کی خلقت کا تقاضا یہی ہے کہ وہ مشقت اٹھائے اور مشکلات کا مقابلہ کرے۔
 لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ۗ
 (النجم: ۳۹) نہیں ہے انسان کے لیے مگر جو اس نے
 کوشش کی۔

فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۗ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۗ
 (الانشراح: ۵-۶) بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔
 بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔

ع اک دل ہے کہ ہر لحظہ الجھتا ہے خرد سے

[ص ۵۰۲]

ظن و تخمین والی عقل کا ذکر آچکا ہے۔ اس کے مقابلے میں یقین ہے۔
 وہ مرد مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو
 ہو جس کے رگ و پے میں فقط مستی کردار!

[ص ۵۰۲]

علامہ اقبال کے ایک مکتوب کا اقتباس حاشیہ پر آچکا ہے، وہ دیکھیں۔
 اب ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو عمل پیش کریں تاکہ قوم ترقی کر سکے:

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَىٰ لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ ۖ
 (الرعد: ۲۹) وہ جو ایمان لائے (یقین والے لوگ) اور جنہوں نے عمل صالح پیش کیے ان کو خوشی

ہے اور اچھا انجام ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
 بے شک جو ایمان لائے اور عمل صالح کیے

أُولَئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝
وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔

(البینہ: ۷)

مرد کا شبستاں بھی اُسے راس نہ آیا آرام قلندر کو تیرہ خاک نہیں ہے
[ص ۵۰۲]

قلندر سراپا عمل ہوتا ہے اور مرنے کے بعد بھی وہ عمل کے لیے بے قرار رہتا ہے:
وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ جُودًا كِى رَاهٍ فِي مَرَاةٍ جَائِلٍ أَنْهِيں
أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۝
مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، ہاں تم کو خبر نہیں۔

(البقرہ: ۱۵۴)

اس آیت کی تفسیر میں آتا ہے:
موت کے بعد ہی اللہ تعالیٰ شہدا کو حیات عطا فرماتا ہے۔ ان کی ارواح پر رزق پیش کیے جاتے ہیں
اور انھیں راحتیں دی جاتی ہیں اور ان کے عمل جاری رہتے ہیں اور اجر و ثواب بڑھتا رہتا ہے۔

مہر و مہ و انجم کا محاسب ہے قلندر!
ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر!
[ص ۵۰۳]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

اسلامی تصوف کا دار و مدار گسستن پر ہے۔ تصوف وجودیہ کا پیوستن یا فنا پر..... میرا ذاتی میلان
پیوستن کی طرف ہے مگر وقت کا تقاضا اور ہے اور میں نے جو کچھ لکھا ہے اس کے لکھنے پر مجبور تھا۔
قلندر اور صحیح مسلمان کے لیے آسمانوں اور زمین کے درمیان اور اندر ہر چیز مسخر ہے۔
أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ
نِعْمَةً ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً (لقمن: ۲۰) اور تمہیں بھر پور دیں اپنی نعمتیں ظاہر اور چھپی۔

فلسفہ

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا
غواص کو مطلب ہے صدف سے کہ گہر سے!

یا مُردہ ہے یا نزع کی حالت میں گرفتار
جو فلسفہ لکھا نہ گیا خونِ جگر سے!

[ص ۵۰۴]

فلاسفہ صرف الفاظ کے پتھوں میں اُلجھے رہتے ہیں اور عمل کے لیے آمادہ نہیں ہوتے۔
كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا كَيْسِي سَخْتًا نَاپِسِنْدَ هِيَ اللَّهُ كَوِهَ بَات كِه وَه كِه
تَفْعَلُونَ ○ (الصف: ۲۰) جو نہ کرو۔
چنانچہ وہ عقل اور فلسفہ بے کار ہے جو جگر کا وہی نہ سکھائے اور عمل کے لیے آمادہ نہ کرے۔
صفحہ ۴۸۰ کی آیتیں بھی دیکھیں۔

مردانِ خدا

(مردانِ خدا خدا نباشند
لیکن ز خدا جدا نباشند)
وہی ہے بندۂ خُر جس کی ضرب ہے کاری
نہ وہ کہ حرب ہے جس کی تمام عیاری!

[ص ۵۰۵]

بندۂ خُر وہی ہے جو صرف خدا سے تعلق رکھتا ہے اور غیر اللہ کو خاطر میں بھی نہیں لاتا اور قول و
فعل میں ہرگز فرق نہیں کرتا۔ سورۃ الحجرات کی آیت ۱۵ کا ذکر اوپر صفحہ ۵۰۰ کے ذیل میں آچکا ہے۔
إِنْ أَوْلِيَاؤُہِ إِلَّا الْمُتَّقُونَ (لقمن: ۲۰) اس کے اولیاء تو پرہیزگار ہی ہیں۔
یہ پرہیزگاری اور تقویٰ القلوب ہی خیر اور عمل صالح میں سخت رغبت پیدا کر دیتی ہے۔^{۱۲}

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اُس میں ہیں آفاق!

[ص ۵۰۶]

جو دنیا کا محتاج ہے وہی کافر ہے اور جو اللہ کا محتاج ہے اور جس کی محتاج دنیا ہے وہی دراصل
صحیح مومن ہے۔

زَيْنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ رَجَحَا يَآگيا گيا ہے کافروں کو دنيا کی زندگی پر اور
يَسْتَحِرُونَ مِنَ الَّذِينَ اٰمَنُوا (البقرہ: ۲۱۴) وہ ہنستے ہیں ایمان والوں سے۔

اور مسلمان کی شان سورۃ الانعام میں بیان فرمائی گئی ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِي وَ نُسُكِي وَ مَحْيَايَ وَ اَمَاتِي لَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝
عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے

لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ (الانعام: ۱۶۲)

جب مسلمان اس عقیدے میں پختہ ہو جاتا ہے تو وہ تمام آفاق کا حاکم ہو جاتا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا اللّٰهُنَّ وَعَدَهُ دِيَا كہ جو لوگ ایمان لائے اور
الصّٰلِحٰتِ لِيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا كَمَا كَيْسَ عَمَلِ صَاحِلِح، كَرِي كَا اُن كُو لِك مِي،
اَسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ (النور: ۵۵) جيسا كہ حاكم كيا تها اُن سِي اكلو كـو۔

یعنی زمین کی حکومت اُس مؤمن کی ہے جو عمل صالح والا ہوتا ہے۔

دنیا کو ہے اُس مہدی برحق کی ضرورت ہو جس کی نگہ زلزلہ عالم افکار!

[ص ۵۰۶]

علامہ اقبال لکھتے ہیں:

..... مہدی سے مراد کوئی خاص مہدی نہیں ہے وہی جو عالم افکار میں زلزلہ پیدا کر سکے۔^{۲۲}

مہدی یعنی لیڈر۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ
خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا (الرعد: ۱۱)

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ
یہ اس لیے کہ اللہ کسی قوم سے جو نعمت انھیں
دی تھی بدلتا نہیں جب تک وہ خود نہ بدل جائیں۔ (الانفال: ۵۳)

جو اللہ کا ہو جاتا ہے اس کے لیے اللہ ہی ہے ہر معاملے میں:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَ مَنْ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝
تمہاری پیروی کرتے ہیں، ان کے لیے بھی

(الانفال: ۶۴) اللہ کافی ہے۔

ہو حلقہٴ یاراں تو بریشم کی طرح نرم رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن!
[ص ۵۰۷] متعلق ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ
بَيْنَهُمْ (الفتح: ۲۹) اور وہ لوگ جو ان (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھی ہیں، کافروں پر بہت سخت ہیں اور آپس میں بہت نرم دل۔

یہی مومن جنت میں فرشتوں کے لیے دلاویز ہے اور وہاں کی نعمتوں کے لیے کم آمیز ہے، کیونکہ وہ صرف اللہ کی رضا کی خاطر جینا اور مرنا چاہتا ہے۔

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ (الانعام: ۱۶۲)

ابلیس کہتا ہے:

حرفِ استکبار، تیرے سامنے ممکن نہ تھا
ہاں مگر تیری مشیت میں نہ تھا میرا سجدہ!

[ص ۵۰۹]

گویا وہ اپنی آزادی کو مجبوری کہہ رہا ہے۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ
اور (یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، کہ وہ منکر ہوا اور غرور کیا (البقرہ: ۳۴) اور کافر ہو گیا۔

اس راز کو اب فاش کراے روحِ محمد! آیاتِ الہی کا نگہبان کدھر جائے!

[ص ۵۱۰]

قرآن کی حفاظت کرنے والے لوگ (مسلمان) کیوں پریشان ہیں؟

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ
فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ
لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا ۝

ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول
ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت

توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

نافرمان مسلمان بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔

اسی لیے علامہ اقبال نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت چاہی ہے:

اے بہ سرا پردہ یشرب بخواب
خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

بتاؤں تجھ کو مسلمان کی زندگی کیا ہے

یہ ہے نہایت اندیشہ و کمال جنوں!

[ص ۵۱۰]

انتہا تک سوچنا اور عمل کے لیے سخت کوش ہونا ہی ایک مسلمان کی زندگی کا تقاضا ہے۔ اس سے
عجم کا حسنِ طبیعت اور عرب کا سوزِ دروں ظاہر ہوتا ہے۔ صرف شعور (اندیشہ، سمجھ) کے سلسلے میں
قرآن پاک میں ۲۵ آیتیں آئی ہیں جن میں شہادت کی زندگی، قیامت کی آمد، اعمال کی خرابی، کافروں
کی مکاری، عنایاتِ الہی وغیرہ کا ذکر ہے۔ تدبیر، تفقہ، تعقل اور تفکر کے سلسلے میں بھی بکثرت آیات
ہیں۔ علم، نظر، بصیر اور عمر کے لیے بھی اسی طرح متعدد آیات ہیں جن میں غور و فکر کی دعوت ہے۔

أَوْلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ
کیا انھوں نے نگاہ نہ کی آسمانوں اور زمین
کی سلطنت میں اور جو چیز اللہ نے بنائی۔

(الاعراف: ۱۸۵)

گویا آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اور ہر معاملے پر غور و فکر کی دعوت ہے اور یہ غور و فکر اور

یہ اندیشہ یا سمجھ مسلمان کی زندگی کا تقاضا ہے۔

اور سخت کوشی جسے تقویٰ القلوب یا کمال جنوں کہیے۔ مسلمان اور انسان کی فطرت کا تقاضا ہے جیسا کہ:
لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ ۝
بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا
(البلد: ۴) پیدا کیا۔

قوم کے رہبر کی خصوصیت یہ ہونی چاہیے:

موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رُخِ دوست
زندگی تیرے لیے اور بھی دشوار کرے!

[ص ۵۱۲]

صفحہ ۵۰۶ میں سورۃ الرعد: آیت ۱۱؛ سورۃ الانفال: آیت ۵۳؛ وغیرہ کی آیتیں آچکی ہیں۔
قوم کا لیڈر اللہ کے لیے مرنے کو عین زندگی سمجھتا ہے۔ شہادت یعنی دین کے لیے سربکف ہونا اصل
زندگی ہے جو صدیق کے بعد ہی اپنا مقام رکھتی ہے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۝
اور مت کہو جو کوئی مارا جائے اللہ کی راہ میں
کہ مُردے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر
(البقرہ: ۱۵۴) نہیں۔

اور مرنے کے بعد ایک مومن کو جو راتیں ملنے والی ہیں اُن کا پورا اندازہ اگر اس کی زندگی
میں ہو جائے تو وہ ایک لمحے کے لیے بھی اس دنیا میں رہنا پسند نہ کرے گا۔ قوم کا مخلص لیڈر ایسی ہی
زندگی کے لیے قوم کو آمادہ کرتا ہے۔

سکوں پرستی راہب سے فقر ہے بیزار
فقیر کا ہے سفینہ ہمیشہ طوفانی
پسند روح و بدن کی ہے و نمود اس کو
کہ ہے نہایت مومن خودی کی عریانی!

[ص ۵۱۲]

طالوت کو جب بادشاہ بنایا گیا تو نبیؐ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي
الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۝ وَاللَّهُ يُؤْتِي مَلِكَهُ مَنْ
بے شک اُسے اللہ نے تم پر چن لیا اور اسے
علم اور جسم میں کشادگی زیادہ دی اور اللہ اپنا

بَشَاءٌ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝

ملک جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا علم

(البقرہ: ۲۴۷) والا ہے۔

یعنی نسل اور دولت پر سلطنت اور وراثت کا استحقاق نہیں۔ علم اور قوت دونوں سلطنت کے لیے معین ہیں۔ علم کا تعلق روح سے اور قوت کا تعلق بدن سے ہے۔ مردِ مومن اسی لیے رہبانیت سے روکا گیا ہے اور دنیا کی مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ مشکلات کا مقابلہ کرنے والا ہی خودی والا ہوتا ہے۔

مَعْرَةَ اٰہِلِ فِکْرٍ، فِلْسَفَہٗ پِیچِ پِیچِ
مَعْرَةَ اٰہِلِ ذِکْرِ، مَوْسٰی و فِرْعَوْنَ و طَوْرٍ
مَصْلِحًا کَہ دِیَا مِیْنِ نَہِ مَسْلَمٰہِا تَحْجَہِ
تِیْرَہِ نَفْسِ مِیْنِ نَہِیْنِ گَرْمِیْ یَوْمِ النَّشْوْرِ!

خوار جہاں میں کبھی ہو نہیں سکتی وہ قوم
عشق ہو جس کا جسور، فقر ہو جس کا غیور!

[ص ۵۱۳-۵۱۴]

فلسفہ پِیچِ پِیچِ کوئی فخر کی بات نہیں بلکہ کفر و باطل اور مشکلات کا مقابلہ کرنا فخر کی بات ہے۔ وہ قوم کبھی ذلیل نہیں ہو سکتی جو مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کرتی ہے اور سوائے اللہ کے کسی کو خاطر میں نہیں لاتی۔

وَعَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونِي شَيْئًا

اللہ نے وعدہ دیا اُن کو جو تم میں سے ایمان لائے اور عمل صالح کیے کہ ضرور انھیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور ان کے لیے جمادے گا اُن کا وہ دین جو اُن کے لیے پسند فرمایا ہے اور ضرور اُن کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ میری ہی عبادت کریں، میرا شریک کسی

(النور: ۵۵)

کو نہ ٹھہرائیں۔

تسلیم و رضا

ہر شاخ سے یہ نکتہ پچیدہ ہے پیدا
پودوں کو بھی احساس ہے پہنائے فضا کا!
جرات ہو نمو کی تو فضا تنگ نہیں ہے
اے مردِ خدا ملکِ خدا تنگ نہیں ہے

[ص ۵۱۴-۵۱۵]

ثُمَّ شَفَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ۚ فَانْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ۚ
(عبس: ۲۶-۲۷) اناج۔
اُگنے اور بڑھنے کی صلاحیت ہر چیز میں رکھی گئی ہے اور انسان کو بھی بڑھنے اور ترقی کرنے کے اسباب سمجھائے گئے ہیں:

الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ مَهْدًا ۖ وَجَعَلَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۚ
جس نے تمہارے لیے زمین کو کچھونا بنایا اور تمہارے لیے اس میں راستے بنائے کہ تم راہ پاؤ۔
(الزخرف: ۱۰)

وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ بِسَاطًا ۚ لَتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۚ
اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو کچھونا بنا دیا کہ اس کے وسیع راستوں میں چلو۔
(نوح: ۱۹-۲۰)

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ ذُلُولًا ۚ فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَارْضُ اللَّهُ وَاسِعَةً ۚ
وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین رام کر دی تو اس کے راستوں میں چلو۔ اور اللہ کی زمین وسیع ہے۔
(الملک: ۱۵) (الزمر: ۱۰)

سُرورِ جو حق و باطل کی کارزار میں ہے
تو حرب و ضرب سے بیگانہ ہو تو کیا کہیے!

[ص ۵۱۵]

إِنَّ الدِّينَ أَمْنٌ ۖ وَالَّذِينَ هَاجَرُوا ۖ بَشَرًا لَّيْسَ لَهُمْ شِرْكٌ ۚ وَهُوَ يَأْتِيهِمْ لَيْلًا وَنَهَارًا ۚ

وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ لَكُمْ يَرْجُونَ
 اللَّهُ كِي رَاه مِل لڑے وه رحمتِ الہی کے امید
 (البقرہ: ۲۱۸) وار ہیں۔

هو بنده آزاد اگر صاحبِ الہام ہے اس کی نگہ فکر و عمل کے لیے مہمیز!
 [ص ۵۱۶]

اگر فکر و عمل صالح کے لیے کوئی شخص مستعد ہو تو سمجھنا چاہیے کہ اس کو اللہ کی طرف سے الہام
 ہوا ہے اور یہی تقویٰ ہے۔

فَالهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۗ
 پھر (ہر نفس اور جان کو) الہام کیا (سمجھ دی)
 (الشمس: ۸) اُس کی بدکاری اور اس کا تقویٰ۔

تقوی القلوب دراصل خیر کے لیے شدید رغبت اور شر کے لیے شدید نفرت کو کہتے ہیں۔

میری مشکل؟ مستی و شور و سرور و درد و داغ

تیری مشکل؟ مے سے مے ساغر کہ مے، ساغر سے ہے!

[ص ۵۱۷]

فلسفی صرف سوچنا جانتا ہے۔ اگر یہ بات بھی حل ہو جائے کہ شراب سے ساغر ہے یا ساغر
 کی وجہ سے شراب ہے (مرغی سے انڈا ہے یا انڈے سے مرغی ہے) تب بھی کون سا فائدہ حاصل
 ہوگا؟ ہم کو تو یہ مسئلہ حل کرنا ہے کہ فرد اور جماعت میں بے داری اور عمل کیونکر پیدا ہو۔

وَالْعَصْرِ ۗ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۗ إِلَّا
 اللذین امنوا و عملوا الصلحت
 ضرور گھاٹے میں ہے مگر جو ایمان لائے اور
 عمل صالح کیے اور ایک دوسرے کو حق کی
 (العصر: ۱-۳) تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

گویا فرد کے لیے ایمان اور عمل صالح ہے اور جماعت کے لیے ایک دوسرے کو حق اور صبر
 کی تاکید۔ اس طرح قوم درست ہو سکتی ہے اور قوموں کی تاریخ یہی بات سکھاتی ہے۔

لاهور کے مسلمانوں اور کراچی کے غازی عبدالقیوم وغیرہ نے دین کی خاطر جو قربانیاں دی

تھیں، ان کے متعلق علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ ان شہیدوں کی دیت (خون بہا) کہاں مل سکتی ہے اور یہ لوگ تو ابدی زندگی حاصل کر چکے ہیں:

نظر اللہ پہ رکھتا ہے مسلمانِ غیور
موت کیا شے ہے؟ فقط عالمِ معنی کا سفر!

آہ! اے مردِ مسلمان تجھے کیا یاد نہیں؟
حرفِ لا تدع مع اللہ الہا آخرا!

[ص ۵۱۷-۵۱۸]

یہ آیت سورۃ القصص (۸۸) میں ہے؛ یعنی سوائے اللہ کے کسی اور کو خدا نہ ٹھہرا (یعنی غیر اللہ کو خاطر میں بھی نہ لا)۔

وہ نبوت ہے مسلمان کے لیے برگِ حشیش!
جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام!

[ص ۵۱۸]

وہ شخص ہرگز پیغمبر نہیں ہو سکتا جو حسن بن صباح کی طرح حشیش پلا کر اپنی جماعت میں داخل کرے اور چوری چھپے کے کام سکھائے۔ صفحہ ۵۱۲ میں سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۲۷ آچکی ہے کہ علم اور قوت دونوں کی ضرورت ہے۔ پھر ہمارے لیے تو یہ حکم ہے:

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَ الْآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفِّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ○

(الانفال: ۶۰) ہے اور (ان کاموں کے لیے) اللہ کی راہ

میں جو کچھ خرچ کرو گے تمہیں پورا دیا جائے گا اور کسی طرح گھائے میں نہیں رہو گے۔

اگر نہ ہو تجھے الجھن تو کھول کر کہہ دوں
وجودِ حضرتِ انساں، نہ روح ہے، نہ بدن!

[ص ۵۱۹]

انسان روح اور بدن کا مرکب نہیں ہے بلکہ خلیفۃ اللہ ہے جو ہمیشہ اپنی شایانِ شان
کارگزاریوں سے زندہ و پابندہ رہے گا۔

سورۃ البقرہ میں فرشتوں سے اللہ کا ارشاد ہے:

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۗ
بے شک میں زمین میں (انسان) کو اپنا
نائب بنانے والا ہوں۔ (البقرہ: ۳۰)

چنانچہ اللہ کی طرح اس کا نائب بھی زندہ و پابندہ ہے اگر وہ نائب بن کر رہے۔

مکے نے دیا خاکِ جنیوا کو یہ پیغام
جمعیتِ اقوام کہ جمعیتِ آدم؟

[ص ۵۲۰]

جنیوا میں جمعیتِ اقوام (ع) بہر تقسیم تمورا نچمنے ساختہ اند) قائم کی گئی تھی جہاں عقل و دانش
کا دعویٰ کرتے ہوئے وہ اپنی پارٹی والی قوموں کی حمایت کرتی تھیں، خواہ دوسری پارٹی لاکھ حق پر
ہو۔ ان کے برعکس مکہ معظمہ تمام انسانوں کے لیے (بغیر کسی رنگ و نسل کی تفریق کے) مرکز ہے۔

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ
بے شک سب میں پہلا گھر جو انسانوں کی
مُبرَّكًا وَ هُدًى لِّلْعَالَمِينَ ۖ
عبادت کے لیے مقرر ہوا وہ مکہ میں ہے

(آل عمران: ۹۶) برکت والا اور سارے جہانوں کا راہنما۔

جو انوں کو یہ سبق دیتی ہے:

ع دے ان کو سبق خود شکنی، خود نگری کا

[ص ۵۲۰]

تا کہ وہ اپنے منصب نیابتِ الہی کو پہچانیں اور مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔ صفحہ ۵۱۰
میں سورۃ البلد کی آیت ۴ دیکھیں۔

ع قوتوں کی حیات ان کے تخیل پہ ہے موقوف

كُلُّ حَزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ۝ ہر گروہ جو اس کے پاس ہے اُسی پر خوش
(الروم: ۳۲) ہے۔

ع ہو زندہ کفن پوش تو میت سے سمجھیں

[ص ۵۲۱]

اگر کوئی قوم، باوجود زندہ ہونے کے، کفن پہن لے اور بالکل ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جائے تو ہمارے نزدیک ایسی قوم ہی میت ہے۔ سورۃ الصُّفّت میں جنت اور دوزخ میں جانے والے دو ساتھیوں کا انجام مذکور ہے۔ اس کے ساتھ ہی ارشاد ہے:

لِمِثْلِ هَذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَمَلُونَ ۝ اذْ لِكَ ایسی ہی بات کے لیے عمل والوں کو محنت کرنا
خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقْوَمِ ۝ چاہیے۔ تو یہ مہمانی (جنت کی) بھلی یا تھوہر
(الصُّفّت: ۶۱-۶۲) کا درخت؟

”مردِ مسلمان“ کے عنوان سے نظم ہے:

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان!

[ص ۵۲۲]

سورۃ الرحمن میں اللہ پاک کے متعلق ہے:

كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ۝ (الرحمن: ۲۹) اُسے ہر دن کام ہے۔
اسی طرح خلیفۃ اللہ کو ہونا چاہیے۔

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان!

[ص ۵۲۲]

یہ چاروں الفاظ مختلف صیغوں میں قرآن پاک میں آئے ہیں۔

- ۱- قہاری: قہار یعنی ایسا زبردست غالب جس کے مقابلے میں سب ذلیل ہیں۔
- ۲- غفاری: غفار (صیغۃ مبالغہ)۔ غفر کے معنی ہیں کسی چیز کو محفوظ رکھنے کے لیے کسی چیز میں چھپا دینا۔ پس غفار کے معنی بہت معاف کرنے والا۔

- ۳- قدوسی: قدوس، یعنی بہت پاک ذات۔
- ۴- جبروت: جبار، یعنی زبردست، زور آور۔ ایک معنی یہ بھی ہیں کہ وہ نقصانات کو پورا کرتا ہے اور احوال کو درست کرتا ہے۔
- بہر حال یہ تمام صفات اللہ کی ہیں اور اللہ کے خلیفہ میں بھی ہونی چاہئیں۔
- جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
- دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان!

[ص ۵۲۲]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں رہنے والوں کی شان یہ بیان ہوئی ہے:

وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ
مَعِيَّتٍ فِيهِمْ (الفتح: ۲۹)

اور جو لوگ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ہیں وہ کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں بہت نرم دل ہیں۔

علامہ اقبال کے ظرف کی بلندی ہے کہ وہ اپنوں کے نقائص بھی برملا بیان کرتے ہیں۔

”پنجابی مسلمان“ میں کہتے ہیں:

ندھب میں بہت تازہ پسند اس کی طبیعت
کر لے کہیں منزل تو گذرتا ہے بہت جلد
تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرتا
ہو کھیل مریدی کا تو ہرتا ہے بہت جلد!

[ص ۵۲۳]

وہ اپنے ایک مکتوب میں بھی لکھتے ہیں:

یہاں کے لوگوں میں اثر قبول کرنے کا مادہ زیادہ ہے۔ سادہ دل صحرائیوں کی طرح ان میں ہر قسم کی باتیں سننے اور ان سے متاثر ہو کر ان پر عمل کرنے کی صلاحیت اور مقامات سے بڑھ کر ہے۔ ایک معمولی جلسے کے لیے آٹھ دس ہزار مسلمانوں کا جمع ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں بلکہ بیس بیس ہزار کا جمع بھی غیر معمولی نہیں۔ یہ بات پنجاب کے ہندوؤں میں بھی نہیں پائی جاتی۔^{۳۷}

ایسے سادہ دل لوگوں کے متعلق سورۃ التوبہ میں ارشاد ہے:

وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

اور کچھ گاؤں والے وہ ہیں جو اللہ اور قیامت

الْآخِرِ وَ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرْبًا عِنْدَ اللَّهِ وَ
صَلَوَاتِ الرَّسُولِ ۗ اَلَا اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ۗ
سَيَدْخِلُهُمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ اِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ
رَّحِيمٌ ۝ (التوبہ: ۹۹)

پر ایمان رکھتے ہیں اور جو خرچ کریں اُسے
اللہ کی نزدیکیوں اور رسولؐ سے دعائیں لینے
کا ذریعہ سمجھیں۔ ہاں وہ اُن کے لیے باعثِ
قرب ہے۔ اللہ جلد انہیں اپنی رحمت میں داخل
کرے گا بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ہے مملکتِ ہند میں اک طرفہ تماشا

اسلام ہے محبوس، مسلمان ہے آزاد!

[ص ۵۲۴]

لوگ اپنی آزادی رائے سے اسلام اور قرآن کی من مانی تاویل کرتے ہیں، یعنی:

ع خود بدلتے نہیں، قرآن کو بدل دیتے ہیں

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ
مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخْرُ
مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ
فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ
وَ ابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ ۗ

وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری۔ اس
کی کچھ آیتیں صاف معنی رکھتی ہیں۔ وہ
کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ ہیں جن
کے معنی میں اشتباہ ہے۔ وہ جن کے دلوں میں
کچھ ہے وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑتے ہیں
گمراہی چاہنے اور اس کا پہلو ڈھونڈنے کو۔
(آل عمران: ۷)

ع فرنگیوں میں اخوت کا ہے نسب پہ قیام

[ص ۵۲۴]

قرآن نے تو یہ تعلیم دی تھی:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى
وَ جَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۗ اِنَّ
اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اَتْقَىٰكُمْ ۗ

اے لوگو، ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک
عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور
قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔ بے شک
اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ
ہے جو تم میں زیادہ تقویٰ رکھتا ہے۔
(الحجرات: ۱۳)

یعنی رنگ و نسل وغیرہ صرف آپس کی پہچان کے لیے ہے اور صحیح بزرگی تقویٰ کی وجہ سے ہے۔

نہادِ زندگی میں ابتدا لا، انتہا الاّٰ پیامِ موت ہے جب لا ہوا الاّٰ سے بیگانہ
[ص ۵۲۴]

صرف لا کہنا گویا موت ہے اور چونکہ خدا کا انکار ہے اس لیے خدا کی پیدا کردہ ہر چیز حتیٰ
کہ دنیا اور خود اپنی جان سے انکار ہے۔ کیا کوئی اور ہستی دنیا کو پیدا کر سکتی ہے؟
أَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ ۗ
تو کیا جو بنائے وہ ایسا ہے جو نہ بنائے؟

(النحل: ۱۷)

نہیں وجودِ محدود و ثغور سے اس کا محمدِ عربی سے ہے عالمِ عربی!
[ص ۵۲۶]

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَ نَذِيرًا ۝
(الانبیاء: ۲۸) رسالت سے جو تمام انسانوں کو گھیرنے والی
ہے بشیر اور نذیر بن کر۔

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات مومن فقط احکامِ الہی کا ہے پابند
[ص ۵۲۶]

إِنِّ أَحْسَنُّكُمْ أَحْسَنُّكُمْ لَأَنْفُسِكُمْ ۗ وَإِنِّ أَسْأَتُمْ فَلَهَا ۗ
(بنی اسرائیل: ۷) بُرَا كُرُو كُو تُو اِنَا
یہ پیامِ انسان کے لیے ہے لیکن نباتات و جمادات اور غیر انسانی حیوانات کے لیے نہیں۔
وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَىٰ ۗ (الاعلیٰ: ۳) اور جس نے مقدر کیا پھر ہدایت دی۔
یعنی انسان کی اور ہر چیز کی تقدیر بھی بنائی لیکن ہدایت بھی فرمائی کہ وہ اپنی راہ ڈھونڈ لے۔

لحد میں بھی یہی غیب و حضور رہتا ہے!

اگر ہو زندہ تو دل ناصبور رہتا ہے!

صفحہ ۵۰۲ میں سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۵۴ کی تفسیر دیکھیں۔

غم میں نہ ہو کہ پراگندہ ہے شعورِ ترا
فرنگیوں کا یہ افسوں ہے، تم باذن اللہ

[ص ۵۲۶-۵۲۷]

مغرب والوں نے احساسِ کمتری میں مبتلا کر رکھا ہے ورنہ تم اگر بیدار ہو جاؤ تو عیسیٰ علیہ السلام کی طرح مُردوں کو بھی زندہ کر سکتے ہو۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

أَنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ
فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ وَ
أَبْرِي الْأَكْمَمَةَ وَالْأَبْرَصَ وَ أَحْيِي الْمَوْتَى
بِإِذْنِ اللَّهِ (آل عمران: ۴۹)

کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرند کی سی
مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا
ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم
سے اور میں شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور
سفید داغ والے کو اور میں مُردوں کو زندہ
کر دیتا ہوں اللہ کے حکم سے۔

حیات و موت نہیں التفات کے لائق
فقط خودی ہے خودی کی نگاہ کا مقصود

[ص ۵۳۰]

صرف حیات و موت پر نظر رکھنے کے بجائے اگر ہم یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ ہم کیا ہیں،
ہمارا مقام کیا ہے اور مقصدِ زندگی کیا ہے؟ تو ہم وہ کام انجام دے سکتے ہیں جو حیات اور موت کے
تخیل سے بھی بہت بلند ہیں۔

وَ إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِیْ
الْاَرْضِ خَلِیْفَةً

اور (یاد کرو) جب تمہارے رب نے
فرشتوں سے فرمایا، میں زمین میں اپنا نائب

(البقرہ: ۳۰) بنانے والا ہوں۔

نیابتِ الہی تقاضا یہی ہے کہ موت و حیات سے بے نیاز ہو کر انسان وہ کام کرے جو اس
کے منصب کے مطابق ہوں۔

جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شپِ تاریک، سحر کر نہ سکا

[ص ۵۳۱]

زمانہ حاضر کا انسان بے شک سورج کی شعاعوں کو گرفتار کر سکتا ہے لیکن خود اپنی زندگی کی تاریکی کو دور نہیں کرتا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَ لَكِنَّ النَّاسَ
أَنفُسُهُمْ يَظْلِمُونَ ۝
بے شک اللہ لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا، ہاں
لوگ ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں (کہ وہ
غور نہیں کرتے)۔ (یونس: ۲۴)

وَ فِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝ وَ فِي
أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝
اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کو اور
خود تم میں، تو کیا تمہیں سوچتا نہیں؟
(الذاریت: ۲۰-۲۱)

نظر آتے نہیں بے پردہ حقائق ان کو
آنکھ جن کی ہوئی محلومی و تقلید سے کور

[ص ۵۳۱]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

غلام قوم مادیات کو روحانیت پر مقدم سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور جب انسان میں خوئے غلامی راسخ ہو جاتی ہے تو وہ ہر ایسی تعلیم سے بیزاری کے بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد قوتِ نفس اور روح انسانی کا ترفع ہو۔^{۲۴}

ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا عَبْدًا مَمْلُوكًا لَا يَقْدِرُ
عَلَى شَيْءٍ وَ مَنْ رَزَقْنَاهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ
يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَ جَهْرًا ۗ هَلْ يَسْتَوُونَ ۗ
اللہ ایک مثال بیان کرتا ہے۔ ایک غلام ہے
جو دوسروں کے بس میں ہے۔ کسی چیز پر اس
کا بس نہیں چلتا اور ایک وہ ہے جسے ہم نے
اپنی طرف سے اچھی روزی عطا کی ہے اور
(النحل: ۷۵)

وہ اس میں سے چھپا کر اور ظاہر اخرج کرتا
ہے۔ کیا وہ برابر ہو جائیں گے؟

خودی کو جس نے فلک سے بلند تر دیکھا
وہی ہے مملکتِ صبح و شام سے آگاہ!

[ص ۵۳۲]

آسمان کسی کی قسمت پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ آسمان سے بھی بہت بلند انسان کی خودی ہے جو انسان کو قوتِ نفس کی تعلیم دیتی ہے۔

وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَّا فِي
الْاَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝
(الجاثیہ: ۱۳)

اور مسخر کر دیے گئے تمہارے لیے جو کچھ
آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب
اپنے حکم سے۔ بے شک اس میں نشانیاں
ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

آج کل کے مصلحین ایسے ہیں کہ:

نئی بجلی کہاں اُن بادلوں کے جیب و دامن میں
پرانی بجلیوں سے بھی ہے جن کی آستیں خالی!

[۵۳۳ص]

جدید دنیا کی چالوں سے بچنے کے لیے ہمارے لیڈروں میں کوئی صلاحیت نہیں پائی جاتی
بلکہ وہ تو پرانی سیاست سے بھی واقف نہیں، حالانکہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَ اَعِدُّواْ لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَ مِّنْ
رِّبَاطِ الْخَيْلِ
(الانفال: ۶۰)

اور تم تیار رکھا کرو ان کے لیے جتنا تم سے ہو
سکے قوت اور طاقت کی چیزیں اور جنگی
گھوڑے (ساز و سامان)۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ
رَاطِبُوْا ۗ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝
(آل عمران: ۲۰۰)

اے ایمان والو! ثابت قدم رہو اور باہم
ہمت دلاتے رہو (مقابلے میں مضبوطی کرو)
اور لگے رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم
کامیاب رہو۔

فسادِ قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیّت کی رہ سکی نہ عقیف!

[۵۳۳ص]

ہر مدنیّت میں اور ہر جگہ ایک ہی شریعت تھی لیکن لوگوں نے اپنی ہوا اور خواہش سے اسے بدل دیا۔
لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَ مِنْهَا جَآءَ
وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّ اٰحَدَةً وَ لٰكِنْ
ہم نے تم سب کے لیے ایک ایک شریعت
اور راستہ رکھا اور اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی

لِيَلْبُوكُمْ فِي مَا أَنْتُمْ فَأَسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۗ
 إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا
 كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝
 (المائدہ: ۴۸)

امت کر دیتا مگر منظور یہ ہے کہ جو کچھ تمہیں
 دیا اس میں تمہیں آزمائے تو بھلائیوں کی
 طرف سبقت چاہو۔ تم سب کا پھرنا اللہ ہی
 کی طرف ہے۔ تو وہ تمہیں بتا دے گا جس
 بات میں تم جھگڑتے تھے۔

وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ
 اللَّهُ شَيْئًا أُولَئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ
 يُطَهِّرْ قُلُوبَهُمْ ۗ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ
 فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ (المائدہ: ۴۱)

اور جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے تو ہرگز تو اللہ سے
 اس کا کچھ نہ بنا سکے گا۔ وہ ہیں کہ اللہ نے ان
 کا دل پاک کرنا نہ چاہا۔ انھیں دنیا میں
 رسوائی ہے اور انھیں آخرت میں بڑا عذاب۔

اسی لیے فرنگ کے سنجیدہ لوگ اب اپنی تہذیب سے بیزار ہو رہے ہیں اور وہاں کے بہت
 سے لوگ اب دوسرے ملکوں میں منتقل ہونا پسند کرتے ہیں۔

اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی
 ہو جس کے جوانوں کی خودی صورت فولاد!
 شاہیں کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا
 پُردم ہے اگر تُو، تو نہیں خطرہ افتاد!

[ص ۵۳۴]

قوم میں ایمان اور یقین کی قوت ہو تو وہ ضرور غالب ہو کر رہے گی۔ سورہ ال عمران میں
 وعدہ کیا گیا ہے:

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا ۚ وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ
 كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ (آل عمران: ۱۳۹) گے اگر تم مومن ہو۔

سُلطان ٹیپو کی وصیت

تُو رہ نورِ شوق ہے؟ منزل نہ کر قبول
 لیلیٰ بھی ہم نشین ہو تو محمل نہ کر قبول!

باطل دوئی پسند ہے، حق لا شریک ہے
شرکت میانہ حق و باطل نہ کر قبول!

[۵۳۴-۵۳۵ص]

علامہ اقبال ٹیپو سلطان کے متعلق لکھتے ہیں:

ٹیپو ہندوستان کا آخری مسلمان سپاہی تھا جس کو ہندوستان کے مسلمانوں نے جلد فراموش کر دینے میں بڑی ناصافی سے کام لیا ہے۔ جنوبی ہندوستان میں جیسا کہ میں نے خود مشاہدہ کیا ہے اس عالی مرتبت مسلمان سپاہی کی قبر زندگی رکھتی ہے بہ نسبت ہم جیسے لوگوں کے جو بظاہر زندہ ہیں یا اپنے آپ کو زندہ ظاہر کر کے لوگوں کو دھوکا دیتے رہتے ہیں۔^{۲۵}

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَ صَابِرُوا وَ
دَلَاتِي رَهْوَ اور جہاد کے لیے مستعد رہو اور
اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو۔ (آل عمران: ۲۰۰)

فَلَمَّا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَىٰ ۝
ہم نے کہا خوف نہ کر بے شک تُو ہی غالب
(طلہ: ۶۸) رہے گا۔

ع میں اجمعی، نہ ہندی، نہ عراقی و حجازی

[۵۳۵ص]

پیام پہنچانے والے پر فرض ہے کہ وہ زندگی اور بیداری کا پیام پہنچائے۔

سورة الاعراف میں نوح علیہ السلام کا پیام مذکور ہے:

أَبْلِعْكُمْ رِسَالَتِي رَبِّي وَ أَنْصَحْ لَكُمْ وَ
اور تمہارا بھلا چاہتا ہوں اور میں اللہ کی
اعرف: ۶۲) طرف سے وہ علم رکھتا ہوں جو تم نہیں رکھتے۔

جس بندہ حق میں کی خودی ہو گئی بیدار

شمشیر کی مانند ہے بڑندہ و بڑاق!

[۵۳۳ص]

جو شخص یہ یقین رکھتا ہے کہ وہ خلیفۃ اللہ ہے وہ غیر اللہ کو خاطر میں بھی نہیں لاتا اور کسی مشکل کو

مشکل نہیں سمجھتا، کیونکہ دنیا تو اسی کے لیے پیدا کی گئی ہے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ يَرْجِعُ الْجِبَالَ كَالْعِهْنِ وَمَا يَشَاءُ يَجْعَلُ لَهَا جَنَابًا وَإِنَّهُ يَجْعَلُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا (البقرہ: ۲۹)

جب تمام چیزیں انسان ہی کے لیے بنائی گئی ہیں تو پھر وہ ان کو نہ برتے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جائے تو یہ بات اس کے منصب کے منافی ہے۔

خودی کی تربیت

خودی کی پرورش و تربیت پہ ہے موقوف
کہ مشیتِ خاک میں پیدا ہو آتشِ ہمہ سوز!
یہی ہے سرِّ کلیسیا ہر اک زمانے میں
ہوئے دشت و شعیب و شبانی شب و روز!

[ص ۵۳۷]

خودی کی تربیت ہو جاتی ہے تو ایسی قوت پیدا ہوتی ہے جس کے سامنے پوری فرعونیت ختم ہو سکتی ہے۔

بالِ جبریل، ص ۳۸۰ میں بھی ہے:

دمِ عارف نسیمِ صمد ہے اسی سے ریشہٴ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسرِ شبانی سے کلیسیا دو قدم ہے

سورۃ القصص: آیات ۲۱-۲۸ میں اس تربیت کا ذکر ہے۔ یہی تربیت پھر فرعونیت پر غالب

کر دیتی ہے:

قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَىٰ ۝ ہم نے فرمایا، خوف نہ کر۔ بے شک تو ہی

(طہ: ۶۸) غالب رہے گا۔

ہو فکر اگر خام تو آزادی افکار انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ!

[ص ۵۳۸]

صفحہ ۵۲۴ میں سورۃ ال عمران کی آیت ۷ ملاحظہ فرمائیں۔

خودی ہوزندہ تو دریائے بیکراں پایاب خودی ہوزندہ تو کہسار پر نیان و حریر!
[ص ۵۳۸]

خودی کی تربیت سے ایسی سخت کوشی کی عادت پیدا ہو جاتی ہے کہ کسی مشکل کو مشکل نہیں سمجھا جاتا۔ سورۃ الکہف میں موسیٰ علیہ السلام کے عزم سخت کوشی کا ذکر آتا ہے:

وَ إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ ۖ (یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا، میں باز نہ رہوں گا جب تک وہاں نہ مَجْمَعُ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُفًّا ۚ (الکہف: ۶۰) پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرونوں (سا لہا سال) چلا جاؤں۔

صفحہ ۵۳۷ کی آیتیں بھی دیکھیں۔

قسمتِ بادہ مگر حق ہے اسی ملت کا
انگلیں جس کے جوانوں کو ہے تلخابِ حیات!

[ص ۵۳۹]

مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا اور صرف مشکلات کو پسند کرنا (تن آسانی کو ناپسند کرنا) کامیابی کا پیش خیمہ ہے۔ ابھی اوپر سورۃ الکہف کی آیت ۶۰ میں اسی سخت کوشی کا پیام مذکور ہوا ہے۔

آزاد کا ہر لحظہ پیامِ ابدیت محکوم کا ہر لحظہ نئی مرگِ مفاجات
آزاد کا اندیشہ حقیقت سے متور محکوم کا اندیشہ گرفتارِ خرافات
محکوم کے حق میں ہے یہی تربیتِ اچھی موسیقی و صورتِ گری و علمِ نباتات!
[ص ۵۴۰]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں بھی لکھتے ہیں:

جب انسان میں خوںِ غلامی راسخ ہو جاتی ہے تو وہ ہر ایسی تعلیم سے بیزار ہے کہ بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد قوتِ نفس اور روحِ انسانی کا ترقی ہو۔^{۲۶}

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۚ آپ فرمادیں کہ کیا ہم تمہیں بتادیں کہ سب

الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝
 اُن کے جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں گم ہوگئی اور وہ اس خیال میں ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔
 یہ لوگ قوتِ نفس اور روحِ انسانی کے ترفع کے لیے کوشاں نہیں بلکہ گھٹیا کام کرتے ہیں۔

ع اہل دانش عام ہیں، کم یاب ہیں اہل نظر

[ص ۵۴۱]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ
 بے شک اللہ کا بہت بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انھی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اُس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں علم و حکمت سکھاتا ہے۔ (آل عمران: ۱۶۴)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اور صحبت سے جو تربیت حاصل ہوئی اس کے سامنے کتابی علم والوں کی کوئی حقیقت نہیں۔

ع نمود جس کی فرازِ خودی سے ہو، وہ جمیل

[ص ۵۴۲]

قوتِ نفس اور روحِ انسانی کے ترفع کے لیے جو تجلیل ہو صرف وہی صحیح ہے اور جمیل بھی۔
 يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْآخِرَةِ
 اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

(ابراہیم: ۲۷)

ایسے لوگ ہی حق بات کی وجہ سے قائم اور ثابت رہتے ہیں اور یہی لوگ قوتِ نفس اور روحِ انسانی کے ترفع کو قائم کر سکتے ہیں۔

خودی کی موت سے ہندی شکستہ بالوں پر
 قفس ہوا ہے حلال اور آشیانہ حرام!

[ص ۵۴۲]

علامہ اقبال اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:
افسوس ہے کہ مسلمان مُردہ ہیں۔ انحطاطِ ملی نے اُن کے تمام قویٰ کوشل کر دیا ہے اور انحطاط کا سب سے بڑا جادو یہ ہے کہ یہ اپنے صید پر ایسا اثر ڈالتا ہے جس سے انحطاط کا مسحور اپنے قاتل کو اپنا مُرتبی تصور کرنے لگ جاتا ہے۔ یہی حال اس وقت مسلمانوں کا ہے۔^{۷۷}

انسان نے جب کبھی اپنے منصب (نیابتِ الہی) کو فراموش کیا تو خود کو ذلیل و خوار بنا لیا۔

أَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوحٍ وَ
عَادٍ وَ ثَمُودَ وَ قَوْمِ إِبْرَاهِيمَ وَ أَصْحَابِ
مَدْيَنَ وَ الْمُؤْتَفِكَةَ ۗ أَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ
بِالْبَيِّنَاتِ ۖ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ
كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝

پاس لائے تھے (کہ وہ غیر اللہ کو نہ پوجیں)
تو اللہ کی شان نہ تھی کہ اُن پر ظلم کرتا بلکہ وہ خود

(التوبہ: ۷۰)

ہی اپنی جانوں پر ظالم تھے۔

چاہیے خانہ دل کی کوئی منزل خالی شاید آجائے کہیں سے کوئی مہمانِ عزیز
[ص ۵۳۳]

دل میں احساسِ خودی پیدا ہو جائے تو انسان اپنے منصب کے مطابق عمل کر سکتا ہے۔ یہ منصبِ خلافتِ الہی کا احساس اور اس شان کا عمل ہے۔

سورۃ البقرہ میں اسی منصب کا ذکر آتا ہے:

وَ إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی
الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ۗ

(البقرہ: ۳۰) بنانے والا ہوں۔

مردہ لادینی افکار سے افرنگ میں عشق

عقل بے ربطی افکار سے مشرق میں غلام

[ص ۵۳۳]

مغرب والے لوگ عمل میں سرگرم ضرور ہیں لیکن چونکہ لادین ہیں اس لیے وہ نہیں سمجھتے کہ

مشکلات کا مقابلہ کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ علم اصلاحِ نفس کے لیے ہے اور رزق کے لیے معمولی ساحیلہ بھی کافی ہے۔

يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ (المجادلہ: ۱۱) میں سے ایمان لائے اور انہیں جن کو علم دیا گیا۔ ایمان اور علم ساتھ ساتھ ہیں اور صحیح علم وہی ہے جو اللہ کے نزدیک درجات کی بلندی کا ذریعہ ہے اور رزق تو اللہ سب کو دیتا ہے۔

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ أَوْ رِزْقُهَا (ہود: ۶) رزق کا ذمہ اللہ پر نہ ہو۔

حریفِ نکتہ توحید ہو سکا نہ حکیم نگاہ چاہیے اسرارِ لا الہ کے لیے [ص ۵۴۵]

یہ شعر مفکر نطشہ (Nietzsche) کے متعلق ہے جو خدا کا منکر تھا اور بہیمانہ قوتوں پر زور دیتا تھا۔ اِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعَثْنَا فِي نَفْسِكُمْ ذُرِّيَّتًا تُحِبُّونَ (الانفال: ۵۵) بے شک سب جان داروں میں بدتر اللہ کے نزدیک وہ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور ایمان نہیں لائے۔

کر سکتے تھے جو اپنے زمانے کی امامت وہ کہ نہ دماغ اپنے زمانے کے ہیں بیرو! [ص ۵۴۶]

آج کل کے اساتذہ ایسے ہی ہو گئے۔ سورۃ الروم کی آیت ۲۸ میں آقا اور غلام (استاد اور شاگرد) کی ایک مثال دی ہے۔ پھر اگلی آیت میں ارشاد ہوا ہے:

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَهْوَاءَ هُمْ بَغِيرٍ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَهْوَاءَ هُمْ بَغِيرٍ (الروم: ۲۹) بلکہ ظالموں نے اپنی خواہشوں کی پیروی کی علمِ

طے گا منزل مقصود کا اسی کو سراغ اندھیری شب میں ہے چیتے کی آنکھ جس کا چراغ! میسر آتی ہے فرصت فقط غلاموں کو نہیں ہے بندہ حُر کے لیے جہاں میں فراغ!

فروغِ مغربیاں خیرہ کر رہا ہے تجھے
جڑی نظر کا نگہبان ہو صاحبِ ما زاع!

[ص ۵۴۷]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں اللہ سے اتنے قریب ہو گئے کہ دو کمانوں کا فاصلہ بلکہ اس سے بھی کم۔ لیکن آپ کی آنکھ تک چکا چوندا نہ ہوئی۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغَىٰ ۝ (أُنْ كِي) آنکھ کسی طرف نہ پھری نہ حد سے

(النجم: ۱۷) بڑھی۔

جن کی یہ شان ہو ان کے امتی کی آنکھ اگر مغرب کی بناوٹی روشنی کے سامنے خیرہ ہو جاتی ہے تو بہت افسوس کی بات ہے۔ ان کو احساسِ کمتری میں مبتلا کر کے عمل سے دُور کر دیا گیا ہے، حالانکہ اُسی کو سکھایا گیا ہے:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَ آمَنُوا
بِمَا نَزَّلَ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ وَ هُوَ الْحَقُّ مِنْ
رَبِّهِمْ كَفَرُ عَنْهُمْ سَيَاتِهِمْ وَ أَصْلَحَ
بَالَهُمْ ۝ (محمد: ۷) سے حق ہے۔ اللہ نے ان کی برائیاں دور

کر دیں اور ان کی حالتیں سنوار دیں۔

اسی سورۃ میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کی بھلائی کا وعدہ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ
كَيْفَ تَشَاءُونَ يَنْصُرْكُمْ وَيُخْرِجْكُمْ
مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ اللَّهِ
وَهُوَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ (محمد: ۷) اے ایمان والو، اگر تم دینِ خدا کی مدد کرو

(محمد: ۷) جہادے گا۔

ایسی امت کیوں بے عمل ہے اور کیوں احساسِ کمتری میں مبتلا ہے؟

دینِ تعلیم

اور یہ اہلِ کلیسا کا نظامِ تعلیم
ایک سازش ہے فقط دینِ و مروت کے خلاف!

فطرت افراد سے انماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف!

[ص ۵۴۸]

علامہ اقبال (فرد اور جماعت کی خودی کے متعلق) لکھتے ہیں:
میں اُس خودی کا حامی ہوں جو گچی بے خودی سے پیدا ہوتی ہے، یعنی جو نتیجہ ہے ہجرت الی الحق
کرنے کا اور جو باطل کے مقابلے میں پہاڑ کی طرح مضبوط ہے..... حقیقی اسلامی خودی میرے
نزدیک اپنے ذاتی اور شخصی میلانات، رجحانات اور تخیلات کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند
ہو جانا ہے۔ اس طرح پر کہ اس پابندی کے نتائج سے انسان بالکل لا پرواہ ہو جائے اور محض رضا و
تسلیم کو اپنا شعار بنائے۔ یہی اسلامی تصوف کے نزدیک فنا ہے۔^{۲۹}
اہلِ کلیسا (برطانیہ) نے ہندوستان میں ایسا نظامِ تعلیم رائج کیا تھا جس سے فکرِ معاش بھی
پیدا ہوا اور احساسِ کمتری بھی تاکہ مسلمان قوم اپنے پاؤں پر کھڑی نہ ہو سکے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَ صَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ
وَ شَاقُّوا الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ
الْهُدَىٰ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَ سَيُحِبُّ
أَعْمَالَهُمْ ۝ (محمد: ۳۲)

بے شک وہ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ
سے روکا اور رسول کی مخالفت کی، اس کے
بعد کہ ہدایت اُن پر ظاہر ہو چکی تھی، وہ ہرگز
اللہ کو کچھ نقصان نہ پہنچائیں گے اور وہ بہت
جلد اُن کا کیا دھرا کا رت کر دے گا۔^{۳۰}

دردانِ خدا کا آستانہ! شہنشاہی سے خوشتر

[ص ۵۴۹]

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَعْدَائِكُمْ وَ كَفَىٰ بِاللَّهِ وَلِيًّا
وَ كَفَىٰ بِاللَّهِ نَصِيرًا ۝ (النساء: ۴۵)

اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو اور
اللہ کافی ہے والی اور اللہ کافی ہے مددگار۔
جس کا کارساز اللہ ہوا سے کیا اندیشہ؟ اللہ کے پیاروں کو اس لیے ولایت اور نصرت حاصل
ہوتی ہے کہ وہ اللہ کے ہوجاتے ہیں اور دنیا کے بادشاہ بھی اُن کے سامنے جھکے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ^{۳۱} (المتوفی ۱۰۳۴ھ) جن سے علامہ اقبال متاثر ہیں، ایک
مکتوب (نمبر ۱۳۲، دفتر اول) میں لکھتے ہیں:

”کناسی فقراء بہ از صدر نشینی اغنیاء است“۔

جو ہر میں ہو لا الہ تو کیا خوف تعلیم ہو گو فرنگیانہ!

[ص ۵۳۹]

جب اللہ سے رشتہ ہو جاتا ہے تو پھر کوئی بری چیز اپنا غلبہ نہیں ڈال سکتی۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ اِذَا كَانُوا لِلْاٰلِهَةِ مَحْبُوْبًا لَفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُو فَضْلٍ
عَلٰى الْعٰلَمِيْنَ ۝ (البقرہ: ۲۵۱) سارے جہانوں پر فضل کرنے والا ہے۔

یہ اللہ پاک کا نظام ہے اور اللہ ہی کے رشتے سے سب بلائیں ٹل جاتی ہیں۔

وہ بحر ہے آدمی کہ جس کا ہر قطرہ ہے بحر نیکرانہ

[ص ۵۳۹]

اللہ پاک نے انسان کے اندر کتنی صلاحیتیں ودیعت فرمائی ہیں کہ آسمانوں اور زمین کے اندر کی ہر چیز کو وہ مسخر کر سکتا ہے۔

وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (الجاثیہ: ۱۳)
اور تمہارے لیے مسخر کر دیے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہیں، سب کے لَقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ سب۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

غیرت ہے طریقتِ حقیقی غیرت سے ہے فقر کی غلامی

[ص ۵۵۰]

وہ انسان جو اللہ کا نائب اور خلیفہ ہے اُس کو زیب نہیں دیتا کہ وہ سوائے اللہ کے کسی اور کے آگے ہاتھ پھیلائے۔ کلمہ طیبہ کے یہی معنی ہیں اور سورۃ القصص میں بھی یہی پیام ہے:
وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ پکار۔

(القصص: ۸۸)

مومن کی اسی میں ہے امیری اللہ سے مانگ یہ فقیری

[ص ۵۵۱]

ابھی صفحہ ۵۵۰ میں سورۃ القصص کی آیت ۸۸ مذکور ہوئی، وہی یہاں کے لیے دیکھیے۔

فساد کا ہے فرنگی معاشرت میں ظہور کہ مرد سادہ ہے بیچارہ زن شناس نہیں
[ص ۵۵۴]

یورپ میں عورت کو مرد پر غلبہ حاصل ہے، اسی لیے بے شمار فسادات پیدا ہو گئے ہیں۔^{۳۲}
لیکن قرآن میں ارشاد ہے:

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ
مرد غالب ہیں عورتوں پر۔

(النساء: ۳۴)

اسی آیت میں مرد کی اس فضیلت کی تفصیل آتی ہے۔

تفاوت نہ دیکھا زن و شو میں میں نے وہ خلوت نشین ہے! یہ خلوت نشین ہے!
ابھی تک ہے پردے میں اولادِ آدم کسی کی خودی آشکارا نہیں ہے
[ص ۵۵۵]

نہ مرد نے اپنے منصب کو بیچا نا اور نہ عورت نے۔ سورۃ النساء میں یہ منصب اور ان میں سے
ہر ایک کے فرائض بتائے گئے ہیں:

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ فَالْصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ وَالَّتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فِعْظُوهُنَّ وَاهْزُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاصْبِرُوهُنَّ فَإِنَّ اطَّعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا كَبِيرًا ۝ (النساء: ۳۴)

مرد غالب ہیں عورتوں پر اس لیے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لیے کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کیے، تو نیک بخت عورتیں ادب والی ہیں، خاوند کے پیچھے حفاظت رکھتی ہیں جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو انہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ اور انہیں مارو۔ پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو ان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو۔ بے شک اللہ بلند بڑا ہے۔

اسلام میں زن و شو کے معاملات کا تخیل ہی سب سے مختلف ہے۔ اگر ان میں سے ہر ایک

کے حقوق کی حفاظت ہو تو پھر گھر بالکل جنت کا نمونہ بن سکتا ہے۔ زن و شو آپس میں سکون اور راحت پانے کے لیے ہیں۔

وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا
اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا کہ اس سے
چین پائے۔ (الاعراف: ۱۸۹)

هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ
وہ تمہارے لباس ہیں اور تم ان کے لباس۔
(البقرہ: ۱۸۷)

بڑھ جاتا ہے جب ذوقِ نظر اپنی حدوں سے
ہو جاتے ہیں افکار پر اگندہ و ابترا!
غیر مرد اور غیر عورت کے قریب آنے سے شیطان درمیان میں آجاتا ہے۔ اسی خوف کا ذکر
سورۃ النساء کی آیت ۳۴ میں آیا ہے، جو ابھی نقل ہوئی۔

مکالماتِ فلاطوں نہ لکھ سکی لیکن
اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرارِ افلاطوں!

[ص ۵۵۶]

عورت بڑی بڑی کتابیں نہیں لکھ سکتی لیکن بڑی بڑی کتابوں اور بڑے بڑے درجوں والوں
کی ماں تو ہوتی ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ
اور ہم نے انسان کو حکم دیا کہ اپنے ماں باپ
سے بھلائی کرے۔ اس کی ماں نے اسے
اپنے پیٹ میں رکھا تکلیف سے اور وضع کیا
فِصْلُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا
تکلیف سے، اور اُسے اٹھائے پھرنا اور اس
(الاحقاف: ۱۵)
کا دودھ چھڑانا تیس مہینے میں ہے۔

کیا چیز ہے آرائش و قیمت میں زیادہ
آزادی نسواں کہ زمرہ کا گلوبند؟
[ص ۵۵۷]

عورتوں کا آزادی کے ساتھ پھرنا اُن کے حق میں بہتر ہے یا گھر کی مالکہ بن کر رہنا اُن کے لیے زیادہ بہتر ہے؟

یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا عورت کی بصیرت ہی جواب دے سکتی ہے۔ آزادی میں اسے جو خطرات درپیش ہوتے ہیں وہ اس کی زبان اُسے نہ بتائے لیکن اس کا ضمیر اُسے بتاتا ہے۔ ان خطرات کا اشارہ سورۃ النساء کی آیت ۳۴ میں موجود ہے جو ابھی اوپر آچکی ہے۔

ع نسوانیتِ زن کا نگہبان ہے فقط مرد

[ص ۵۵۸]

عورت اپنے بچپن میں والدین (بالخصوص والد) کی حفاظت میں رہتی ہے۔ شادی کے بعد شوہر کی حفاظت میں اور ماں ہو کر اولاد (بیٹی) کی حفاظت ہی میں اسے عافیت بھی ہے اور عزت بھی۔ اس لیے فرمایا گیا ہے:

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ
مرد غالب ہیں عورتوں پر۔

(النساء: ۳۴)

تہذیبِ فرنگی ہے اگر مرگِ امومت
ہے حضرتِ انساں کے لیے اس کا ثرموت!

[ص ۵۵۸]

عورت اور مرد کے جوڑے دنیا کی آبادی کے مقصد سے بنائے گئے ہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً
اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورت

(النساء: ۱) پھیلا دیے۔“

جوہر مرد عیاں ہوتا ہے بے منتِ غیر
غیر کے ہاتھ میں ہے جوہرِ عورت کی نمود

[ص ۵۵۹]

اقبال اور قرآن

مرد کو اپنے جوہر کے عیاں کرنے کے لیے عورت کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن عورت کو عمر کی ہر منزل میں اور زندگی کے ہر قدم پر مرد کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ صفحہ ۵۵۷ کی آیت اور شعر دیکھیں۔

ع آتشیں لذتِ تخلیق سے ہے اس کا وجود!

[ص ۵۵۹]

صفحہ ۵۵۷ میں سورۃ النساء کی آیت دیکھیں۔

ہوئی ہے زیرِ فلک اُمتوں کی رسوائی

خودی سے جب ادب و دیں ہوئے ہیں بیگانہ!

[ص ۵۶۲]

اَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوحٍ وَ
عَادٍ وَ ثَمُوْدَآءَ وَ قَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَ اَصْحٰبِ
مَدِيْنَةٍ ۚ وَ الْمُؤْتَفِكٰٓتُ ۗ اَتَنْتَهُمْ رُسُلُهُمْ
بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيْظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ
كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ

کیا انھیں اپنے اگلوں کی خبر نہیں آئی؟ نوح
کی قوم اور عاد اور ثمود اور ابراہیم کی قوم اور
مدین والے اور وہ بستیاں کہ الٹ دی
گئیں۔ ان کے رسول، روشن دلائل لے کر
اُن کے پاس تشریف لائے تھے (کہ غیر اللہ کو نہ
پوجیں) تو اللہ کی شان نہ تھی کہ اُن پر ظلم کرتا
بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظالم تھے۔

(التوبہ: ۷۰)

دین کو چھوڑنے سے ذہن میں بھی کچی آجاتی ہے۔

خودی میں ڈوبنے والوں کے عزم و ہمت نے

اس آبخو سے کیے بحرِ بیکراں پیدا!

ہوائے دشت سے بوئے رفاقت آتی ہے

عجب نہیں ہے کہ ہوں میرے ہم عنان پیدا!

[ص ۵۶۳]

”ہوائے دشت“ مشکل پسندی سے عبارت ہے۔ عزم و ہمت والے وہی لوگ ہوتے ہیں جو مشکل پسند اور خود آگاہ ہوتے ہیں۔

زجاج گر کی دکان شاعری و مِلّائی

ستم ہے خوار پھرے دشت و در میں دیوانہ!

[ص ۵۶۳]

آج کل کے شعرا و علما نے اپنا شعور اور علم تن آسانی کے لیے وقف کر دیا ہے البتہ جو دیوانے دشت و در میں پھرتے ہیں یعنی جو مشکل پسند ہوتے ہیں وہی کامیاب ہیں، گو کہ بظاہر پریشان حال ہیں۔ ابھی اوپر سورۃ الکہف کی آیت ۶۰ کا ذکر آیا ہے وہ دیکھیں۔

اسی لیے آگے چل کر اقبال اپنے شعر سے خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ اے شعر! تو کسی شخص میں تو احساسِ نفس پیدا کر۔

پیرس کی مسجد کے متعلق کہتے ہیں:

حرم نہیں ہے، فرنگی کرشمہ بازوں نے
تن حرم میں چھپا دی ہے رُوح بت خانہ!

[ص ۵۶۵]

گویا یہ مسجدِ ضرار کی طرح ہے جس کا ذکر سورۃ التوبہ میں آتا ہے:

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضَرَارًا وَ كُفْرًا
وَ تَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ
حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهُ مِنْ قَبْلُ وَ لِيَحْلِفْنَ
اِنْ اَرَدْنَا اِلَّا الْحُسْنٰى ۗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ
لَكَذِبُوْنَ ۝ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ۗ

(التوبہ: ۱۰۷)

گواہ ہے کہ وہ بے شک جھوٹے ہیں۔ اس
مسجد میں تم کبھی کھڑے نہ ہونا۔

عشق اب پیرویِ عقلِ خدا داد کرے

آبرو کوچہٗ جاناں میں نہ برباد کرے

[ص ۵۶۵]

اب شعر و شاعری کو غزل تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ اللہ کی باتوں کے لیے اُسے استعمال کیا

جائے تاکہ قوم اور ملک کو مفید ثابت ہو سکے۔

بُنِيَتْ لِلَّهِ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي
 الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْآخِرَةِ وَ يُضِلُّ اللَّهُ
 الظَّالِمِينَ ۝ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ۝
 ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور اللہ جو چاہے
 (ابراہیم: ۲۷) کرے۔

نگاہ ہو تو بہائے نظارہ کچھ بھی نہیں
 کہ بیچتی نہیں فطرت جمال و زیبائی!

[ص ۵۶۶]

وَ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً
 فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ
 خَضِرًا نُخْرَجُ مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا وَ مِنْ
 النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَ جَنَّاتٍ مِنْ
 أَعْنَابٍ وَ الزَّيْتُونِ وَ الرُّمَّانِ مُشْتَبِهًا وَ غَيْرِ
 مُتَشَابِهٍ ۝ انظُرُوا إِلَى ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَ
 يَنْعِهِ ۝ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝
 (الانعام: ۹۹)

اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا تو
 ہم نے اس سے ہر اگنے والی چیز نکالی۔ تو ہم
 نے اس سے نکالی سبزی جس سے دانے
 نکالتے ہیں اور ایک دوسرے پر چڑھے
 ہوئے کھجور کے گابھے سے پاس پاس گچھے
 اور انگور کے باغ اور زیتون اور انار، کسی بات
 میں ملتے اور کسی بات میں الگ۔ اس کا پھل
 دیکھو جب پھلے اور اس کا پکنا۔ بے شک
 اس میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لیے۔
 قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ
 وَ الطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ ۝
 (الاعراف: ۳۲) نکالی اور پاک رزق۔

یہ تمام جمال و زیبائی حرام نہیں، لیکن ان کے لیے نظر چاہیے۔

مسجد قوۃ الاسلام قطب مینار (دہلی) کی شان کے متعلق لکھتے ہیں:
 ہے تری شان کے شایاں اسی مومن کی نماز
 جس کی تکبیر میں ہو معرکہ بود و نبود

[ص ۵۶۷]

اگر صحیح ایمان اور علم والے آج بھی ہوں تو اللہ پاک ان کے درجات بلند فرماتا ہے (اور ان کی تکبیر میں بھی انقلاب انگیز نشان ہوتی ہے)۔

يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ
أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ (المجادلہ: ۱۱) جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرماتا ہے۔

ع رہا نہ تُو، تو نہ سوزِ خودی نہ سازِ حیات!

[ص ۵۶۸]

اگر انسان اپنے منصب کو بھول کر دوسروں کی غلامی اختیار کرے تو پھر وہ انسان ہی نہیں رہتا۔
انسان کے اس منصب کا ذکر اس آیت میں آتا ہے:

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي
الْأَرْضِ خَلِيفَةً ﴿۳۰﴾ فرشتوں سے فرمایا، میں زمین میں اپنا نائب

(البقرہ: ۳۰) بنانے والا ہوں۔

تو اللہ کے نائب کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ غیر اللہ کی غلامی اور پیروی اختیار کرے۔

گو کہ اقبال کا وطن (ہندوستان) مشرق کی امیدوں کا مرکز ہے:

ع خاور کی امیدوں کا یہی خاک ہے مرکز

[ص ۵۷۱]

پھر بھی شعاع کے لیے یہی حکم ہے کہ:

مشرق سے ہو بیزار، نہ مغرب سے حذر کر

فطرت کا اشارہ ہے کہ ہر شب کو سحر کر!

[ص ۵۷۱]

جس طرح روشنی سے ہر سمت کا اندھیرا دور ہو جاتا ہے اسی طرح دین اور یقین کے نور سے
ہر قلب کی تاریکی دور ہو سکتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اس طرح بیان کی ہے:

لِيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ (الطلاق: ۱۱) کہ انھیں جو ایمان لائے اور عملِ صالح کیے

اندھیروں سے نور کی طرف لے جائے۔

ایسے لوگوں کے لیے مشرق یا مغرب کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

یہ کافر تو نہیں، کافر سے کم بھی نہیں کہ مردِ حق ہو گرفتارِ حاضر و موجود!
[ص ۵۷۲]

حاضر و موجود سے مجبور ہو جانا یا زمان و مکان کا پابند ہو جانا ایک مردِ حق کا کام کبھی نہیں۔ اُس کا ایمان ہر زمانے اور ہر مقام کے لیے ہے اور وہ کبھی مایوس نہیں ہوتا۔

وَلَا تَأْيِسُوا مِنْ رُوحِ اللَّهِ إِنَّهُ لَا يَأْتِسُ
اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ بے شک
مِنْ رُوحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمَ الْكَافِرُونَ ○
اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر
(یوسف: ۸۷) لوگ۔

یہ کائنات چھپاتی نہیں ضمیر اپنا کہ ذرہ ذرہ میں ہے ذوقِ آشکارائی!
[ص ۵۷۳]

وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُبْرَكًا فَأَنْبَتْنَا بِهِ
اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا تو
جَنَّتِ وَ حَبَّ الْحَصِيدِ ○ وَالنَّخْلُ
اس سے باغ اگائے اور اناج کہ کاٹا جاتا
بَسِقَتْ لَهَا طَلْعُ نَضِيدٍ رِزْقًا لِلْعِبَادِ وَ
ہے اور کھجور کے لمبے درخت جن کا پکا گا بھا،
أَحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً مَيِّتًا كَذَلِكَ
بندوں کی روزی کے لیے اور ہم نے اس
الْخُرُوجِ ○
(پانی) سے مردہ شہر زندہ کیا، یونہی قبروں
(ق: ۹-۱۱) سے تمھارا نکلنا ہے۔

اللہ پاک اسی طرح ہر چیز کو اوپر نکالتا ہے۔

اسی نگاہ میں ہے قاہری و جباری اسی نگاہ میں ہے دلبری و رعنائی!
[ص ۵۷۳]

حضور نور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اور صحبت میں رہنے والوں کے متعلق سورۃ الفتح کی
آخری آیت میں ہے:

وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ
اور جو لوگ حضور کے ساتھی ہیں وہ کافروں پر
بَيْنَهُمْ
بہت سخت اور آپس میں بہت نرم دل ہیں۔
(الفتح: ۲۹)

نگاہ شوق میسر نہیں اگر تجھ کو ترا وجود ہے قلب و نظر کی رسوائی!
[۵۷۳ص]

اگر بصیرت حاصل نہیں تو انسان، انسان نہیں اسی بصیرت کے لیے پیام ہے:
وَ فِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ ۝ وَ فِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝
اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے اور خود تم میں۔ تو کیا تمہیں سوچتا نہیں؟
(الذاریت: ۲۰-۲۱)

تیرے حرم کا ضمیر اسود و احمر سے پاک ننگ ہے تیرے لیے سرخ و سپید و کبود
[۵۷۴ص]

مسلمان کے یہاں رنگ اور نسل کوئی چیز نہیں:
إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَنْتُمْ ۝
بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔
(الحجرات: ۱۳)

اور اگر باخبر اپنی شرافت سے ہو تیری سپہ انس و جن، تو ہے امیرِ جنود
[۵۷۴ص]

اللہ نے تجھ کو اپنا نائب بنایا اور مسجود ملائک بھی۔ اس لیے تیرا ہر ہنر اور ہر کام تیرے شایانِ شان ہونا چاہیے:

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۝
میں زمین میں (انسان کو) اپنا نائب بنانے والا ہوں۔
(البقرہ: ۳۰)

اسْجُدُوا لِلْإِدَمِ ۝
سجدہ کرو آدم کو۔ اور بے شک ہم نے اولادِ آدم کو بزرگی دی۔
وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ ۝
(بنی اسرائیل: ۷۰)

ایسی بزرگی اور فضیلت والے انسان کو یہی بات زینا ہے کہ وہ اپنا ہنر اور کام بھی بزرگی اور فضیلت والا پیش کرے۔

دریا میں موتی! اے موج بے باک! ساحل کی سوغات؟ خار و خش و خاک!
[۵۷۵ص]

موج بے باکی سے دریا کے اندر پہنچتی ہے اور موتی بھی وہیں پیدا ہو جاتا ہے لیکن تن آسانی پسند کرنے والے ساحل میں خارخوس و خاک ہی ہوتے ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کے عمل میں انتہائی سخت کوشی کا پیام ملتا ہے:

وَ اِذْ قَالَ مُوسٰى لِفَتٰىهِ لَا اَبْرٰحُ حَتّٰى اَبْلُغَ اور (یاد کرو) جب موسیٰؑ نے اپنے خادم سے
مَجْمَعِ الْبَحْرِ اَوْ اَمْضِ حُقْبًا ۝ کہا، میں باز نہ رہوں گا جب تک نہ پہنچوں
(الکھف: ۶۰) جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرونوں (ساہا
سال) چلتا جاؤں۔

رکھتا ہے اب تک مے خانہ شرق وہ مے کہ جس سے روشن ہو ادراک
[ص ۵۷۵] مشرق (کے دین) میں اب بھی وہ گرمی ہے جو عمل کے لیے سرگرم کر سکتی ہے۔ تمام نعمتوں
کی تعمیر اور تکمیل اسلام ہی سے ہوئی۔

الْيَوْمَ اٰكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل
عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمْ الْاِسْلَامَ کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور
دِيْنَا (المائدہ: ۳) تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔
جب اسلام ہی تمام نعمتوں کی تعمیر کرتا ہے تو پھر کسی اور سے کسی خیر کا طلب کرنا حقیقت میں
درست نہیں۔

گر ہنر میں نہیں تعمیر خودی کا جوہر
وائے صورت گری و شاعری و نائے و سرود

[ص ۵۷۶]

ہمارے فنون لطیفہ اور شعر و ادب میں بھی ہماری نیابت الہی والی شان کا مظاہرہ ہونا چاہیے
کہ چھوٹے چھوٹے عمل کا بھی محاسبہ ہوگا۔

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۗ وَ مَنْ
يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۗ
تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے گا اُسے دیکھے
گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے گا اُسے
دیکھے گا۔ (الزلزال: ۷-۸)

وَلِكُلِّ دَرَجَتٌ مِّمَّا عَمِلُوا ۝
اور ہر ایک کے لیے اپنے اپنے عمل کے
(الاحقاف: ۱۹) درجے ہیں۔

آیا کہاں سے نالہ نئے میں سرور نے
اصل اس کی نئے نواز کا دل ہے کہ چوب نے؟ ۳۳

[۵۷۶ص]

ہمارا ہر عمل، ہماری شان (نیابت الہی) کے مطابق ہونا چاہیے۔ شعر و ادب سے اسی وقت
زندگی مل سکتی ہے جب اس کا پیش کرنے والا بھی زندہ ہو۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا
آپ فرمادیں کیا برابر ہیں علم والے اور بے
يَعْلَمُونَ ۚ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ۝
علم لوگ؟ نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل
(الزمر: ۹) والے ہیں۔

یعنی صحیح بات سے صرف علم والے ہی تعلق رکھتے ہیں۔

کھینچیں نہ اگر تجھ کو چمن کے خس و خاشاک
گلشن بھی ہے اک بر سرِ سرا پردہ افلاک!
انسان خواہ خس و خاشاک میں رہے خواہ کسی عیش کے مقام پر، لیکن وہ اپنے منصب کو فراموش
نہ کرے کہ وہ کس لیے پیدا کیا گیا ہے۔ سورۃ الذاریت کی آیتیں ۲۰-۲۱ صفحہ ۵۷۳ میں دیکھیں۔

اہرام کی عظمت سے نگوں سار ہیں افلاک
کس ہاتھ نے کھینچی ابدیت کی یہ تصویر؟

[۵۷۸ص]

علامہ اقبال کے نزدیک ہنر میں بھی قوت اور استحکام ہونا چاہیے۔ رجوع الی اللہ سے بڑی
قوت پیدا ہوتی ہے جیسا کہ ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا:

وَ يَقَوْمِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ
اے میری قوم، اپنے رب سے معافی چاہو
يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَ يَزِدْكُمْ
پھر اس کی طرف رجوع لاؤ تم پر زور کا پانی بھیجے
قُوَّةً إِلَى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ ۝
گا اور تم میں جتنی قوت ہے اس سے اور زیادہ

دے گا اور جرم کرتے ہوئے رُوگردانی نہ کرو۔ (ہود: ۵۲)

تو ہے میت! یہ ہنر تیرے جنازے کا امام!
نظر آئی جسے مرقد کے شبستان میں حیات!

[ص ۵۷۹]

”مخلوقات ہنر“ نرم و نازک ہوں (اگر دیکھنے میں فردوس نظر ہوں) تو وہ ابدیت سے محروم ہیں۔ اگر جو علی اللہ ہوگا تو ان میں بھی مضبوطی ہوگی۔ ابھی اوپر سورہ ہود کی آیت ۵۲ مذکور ہوئی۔ یہی بات ان اشعار میں بھی ہے:

مقصود ہنر سوزِ حیاتِ ابدی ہے یہ ایک نفس یا دو نفس مثل شر کیا!

[ص ۵۸۰]

بے معجزہ دنیا میں اُبھرتی نہیں تو میں جو ضربِ کلیسی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا!

[ص ۵۸۱]

اسی لیے وہ اس شاعری یا آرٹ کو ناپسند کرتے ہیں جس سے محفل میں افسردگی پیدا ہو۔

ع جس سے چمن افسردہ ہو وہ بادِ سحر کیا! ۳۲

[ص ۵۸۱]

اسلامی آرٹ ایسا ہے جیسا کہ کسی نے اللہ سے (خیر کے لیے) عہد کر لیا ہو۔

وَ اَوْفُوا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاٰیْمَانَ بَعْدَ تَوْكِیْدِهَا
اور اللہ کا عہد پورا کرو جب قول باندھو اور
قسمیں مضبوط کر کے نہ توڑو۔

(النحل: ۹۱)

ہوتا ہے مگر محنت پرواز سے روشن یہ نکتہ کہ گردوں سے زمیں دُور نہیں ہے!

[ص ۵۸۱]

دوسری جگہ فرمایا:

بالائے سر رہا تو ہے نام اس کا آسماں زیرِ پر آگیا تو یہی آسماں زمیں!

[ص ۶۳۸]

سخت کوشی سے بڑی سے بڑی مشکل آسان ہو جاتی ہے:

لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝
نہیں ہے انسان کے لیے مگر جو اس نے سعی

(النجم: ۳۹) کی۔

کوشش سے سب کچھ مل سکتا ہے۔

ہو کوہ و بیاباں سے ہم آغوش و لیکن
ہاتھوں سے ترے دامنِ افلاک نہ چھوٹے!

[ص ۵۸۲]

ایک مسلمان کو ہر قدم پر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ وہ خلیفۃ اللہ ہے (البقرہ: آیت ۲۰) اور اس کا ہر کام اسی منصب کے مطابق ہونا چاہیے۔

خاقانی کا شعر نقل کیا گیا ہے:

”خود بوئے چنیں جہاں توں ابرد
کابلیس بماند و بوالبشر مُرد!“

[ص ۵۸۳]

علامہ اقبال لکھتے ہیں:

بوئے بردن فارسی محاورہ ہے جس کا مطلب کسی چیز کی اصلیت اور حقیقت کو پا جانا ہے۔ مطلب خاقانی کا یہ ہے کہ اس دنیا کی اصلیت تو اسی سے معلوم ہو سکتی ہے کہ اس کی آب و ہوا ابلیس کو تو راس آگئی جو اب تک زندہ ہے اور بے چارے آدم کو راس نہ آئی جو یہاں سے رخصت ہو گیا۔^{۳۵}

انسان نے اپنا منصب (نیابتِ الہی) فراموش کر دیا اور جس مقصد کے لیے وہ پیدا کیا گیا تھا اُسے پس پشت ڈال دیا۔

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا
لِيَعْبُدُونِ (الذاریت: ۵۶) میری اپنی عبادت کے لیے۔

انسان جب صرف اللہ کو معبود سمجھتا ہے اور غیر اللہ کا انکار کرتا ہے تو اس میں غیر معمولی

اوصاف اور خلیفۃ اللہی کمالات کا جذبہ پیدا ہوتا ہے ورنہ نہیں۔

غلط نگر ہے تری چشمِ نیم باز اب تک!

ترا وجود ترے واسطے ہے راز اب تک!

[ص ۵۸۳]

انسان نے ہنوز اپنے مقام کو نہیں سمجھا اور نہ اپنی خفیتہ صلاحیتوں کو بیدار کیا۔
 اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَّا فِی الْاَرْضِ وَ اَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعْمَهُ ظٰهِرَةً وَ بَاطِنَةً
 کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے لیے مسخر کر دیے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہیں اور تمہیں بھر پور اپنی نعمتیں دیں، ظاہر اور چھپی ہوئی۔ (لقمن: ۲۰)

اغیار کے افکار و تخیل کی گدائی!
 کیا تجھ کو نہیں اپنی خودی تک بھی رسائی؟

[ص ۵۸۴]

جس قوم کے پاس اسلام اور قرآن جیسی نعمت ہو وہ دوسروں کے افکار کی گدائی سکرے تو کس قدر بے غیرتی کی بات ہے؟

اَقْلًا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوْ جَدُّوْا فِیْهِ اِخْتِلَافًا کَثِیْرًا ۝
 تو کیا غور نہیں کرتے قرآن میں؟ اور اگر وہ غیر اللہ کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔ (النساء: ۸۲)

اللہ پاک کا کلام شروع سے آخر تک یکساں ہے اور تمام کا تمام معجزانہ مضامین سے اور اعلیٰ فصاحت و بلاغت سے پُر ہے۔ پھر غیر اللہ کی گدائی کیوں؟

گلگے صفحے پر بیدل کا شعر ہے:

”دل اگر می داشت وسعت بے نشاں بود ایں چمن
 رنگ مے بیرون نشست از بسکہ مینا تنگ بود“

[ص ۵۸۵]

دل میں وسعت ہو تو کائنات میں بھی وسعت نظر آئے گی۔

لِلدُّنْیٰ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةً ۙ وَ اَرْضُ اللّٰهِ وَّاسِعَةٌ
 جنہوں نے بھلائی کی ان کے لیے اس دنیا میں (بھی) بھلائی ہے اور اللہ کی زمین وسیع

(الزمر: ۱۰) ہے۔

لیکن جن لوگوں کے دلوں میں عملِ صالح کا جذبہ نہیں وہ تنگ دل ہوتے ہیں اور انھیں زمین بھی تنگ دکھائی دیتی ہے۔

مری نظر میں یہی ہے جمالِ زیبائی
کہ سر بسجود ہیں قوت کے سامنے افلاک!
نہ ہو جلال تو حسن و جمال بے تاثیر
زرا نفس ہے اگر نغمہ ہو نہ آتشناک!
مجھے سزا کے لیے بھی نہیں قبول وہ آگ
کہ جس کا شعلہ نہ ہو تند و سرکش و بیباک!

[ص ۵۸۵-۵۸۶]

قوت اور غلبہ والی قوم کا ہر قول اور ہر فعل اپنی قوت اور جوش کا آئینہ دار ہوتا ہے۔
وَاعِدُوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ اور تم تیار رکھو ان کے لیے جتنا تم سے ہو سکے
(الانفال: ۶۰) قوت اور طاقت کی چیزیں۔

فطرت کو دکھایا بھی ہے، دیکھا بھی ہے تُو نے
آئینہ فطرت میں دکھا اپنی خودی بھی!

[ص ۵۸۶]

مصوری اور صنعت گری وغیرہ تو ضرور انسان نے سیکھ لی ہے لیکن خودی اور خود گری کا ہنوز مظاہرہ نہیں کیا، ورنہ وہ اپنے منصب کے منافی کام نہ کرتا۔ صالح عمل ہی اس کے منصب کے شایانِ شان ہے۔

مَنْ عَمِلْ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ اُنْثَىٰ وَ هُوَ
مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ
اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝
اور وہ مومن ہوگا تو ہم ضرور (دنیا میں) اچھی
زندگی سے زندہ رکھیں گے اور (آخرت
میں) ان کے عمل کا بہترین اجر عطا کریں گے۔
(النحل: ۹۷)

گویا عملِ صالح جو دونوں جہانوں کے لیے مفید ہے وہ مومن ہی کا ہو سکتا ہے جو اللہ کا بندہ ہوتا ہے اور غیر اللہ کا منکر ہوتا ہے۔

کھل تو جاتا ہے معنی کے بم و زیر سے دل
 نہ رہا زندہ و پابندہ تو کیا دل کی کشود!
 ہے ابھی سینہ افلاک میں پنہاں وہ نوا
 جس کی گرمی سے پگھل جائے ستاروں کا وجود!

[ص ۵۸۷]

وہی سرود، وہی سفر یا وہی شے ”حلال“ ہے جو انسان میں زندگی اور ثبات پیدا کر دے اور
 غفلت میں نہ ڈال دے۔

سورہ ابراہیم میں ہے:

بَيَّنَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي
 الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْآخِرَةِ
 اللَّهُ تَعَالَى مَضْبُوط رَكْهَتَا هِيَ اِيْمَانِ وَالْوَلُو كُوْحِ
 بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

(ابراہیم: ۲۷)

اگر نوا میں ہے پوشیدہ موت کا پیغام
 حرام میری نگاہوں میں نائے و چنگ و رباب!

[ص ۵۸۸]

ایسا قول جو قوم کو غفلت میں ڈال دے اور بے عملی سکھائے وہ ”حرام“ ہے۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا
 وَ مَا بَطَّنَ وَ الْاِثْمَ وَ الْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ
 تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَ اَنْ
 تَقُوْلُوْا عَلٰى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝
 آپ فرمادیں کہ البتہ میرے رب نے حرام
 کیا ہے تمام فحش باتوں کو، ان میں جو علانیہ
 ہیں وہ اور ان میں جو پوشیدہ ہیں وہ بھی اور ہر
 گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور

(الاعراف: ۳۳)

اس بات کو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو
 شریک کرو جس کی اس نے سند نہیں اتاری
 اور یہ کہ اللہ پر وہ بات کہ جس کا علم نہیں رکھتے۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّشْتَرِي لَهٗوَ الْحَدِيثِ
 لِيُضِلَّ عَن سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ وَ
 اور لوگوں میں وہ بھی ہیں جو کھیل کی باتیں
 خریدتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے بہکا دیں بے

يَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٦﴾ (لقمن: ۶) ذلت کا عذاب ہے۔
مفسرین کے نزدیک ”لھو الحدیث“ اس کھیل یا قول کو کہتے ہیں جو آدمی کو نیکی سے اور کام کی باتوں سے غفلت میں ڈال دے۔ کہانیاں، افسانے، شاعری وغیرہ جو اس طرح کی ہوں وہ سب لہو الحدیث میں شمار ہوں گی۔

ع بلند زورِ دروں سے ہوا ہے فوارہ!

[ص ۵۸۹]

اسی طرح انسان اپنی قوت ایمانی سے بلند ہو سکتا ہے۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۗ وَ
إِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٦٩﴾ (العنكبوت: ۶۹) شک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔
اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے اور بے

تاثر غلامی سے خودی جس کی ہوئی نرم
شیشے کی صراحی ہو کہ مٹی کا سیو ہو
اچھی نہیں اس قوم کے حق میں عجی لے!
شمشیر کی مانند ہوتیزی میں تری لے!

[ص ۵۸۹]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

جس قوم میں طاقت و توانائی مفقود ہو جائے جیسا کہ تاتاری یورش کے بعد مسلمانوں میں مفقود ہو گئی، تو پھر اس قوم کا نقطہ نگاہ بدل جایا کرتا ہے۔ اُن کے نزدیک ناتوانی ایک حسین و جمیل شے ہو جاتی ہے اور ترک دنیا موجب تسکین۔ اس ترک دنیا کے پردے میں تو میں اپنی سستی و کاہلی اور اس شکست کو جو ان کا تازع البقا میں ہو، چھپایا کرتی ہیں.....^{۳۸}
صفحہ ۵۸۷-۵۸۸ کی آیتیں ملاحظہ ہوں۔

ہر لحظہ نیا طور، نئی برقی تجلی
اللہ کرے مرحلہ شوق نہ ہو طے!

[ص ۵۸۹]

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ ﴿٣﴾ (البلد: ۳) بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو مشقت میں رہتا ہوا۔

گویا انسان ہر مشقت اور مشکل کا مقابلہ کرنے کے لیے پیدا ہوا ہے۔

ہے شعر عجم گرچہ طربناک و دل آویز اس شعر سے ہوتی نہیں شمشیر خودی تیز
صفحہ ۵۸۹ کا اقتباس اور صفحہ ۵۸-۵۸۸ کی آیتیں دیکھیں۔

ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس
آہ! بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار!
صفحہ ۵۸۸ میں سورہ لقمن کی آیت ۶ مذکور ہوئی۔ ”لہوالحدیث“ کے ذیل میں تمام ”ہنروران
ہند“ کے ”کمالات“ آجاتے ہیں کیونکہ وہ سب کے سب:
ع چشم آدم سے چھپاتے ہیں مقاماتِ بلند
[ص ۵۹۱]

ان اشعار میں ”مرد بزرگ“ کی پہچان بتائی ہے:

اُس کی نفرت بھی عمیق اُس کی محبت بھی عمیق!
قہر بھی اس کا ہے اللہ کے بندوں پہ شفیق!

انجمن میں بھی میسر رہی خلوت اس کو
شمع محفل کی طرح سب سے جدا سب کا رفیق!

[ص ۵۹۱]

(حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اور صحبت میں رہنے والوں کی شان کو سورۃ الفتح کی آخری
آیت میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ
بَيْنَهُمْ (الفتح: ۲۹) کافروں پر بہت سخت ہیں اور آپس میں

بہت نرم دل ہیں۔

ب: پھر جہادِ بالسیف دراصل انسانیت کے سڑے ہوئے عضو پر نشتر ہوتا اس میں خیر ہی خیر ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ

عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ (المائدہ: ۵۴)

سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا، مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت، اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والاعلم والا ہے۔

ج: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے رفقا اور صحابہؓ وغیرہ سے فارغ ہوتے تھے، تو ”شمع محفل“ کی طرح سب سے جدا ہو کر اللہ کی عبادت میں منہمک ہو جاتے تھے۔

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ ۝ وَالِى رِبِّكَ تَوْجِبَ آفَ فَارِغٌ هُوَ جَائِسٌ تُوْجِبَ مَحْنَتِ فَارِغٌ ۝ (الانشراح: ۷-۸)

کریں اور اپنے رب کی طرف لگ جائیں۔

زندہ دل سے نہیں پوشیدہ ضمیر تقدیر خواب میں دیکھتا ہے عالم نو کی تصویر!
[ص ۵۹۲]

اللہ پاک کی شان یہ ہے:

كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ۝ (الرحمن: ۲۹) اُسے ہر دن ایک کام ہے۔
اللہ کا نائب بھی ہمہ وقت سرگرم عمل رہتا ہے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر نہیں بیٹھتا۔ (حقوق اللہ کے علاوہ حقوق العباد ادا کرنے کے لیے سرگرم عمل رہنا بھی عملِ صالح ہی ہے)۔

بے محنت پیہم کوئی جو ہر نہیں کھلتا روشن شرر تیشہ سے ہے خانہ فرہاد!
[ص ۵۹۳]

فرہاد اپنے عمل کی سرگرمی ہی کی وجہ سے فرہاد ہے اسی طرح عملِ پیہم کی وجہ سے انسان انسان ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے عملِ پیہم اور سخت کوشی سے سبق لینا چاہیے۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ (یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنے خادم سے مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْصَىٰ حُقْبًا ۝ کہا، میں باز نہ رہوں گا جب تک وہاں نہ

(الکھف: ۶۰) پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرونوں
(سالہا سال) چلا جاؤں۔

نو اُو کو کرتا ہے موجِ نفس سے زہر آلود وہ نئے نواز کہ جس کا ضمیر پاک نہیں!
[ص ۵۹۳]

صفحہ ۵۸۸ میں سورہ لقمن کی آیت ۶ دیکھیں۔

خودی بلند تھی اس خوں گرفتہ چینی کی کہا غریب نے جلا دے دم تعزیر
ٹھہر ٹھہر کہ بہت دلکش ہے یہ منظر ذرا میں دیکھ تو لوں تا بنا کی شمشیر!
[ص ۵۹۴]

گرمی، تیزی، قوت اور استحکام ہر وقت مطلوب و محبوب ہے۔ لوط علیہ السلام نے بھی
پریشانی کے وقت ظالموں سے بچنے کے لیے قوت اور شدت کی آرزو کی تھی۔ گو کہ وہ موقع اس موقع
سے مختلف تھا۔

قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَىٰ رُكْنٍ
شَدِيدٍ ○ (ہود: ۸۰) تمہارے مقابلے کے لیے قوت ہوتی یا میں
کسی مضبوط رکن کی پناہ میں ہوتا۔

وہ شعر کہ پیغامِ حیاتِ ابدی ہے یا نعمۂ جبریل ہے یا بانگِ سرافیل!
[ص ۵۹۵]

وہ شعر جو زندگی اور بیداری پیدا کرے وہ حیاتِ ابدی کا پیغام ہے۔
سورہ ابراہیم کی آیت ۲۷ سے اس حیات کا پیام ملتا ہے۔

یہ نکتہ پیرِ دانا نے مجھے خلوت میں سمجھایا
کہ ہے ضبطِ فغاں شیری، فغاںِ رواہی و مِشی!

[ص ۵۹۶]

ضبط و تحمل بڑی فضیلت کی چیز ہے۔

قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَ مَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ
يَتَّبِعُهَا آذَىٰ وَاللَّهُ عَنِّي حَلِيمٌ ۝
اچھی (نرم) بات کہنا اور درگزر کرنا اس
خیرات سے بہتر ہے جس کے بعد ستانا ہو،
(البقرہ: ۲۶۳) اور اللہ بے نیازِ حلم والا ہے۔
وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا
اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگزر کریں۔
(النور: ۲۲)
وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ ۗ (لَقَمْن: ۱۷)
اور صبر کرو اس پر جو افتاد تم پر پڑے۔

چھوڑ یورپ کے لیے رقصِ بدن کے خم و پیچ
روح کے رقص میں ہے ضربِ کلیمِ الہی!

[ص ۵۹۶]

روح میں رقص یعنی عمل کے لیے آمادگی اور بیداری موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا بھی پیغام ہے۔
صفحہ ۵۹۳ میں سورۃ الکہف کی آیت ۶۱ دیکھیے۔

جو حرف ”قل العفو“ میں پوشیدہ ہے اب تک

اس دور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار!

[ص ۵۹۸]

وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ ۗ قُلِ الْعَفْوَ
اور لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ
(البقرہ: ۲۱۹) کریں؟ آپ فرما دیں کہ جو (ضرورت
سے) زائد ہو۔

علامہ اقبال آرزو کرتے ہیں کہ کاش یہ اشتراکیت والے اس آیت پر کار بند ہو جائیں۔

جہانِ مغرب کے بتکدوں میں، کلیساؤں میں، مدرسوں میں
ہوس کی خونریزیاں چھپاتی ہے عقلِ عیار کی نمائش!

[ص ۵۹۹]

مغرب والوں کی زندگی صرف حرص و ہوا کو اپنا مقصد بنائے ہوئے ہے اور ان کی عقل کی
تمام عیاری اسی مقصد کے لیے مصروفِ کار ہے۔

وَلْتَجِدْنَهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلَى حَيٰوةٍ
 وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرَ
 أَلْفَ سَنَةٍ وَ مَا هُوَ بِمُرْحِرِحِهِ مِنَ
 الْعَذَابِ أَنْ يُعَمَّرَ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا
 يَعْمَلُونَ ۝ (البقرہ: ۹۶)

اور بے شک تم ضرور انھیں (بد عمل لوگوں کو)
 پاؤ گے کہ سب سے زیادہ جینے کی ہوس رکھتے ہیں
 اور مشرکوں میں سے ایک ایک کو تمنا ہے کہ
 کہیں ہزار برس جیے اور وہ اسے عذاب
 سے دور نہ کرے گا اتنی عمر دیا جانا اور اللہ ان
 کے کرتوت دیکھ رہا ہے۔

یہ لوگ حرص و ہوا کو دنیا کے لیے استعمال کرتے ہیں، حالانکہ حرص خیر کے لیے ہونی چاہیے۔
 حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سورۃ التوبہ میں بیان ہوئی ہے کہ:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ
 عَلَيْهِ مَا عَنِتُمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ
 رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝ (التوبہ: ۱۲۸)

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں
 سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا
 گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے حریص،
 مسلمانوں پر رافت اور رحیمی کرنے والے۔

کر تو بھی حکومت کے وزیروں کی خوشامد
 دستور نیا اور نئے دور کا آغاز
 معلوم نہیں ہے یہ خوشامد کہ حقیقت
 کہہ دے کوئی اَلُو کو اگر ”رات کا شہباز“

[ص ۶۰۰]

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا آتَوْا وَ
 يُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا
 تَحْسَبْنَهُمْ بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ وَ لَهُمْ
 عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ (آل عمران: ۱۸۸)

ہرگز نہ سمجھنا انھیں جو خوش ہوتے ہیں اپنے
 کیے پر اور چاہتے ہیں کہ بے کیے اُن کی
 تعریف ہو۔ ایسوں کو ہرگز عذاب سے دور
 نہ جانا، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

”شریک حکم غلاموں کو کر نہیں سکتے خریدتے ہیں فقط ان کا جوہر ادراک!“

[ص ۶۰۱]

حکومتِ برطانیہ اپنی ہندوستانی رعایا کو مناصب دے کر صرف ان کا ”جوہر ادراک“ خریدتی تھی تاکہ ان کے ادراک و فہم کے مطابق ان کا مداوا بھی کیا جاسکے۔ حکومت میں شریک کرنا ان کا مقصد نہیں تھا۔

وَ إِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُواْ اور جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف
بِالْعَدْلِ ۝ (النساء: ۵۸) کے ساتھ فیصلہ کرو۔
لیکن مذکورہ بالا ذہنیت کے لوگوں سے ایسی توقع نہیں تھی۔

کرتے ہیں غلاموں کو غلامی پہ رضا مند
تاویل مسائل کو بناتے ہیں بہانہ!

[ص ۶۰۳]

شعراء، علما اور حکما وغیرہ سب اس طرح تاویل مسائل کر رہے ہیں کہ:
ع باقی نہ رہے شیر کی شیری کا فسانہ

[ص ۶۰۲]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

علما میں مدہمت آگئی ہے۔ یہ گروہ حق کہنے سے ڈرتا ہے۔ صوفیہ اسلام سے بے پروا اور حکام کے
تصرف میں ہیں۔ اخبار نویس اور آج کل کے تعلیم یافتہ لیڈر خود غرض ہیں اور ذاتی منفعت و عزت کے
سوا کوئی مقصد ان کی زندگی کا نہیں۔ عوام میں جذبہ موجود ہے مگر ان کا کوئی بے غرض راہنما نہیں ہے۔^{۳۹}
إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ۝ وَ أَكِيدُ كَيْدًا ۝ ۱۵-۱۶ بے شک وہ اپنا ساداؤں چلتے ہیں اور میں
(الطارق: ۱۵-۱۶) اپنی خفیہ تدبیر فرماتا ہوں۔

اللہ ہی قوم کا حافظ و ناصر ہے۔

وہ قوم نہیں لائق ہنگامہ فردا جس قوم کی تقدیر میں امر و نہی ہے!

[ص ۶۰۲]

سَيَدُّكُمْ مِّن يَّخْشَى ۝ (الاعلیٰ: ۱۰) عنقریب نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے (اللہ سے)۔

اللہ سے ڈرنے والے فوراً نصیحت مان لیتے ہیں اور عمل کے لیے سرگرم ہو جاتے ہیں۔ وہ
آئندہ کے لیے انتظار نہیں کرتے۔

ع زمانہ دارورسن کی تلاش میں ہے ابھی!

[ص ۶۰۴]

مصطفیٰ کمال ہو یا رضا شاہ پہلوی، ہنوز اللہ کے لیے مرنے اور جینے والوں کی ضرورت ہے کیونکہ ان لوگوں (سربراہوں) نے ابھی تک اللہ کے لیے سرفروشی نہیں سیکھی۔

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَ مَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝
قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ (الانعام: ۱۶۲)

بنایا ایک ہی ابلیس آگ سے تُو نے
بنائے خاک سے اس نے دو صد ہزار ابلیس!

[ص ۶۰۵]

سیاستِ افرنگ نے ایسے ہزاروں شیطان تیار کر لیے ہیں:

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنسَلَهُمْ ذِكْرًا
اللّٰهُ اَوْلٰىكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اَلَا اِنَّ
حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝
ان پر شیطان نے قابو پا لیا۔ پس اس نے
ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا۔ وہ شیطان
کی جماعت ہے اور، سنتے ہو، بے شک
شیطان ہی کی جماعت خسارے میں ہے۔ (المجادلہ: ۱۹)

خواجگی میں کوئی مشکل نہیں رہتی باقی
پختہ ہو جاتے ہیں جب خوئے غلامی میں غلام!

[ص ۶۰۵]

علامہ اقبال اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

غلام قوم مادیات کو روحانیت پر مقدم سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور جب انسان میں خوئے غلامی
راخ ہو جاتی ہے تو وہ ہر ایسی تعلیم سے بیزاری کے بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد قوتِ نفس اور
روح انسانی کا ترفع ہو۔

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ۝
آپ فرمادیں کہ کیا ہم تمہیں بتادیں کہ سب

اللَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يُحْسِبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝
 ہیں؟— اُن کے جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں گم ہوگئی اور وہ اس خیال میں ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔

(الکھف: ۱۰۳-۱۰۴)

یہ لوگ قوتِ نفس اور روحِ انسانی کے ترفع کی پروا نہیں کرتے۔

حرف اس قوم کا بے سوز، عمل زار و زبوں
 ہو گیا پختہ عقاید سے تہی جس کا ضمیر!

[ص ۶۰۶]

سورۃ المائدہ میں ایسے خام عقیدہ لوگوں سے احتراز کا حکم ہے:

وَأَن احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَن يَفْتِنُوكَ عَن بَعْضِ مَا أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۗ
 اور یہ کہ (اے مسلمان) اللہ کے اتارے پر حکم کر اور ان (گمراہوں) کی خواہشوں پر نہ چل اور اُن سے بچتا رہ کہ کہیں تجھے لغزش نہ دے دیں، کسی حکم میں جو تیری طرف اترا۔

(المائدہ: ۴۹)

ان گمراہوں کا عمل خود ہی خراب ہے تو وہ کیا کامیاب ہوں گے؟

ہر زمانے میں دگرگوں ہے طبیعت اس کی
 کبھی شمشیرِ محمدؐ ہے، کبھی چوبِ کلیم!

[ص ۶۰۷]

علامہ اقبال لکھتے ہیں:

حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک ہر نبی میں محمدؐ ہی کے مختلف مدارج تھے۔ وہ گویا
 Muhammad in the making (تکمیلِ محمدؐ) کے منازل تھے۔

وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ۗ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝
 اور جو اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ
 آخرت میں زیاں کاروں میں سے ہے۔

(آل عمران: ۸۵)

تہذیب کا کمال، شرافت کا ہے زوال
غارت گری جہاں میں ہے اقوام کی معاش!

[ص ۶۰۷]

علامہ اقبال لکھتے ہیں:

ملکیت، خواہ وہ جمہوریت ہی کی قبائلی پوشیدہ کیوں نہ ہو انسان کو فوز و فلاح سے آشنا نہیں کر سکتی بلکہ انسانی فلاح تمام انسانوں کی مساوات اور حریت میں پنہاں ہے۔ آج ہمیں اس چیز کی ضرورت ہے کہ سائنس کا مکمل استعمال قطعی طور پر بدل دیا جائے۔ ان خفیہ سیاسی منصوبوں سے احتراز کیا جائے جن کا مقصد بھی یہ ہے کہ کمزوروں کو روزیوں کا حال یا ایسی اقوام جو عیاری اور حیلہ گری کے فن میں چنداں مہارت نہیں رکھتیں، صفحہ ہستی سے نیست و نابود ہو جائیں۔^{۴۲}

مسوینینی نے حبشہ کو جس طرح تباہ کیا اس کی ”شرافت“ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ علامہ

اقبال ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

مسوینینی نے حبشہ کو محض جوع الارض کی تسکین کے لیے پامال کیا۔ مسلمانوں نے اپنے عروج کے زمانے میں حبشہ کی آزادی کو محفوظ رکھا۔ فرق اس قدر ہے کہ پہلی صورت میں خودی کسی قانون کی پابند نہیں۔ دوسری صورت میں قانون الہی اور اخلاق کی پابند ہے۔^{۴۳}

صفحہ ۶۰۵ میں سورۃ مجادلہ کی آیت ۱۹ ملاحظہ کریں۔

ابلیس کا فرمان اپنے سیاسی فرزندوں کے نام یہ ہے کہ:

ع اہل حرم سے ان کی روایات چھین لو

[ص ۶۰۸]

اس کے لیے بھی سورۃ المجادلہ کی آیت ۱۹ کافی ہے۔

طہران ہو گر عالم مشرق کا جنیوا شاید کرۂ ارض کی تقدیر بدل جائے!

[ص ۶۰۹]

پیام مشرق، ص ۳۶۳ میں جنیوا کی جمعیت اقوام کے متعلق فرمایا ہے کہ:

ع بہر تقسیم قبور انجمنے ساختہ اند

اب اقبال مسلمانوں کی جمعیت کے مرکز کے لیے ان اشعار میں فرما رہے ہیں۔ بہر حال

مسلمانوں کی مرکزیت ضروری ہے:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا
تَفَرَّقُوا (آل عمران: ۱۰۳) پھوٹ نہ ڈالو۔
اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی، سب مل کر اور

فرہادی خارا شکنی زندہ ہے اب تک باقی نہیں دنیا میں ملوکیت پر ویز!
[ص ۶۱۰]

مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزِ بِهِ وَلَا يَجِدْ لَهُ مِنْ
كُوفَىٰ عَمَلٍ إِلَّا كَمَا اسْتَمَارَ سِرَّانًا
ذُنُوبَ اللَّهِ وَوَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا
(النساء: ۱۲۳) نہ پائے گا اللہ کے سوا کوئی حمایتی نہ مددگار۔

جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو رگنا کرتے ہیں تو لا نہیں کرتے

[ص ۶۱۰]

پیامِ مشرق، ص ۳۰۵ میں بھی ہے:

گریز از طرزِ جمہوری، غلامے پختہ کارے شو
کہ از مغزِ دو صد خر فکرِ انسانی نمی آید
جمہوریت کے دعوے دار لوگ حق کی پروا نہ کرتے ہوئے اپنی پارٹی کی تائید کرتے ہیں اور
حزبِ اختلاف سے زیادہ ڈرتے ہیں، اللہ سے نہیں ڈرتے۔ اُن کی مثال ان منافقوں جیسی ہے
جن کا ذکر سورۃ الحشر میں آیا ہے:

لَا تَنْتُمْ أَشَدُّ رَهْبَةً فِي صُدُورِهِمْ مِنَ اللَّهِ
ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ
(الحشر: ۱۳) تمہارا ڈر ہے۔ یہ اس لیے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں۔
(اے مسلمانو، وہ لوگ تم سے ڈرتے ہیں)

مسو یعنی کی غارت گری سے بھی مغرب والوں کو غیرت دلانی جارہی ہے۔ وہ گویا یوں کہتا ہے:

پردہ تہذیب میں غارت گری، آدم کشی
کل روا رکھی تھی تم نے میں روا رکھتا ہوں آج

[ص ۶۱۲]

صفحہ ۶۰۷ میں مسولینی کی جوع الارض کی تسکین کا ذکر آچکا ہے۔
 وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا اَوْرَجَسْ جَانِ كِي اللّٰهِنَ حَرْمَتِ رَكْهِي اُسَ نَا
 بِالْحَقِّ ط (الانعام: ۱۵۱) حق نہ مارو۔

یورپ کی غلامی پہ رضا مند ہوا تُو
 مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے، یورپ سے نہیں ہے!

[ص ۶۱۳]

ہندوستان کے مسلمان کس طرح غلامی کی زندگی سے دوچار ہوئے اور کس قدر ذلیل کیے
 گئے، اس کی تاریخ ہمیشہ یادگار رہے گی۔ مسلمان سے تو یہی فرمایا گیا تھا:
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور
 الرَّسُولَ وَ اُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ط اطاعت کرو رسول کی اور جو تم میں سے
 (النساء: ۵۹) حاکم ہوں۔

یعنی حاکم بھی تم میں سے ہوں اور وہ بھی اللہ کی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں تو
 پھر تم ان کی بھی اطاعت کرو، ورنہ نہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا یہی پیام ہے۔

فرنگیوں کی عیاری کا ذکر ہے کہ وہ لوگ ان قوموں کو غیر مہذب سمجھتے ہیں جہاں اخلاقی
 برائیاں نہ ہوں:

نظروانِ فرنگی کا ہے یہی فتویٰ وہ سرزمینِ مدنیت سے ہے ابھی عاری!
 [ص ۶۱۴]

لیکن ہمارے لیے یہی حکم ہے:

وَمَا اَنْتُمْ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَكُمُ اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لے لو
 عَنْهُ فَاَنْتَهُوا ط وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔ اور اللہ
 شَدِيدُ الْعِقَابِ ط (الحشر: ۷) سے ڈرو۔ بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

اب انگلستان نے ہر برائی کو قانونی جواز دینے کے بعد پچھتانا شروع کیا ہے اور وہاں کے
 سنجیدہ لوگ دوسرے ملکوں میں منتقل ہونے لگے ہیں۔

متاع غیر پہ ہوتی ہے جب نظر اس کی تو ہیں ہراول لشکر کلیسیا کے سفیر! [ص ۶۱۵]

جب فرنگی قوم دوسری قوموں کو ہڑپ کرنا چاہتی ہے تو پہلے اپنے پادریوں کو (عیاری) تبلیغ کے لیے بھیجتی ہے۔

کفار قریش جو بدر میں اتراتے ہوئے اور لوگوں کو فریب دینے کے لیے منصوبہ بنا کر آئے تھے ان کے متعلق سورۃ الانفال کی آیت: ۴۷ ہے وہی اس موقع کے لیے بھی مناسب ہے، یعنی:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ
بَطْرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ
اللَّهِ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۝

اور اُن جیسے نہ ہونا جو اپنے گھر سے نکلے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھانے کو اور اللہ کی راہ سے روکتے اور ان کے سب کام اللہ کے قابو میں ہیں۔ (الانفال: ۴۷)

شام و فلسطین کے لوگ ترکوں کو جفا پیشہ کہہ کر اُن سے باغی ہوئے اور اب ”فرنگی تہذیب“ کے شکار ہیں۔ اس تہذیب کی عیاری کا ذکر ابھی آچکا ہے:

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ
اللّٰهِ اَوْ لَيْكَ جِزْبُ الشَّيْطٰنِ اَلَا اِنَّ
جِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

ان پر شیطان غالب آ گیا تو اس نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا۔ وہ شیطان کی جماعت ہے۔ یاد رکھو، شیطان کی جماعت ہی نقصان اٹھانے والی ہے۔ (المجادلہ: ۱۹)

ایک فرنگی لُرد (Lord) نے جدید تعلیم کے متعلق جس خیال کا اظہار کیا ہے وہ اس طرح شعر میں دے دیا ہے:

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے اسے پھیر!

[ص ۶۱۶]

ایسی تعلیم ”کید“ کے ذیل میں آتی ہے:

وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِىْ ضَلٰلٍ ۝

اور نہیں ہے کافروں کی چال مگر گمراہی میں (غلطی میں)۔ (المومن: ۲۵)

ایک بحری قزاق، سکندر (بادشاہ) سے کہتا ہے:

ترا پیشہ ہے سقا کی، مرا پیشہ ہے سقا کی
کہ ہم قزاق ہیں دونوں، تو میدانی، میں دریائی!

[ص ۶۱۷]

”جوع البطن“ یا ”جوع الارض“ کی تسکین کے لیے جس طرح کی سقا کی کی جائے، مذموم ہے۔^{۵۵}
إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلُمُونَ النَّاسَ
وَ يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ أُولَئِكَ
لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ (الشورى: ۲۴) اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔

خوشا وہ قافلہ، جس کے امیر کی ہے متاع
تخیلِ ملکوتی و جذبہ ہائے بلند!

[ص ۶۱۹]

سورہ آل عمران میں صحیح امیر (حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم) کی خصوصیات بتائی گئی ہیں:
لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ
رَسُولًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ
يُزَكِّيهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَ
إِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝
بے شک اللہ کا بہت بڑا احسان ہوا
مسلمانوں پر کہ ان میں انھی میں سے ایک
رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا
ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب و
حکمت سکھاتا ہے اور وہ لوگ ضرور اس سے
(آل عمران: ۱۶۳) پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

ہو اگر قوتِ فرعون کی در پردہ مرید
قوم کے حق میں ہے لعنت وہ کلیم اللہی!

[ص ۶۲۰]

صفحہ ۶۰۳ میں سورۃ الطارق کی آیتیں ۱۵-۱۶ دیکھیں۔

جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهِ غِشْوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْۢ
 بَعْدِ اللّٰهِ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝
 اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈالا۔ تو اللہ کے
 بعد اُسے کون راہ دکھائے؟ تو کیا تم دھیان
 (الجمانیہ: ۲۳)
 نہیں کرتے۔

دنیوی حاکم چاہتا ہے کہ غلام کو غلامی پہ رضامند رکھے۔

رکھنے لگا مُر جھائے ہوئے پھولِ قفس میں
 شاید کہ اسیروں کو گوارا ہو اسیری!

[ص ۲۳۳]

اگر غلام میں بصیرت ہو تو وہ ایسے حاکم کی عیاری کو سمجھ سکتا ہے۔ ع
 کرتے ہیں غلاموں کو غلامی پہ رضامند

[ص ۱۴۱]

وَلَا تُطِيعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ
 نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی
 هُوَهُ وَكَانَ اَمْرُهُ فُرْطَا ۝
 (الکھف: ۲۸) خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے
 گزر گیا۔

محراب گل افغان کے افکار

علامہ اقبال لکھتے ہیں: ”محراب گل محض فرضی نام ہے“۔^{۶۱}
 محراب گل کہتا ہے:

اے مرے فقرِ غیور فیصلہ تیرا ہے کیا
 خلعتِ انگریز یا پیرہنِ چاک چاک!
 [ص ۲۳۶]

مسلمان سوائے خدا کے کسی کے آگے سر نہیں جھکاتا۔ انگریز چاہتا تھا کہ پٹھانوں کو خرید لے
 لیکن وہ خریدے نہ جاسکے۔ صفحہ ۶۲۲ کی آیتیں دیکھیں۔

رہے گا تو ہی جہاں میں یگانہ ویکتا
اُتر گیا جو ترے دل میں لا شریک لہ

[ص ۶۲۷]

صفحہ ۶۲۲ کی آیتیں یہاں کے لیے بھی دیکھیں۔

تری خودی میں اگر انقلاب ہو پیدا عجب نہیں ہے کہ یہ چار سو بدل جائے!

[ص ۶۲۷]

اگر تم صحیح معنی میں نیابتِ الہی کا احساس پیدا کر لو اور اسی منصب کے مطابق عمل کرو تو یہ دنیا
ہی نئے سرے سے تعمیر ہو جائے کیونکہ تمہارے لیے تو ہر چیز مسخر کر دی گئی ہے:

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی
السَّمٰوٰتِ وَ مَّا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْكُمْ
نِعْمَةً ظٰهِرَةً وَّ بَاطِنَةً
کچھ زمین میں ہیں اور تمہیں بھر پور اپنی
نیعمتیں دیں ظاہر بھی اور چھپی ہوئی بھی۔
(لقمن: ۲۰)

حاجت سے مجبور مردانِ آزاد کرتی ہے حاجت شیروں کو روباہ!

محرور خودی سے جس دم ہوا فقر تو بھی شہنشاہ، میں بھی شہنشاہ!

[ص ۶۲۸]

غیر اللہ کی محتاجی ایک مرد مومن کو ذلیل کر دیتی ہے۔ اگر غیرت مند خودی ہو (اور اللہ کے سوا
کسی کو خاطر میں نہ لایا جائے) تو وہ ایسی دولت ہے جس سے مرد مومن شہنشاہ بن سکتا ہے۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ
کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں؟

(الزمر: ۳۶)

وہ علم نہیں، زہر ہے احرار کے حق میں

جس علم کا حاصل ہے جہاں میں دو کف جو!

صفحہ ۶۲۲ میں سورۃ الجاثیہ کی آیت ۲۳ مذکور ہے جس میں ایسے علم کا ذکر ہے جس سے دنیوی

خواہش کو معبود بنایا جاتا ہے۔

فطرت کے نوامیس پہ غالب ہے ہنرمند شام اس کی ہے مانند سحر صاحبِ پرتو!
[ص ۶۲۹]

جو شخص غیر اللہ کو خاطر میں نہیں لاتا اس کے لیے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے اور وہ فطرت کی پوشیدہ قوتوں کو بھی حاصل کر سکتا ہے۔ اس کی بلند تسخیری کی صلاحیتوں کا ذکر سورہ لقمن کی آیت ۲۰ میں آچکا ہے۔

تقلید سے ناکارہ نہ کر اپنی خودی کو
کر اس کی حفاظت کہ یہ گوہر ہے یگانہ

[ص ۶۳۰]

خوددار شخص اگر سخت کوش ہے تو وہ کسی کی تقلید نہیں کرتا۔ وہ خود ایسے کمالات تک پہنچ سکتا ہے جہاں غیر اللہ کے غلام کبھی نہیں پہنچ سکتے۔ اس کے لیے بھی سورہ لقمن کی آیت ۲۰، اور سورہ الجاثیہ کی آیت ۱۳ دیکھیں

لیکن اے شہباز یہ مرغانِ صحرا کے اچھوت
ہیں فضائے نیلگوں کے بیچ و خم سے بے خبر!
ان کو کیا معلوم اس طائر کے احوال و مقام
روح ہے جس کی دم پر داز سرتا پانظر!

[ص ۶۳۲]

مردِ مومن کو اقبال نے شاہباز (شاہین) سے تشبیہ دی ہے:
۱۔ خود دار اور غیرت مند ہے کہ اور کے ہاتھ کا مارا ہوا شکار نہیں کھاتا؟
۲۔ بے تعلق ہے کہ آشیانہ نہیں بناتا؛

۳۔ بلند پرواز ہے؛

۴۔ خلوت پسند ہے؛

۵۔ تیز نگاہ ہے۔

گر چہ مکتب کا جواں زندہ نظر آتا ہے
مردہ ہے! مانگ کے لایا ہے فرنگی سے نفس!

پروش دل^{۴۸} کی اگر مدِ نظر ہے تجھ کو
مردِ مومن کی نگاہِ غلط انداز ہے بس!

[ص ۶۳۳]

کالج کے طلبہ میں فرنگیوں کی روح تو نظر آجائے گی لیکن صحیح تربیت والا دل نظر نہیں آتا۔
حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لاکھ ۲۴ ہزار اشخاص کی تربیت فرمائی تھی۔ صفحہ ۶۱۹ میں سورہ
آل عمران کی آیت ۱۶۴ دیکھیں اور صفحہ ۶۲۲ میں سورہ الجاثیہ کی آیت ۲۳ بھی دیکھیں جہاں غلط قسم
کے علم کا ذکر ہے۔

اگر ہو جنگ تو شیرانِ غاب سے بڑھ کر اگر ہو صلح تو رعنا غزالِ تاتاری!
[ص ۶۳۳]

قوم کے نوجوانوں کو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقا اور صحابہؓ کی طرح ہونا چاہیے:
وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ
مَعِيَّتٍ فِيهِمْ (الفتح: ۲۹) اور آپس میں بہت نرم دل۔
اور جو لوگ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی

مرد بے حوصلہ کرتا ہے زمانے کا گلہ بندہ خُر کے لیے نشترِ تقدیر ہے نوش
[ص ۶۳۴]

وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ
وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ
وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ
اور قریب ہے کہ تمہیں کوئی بات بُری لگے
اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے
کہ تمہیں کوئی بات پسند آئے اور وہ
(البقرہ: ۲۱۶) تمہارے حق میں بُری ہو اور اللہ جانتا ہے
اور تم نہیں جانتے۔

نہیں ہنگامہ پیکار کے لائق وہ جواں جو ہوا نالہٗ مرغانِ سحر سے مدِ ہوش!
[ص ۶۳۴]

جو شخص تن آسان ہو اور مدِ ہوش (بے عمل) ہو وہ مشکلات کا مقابلہ کیونکر کر سکے گا؟

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَ
جَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ
يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ وَاللَّهُ غَفُورٌ
رَحِيمٌ ﴿٢١٨﴾ (البقرہ: ۲۱۸)

بے شک وہ جو ایمان لائے اور وہ جنہوں
نے اللہ کے لیے اپنے گھر بار چھوڑے اور
اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہ رحمتِ الہی کے امید
دار ہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہی لوگ مشکل پسند اور سخت کوشش ہیں اور یہی کامیاب ہیں۔

لَا دِينَ وَلَا طِينَ! كَسِ بِيحٍ فِي الْجَهَاتِ
وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ
[ص ۲۳۴] دَارُ وَهِيَ ضِعْفُونَ كَالْغَالِبِ إِلَّا هُوَ
(یوسف: ۲۱)

اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے۔

كَتَبَ اللَّهُ لَأَعْلَبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي
(المجادلہ: ۲۱) اور میرے رسول بھی۔
اور اللہ لکھ چکا ہے کہ ضرور میں غالب آؤں گا
جب اللہ ہی سب پر غالب ہے تو پھر اس کو چھوڑ کر دوسرا راستہ کہاں صحیح ہو سکتا ہے؟

بے اشکِ سحر گاہی، تقویمِ خودی مشکل
یہ لالہ پیکانی خوشتر ہے کنارِ جو!
[ص ۲۳۵] وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدُ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ نَفْسٌ
أَنْ يَّعْنَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا
(بنی اسرائیل: ۷۹) تمہارا رب تمہیں مقامِ محمود عطا کرے۔
حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تہجد فرض تھی اور ان کے غلاموں کے لیے یہ سنت ہے
اور بلند مدارج کے حصول کا ذریعہ بھی۔

بے جراتِ رندانہ ہر عشق ہے رو باہی
بازو ہے قوی جس کا وہ عشق یدِ الٰہی!
جو سختی منزل کو سامانِ سفر سمجھے
اے وائے تن آسانی! ناپید ہے وہ راہی!
[ص ۲۳۶] لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ (البلد: ۴)

بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو مشقت میں رہتا۔

سورۃ الکہف: آیت ۶۰ میں موسیٰ کی سخت کوشی کا ذکر ہے جو ہمارے لیے بھی مشعلِ راہ ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کی دشواری سے متعلق ارشاد ہے:

وَهَذَا الْبَلَدُ الْأَمِينُ ۝ (والنہین: ۳) اور اس امان والے شہر کی قسم
یعنی میرے امین کے شہر کی قسم۔

خود دار نہ ہو فقر تو ہے قبر الہی ہو صاحبِ غیرت تو ہے تمہید امیری!
افرتگ ز خود بے خبرت کرد و گرنہ اے بندہ مومن تُو بشری! تُو نذیری!
[ص ۶۳۷]

مسلمان، غیر اللہ کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتا۔ وہ تو عالم کے لیے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں بشری اور نذیری کے لیے آیا ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَ نَذِيرًا وَ لَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝
رسالت سے جو تمام انسانوں کو گھیرنے والی ہے، خوشخبری سناتا اور ڈر سناتا، لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔
(السبا: ۲۸)

قوموں کے لیے موت ہے مرکز سے جدائی
ہو صاحبِ مرکز تو خودی کیا ہے؟ خدائی!

[ص ۶۳۷]

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا
اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور
تَفَرَّقُوا (آل عمران: ۱۰۳) آپس میں پھٹ نہ جانا۔

بالائے سر رہا تو ہے نام اس کا آسماں زیر پر آ گیا تو یہی آسماں میں!
[ص ۶۳۸]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لاکھ چوبیس ہزار لوگوں کو صحابہؓ بنا دیا جن کے قدموں کی خاک کے برابر بڑے سے بڑا ولی نہیں ہو سکتا اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چشمِ زدن میں زمان و مکان کی حدود سے آگے عرش کا سفر کیا۔ سورہ بنی اسرائیل کا آغاز اسی واقعے سے ہے:

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ
الْأَقْصَا (بنی اسرائیل: ۱)

سورۃ النجم کی ابتدائی اٹھارہ آیتیں اس واقعے سے متعلق ہیں۔ پھر سورۃ البقرہ کی آیت ۲۰ اور
سورۃ الجاثیہ کی آیت ۱۳، انسان کی بلند ترین صلاحیتوں کو ظاہر کرتی ہیں۔

یہ نکتہ خوب کہا شیر شاہ سوری نے کہ امتیازِ قبائل تمام تر خواری
[ص ۶۳۹]

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ
وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ
أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ
(الحجرات: ۱۳) کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم
میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

کھلے ہیں سب کے لیے غریبوں کے میخانے
علومِ تازہ کی سر مستیاں گناہ نہیں!
اسی سرور میں پوشیدہ موت بھی ہے تری
ترے بدن میں اگر سوزِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ نہیں!
[ص ۶۴۰]

مغربی علوم حاصل کرنا گناہ نہیں، لیکن ساتھ ہی یہ یاد رکھنا ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور غیر اللہ
کے منکر ہیں۔ سورۃ الحج میں غیر اللہ کو پوجنے والوں کو صحیح علم سے محروم قرار دیا گیا ہے:
وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَمْ يَنْزَلْ بِهِ
سُلْطَانًا وَمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهِ عِلْمٌ (الحج: ۱۷) اتاری اس نے، جس کی خبر نہیں ان کو۔

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی یا بندۂ صحرائی یا مرد گہستانی!
[ص ۶۴۰]

مشکل پسند لوگ ہی فطرت کے مقاصد کو سمجھتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں۔ صفحہ ۶۳۶ کی آیتیں دیکھیں۔

ع بنتی ہے بیاباں میں فاروقی و سلمانی

[ص ۶۴۱]

صدیوں میں کہیں پیدا ہوتا ہے حریف اس کا
تلوار ہے تیزی میں صہبائے مسلمانی!

[ص ۶۴۱]

دین کا جوش اتنی قوت رکھتا ہے کہ باطل اس کے سامنے ہیچ ہو جاتا ہے:

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ
الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۝ (بنی اسرائیل: ۸۱) گیا۔ بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔



حوالے اور حواشی

- ۱- اقبال نامہ: (اول)، ص ۳۸۰-۳۸۱۔
 - ۲- رسالہ صحیفہ اقبال نمبر۔ حصہ اول اکتوبر ۱۹۷۳ء ص ۱۷۳۔
 - ۳- فقیر سید وحید الدین، روزگارِ فقیر لاہور، ۱۹۶۶ء ص ۱۸۳/۱۔
 - ۴- اقبال نامہ: (اول)، ص ۲۰۱-۲۰۲۔
 - ۵- بحوالہ رسالہ فکر و نظر اسلام آباد، اگست ۱۹۷۶ء، ص ۱۱۹۔
 - ۶- حکیم خاقانی کی تحفۃ العراقین سے۔
 - ۷- اقبال نامہ: (اول)، ص ۳۱۔
 - ۸- اسی ضربِ کلیم ص ۶۳۸ میں ہے:
- بالائے سر رہا تو ہے مام اس کا آسماں
زیر پر آگیا تو یہی آسماں زمیں
- ۹- اقبال نامہ: (اول)، ص ۲۴۔
 - ۱۰- ایضاً، ص ۳۴۔
 - ۱۱- ایضاً، ص ۲۹۷۔
 - ۱۲- ایضاً، ص ۳۲-۳۵۔
 - ۱۳- ایضاً، ص ۲۰۱-۲۰۲۔
 - ۱۴- ایضاً، ص ۲۳۱۔
 - ۱۵- ایضاً، ص ۲۰۳-۲۰۴۔
 - ۱۶- ایضاً، ص ۲۶۲-۲۶۵۔
 - ۱۷- ایضاً، ص ۲۵۰۔
 - ۱۸- ایضاً، ص ۷۸-۷۹۔
 - ۱۹- ایضاً، ص ۲۳۱۔
 - ۲۰- رسالہ صحیفہ اقبال نمبر حصہ اول، اکتوبر ۱۹۷۳ء، ص ۱۷۲، دیکھیں مکتوباتِ مجددی، ص ۱۴۷/۱۔
 - ۲۱- اسی تقوی القلوب کو اقبال کی اصطلاح میں عشق کہیں گے۔ دیکھیں سیرۃ النبیؐ (اعظم گڑھ) ۱۹۵۲ء، ص ۲۲۸/۵۔
 - ۲۲- اقبال نامہ: (اول)، ص ۳۳، پھر ص ۵۰ میں لکھتے ہیں:
- میرا عقیدہ یہ ہے کہ جو شخص اس وقت قرآنی نقطہ نگاہ سے زمانہ حال کے جورس پروڈنس (اصول)

فقہ) پر ایک تنقیدی نگاہ ڈال کر احکامِ قرآن کی ابدیت کو ثابت کرے گا وہی اسلام کا مجدد ہوگا اور بنی نوع انسان کا سب سے بڑا خادم بھی وہی شخص ہوگا۔

۲۳- اقبال نامہ: (دوم)، ص ۸۰۔

۲۴- اقبال نامہ: (اول)، ص ۲۰۱۔

۲۵- ایضاً، ص ۲۴۶۔

۲۶- ایضاً، ص ۲۰۱-۲۰۲۔

۲۷- ایضاً، ص ۳۴۲۔

۲۸- رسالہ جوہر۔ جامعہ دہلی، دسمبر ۱۹۳۸ء، ص ۱۹-۲۱۔

۲۹- اقبال نامہ: (دوم)، ص ۵۹-۶۰۔

۳۰- ان لوگوں کے عملِ اکارت ہونے کی پیش گوئی اقبال نے صفحہ ۵۴۷ میں بھی کی ہے:

وہ بزمِ عیش ہے مہمانِ یک نفس دو نفس

چمک رہے ہیں مثالی ستارہ جس کے ایان

۳۱- حضرت مجدد کے متعلق انھوں نے انگلستان میں بھی تقریر کی تھی (اقبال نامہ: (اول)، ص ۴۴۲-۴۴۳)

اور اپنے انگریزی خطبے نمبر ۷ میں بھی ان کا ذکر کیا ہے۔ اقبال نامہ: (اول)، ص ۷۹ اور بالِ جبیریل کے اشعار بھی ان کی تعریف میں ہیں۔

۳۲- نظامی گنجوی (سکندر نامہ) تو یہاں تک فرمائے ہیں:

اگر نیک بودے سر انجامِ زن

زمانِ رازن نام بودے نہ زن

۳۳- رومی فرماتے ہیں:

بشنواز نئے چوں شکایت می کند

از جدائیٰ ہا شکایت می کند

خستک تار خستک چوب و خستک پوست

از کجا می آید این آوازِ دوست

۳۴- اقبال نامہ: (اول)، ص ۴۴، ۴۵۔

۳۵- ایضاً، ص ۳۲-۳۳۔

۳۶- اقبال لکھتے ہیں:

عہدِ جدید کا ایک مسلمان اہل علم جب ان مسائل (معاش و معاد) کو مذہبی تجربات اور افکار کی روشنی میں بیان کرتا ہے جن کا مبداء اور سرچشمہ قرآن مجید ہے تو اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ جدید افکار کو قدیم لباس میں پیش کیا جا رہا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ پرانے حقائق کو جدید افکار کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ ((اقبال نامہ: (اول)، ص ۴۷۳-۴۷۴))

۳۷- صحیح مسلم، ص ۲۱۵ میں ہے:

المؤمن القوی خیرٌ و احبُّ الی اللہ
من المؤمن الضعیف
ان اللہ یحب معالی الامور و یبغض
سفاسفها

قوی مؤمن کمزور مؤمن سے خدا کے نزدیک
زیادہ بہتر اور محبوب ہے۔ ایک اور حدیث ہے:
بے شک اللہ بلند کاموں کو پسند کرتا ہے اور حقیر
کاموں کو ما پسند کرتا ہے۔

۳۸- اقبال نامہ: (اول)، ص ۴۲-۴۵۔

۳۹- ایضاً، ص ۲۵۰۔

۴۰- ایضاً، ص ۲۰۱-۲۰۲۔

۴۱- رسالہ فکر و نظر اسلام آباد۔ اگست ۶، ۱۹۷۷ء، ص ۱۱۹۔

۴۲- اقبال نامہ: (اول)، ص ۴۷۰۔

۴۳- ایضاً، ص ۲۰۲۔

۴۴- اس کے بعد یہ شعر سوریا سے متعلق آتا ہے:

صلہ فرنگ سے آیا ہے سوریا کے لیے

سے و قمار و ہجومِ زمانِ بازاری!

آج ان عیوب کی وجہ سے جو قہر الہی مازل ہو رہا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

۴۵- اقبال نامہ: (اول)، ص ۲۰۲۔

۴۶- ایضاً، ص ۳۳۔

۴۷- ایضاً، ص ۲۰۵۔

۴۸- اور نگ زیب نے اپنے ایک شہزادے کو محل کی تعمیر پر (ایک رقعے میں) مبارکباد دیتے ہوئے یہ لکھا:

اما تعمیرِ دل نہ کر دیم۔



ارمغانِ حجاز

(پہلی اشاعت: ۱۹۳۸ء)

ارمغانِ حجاز

پہلی اشاعت — ۱۹۳۸ء

علامہ اقبال ۱۵ جنوری ۱۹۳۷ء کو سرسید راس مسعود کو لکھتے ہیں:

..... میری صحت دن بدن ترقی کر رہی ہے۔ آواز میں بھی فرق آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ دربار رسالت میں جو کچھ میں نے عرض کیا ہے، قبول ہوگا۔ امسال دربار حضور میں حاضری کا قصد تھا مگر بعض موانع پیش آ گئے۔ ان شاء اللہ امید ہے کہ سال (آئندہ) حج بھی کروں گا اور دربار رسالت میں بھی حاضری دوں گا اور وہاں سے ایک ایسا تحفہ لاؤں گا کہ مسلمانان ہند یاد کریں گے۔ یہ تحفہ بھی اعلیٰ حضرت (نواب بھوپال) کی نذر کیا جائے گا۔ خدا تعالیٰ انھیں عمر دراز عطا فرمائے.....
(اقبال نامہ (اول)، ص ۳۸)

پھر ۱۱ اگست ۱۹۳۷ء کو سید غلام میراں شاہ کو لکھتے ہیں:

..... حج بیت اللہ کی آرزو تو گزشتہ دو تین سال سے میرے دل میں بھی ہے۔ خدا تعالیٰ ہر پہلو سے استطاعت عطا فرمائے تو یہ آرزو پوری ہو۔ اور اگر آپ رفیقِ راہ ہوں تو مزید برکت کا باعث ہو۔ عراق کی راہ جائیں تو بہت سے مقدس مقامات کی زیارت ہو جاتی ہے لیکن بغداد سے مدینہ تک چھ سو میل کا طویل سفر ہے جو لاری میں کرنا پڑتا ہے۔ صحرائی سفر بہت دشوار ہے.....
(ایضاً، ص ۲۲۵)

۲ دسمبر ۱۹۳۷ء کو پھر سید غلام میراں شاہ کو ان کے سفر حج کے موقع پر لکھتے ہیں:

..... میں تو اس قابل نہیں ہوں کہ حضور کے روضہ مبارک پر یاد بھی کیا جا سکوں۔ تاہم حضور کے اس ارشاد سے جرأت ہوتی ہے: الطالح لی یعنی گنہ گار میرے لیے ہے۔ امید ہے کہ آپ اُس دربار میں پہنچ کر مجھے فراموش نہ فرمائیں گے.....

(ایضاً، ص ۲۲۸-۲۲۹)

ارمغانِ حجاز

حضورِ حق

خوش آں راہی کہ سامانے نگیرد دلِ او پندِ یاراں کم پذیرد
بہ آہے سوز ناکش سینہ بکشائے زیک آہش غم صد سالہ میرد!

[ص ۸۸۵]

فَإِنَّ خَيْرَ الْبَرِّ الَّذِي اتَّقَى (البقرہ: ۱۹۷) پس بے شک بہتر زادِ راہِ تقویٰ ہے۔
یہ تقویٰ اگر تقویٰ القلب ہے جو اقبال کے یہاں عشق سے تعبیر کیا گیا ہے تو بے شک اس کی
بدولت بڑی سے بڑی مشکل حل ہو سکتی ہے اور بڑے سے بڑا غم غلط ہو سکتا ہے۔
وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ ۚ إِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (لقمن: ۱۷) اور استقلال اختیار کر اُس پر جو مصیبت تجھ پر
پڑے۔ بے شک یہ بڑی ہمت کے کاموں
میں سے ہے۔

دلِ ما بیدلاں بُردند و رفتند مثالِ شعلہ افسردند و رفتند
بیا یک لحظہ با عامان در آمیز کہ خاصاں بادہ با خوردند و رفتند

[ص ۸۸۷]

موجودہ قوم کو پست ہمت بنا دیا گیا ہے گو کہ جنھوں نے بنایا ہے وہ بھی اب نہیں رہے۔
علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:
غلام قوم مادیات کو روحانیت پر مقدم سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور جب انسان میں خوی غلامی
راخ ہو جاتی ہے تو ہر ایسی تعلیم سے بیزارگی کے بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد قوتِ نفس اور

روح انسانی کا ترفع ہو۔

ان کی مثال (جنہوں نے قوم کو پست بنایا ہے) ایسی ہی ہے جن کا ذکر سورۃ الفرقان میں ہے کہ ایسے معبود اللہ کے سامنے کہیں گے:

وَلَكِنْ مَتَّعْتَهُمْ وَآبَاءَهُمْ حَتَّى نَسُوا
الدِّكْرَ وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا

(الفرقان: ۱۸) اور وہ خود ہی برباد ہو گئے۔

اب ”عام“ لوگ (”خاص“ کے برعکس) اللہ سے یہی دعا کرتے ہیں:

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ
عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا
لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ (البقرہ: ۲۸۶)

نڈال جس کی ہم کو سہار نہ ہو۔

سخن ہا رفت از بود و نبودم
سجود زندہ مرداں می شناسی

من از نخلت لب خود کم کشودم
عیار کار من گیر از سجودم!

[ص ۸۸۷]

انسان کے فانی ہونے کی گفتگو کو میں خاموشی اور نجالت سے سنتا رہا لیکن ”زندہ مرد“ جب سجدہ کرتا ہے تو کائنات لرز جاتی ہے کیونکہ وہ غیر اللہ کا انکار پہلے کرتا ہے پھر اللہ کے آگے جھکنے کے لائق بنتا ہے۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ (القصص: ۸۸) اور مت پکار اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا۔

یہ حکم اسی لیے ہے کہ ”غیر خدا“ ہر طاقت کا انکار کیا جائے۔ ایسا انکار کرنے والا وہ ”زندہ مرد“ ہے جو صرف اللہ کے آگے جھکنے کا سب سے بڑا معیار قائم کر دیتا ہے:

ع خدائے زندہ، زندوں کا خدا ہے

[بال جبریل، ص ۳۸۲]

دل من در کشاد چون و چند است
نگاہش از مہ و پرویں بلند است

بدہ ویرانہ در دوزخ او را
کہ ایں کافر بسے خلوت پسند است!

[ص ۸۸۸]

میرا دل تنہائی میں ”کشادِ چون و چند“ میں لگا رہتا ہے اور ایسی زندگی اگر اسے دوزخ میں بھی ملے تو ہرج نہیں کیونکہ ساری کائنات اس کی ہے اور اس کے لیے بنائی گئی ہے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا
وہ ذاتِ پاک ایسی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لیے جو کچھ بھی زمین میں ہے سب کا سب۔ (البقرہ: ۲۹)

الْمَ تَرَوْنَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعْمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے لیے مسخر کر دیے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہیں اور تمہیں بھر پور اپنی نعمتیں دیں، ظاہر اور چھپی ہوئی۔ (لقمن: ۲۰)

سورۃ الجاثیہ میں بھی اس طرح کا مضمون ہے۔

چشوراست این کہ در آب و گل افتاد
قرار یک نفس بر من حرام است
ز یک دل عشق را صد مشکل افتاد
بمن رحمہ کہ کارم با دل افتاد!
[ص ۸۸۸]

انسان کو احکامِ الہیہ کی امانت دی گئی:
وَ حَمَلَهَا الْإِنْسَانُ (الاحزاب: ۷۲)
اور انسان نے اسے اٹھالیا۔
لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ (البلد: ۴)
بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

سخت کوشی انسان کی فطرت میں ہے ورنہ وہ بارِ امانت نہیں اٹھا سکتا تھا۔

جہاں از خود بروں آوردہ کیست؟
مرا گوئی کہ از شیطان حذر کن
جمالش جلوہ بے پردہ کیست؟
بگو با من کہ او پروردہ کیست؟
[ص ۸۸۸]

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَ اٰخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي
تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا

بے شک آسمانوں اور زمین کے بنانے میں
اور رات اور دن کے اختلاف میں اور
کشتیوں میں جو دریاؤں میں اُن چیزوں کو

أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ
 الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ
 ذَاتِئَةٍ وَ تَصْرِيفِ الرِّيْحِ وَالسَّحَابِ
 الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لآيَاتٍ
 لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ○ (البقرہ: ۱۶۴)

لے کر چلتی ہیں جن سے لوگوں کو نفع ہوتا ہے
 اور اس پانی میں جو اللہ بر سے اتارتا ہے اور
 جس سے زمین کو زندہ کرتا ہے اس کی موت
 کے بعد اور اس میں پھیلا دیتا ہے ہر طرح
 کے جاندار اور ہواؤں کے پلٹانے میں اور
 بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان
 مطبوع ہیں، ان لوگوں کے لیے بہت سی
 نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔

يَبْنِي آدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا أَخْرَجَ
 أَبَوَيْكُم مِّنَ الْجَنَّةِ (الاعراف: ۲۷)

اے اولادِ آدم، نہ بہکائے تم کو شیطان جیسا
 نکالا تمہارے ماں باپ کو بہشت سے۔

شیطان کہے گا کہ لوگ خود ہی بہک گئے اور میں ان کا ذمہ دار نہیں ہوں۔ سورہ ابراہیم
 آیت ۲۲؛ سورہ الحشر آیت ۱۶ میں یہ بحث ہے اور سورہ ص کے آخر میں شیطان کے استکبار کا پورا
 واقعہ مذکور ہے۔

دلِ ابلیس ہم نتوانم آزد گناہ گاہ من صوابست
 وَلَا تَسْبُوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ
 اور تم برا نہ کہو جن کو وہ پکارتے ہیں اللہ کے
 (الانعام: ۱۰۸) سوا۔

اے اللہ ہم تیرے ہو کر تیرے کرم سے کیوں محروم ہیں؟

اگر این سست رسم دوستداری بدیوارِ حرم زن جام و مینا
 [ص ۸۸۹]

اقبال نیاز مندانه طور پر عرض کرتے ہیں کہ اگر ہم پر کرم نہیں ہے تو اپنے جام و مینا اپنے پاس
 ہی رکھے رہنے دے (یعنی اس کے برعکس یوں کہنا چاہتے ہیں کہ اے اللہ! ہم کو معاف کر دے
 اور ہم پر کرم کر دے)۔

رَبَّنَا لَا تَوَاخِذْنَا اِنْ نَسِينَا اَوْ اٰخَطَاْنَا ؕ
اے رب ہمارے، نہ پکڑ ہم کو اگر بھولیں یا
(البقرہ: ۵: ۲۸۶) چوکیں۔

تجو از ما چہ میخوانی کہ شاہاں خراجے از دہ ویراں نہ گیرند
[ص ۸۹۰] وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ۝
(الذاریت: ۵۶) صرف یہ کہ میری عبادت کریں۔
اقبال صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم کیا اور ہمارا سجدہ کیا؟

من از غمنا نمی ترسم و لیکن مدہ آں غم کہ شایان دلے نیست
[ص ۸۹۰] ہم تیرے ہیں، تو ہمارے دل کی شان کے مطابق صرف تیرا غم ہی ہمیں زیب دیتا ہے اور
صرف یہی غم ہمیں مطلوب ہے۔
يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَہُ (المائدہ: ۵۴) اللہ ان کو چاہتا ہے اور وہ اس کو چاہتے ہیں۔

مے من از تنک جاماں نگہ دار شرابِ پختہ از خاماں نگہ دار
شر از نیستانے دُور تر بہ بخاصاں بخش و از عاماں نگہ دار!
[ص ۸۹۰]

ع دیتے ہیں بادہ ظرفِ قدح خوارد کچھ کر
[ص ۸۹۰] ہم کو ہماری شان (نیابتِ الہی) کے مطابق نواز دے۔

وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۙ (الاحزاب: ۷۲) اور انسان نے اسے اٹھایا۔
اسی لیے انسان کو ایسا دیا کہ کوئی اور مخلوق لے بھی نہیں سکتی۔
صفحہ ۸۸۸ میں سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۹؛ سورۃ لقمن کی آیت ۲۰ وغیرہ بھی دیکھیں۔

ازاں از لا مکاں بگرتنم من کہ آں جانالہ ہائے نیم شب نیست
[ص ۸۹۱]

وہ نماز ہی کیا جس میں حضور نہ ہو اور وہ دل ہی کیا جس میں سُور نہ ہو۔

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ۝ (المؤمنون: ۱-۲)
تحقیق، فلاح پاگئے ایمان والے جو اپنی نماز میں خشوع رکھتے ہیں۔
تَقَشَعْرُ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَ قُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ ۗ (الزمر: ۲۳)
بال کھڑے ہوتے ہیں اس (قرآن) سے کھال پر اُن لوگوں کے جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے، پھر نرم ہوتی ہیں اُن کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کی یاد پر۔

چہ گویم قصہ دین و وطن را
مرخ از من کہ از بے مہری تو
کہ نتواں فاش گفتن این سخن را
بنا کردم ہماں دیر کہن را

[ص ۸۹۲]

ہم نے دین اور وطن کے تصور ہی کو بدل دیا ہے۔ سورۃ الحج میں ہماری حالت بتائی گئی ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَىٰ حَرْفٍ ۖ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ ۚ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ فَكَانَ مُسْتَضْعَفًا ۚ (الحج: ۱۱)
اور بعض شخص ہے کہ بندگی کرتا ہے اللہ کی کنارے پر۔ پھر اگر مل گئی اس کو بھلائی (تو) چین پکڑا اس پر۔ اور اگر مل گئی اس کو جانچ (آزمائش)، پھر گیا اُلٹا اپنے منہ پر۔ گنوائی دنیا اور آخرت۔

مسلمانے کہ در بند فرنگ است
ز سیمائے کہ سودم بردر غیر
دلش در دست او آساں نیاید
تہودے بوڈڑ و سلمان نیاید

[ص ۸۹۳]

مسلمان اللہ کا ہو کر فرنگ (غیر اللہ) کا ہو جائے تو کس قدر شرم کی بات ہے۔

صَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ ۖ مُتَشَاكِسُونَ ۖ وَ رَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ۖ هَلْ يَسْتَوِينَ مَثَلًا ۗ
اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی کہ ایک شخص ہے جس میں کئی ساجھی ہیں جن میں باہم ضد ہے اور ایک اور شخص ہے کہ وہ پورا

(الزمر: ۲۹) ایک ہی شخص کا ہے۔ کیا ان دونوں کی حالت
یکساں ہے؟

تجوڑے دہ کہ از سوز و سرورش بہ وجد آرم زمین و آسمان را
صفحہ ۸۹۲ میں سورۃ الزمر کی آیت ۲۳ دیکھیں۔
اسی صفحے میں ہے:

سحر جاوید را در سجدہ دیدم بہ صُحُش چہرہ شامم بیارے
[ص ۸۹۳]

زکریا علیہ السلام نے صالح اولاد کے لیے دعا کی تھی۔ اقبال بھی جاوید (اور قوم کے
نوجوانوں) کے لیے دعا کرتے ہیں:

رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اے رب میرے، عطا کر مجھے اپنے پاس سے
اِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ (ال عمران: ۳۸) اولاد پاکیزہ۔ بے شک تُو سننے والا ہے دعا۔

بے نا دیدنی را دیدہ ام من مرا اے کاشکے مادر نہ زادے
[ص ۸۹۴]

لُو ط علیہ السلام نے بھی دعا کی تھی:

قَالَ اِنِّي لَعَمَلِكُمْ مِنَ الْفَالِقِينَ ۝ رَبِّ نَجِّنِي وَاَهْلِي مِمَّا يَعْمَلُونَ ۝
لُو ط علیہ السلام نے کہا، میں تمہارے عمل سے البتہ بیزار ہوں۔ اے رب! خلاصی
دے مجھے اور میرے گھروالوں کو ان کاموں (الشعراء: ۱۶۸-۱۶۹)
سے جو یہ کرتے ہیں۔

دریں بتخانہ اولادِ براہیم نمک پروردہ نمرود تا چند
[ص ۸۹۴]

سورۃ یونس میں موسیٰ علیہ السلام کی دعا مذکور ہے:

وَ قَالَ مُوسَى رَبَّنَا اِنَّكَ اَنْتَ فَرْحُونَ اور کہا موسیٰ نے، اے رب ہمارے، تو نے
وَ مَلَاةٌ زَيْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دی ہے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو رونق

رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَن سَبِيْلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ
عَلَى اَمْوَالِهِمْ وَاَشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ
فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوْا الْعَذَابَ
الْاَلِيْمَ ﴿۸۸﴾ (یونس: ۸۸)

اور مال دنیا کی زندگی میں، اے رب! اس
واسطے کہ بہکا دیں تیری راہ سے۔ مٹا دے
ان کے مال اور سخت کر ان کے دل کہ نہ
ایمان لائیں جب تک دیکھیں دکھ کی مار۔

سرود رفتہ باز آید کہ ناید نیسے از حجاز آید کہ ناید
سر آمد روزگارِ ایں فقیرے دگر دانائے راز آید کہ ناید

[ص ۸۹۴]

حضرت زکریا علیہ السلام نے پوری زندگی دعوتِ اسلامی میں صرف کی، لیکن آخر میں کوئی
جانشین نظر نہ آتا تھا تو آپ نے اپنا اور آلِ یعقوب کا جانشین عطا کرنے کی درخواست کی۔ علامہ
اقبال کے دل میں یہی آرزو مچل رہی تھی۔

زکریا علیہ السلام کی دعا ہے:

فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَاٰلًا وَّيَرْتَنِيْ وَ
يَرِثْ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ (مریم: ۵-۶)

پس بخش مجھے اپنے پاس سے ایک جانشین جو
میری جگہ بیٹھے اور یعقوب کی اولاد کی جگہ بیٹھے۔

ضمیر اُمتاں رامی کند پاک کلیمے یا کلیمے نئے نوازے

[ص ۸۹۵]

علامہ اقبال لکھتے ہیں:

..... ہمیں ایک ایسی شخصیت کی ضرورت ہے جو ہمارے معاشرتی مسائل کی پیچیدگیوں سلجھائے،
ہمارے تنازعات کا فیصلہ کرے اور بین الہنی اخلاق کی بنیاد مستحکم و استوار کرے، (پھر پروفیسر
میکنزی کے اقتباس میں سے ہے کہ): ”غالباً ہمیں پیغمبر سے بھی زیادہ عہد تو کے شاعر کی ضرورت
ہے یا ایک ایسے شخص کا وجود ہمارے لیے مفید ثابت ہوگا جو شاعری اور پیغمبری کی دو گونہ صفات
سے متصف ہو۔ عہدِ ماضی کے شاعروں نے ہمیں فطرت سے محبت کرنے کی تعلیم دی ہے۔ انھوں
نے ہمیں اس قدر ژرف نگاہ بنا دیا ہے کہ ہم مظاہرِ فطرت میں انوارِ ربانی کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔
لیکن ہم ابھی ایک ایسے شاعر کے منتظر ہیں جو ہمیں اسی وضاحت کے ساتھ پیگیرِ انسانی میں صفات
الہی کے جلوے دکھا دے.....“

وَ نَفْسٍ وَّ مَا سَوَّاهَا ۖ فَالْهَمَّهَا فُجُورَهَا وَّ تَقْوَاهَا ۗ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ۗ وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا ۗ (الشمس: ۷-۱۰)

اور جان کی (قسم) اور اس کی جس نے اس کو درست کیا۔ پھر اس کی بدکاری اور پرہیز گاری کا اس کو القا کیا۔ یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اسے پاک کر لیا اور نامراد ہوا جس نے اسے دبا دیا۔

انسان کے اندر فسق و فجور اور تقویٰ دونوں کی صلاحیتیں پیدا کی گئی ہیں لیکن تزکیہ حاصل کرنے والوں کے لیے فلاح ہے اور یہ فلاح دراصل قرآن ہی سے حاصل ہو سکتی ہے خواہ اسے کوئی شخص کسی انداز سے پیش کرے۔

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَ يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ۗ

یہ قرآن بتاتا ہے وہ راہ جو سب سے سیدھی ہے اور خوشی سناتا ہے ان کو جو یقین لائے اور نیکیاں کیں کہ ان کو ہے بہت بڑا اجر۔

(بنی اسرائیل: ۹)

متاع من دل درد آشناے است نصیب من فغانِ نارساے است
بجاکِ مرقدِ من لاله خوشتر کہ ہم خاموش و ہم خونیں نوائے است

[ص ۸۹۵]

مرنے کے بعد بھی ایک عاشق اپنی فغانِ نارسا کے اظہار کے لیے ”خونیں نوا“ لالہ کو پسند کرتا ہے یعنی ازل سے ابد تک عشق ہی عشق اسے مطلوب ہے۔ ایسے عاشق شہید ہوتے ہیں تو زندہ رہتے ہیں۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۗ

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے پروردگار کے مقرب ہیں۔ ان کو رزق بھی ملتا ہے وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا فرمائی۔

(آل عمران: ۱۶۹-۱۷۰)

اللہ کی راہ میں قتل ہونے والوں میں اولیا بھی شمار ہوتے ہیں جیسا کہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے سورۃ البقرہ کی آیت ۱۵۴ کے حاشیے میں بحث کی ہے۔ ”خونیں نو“ سے اقبال کا اشارہ بھی شہدا کی طرف ہے۔

دم خود را دمیدی اندر اں خاک کہ غیر از خوردن و مُردن نداند
[ص ۸۹۵]

تم کھانے اور مر جانے کے لیے پیدا نہیں ہوئے۔ یہ تو جانوروں کا کام ہے۔ تم کو بارِ امانت دیا گیا ہے اور تمہارے بدن میں دل دیا گیا ہے جو عملِ صالح کے لیے آمادہ کرتا ہے اور تقویٰ القلب کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس خیر کے لیے شدت اختیار کی جائے۔
جو لوگ صرف کھانا اور مر جانا ہی عینِ حیات سمجھتے ہیں وہ جانوروں جیسے ہیں۔

أُولَئِكَ كَانُوا لِنِعْمِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَئِكَ یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ (ان
هُمُ الْغٰفِلُونَ ۝ (الاعراف: ۱۷۹) سے) زیادہ بے راہ ہیں۔ یہ لوگ غافل ہیں۔

دلِ ما از کنارِ ما رمیدہ بصورت ماندہ و معنی ندیدہ
[ص ۸۹۵]

وہ دل بے کار ہے جو کہنے کو تو دل ہے لیکن حقیقت میں اس کی صلاحیتیں مفقود ہیں۔ سورہ ق میں قلب اسی کو کہا گیا ہے جس میں حقیقت کو سمجھنے کی صلاحیت ہے:

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرٍ لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ اس میں سوچنے کی جگہ ہے اس کو جس کے
أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِيدٌ ۝ (ق: ۳۷) اندر دل ہے یا لگا دے کان، دل لگا کر۔

ندانم جبرئیل ایں ہائے و ہورا کہ نشناسد مقامِ جستجو را!
پرس از بندۂ بیچارۂ خویش کہ داند نیش و نوشِ آرزو را!
[ص ۸۹۶]

”نیش و نوشِ آرزو“ انسان ہی رکھتا ہے، فرشتے نہیں رکھتے۔

وَ حَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۝ (الاحزاب: ۷۲) اور انسان نے اسے اٹھایا۔

اسی لیے وہ مسجودِ ملائک بھی ہوا اور خلیفۃ اللہ بھی۔

چینس دور آسماں کم دیدہ باشد کہ جبریل امیں رادل خراشد
چہ خوش دیرے بنا کردند آنجا پرستد مومن و کافر تراشد

[ص ۸۹۷]

جبریل علیہ السلام صرف اللہ کے آگے سجدہ کرنے کا پیام لائے تھے لیکن اب عجب حال ہے کہ بت خانے کی تعمیر کافر کرتا ہے اور مسلمان اس میں پو جا کرتا ہے۔ آج کے مسلمان نے ہوا و ہوس کی پیروی کر لی ہے (واتبع ہوؤ۔ سورۃ الکہف آیت ۲۸) اور سورۃ الفرقان میں ہے:

وَ قَالَ الرَّسُوْلُ يَرْبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا
هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝

میرے پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو بالکل چھوڑ رکھا تھا۔ (الفرقان: ۳۰)

چناں با بندگی در ساختم من نہ گیرم گر مرا بخشی خدائی

[ص ۸۹۷]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

غلام قوم، مادیات کو روحانیت پر مقدم سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور جب انسان میں خوئے غلامی راسخ ہو جاتی ہے تو وہ ہر ایسی تعلیم سے بیزارگی کے بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد قوت نفس اور روح انسانی کا ترغیب ہوئے

وَلَا تَطْعُ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ
هُوَ وَكَانَ اَمْرُهُ فُرْطَانًا ۝

اور ایسے کا کہنا نہ مانو جس کے قلب کو ہم نے
اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی
نفسانی خواہشات پر چلتا ہے اور اس کا حال
(الکہف: ۲۸)
حد سے گذر گیا ہے۔

مسلمان فاقہ مست و ژندہ پوش است ز کارش جبریل اندر خروش است
بیا نقش دگر ملت بریزم! کہ ایں ملت جہاں را بار دوش است

[ص ۸۹۷]

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوْا
الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا

تم میں جو لوگ ایمان لائیں اور عمل صالح کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ

اِسْتَحْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمْكِنَنَّ لَهُمْ دِيْنُهُمُ الَّذِي اَرْتَضَى لَهُمْ وَلَيَسِدَنَّهُمْ مِنْۢ بَعْدِ ۙ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۙ يَعْبُدُوْنِي لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا (حکومت عطا کرے گا) جس طرح اس نے خلیفہ بنایا تھا ان کو جو ان سے پہلے آچکے ہیں اور البتہ ان کے لیے ان کے دین کو مضبوط کر دے گا جس کو اس نے پسند کر لیا ہے اور وہ ان کے خوف دور کرنے کے بعد امن سے بدل دے گا (النور: ۵۵)

بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں، میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں اور جو شخص بعد اس کے ناشکری کرے گا تو یہ لوگ بے حکم ہیں۔

دگر ملت کہ کارے پیش گیرد
دگر ملت کہ نوش از نیش گیرد
دو عالم را بہ دوش خویش گیرد
نگردد با یکے عالم رضا مند

[ص ۸۹۸]

اس قطعہ (رباعی) کا کچھ مضمون تو اوپر کی آیت میں ابھی آیا ہے۔ پھر سورۃ الجاثیہ کی اس آیت میں بھی ہے۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِنْهُ (الجاثیہ: ۱۳)
اور مسخر کیے تمہارے لیے جو کچھ ہیں آسمانوں میں اور زمین میں سب اُس کی طرف سے۔

انسان میں آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو مسخر کرنے کی صلاحیت ہے۔

ہنرور در میانِ کار گاہاں
کشد خود را بہ عیش کر گسے چند

[ص ۸۹۸]

مزدور اپنا خون نچھاور کرتا ہے دوسروں کے عیش کے لیے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْکًا لَا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ ۚ وَ مَنْ رَزَقْنٰهُ مِنَّْا رِزْقًا حَسَنًا
اللہ ایک مثال بیان کرتا ہے۔ ایک غلام ہے جو دوسرے کے بس میں ہے، کسی چیز پر اس کا

فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَ جَهْرًا هَلْ يَسْتَوْنَ ط
 بس نہیں چلتا۔ اور ایک وہ ہے جسے ہم نے
 اچھی روزی دی ہے اور وہ اس میں سے چھپا
 کر اور ظاہر طور پر (جیسا بھی موقع ہو) خرچ
 کرتا ہے۔ کیا یہ سب برابر ہیں؟

مریدے فاقہ مستے گفت با شیخ
 کہ یزداں راز حال ما خبر نیست
 بہ ما نزدیک تر از شرگ ماست
 و لیکن از شکم نزدیک تر نیست
 [ص ۸۹۹]

مرید کا خون اس کا (مکار) پیر چوس لیتا ہے۔ اس لیے وہ کہتا ہے کہ تم اللہ کے قرب کا دعویٰ کرتے ہو۔ اس سے پوچھو کہ میرے پیر نے مجھے فاقہ مست کیوں کر دیا ہے جبکہ وہ فرماتا ہے کہ میں تو تمہاری شرگ سے بھی زیادہ قریب ہوں۔

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۝
 اور ہم اس سے نزدیک ہیں شرگ سے
 (ق: ۱۶) زیادہ۔
 وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ هُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ
 اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو اس کو
 الْحَقِّ ط (المائدہ: ۲۸) چھوڑ کر جو تمہارے پاس حق سے آیا ہے۔

مجو از ما نماز پنجگانہ
 غلاماں راصف آرائی گراں است
 [ص ۸۹۹]
 نماز بھی استحکام اور صف آرائی کی عادت پیدا کرتی ہے لیکن ہماری مثال بنی اسرائیل جیسی ہے جو فرعون کی غلامی میں رہ کر صف آرائی فراموش کر بیٹھے تھے۔
 فَادْهَبْ أَنْتَ وَ رَبِّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا
 (اے موسیٰ) تو تم جاؤ اور تمہارا رب،
 قَعِدُونَ ۝ (المائدہ: ۲۳) دونوں لڑو، ہم یہیں بیٹھے ہیں۔

ز محلوی رگاں در تن چناں سُست
 کہ مارا شرع و آئیں بار دوش است
 [ص ۸۹۹]

فرعون کی غلامی کی وجہ سے بنی اسرائیل نے توریث پر عمل کرنے سے گریز کیا۔ زبان سے

سمعنا کہ دیا اور عمل سے عصینا پیش کیا۔

خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمِعُوا قَالُوا سَمِعْنَا وَّعَصَيْنَا (البقرہ: ۹۳)

ہم نے کہا) پکڑو مضبوطی سے جو ہم نے تم کو دیا اور سنو۔ بولے، سنا ہم نے اور نہ مانا۔

کیے اندازہ کن سود و زیاں را
نئی بینی کہ ما خاکی نہاداں
چو جنت جاودانی کن جہاں را
چہ خوش آراستیم این خاکداں را!

[ص ۹۰۰]

انسان اس دنیا کو زندہ جاوید بنانے کی خواہش رکھتا ہے۔ اقبال نے اس رباعی میں انسان کی اسی خواہش کا طنزیہ طور پر ذکر کیا ہے۔

اَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ ۚ وَ تَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ ۗ (الشعراء: ۱۲۸-۱۲۹)

کیا بناتے ہو ہر ٹیلے پر ایک نشان (یادگار) جس کو محض فضول بناتے ہو اور بڑے بڑے محل بناتے ہو جیسے دنیا میں تمہیں ہمیشہ رہنا ہے۔

اگر یہ رباعی طنزیہ نہیں ہے تو پھر یہ معنی ہوں گے کہ انسان کو مسلسل عمل اور پیہم جستجو کی توفیق ہو تو وہ جاوداں بنایا جاسکتا ہے۔

ز اوقات تو یک دم کم نہ گردد
اگر من جاوداں باشم، زیاں چست؟

[ص ۹۰۰]

انسان اگر اللہ کی راہ میں اور اس کے کام میں فوت ہوتا ہے تو وہ یقیناً جاوداں ہے۔ صفحہ ۸۹۵ میں سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۵۴، اور سورۃ ال عمران کی آیتیں ۱۶۹-۱۷۰ آچکی ہیں۔

بہ پایاں چوں رسد ایں عالمِ پیر
شود بے پردہ ہر پوشیدہ تقدیر
مکن رسوا حضورِ خواجہ ما را
حساب من ز چشم او نہاں گیر

[ص ۹۰۰]

اقبال نامہ^۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ اقبال نے اسی مفہوم کی ایک اور رباعی لکھی تھی جو محمد رمضان عطائی نے اُن سے مانگ لی تھی۔ وہ رباعی یہ تھی: ۱۔

تُوغنی از ہر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عذر ہائے من پذیر

ور حسام را تو بینی ناگزیر از نگاه مصطفیٰ پنهان گیر
 فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۗ وَمَنْ
 لے گا اور جس نے کی ذرہ بھر برائی وہ دیکھ
 يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۗ

(الزلزال: ۷-۸) لے گا۔

لیکن اے اللہ، ہماری برائیاں حضورِ نور صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر نہ کر، ورنہ ان کو تکلیف ہوگی
 کہ اُن کے امتی ہو کر اتنے بُرے ہیں۔ ہم جیسے نالائقوں کے متعلق حضورِ نور صلی اللہ علیہ وسلم کیا
 (اُس دن) اس طرح فرمائیں گے؟

وَ قَالَ الرَّسُولُ يَرْبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا
 اور رسول کہیں گے کہ اے میرے پروردگار
 هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا (الفرقان: ۳۰) میری قوم نے اس قرآن کو بالکل چھوڑ رکھا۔
 تاہم ہماری دعا یہی ہے:

وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ ۗ
 اور جس روز سب (زندہ ہو کر) اٹھیں گے
 (الشعراء: ۸۷) اس روز مجھے رسوا نہ کرنا۔

کس قلب اور کس قلم سے یہ اشعار نکلے ہوں گے؟

بدن و اماند و جانم درتگ و پوست سوائے شہرے کہ بطحا درہ اوست
 تو باش این جا و با خصال پیامیز کہ من دارم ہوائے منزل دوست
 [ص ۹۰۱]

ایسی تڑپ شاید ہی کسی نعتیہ شعر میں ہوگی!

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ
 تو یہ اللہ کی رحمت سے ہے کہ آپ ان
 (آل عمران: ۱۵۹) کے لیے نرم دل ہیں۔

انگلے صفحے پر ”حضور رسالت“ کے شعر آتے ہیں اور عزت بخاری کے اس شعر سے آغاز ہوتا ہے:

ادب گاہست زیر آسماں از عرش نازک تر
 نفس گم کردہ می آید جنید و با یزید این جا

[ص ۹۰۳]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ
 اے ایمان والو، اونچی نہ کرو اپنی آوازیں نبی

فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ
كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ
أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝
کی آواز سے اوپر اور اس سے کھل کر نہ بولو
جس طرح کھل کر بولتے ہو ایک دوسرے
سے۔ کہیں اکارت نہ ہو جائیں تمہارے
اعمال اور تم کو خبر نہ ہو۔ (الحجرات: ۲)

پھر سورۃ التوبہ میں یہ تنبیہ بھی ہے:

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ
أَلِيمٌ ۝
اور جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ کے رسول کو،
ان کو دکھ کی مار ہے۔ (التوبہ: ۶۱)

منوچہری کا شعر نقل کیا گیا ہے:

”الا یا خیمگی خیمہ فروہل
کہ پیش آہنگ بیروں شد منزل“
[ص ۹۰۵]

انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ (التوبہ: ۳۸) کوچ کرو اللہ کی راہ میں۔
خرد از راندنِ محملِ فروماند زمام خویش دادم در کفِ دل
[ص ۹۰۵]

اب عقل و خرد کے بس کی بات نہیں۔ اب دل اور عشق کی بات ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ
علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری ہو رہی ہے اور اب میں شہراور قریہ کوچھوڑ کر محبوب کے دیار میں دشت
پیمائی کر رہا ہوں۔

سورة الشعراء میں یومِ لَدَيْنِ كَامِيَابِي كَلَيْتِ سَلِيمِ كِي شَرَطِ ارشاد فرمائی گئی ہے:
يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَى
اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝ (الشعراء: ۸۸-۸۹)
مگر جو کوئی آیا اللہ کے پاس لے کر قلبِ سلیم۔
بارگاہِ مصطفوی (علی صاحبها الصلوة والسلام) میں بھی قلبِ سلیم ہی کی ضرورت ہے۔

ع نگا ہے داشتم بر جوہرِ دل
[ص ۹۰۳]

پھر اسی دل کے متعلق اقبال لکھتے ہیں:

ندامِ دل شہیدِ جلوۂ کیست؟
نصیبِ اوقرارِ یکِ نفسِ نیست!

بصحرا بُردِ مش، افسردہ ترگشت! کنارِ آبجئے زار بگرست!
[ص ۹۰۶]

اس دل کو کہیں لے جاؤں اسے قرار نہیں، اگر قرار ہوگا تو صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے در پر ہوگا۔
وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ ۙ وَجِلَّتْ قُلُوبُهُمْ
یہ کہ جب نام لیا جائے اللہ کا تو ڈر جائیں
(الحج: ۳۳-۳۵) اُن کے دل۔

لیکن یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے کہ ان کے ذکر سے دل تڑپ جاتا ہے اور آہ
وزاری کرنے لگتا ہے۔

بایں پیری رہِ بیثرب گرفتم نوا خواں از سرورِ عاشقانه
چو آں مرغے کہ در صحرا سرشام کشاید پر بہ فکرِ آشیانہ
[ص ۹۰۶]

میں نے اس پیری کے زمانے میں مدینہ طیبہ کی راہ پکڑی ہے۔ میری مثال ایسی ہے کہ جیسے
شام کے وقت ایک پرندہ اپنے ٹھکانے کے لیے کوئی آشیانہ تلاش کرتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے
لیے اللہ پاک بشارت دیتا ہے:

طُوبَىٰ لِّهٖمۡ وَحُسْنِ مَاۢبٍ ۝ (الرعد: ۲۹) خوش حالی ہے اُن کے لیے اور اچھا ٹھکانا۔
عراقی کا مصرع ہے:

بہ آہنگِ مجازی می سرایم نخستیں بادہ کاندرا جام کردند
[ص ۹۰۷]

عشق و مستی کی وہ شراب جو سب سے پہلے انسان کو پلائی گئی اسی کو ”مجازی“ انداز میں پیش
کیا جا رہا ہے۔

کشادم زحمتِ خود را اندر دشت کہ اندر خلوتش تنها سرایم!
[ص ۹۰۷]

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ حَنِيفًا
میں نے اپنا منہ کیا اسی کی طرف جس نے
بنائے آسماں اور زمین، یک سو ہو کر۔

یہ آیت اللہ پاک کی طرف ابراہیم علیہ السلام کے رخ کرنے کے متعلق ہے۔ یہی آیت یہاں بھی صادق آتی ہے کہ شاعر تنہا اور صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو کر عرض کر رہا ہے۔

سحر با ناقہ گفتم نرم تر رَو
 قدم مستانہ زد چنداں کہ گوئی
 کہ راکب خستہ و بیمار و پیر است
 پپائش ریگِ این صحرا حریز است!
 [ص ۹۰۷]

ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ
 وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطْنُونَ
 مَوْطِنًا يَبْغِضُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوِّ
 نَيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ
 اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝
 (التوبہ: ۱۲۰)

یہ اس سبب سے ہے کہ ان کو اللہ کی راہ میں نہ
 پیاس لگی اور نہ ماندگی پہنچی اور نہ بھوک لگی اور
 نہیں چلے جو کفار کے لیے موجبِ غیظ ہو اور
 دشمنوں سے نہیں چھینتے کوئی چیز مگر لکھا جاتا
 ہے ان کے واسطے اس کے بدلے نیک عمل،
 یقیناً اللہ مخلصین کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

نم اشک است در چشم سیاہش
 ہماں مے کو ضمیرم را بر فروخت
 دلم سوزد ز آہ صبح گاہش
 پیاپے ریزد از موجِ نگاہش!
 [ص ۹۰۸]

اس ناقہ سے متعلق والعذیت ضبحاً کی ابتدائی آیتیں بھی مطابق ہو سکتی ہیں:
 وَ أَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَا تُوَكَّيْنا رِجَالًا وَ
 عَلٰی كُلِّ مَثَلٍ مِّنْ كُلِّ مَثَلٍ يَأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ
 عَمِيْقٍ ۝
 (الحج: ۲۷)

اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دو۔ لوگ
 تمہارے پاس چلے آئیں گے۔ پیادہ بھی
 اور دُلی اونیٹوں پر بھی جو کہ دور دراز
 راستوں سے پہنچی ہوں گی۔

چرخوش صحرا کہ دروے کارواں ہا
 بہ ریگِ گرمِ او آور سجودے
 دروے خواند و مہمل براند
 جبیں را سوز، تا دانغے بماند
 [ص ۹۰۸]

وَ عَهْدَنَا إِلَىٰ اِبْرَاهِيمَ وَاسْمِعِيلَ اَنْ طَهَّرَا
 بَيْتِي لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ
 السُّجُودِ ۝ (البقرہ: ۱۲۵)

اور کہہ دیا ہم نے ابراہیم اور اسمعیل کو، کہ
 پاک رکھو گھر میرے واسطے طواف کرنے
 والوں کے لیے اور اعتکاف بیٹھنے والوں کے
 لیے اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے

یہاں اسی صحرا سے تعلق بتایا ہے جہاں خانہ کعبہ ہے۔

امیر کارواں! آں اعجمی کیست سرود او بہ آہنگِ عرب نیست
 زند آں نغمہ کز سیرابی او خنک دل در بیابانے تو اس زلیست!

[ص ۹۰۹]

یہ ”رباعی“ اقبال نے خود اپنے متعلق کہی ہے جس کے کلام سے مردہ دلوں میں زندگی پیدا ہو
 سکتی ہے اور:

نوائے او بہ ہر دل سازگار است کہ در ہر سینہ قاشے از دل اوست

[ص ۹۰۹]

عَلَّمَہُ النَّبِیَانَ ۝ (الرحمن: ۴) سکھائی اس کو گویائی۔
 یہی بیان اور گویائی صحیح طریقے پر استعمال ہو تو مردہ دل زندہ ہو سکتے ہیں اور اللہ کے ذکر
 سے دلوں کو اطمینان اور بیداری حاصل ہو سکتی ہے۔

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَیْنُ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ
 وہ یقین لائے اور چین پکڑتے ہیں اُن کے
 (الرعد: ۲۸) دل اللہ کی یاد سے۔

ع نوائے او بہ ہر دل سازگار است

[ص ۹۰۹]

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
 جو یقین لائے ہیں اور عمل صالح کیے ہیں اُن
 کو دے گا حُرْمٰنِ مَحَبَّتِ (مخلوق بھی ان سے
 (مریم: ۹۶) محبت کرے گی)۔

ع غم پنہاں کہ بے گفتن عیاں است

نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ ۝ (طہ: ۱۰۴) ہم کو خوب معلوم ہے جو وہ (چپکے چپکے) کہتے ہیں۔

بہ راغانِ لالہ رُست از نو بہاراں بصحرا خیمہ گستر دند یاراں
مرا تنہا نشستن خوشتر آید کنارِ آبجئے کو ہساراں
[ص ۹۱۰]

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا
مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْسِهِمْ فِيهِ ۗ وَ
رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۝ (طہ: ۱۳۱)
اور آپ ان چیزوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی
نہ دیکھیے جن سے ہم نے ان (کفار) کے
مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کے لیے
متمتع کر رکھا ہے کہ وہ دنیوی زندگی کی رونق
ہے اور آپ کے رب کا عطیہ بدرجہ باہتر
ہے اور دیر پا ہے۔

غمِ راہی نشاطِ آمیز تر کن فغائشِ را جنوں انگیز تر کن
بگیراے سارباں راہِ درازے مرا سوزِ جدائی تیز تر کن
[ص ۹۱۰]

فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ
أُودُوا فِي سَبِيلِي وَ قُتِلُوا وَ قُتِلُوا لَأَكْفِرَنَّ
عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَ لَأَدْخِلَنَّهُمْ جَنَّتٍ ...
ان سے برائیاں ان کی اور داخل کروں گا
جنتوں میں.....

یہ آیت ہجرت کرنے والے مجاہدوں کے سلسلے میں ہے۔

بیا اے ہم نفسِ باہم بنا لیم من و تو کشتہ شانِ بجا لیم
دو حرفے بر مرادِ دلِ بگوئیم پپائے خواجہٗ پشماں را بجا لیم!
[ص ۹۱۱]

فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَ عَزَرُوهُ وَ نَصَرُوهُ وَ

تو جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں اور ان

اتَّبِعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ ۖ أُولَٰئِكَ هُمُ
 الْمُفْلِحُونَ ۝ (الاعراف: ۱۵۷) ہیں اور اس نور (قرآن) کا اتباع کرتے
 کی حمایت کرتے ہیں اور اُن کی مدد کرتے
 ہیں جو اُن کے ساتھ بھیجا گیا ہے ایسے لوگ
 پوری فلاح پانے والے ہیں۔

حکیموں را بہا کمتر نہادند بنا داں جلوہ مستانہ دادند
 چه خوش بختے، چه خرم روزگارے در سلطان بہ درویشے کشادند!
 [ص ۹۱۱]

حکیم اور فلسفی ہمیشہ ظن و تخمین میں مبتلا رہتے ہیں۔

وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۝
 (النجم: ۲۸) اور بے شک ظن کام نہ آئے حق بات میں
 کچھ بھی۔

اور مانگنے والا (دانا ہو یا نادان) جو کچھ مانگتا ہے اللہ دیتا ہے۔
 وَ اتَّكُم مِّنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ ۝
 اور جو چیز تم نے مانگی تم کو ہر چیز دی۔

(ابراہیم: ۳۴)

پھر سب سے عجیب خوش بختی کی بات یہ ہے کہ سلطان (خدا اور اس کے رسول) کے در پر
 ایک گدا کو رسائی حاصل ہو رہی ہے۔

وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ ۝ (الحج: ۳۴) اور خوش خبری سنا عا جزی کرنے والوں کو۔

جہان چار سو اندر بر من ہوائے لا مکاں اندر سر من
 چو بگد شتم ازیں بام بلندے چو گرد افتاد پر دواز از پر من
 [ص ۹۱۲]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج شریف انسانیت کی معراج ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا
 پاک ذات ہے جو لے گیا اپنے بندے کو
 (بنی اسرائیل: ۱) راتوں رات۔

پھر سورۃ النجم کی ابتدائی اٹھارہ آیتیں اسی عظیم الشان واقعے سے متعلق ہیں۔ اقبال بھی حضور

انور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی وجہ سے اپنا نظریہ حیات اتنا ہی بلند رکھتے ہیں۔

دریں وادی زمانی جاودانی زخاکش بے صُور روید معانی!
حکیمان با کلیمان دوش بردوش کہ ایں جاکس نگوید ”لن ترانی“

[ص ۹۱۲]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حکیم اور فلسفی کے تمام تخمین و ظن ختم ہو جاتے ہیں اور وہ بھی کلیم کی طرح طورِ معانی کی سیر کرتا ہے اور زمانی بھی جاودانی بن جاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا تھا:

لَنْ تَرَىٰ (الاعراف: ۱۴۳) تو مجھے ہرگز نہیں دیکھے گا۔
لیکن اس بارگاہ میں سب مستفید و مستنیر ہیں۔

مسلمان آں فقیر کج کلا ہے رمید از سینہ او سوز آ ہے
دش نالد! چرا نالد؟ نداند نگا ہے یا رسول اللہ نگا ہے!

[ص ۹۱۳]

اگر حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کرم ہو جائے تو آج بھی ایک ”بے نوا“ مسلمان، ”سوز آہ“ (عشق) کی بدولت دین و دنیا سب کچھ حاصل کر سکتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى جو یقین لائے اور عملِ صالح کیے خوش حالی
لَهُمْ وَحَسَنٌ مَّا بٍ ہے ان کو اور اچھا ٹھکانا (یعنی دونوں جہانوں)
(الرعد: ۲۹) (میں)۔

بنالم زانکہ اندر کشور ہند ندیدم بندہ کو محرم تست
بما کن گوشہ چشمے کہ در شرق مسلمانے زما بیچارہ تر نیست!

[ص ۹۱۳]

مسلمانوں نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی چھوڑ دی ہے اس لیے مجبور و معذور بن کر رہ گئے ہیں۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ آپ فرمادیں کہ اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو
يُحِبِّبْكُمْ اللّٰهَ (آل عمران: ۳۱) میری راہ چلو کہ اللہ تم سے محبت کرے گا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی ہی میں دین و دنیا کی فلاح ہے۔

ز رودادِ دو صد سالش ہمیں بس کہ دل چوں کندہ قصاب دارم!
 ز کارِ بے نظامِ او چہ گویم تو می دانی کہ ملت بے امام است
 نیامِ او تہی چوں کیسہ او بطاقِ خانہ ویران کتابش
 [ص ۹۱۴]

برصغیر کے مسلمانوں نے قرآن کو طاق پر رکھ دیا ہے اور اسی لیے وہ دو سو سال سے غلام بنے ہوئے ہیں۔

وَ قَالَ الرَّسُولُ يَرْبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا
 هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا (الفرقان: ۳۰) اور رسول کہیں گے۔ اے پروردگار، بے شک
 میری قوم نے اس قرآن کو نظر انداز کر دیا تھا۔
 صفحہ ۹۲۳ میں ہے۔

چرانے داسم در سینہ خویش فسراندر دو صد سالے کہ بگذشت

دلِ خود را اسیر رنگ و بو کرد تہی از ذوق و شوق و آرزو کرد
 بروئے او در دل نا کشادہ خودی اندر کفِ خاکش نزادہ
 گریبان چاک و بے فکر فروزیست نمی دامن چساں بے آرزو زیست
 [ص ۹۱۵]

آج کے مسلمان نے دنیا سے رشتہ کر لیا ہے اور عشق و آرزو کو جو خودی کا لازمہ ہے بالکل فراموش کر دیا ہے اس لیے وہ مصائب میں گرفتار ہے۔

وَ إِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا بِهَا وَإِن
 تُصِبَّهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ
 يَقْنَطُونَ ○ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَسْطُرُ الرَّزْقَ
 لِمَن يَشَاءُ وَ يُقَدِّرُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ
 لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ○ (الروم: ۳۶-۳۷)

اور جب چکھائیں ہم رحمت لوگوں کو تو اس
 سے خوش ہو جاتے ہیں اور اگر آپڑے ان پر
 کوئی برائی خود ان کے ہاتھوں، تو وہ آس توڑ
 دیتے ہیں کیا نہیں دیکھ چکے کہ اللہ پھیلاتا
 ہے روزی جس پر چاہے اور جس پر چاہے کم
 کر دیتا ہے۔ اور اس میں پتے ہیں ان

لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں۔

ع حق آلِ دہ کہ مسکین و اسیر، است

[ص ۹۱۶]

وَ يُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَ اٰوْرَاقًا
 (اللہ) کی محبت پر، مسکین کو اور یتیم کو اور
 (الدهو: ۸) قیدی کو۔

آج ک مسلمان جو ایسا محتاج بن گیا ہے اس کو اے میرے آقا! (صلی اللہ علیہ وسلم) بھیک کا ٹکڑا ہی عنایت فرما دیجیے۔

ع ہوا تیز و بدامانش دو صد چاک

[ص ۹۱۶]

پچشم اوندہ نورونے سرور است نہ دل در سینہ اونا صورا است
 مسلمان زادہ و نامحرم مرگ! زہیم مرگ لرزاں تادم مرگ!

[ص ۹۱۷]

مسلمان صحیح معنی میں مسلمان نہیں رہا۔ اس کے دل میں عمل کے لیے تڑپ نہیں ہے اور موت سے ہر وقت ڈرتا ہے۔

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ
 اور نہ سست پڑو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب
 (آل عمران: ۱۳۹) رہو گے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

ع ملوکیت سراپا شیشہ بازی است

[ص ۹۱۷]

ملوکیت کا کام صرف دھوکا دینا اور دوسروں کا مال ہڑپ کرنا ہے۔ قرآن پاک میں ایسی ملوکیت کا ذکر خضر علیہ السلام کے سلسلے میں سورۃ الکہف میں آتا ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ:

وَ كَانَ وَرَاءَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ
 اور اُن کے پرے تھا ایک بادشاہ جو لے لیتا
 (الکہف: ۷۹) ہر کشتی چھین کر۔

ع خودی اندر وجودش رعشہ دار است!
ع کہ دیش مُرد و فقرش خانقاہی است
ع تلاشِ دانہ در صحرا گران است

[ص ۹۱۸]

آج کا مسلمان دین کی حقیقت نہیں پہچانتا اس لیے مشکلات سے گھبراتا ہے، حالانکہ مشکلات ہی سہولتوں کا پیش خیمہ ہیں۔

فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۚ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۚ
پس بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔
يُسْرًا ۚ (الانشراح: ۵-۶) البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

مسلمان گرچہ بے خیل و سپاہ ہے است ضمیر او ضمیرِ پادشاہ ہے است
اگر او را مقامش باز بخشند جمال او جلالِ بے پناہ ہے است!

[ص ۹۱۹]

صفحہ ۹۱۷ میں سورہ آل عمران کی آیت ۳۹ ملاحظہ فرمائیں۔

دگرگوں کرد لا دینی جہاں را ز آثارِ بدن گفتند جاں را
ازاں فقرے کہ با صدیقِ دادی بشورے آور این آسودہ جاں را

[ص ۹۲۰]

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے صرف اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کافی ہیں۔

ع صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ ۗ (الزمر: ۳۶) کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟
وَاللَّهُ خَزَائِنُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
اور آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ ہی کے

(المنفقون: ۷) ہیں۔

پھر اسی سے کیوں نہ مانگا جائے اور غیر اللہ کا محتاج کیوں بنے؟

ع حرم از دیر گیر درنگ و بوئے

[ص ۹۲۰]

ع نگہبانِ حرم معمارِ دیر است

[ص ۹۲۳]

مسلمان، اللہ کا ہو کر غیر اللہ کے پاس جائے تو کس قدر شرمناک بات ہے۔ ان مصرعوں کے لیے اوپر ہی کی آیتیں دیکھیں۔

فقیراں تا بہ مسجد صف کشیدند گریبانِ شہنشاہاں دریدند
چوں آں آتش درونِ سینہ افسرد مسلماناں بدرگاہاں خزیدند!

[ص ۹۲۰]

جو فقیر صرف اللہ کا محتاج ہوتا تھا اور غیر اللہ کو خاطر میں بھی نہ لاتا تھا، آج دنیا والوں کے یہاں رسائی تلاش کرتا ہے۔

سورۃ البقرہ میں ایسے منافقوں کے متعلق ہے:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۖ
فَمَا رِبِحَتْ تِجَارَتُهُمْ وَ مَا كَانُوا
مُهْتَدِيْنَ ۝ (البقرہ: ۱۶) اور نہ وہ راہ پائے۔

بنالندار کسے نشستے بگیرد ازاں مسجد کہ خود ازوے گریزند!

[ص ۹۲۱]

مسلمان تو مسجدوں کو آباد کرنے کے لیے ہے:

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَ أَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ آتٰى
الرَّكٰوةَ وَ لَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ
وہی آباد کرے مسجدیں اللہ کی جو یقین لایا
اللہ پر اور بچھلے دن پر اور (جس نے) کھڑی
کی نماز اور دی زکوٰۃ اور نہ ڈرا سوا اللہ کے
کسی سے۔ (التوبہ: ۱۸)

سبوعے خانقاہاں خالی از مے کند مکتب رہ طے کردہ راطے

ز بزمِ شاعراں افسردہ رتم نو ہا مردہ پیروں افتدازنے!

[ص ۹۲۲]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

علماء میں مدہانت آگئی ہے۔ یہ گروہ حق کہنے سے ڈرتا ہے۔ صوفیہ اسلام سے بے پروا اور حکام کے تصرف میں ہیں۔ اخبار نویس اور آج کل کے تعلیم یافتہ لیڈر خود غرض ہیں اور ذاتی منفعت و عزت کے سوا کوئی مقصد ان کی زندگی کا نہیں۔ عوام میں جذبہ موجود ہے مگر ان کا کوئی بے غرض راہنما نہیں ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۚ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ (الصف: ۲-۳)

یہاں (اس بات سے) کہ کہو وہ چیز جو نہ کرو۔

مسلمانے کہ مرگ ازوے بلرزد جہاں گردیدم و او را نندیدم!

[ص ۹۲۲]

پہلے کے مسلمان موت کو دعوت دیتے تھے اور شہادت کی آرزو کرتے تھے کہ ہماری جان اللہ کے لیے کام آجائے، لیکن اب ایسا کوئی مسلمان نظر نہیں آتا۔

فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخِرُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ ۝ (آل عمران: ۱۹۵)

پھر جو لوگ وطن سے چھوٹے اور نکالے گئے اپنے گھروں سے اور ستائے گئے میری راہ میں اور لڑے اور مارے گئے ہیں، اتاروں گا ان سے برائیاں ان کی اور داخل کروں گا ان کو جنتوں میں۔

وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحَسَنٰتِ ۝

اور اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں تاکہ وہ بدلہ دے برائی والوں کو ان کے کیے کا اور بدلہ دے بھلائی والوں کو

(النجم: ۳۱) بھلائی کا۔

کافر اسی لیے موت سے ڈرتے ہیں اور مسلمان نہیں ڈرتے۔

شے پیش خدا بگریستم زار
مسلماناں چرا زارند و خوارند!

ندا آمد، نمی دانی کہ این قوم
دله دارند و محبوبه ندارند!

[ص ۹۲۳]

مسلمانوں کے متعلق یہ بات ظاہر کی گئی کہ ان کی زندگی بے مقصد ہے اور جس مقصد کے لیے یہ پیدا کیے گئے تھے وہ فراموش کر چکے ہیں۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَ رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيُبْلِغَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ
اور اسی نے کیا تم کو نائب زمین میں اور بلند کیے تم میں درجے ایک کے ایک پر تاکہ آزمائے تم کو اپنے دیے ہوئے حکم میں۔

(الانعام: ۱۶۵)

اللہ نے انسان کو اپنا نائب بنایا تاکہ وہ ایسے عمل پیش کرے جو اس کے منصب کو زیب دیں۔

نگاہِ التفاتے بر سرِ بام کہ من باعصرِ خویش اندر ستیزم
[ص ۹۲۲]

زمانے کی موجودہ غلط روش کے خلاف جنگ کرنا بھی بڑا جہاد ہے۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ
اور جنہوں نے ہمارے واسطے محنت کی، ہم تجھا دیں گے ان کو اپنی راہیں، اور بے شک اللہ ساتھ ہے نیکی والوں کے۔
(العنکبوت: ۶۹)

مراتباہی و آہ و نغماں بہ سوئے یثرب سفر بے کارواں بہ
کجا کتب، کجا میخانہ شوق! تو خود فرما مرا میں بہ، کہ آں بہ؟
[ص ۹۲۲]

صفحہ ۹۰۷ میں سورۃ الانعام کی آیت ۹۷ ملاحظہ ہو۔

پریدم در فضائے دل پذیرش پریم تر گشت از ابرِ مطیرش
حرم تا در ضمیر من فرو رفت سرودم آنچہ بود اندر ضمیرش!
[ص ۹۲۵]

مولانا احمد رضا خاں کا شعر ہے:

غور سے سن تو رضا کعبہ سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

اور مولانا جامی کہتے ہیں:

نہ تنہا ہست جامی نعت خوانش
ہمہ قرآن در شان محمدؐ

وَ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا
لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَ مُهَيِّمًا
عَلَيْهِ ۝ (المائدہ: ۴۸) محافظ ہے۔

یہ قرآن بھی حق ہے اور آپ بھی صرف حق بولتے ہیں۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۗ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ
يُوحَىٰ ۗ (النجم: ۳-۴) آپ پر وحی کی جاتی ہے۔

اقبال بھی اسی حق کی ترویج و تبلیغ کرنا چاہتے ہیں جو رب العالمین کا پیام بھی ہے، ذکر للعالمین
اور رحمت للعالمین کا پیام بھی ہے۔

ع نہ شعر است اینکہ بروے دل نہدام

[ص ۹۲۵]

ع تو گفنی از حیاتِ جاوداں گوے

[ص ۹۲۶]

زبانِ ما غریباں از نگاہِ است حدیثِ درد منداں اشک و آہِ است!

[ص ۹۲۶]

ہماری بات اور شعر محض دل و نگاہ (بصیرت) کا فیض ہے اور یہ ایک طرح سے قول الثابت ہے۔
يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْآخِرَةِ (ابراہیم: ۲۷) بات سے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

خودی دادم ز خود نامحرے را کشادم در گل او زمرے را

بدہ آں نالہ گرے کہ ازوے بسوزم جز غم دیں ہر غے را

[ص ۹۲۷]

میں نے خودی کا احساس ایسے لوگوں میں پیدا کرنے کی کوشش کی جو اس سے بالکل نابلد

تھے۔ اب مجھے ایسا نالہ کرنے کی توفیق حاصل ہو کہ اس سے قوم میں سوائے دین کی محبت کے کوئی اور رشتہ باقی ہی نہ رہے۔ انبیاء علیہم السلام کے تشریف لانے کی غرض و غایت بھی یہی تھی۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۗ (الحج: ۳۶)

اور ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجا ہے تاکہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔

انبیاء علیہم السلام کے طفیل میں مجھے بھی یہ سعادت نصیب ہو جائے۔

تومی دانی چہ می جوید، چہ خواہد دله از ہر دو عالم بے نیازے
[ص ۹۲۷]

(کہ اندر سینہ ہا غیر از تو، کس نیست)

یہ غریب ایسا دل چاہتا ہے کہ جس میں صرف آپ ہوں اور دونوں عالم سے مجھے خلاصی ہو جائے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝
اور ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لیے
(الانبیاء: ۱۰۷) رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

در آں دریا کہ اور اساطحے نیست دلیل عاشقان غیر از دلے نیست
تو فرمودی رہ بطحا گرفتیم وگر نہ جز تو ما را منزلے نیست
[ص ۹۲۸]

آپ نے فرمایا تو ہم نے خانہ کعبہ کی راہ پکڑ لی، ورنہ سچی بات تو یہ ہے کہ سوائے آپ کے ہمیں کہیں اور نہیں جانا ہے۔ دین اور کعبہ کی پہچان آپ ہی کے طفیل میں نصیب ہوئی ہے۔ آپ نہ ہوتے تو ہم مسلمان ہی نہ ہوتے۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ
بے شک اللہ پاک نے ایمان والوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انھی میں سے
(آل عمران: ۱۶۳) ایک رسول کو کھڑا کیا۔

اور حضورِ نور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ہاتھوں دین کی تکمیل اور نعمتوں کی تکمیل ہوئی۔

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو

عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي (المائدہ: ۳) مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔

بفرما ہر چہ می خواہی بجز صبر کہ ما از وے دو صد فرسنگ دوریم! [ص ۹۲۸]

مجھے آپ کی محبت میں بے قراری چاہیے، صبر نہیں چاہیے۔ صفحہ ۹۰۶ میں سورۃ الحج کی آیتیں ۳۲-۳۵ دیکھیں۔

تَقَشَعْرُ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۖ كَهَالِ أَهْلِ الْأَنْدَلُسِ إِذْ جَاءَهُمُ الْغُلُوبُ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ جُلُودٌ مُّسْتَنْصَرِفَةٌ ۖ أَتَدْرِكُهُمْ سِلَاحُهُمْ مِنَ الْغُلُوبِ ۗ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (النمر: ۲۳) رب سے۔ پھر نرم ہوتی ہیں ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کی یاد پر۔

بہ افزگی بتاں دل باختم من ز تاب دیریاں بگداختم من
چناں از خویشتن بگاہ بودم چو دیدم خویش را نشاختم من! [ص ۹۲۹]

فرنگیوں اور کافروں کی صحبت میں بیٹھنے سے مسلمان خود کو مسلمان نہیں کہہ سکتا اور یہ کہ:
نشستم با نکویان فرنگی ازاں بے سود تر روزے دیدم! [ص ۹۲۹]

اس سے زیادہ بردن میرے لیے کوئی اور نہیں تھا جب کہ میں کسی فرنگی ’ایچھے آدمی‘ کے ساتھ بیٹھا تھا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكُفْرَيْنَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۗ (النساء: ۱۳۴) اے ایمان والو، مت پکڑو کافروں کو رفیق، مسلمانوں کو چھوڑ کر۔

مرا درس حکیمان درد سرداد کہ من پرورده فیض نگاہم! [ص ۹۲۹]

فلسفی کی صحبت میں تخمین وطن کی مشفقیں کرائی جاتی ہیں جو دردِ سر بن جاتی ہیں۔
وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۗ اور ظن و تخمین کام نہیں آتا حق بات میں کچھ بھی۔ (النجم: ۲۸)

مجھے تو صرف حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ کرم کی ضرورت ہے۔

نویس اللہ بر لوحِ دلِ من! کہ ہم خود را ہم اور افاش بینم

[ص ۹۳۰]

نقشبندیہ حضرات شروع ہی سے اللہ کا نقشِ دل پر بٹھاتے ہیں تاکہ اللہ سے رشتہ چختہ ہو جائے:

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝ تَسْبِيحٌ كَيْفِيَّةٌ اسْمِ رَبِّكَ الْأَعْلَى

(الاعلیٰ: ۱) غالب ہے۔

وَأَذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبْتَئِلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلاً ۝ اور اپنے رب کا نام لیتے رہیے اور سب سے

(المزمل: ۸) توڑ کر اسی سے جوڑیے۔

سرِ منبرِ کلامش نیش دار است کہ اور اصد کتاب اندر کنار است

حضورِ تو من از خجالت کلفتم ز خود پنہاں و بر ما آشکار است

[ص ۹۳۰]

آج کل کے واعظ منبر پر کھڑے ہو کر قوم پر طعن و تشنیع تو کر لیتے ہیں لیکن خود کا محاسبہ نہیں کرتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حاسبوا انفسكم قبل ان تحاسبوا اپنا حساب لو قبل اس کے کہ تمہارا حساب لیا

جائے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ اے ایمان والو، بچاؤ اپنی جان کو اور اپنے گھر

(التحریم: ۶) والوں کو آگ سے۔

نَارًا ۝

ع بہ غیر اللہ کردم تکیہ یک بار

[ص ۹۳۱]

ع بایں پیروی مرا تابِ نظر ہست!

[ص ۹۳۲]

و مِنْهُمْ مَّنْ يَنْظُرُ إِلَيْكَ أَفَأَنْتَ تَهْدِي اور ان میں سے بعضے آپ کی طرف نگاہ

الْعُمَىٰ وَ لَوْ كَانُوا لَا يُبْصِرُونَ ۝ کرتے ہیں تو کیا آپ راہ دکھائیں گے

(یونس: ۲۳) اندھوں کو اگر وہ کچھ سوچ نہ رکھتے ہوں؟

لیکن اقبال ایسے اندھوں سے نفرت رکھتے ہیں اور ایسی نظر رکھتے ہیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو دیکھتی ہے۔

من وایں عصر بے اخلاص و بے سوز! بگو با من کہ آخرا میں چہ راز است؟
[ص ۹۳۲]

اللہ پاک کا یہی راز ہے کہ ایسے ”بے سوز“ زمانے میں اقبال سے کام لیا جائے۔ کیونکہ یہ پیام وہی ہے:
وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَ أَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ أَوْرَثْتُمْ سِتْرًا وَ أَوْرَثْتُمْ غَمًّا وَ تَمَّ هِيَ غَالِبٌ رَهُو
كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ (آل عمران: ۱۳۹) گے اگر تم مؤمن ہو!

من اندر مشرق و مغرب غریبم کہ از یارانِ محرم بے نصیبم!
[ص ۹۳۳]

خداوند کہ مانندِ برائیم بہ نارِ او چہ بے پروا نشستم!
[ص ۹۳۴]

علمِ حاضر کے فتنوں کی میں نے کبھی پروا نہیں کی، بلکہ ایسے فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمیں تیار رہنا چاہیے۔

أَحْسِبَ النَّاسَ أَنْ يَبْرُكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَ هُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۝
کیا لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ اتنا کہنے پر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟ (العنکبوت: ۲)

مومنوں کو آزمایا جاتا ہے اور اس سے ان کے ایمان کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔

چشمِ من نلکہ آوردہ تست فروغِ لا اللہ آوردہ تست
دو چارم کن بے صبحِ من رانی، ششم را تابِ مد آوردہ تست!
[ص ۹۳۴]

اے میرے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم)، آپ ہی کے طفیل میں مجھے ایمان نصیب ہوا ہے۔ اب آپ اس حدیث (من رانی فقد رأ اللہ۔ جس نے مجھے دیکھا، خدا کو دیکھا) کے مطابق اپنا اور اپنے اللہ کا دیدار بھی کر دیجیے۔ سورۃ الاعراف: آیت ۱۳۳ میں اللہ پاک کا ارشاد

موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہے کہ لن تو انی (تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا)، لیکن میں اللہ کی رحمت سے کیوں مایوس رہوں جبکہ:

وَآتَكُمْ مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ (ابراہیم: ۳۴) اور دیا تم کو ہر چیز میں سے جو تم نے مانگی۔

بدہ او را جوانِ پاکبازے سرورش از شرابِ خانہ سازے

قوی بازوئے او مانندِ حیدرِ دل او از دو گیتی بے نیازے

[ص ۹۳۵]

اب ایسے نوجوانوں کی ضرورت ہے جنہوں نے اپنے ایمان کی شراب پی لی ہے اور حضرت علیؓ کی طرح قوی بازو بھی ہیں اور غیر اللہ سے بے نیاز بھی۔ صفحہ ۹۳۱ میں سورۃ المائدہ کی آیت ۲۴ دیکھیں۔ اسی لیے عرض کرتے ہیں:

دگر آں دل بندہ در سینہ من کہ پچم پچہ کاؤس و کے را!

[ص ۹۳۵]

مسلمان میں ایسی ایمانی قوت ہونی چاہیے جو بڑی سے بڑی طاقت کو زیر کر سکے:

وَاعِدُوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ اور تم تیار رکھوان کے لیے جتنا تم سے ہو

(الانفال: ۶۰) سکے قوت کی چیزیں۔

نجلِ ملکِ جم از درویشی من کہ دل در سینہ من محرمِ نشت!

[ص ۹۳۶]

جس نے آپ سے رشتہ جوڑا اس نے تمام شاہوں کو چھوڑا۔

أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ (الزمر: ۳۶) کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟

اور جو شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام بن جاتا ہے اس کا اللہ ہی حُب ہے۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي آپ فرمادیں کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے

يُحِبِّكُمْ اللَّهُ (آل عمران: ۳۱) ہو تو میری پیروی کرو تو خود اللہ تم سے محبت

کرے گا۔

حضورِ ملت بیضا تپیدم نوائے دل گدازے آفریدم
ادب گوید سخن را مختصر گوے تپیدم، آفریدم، آرمیدم!

[ص ۹۳۷]

رومی کہتے ہیں:

حاصلِ عمر از سہ سخن بیش نیست خام بدم، پختہ شدم، سوختم

اور اقبال کہتے ہیں کہ قوم کو بیدار کرنے کے لیے میں خود بھی تڑپتا رہا، لکھتا رہا اور پھر آرام کیا
یعنی (زندگی کا سفر ختم کیا)۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سورۃ الانعام میں ارشاد ہے:

قُلِ اللّٰهُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَ بَيْنَكُمْ ۗ وَ اَوْحٰى
اِلٰى هٰذَا الْقُرْآنِ لِاُنذِرْكُمْ بِهِ وَ مَنْ بَلَغَ ۗ
وہی کے بھیجا گیا ہے تاکہ میں اس قرآن کے
ذریعے تم کو اور جس جس کو یہ قرآن

(الانعام: ۱۹)

پہنچے، ڈراؤں۔

اقبال نے بھی قرآن کی ترجمانی کر کے قوم کو ڈرانے اور بیدار کرنے کی کوشش کی ہے۔

رومی اور اپنے متعلق کہتے ہیں:

بہ دورِ فتنہ عصرِ کہن، او بہ دورِ فتنہ عصرِ رواں، من

اگر شایاں نیم متغ علیٰ را نگاہے وہ چو شمشیر علیٰ تیز

[ص ۹۳۸]

اگر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرح جہاد بالسیف نہیں کر سکتا تو کم از کم مجھے ان کی طرح
نگاہ حاصل ہو جو حق و باطل کی تمیز کر سکے اور تیز کر سکے۔

فَاَحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ
اَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۗ
پس حکم کرو ان میں جو اتارا اللہ نے اور ان کی
خوشی پر مت چلو، حق کی راہ چھوڑ کر، جو

(المائدہ: ۴۸) تمہارے پاس آئی ہے۔

اقبال حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں کہ آپ ہی کے طفیل مسلم قوم کو میں

نے بیدار کرنے کی کوشش کی ہے:

ع کہ داد او را اُمید نو بہارے؟

[۹۳۹ص]

اب مجھے مزید جوش اور ولولہ پیدا کرنے کی صلاحیت حاصل ہو:

ع مرا شورے ز طوفانے دگر وہ!

[۹۳۹ص]

موسیٰ علیہ السلام کی طرح اقبال بھی اپنے حوصلے کی فراخی چاہتے ہیں:

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۚ وَ يَسِّرْ لِي اے میرے رب، میرا حوصلہ فراخ کر دیجیے
اَمْرِي ۙ (طہ: ۲۵-۲۶) اور میرا کام آسان فرما دیجیے۔

گر فتم نکتہ فقر از نیاگان ز سلطان بے نیازی ہائے من ہیں!

[۹۴۰ص]

غیر اللہ کو خاطر میں نہ لانا ایک اہل فقر (مسلمان) کا شیوہ ہے۔ اس کے لیے اللہ ہی کافی ہے:

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ؟ کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟

(الزمر: ۳۶)

چو می گویم مسلمانم، بلرزم کہ دائم مشکلات لا الہ را

[۹۴۱ص]

صفحہ ۹۳۴ میں سورۃ العنکبوت کی آیت ۲ دیکھیں۔

خرابِ جرأتِ آں رنہ پاکم خدا را گفت مارا مصطفیٰ بس!

[۹۴۱ص]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا تھا:

ع صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے یقیناً

(النساء: ۸۰) اللہ کی اطاعت کی۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کافی ہو جاتی ہے۔

ہمیں ایک آرزو دارم کہ جاوید ز عشق تو بگیر درنگ و بوے

[ص ۹۴۱]

بس یہی ایک آرزو ہے کہ جاوید (اور قوم کے نوجوان) حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق پیدا کریں اور اسی عشق میں ہر فلاح ہے۔

آل عمران کی آیت ۳۱ دیکھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور پیروی سے ایک شخص اللہ کا محبوب بن سکتا ہے۔^۵

اگلے اشعار میں نوجوانوں کو فرنگیوں کے فریب سے بچانے کی التجا ہے اور غیر اللہ کی پرستش سے بھی بچانے کی درخواست ہے۔ اس کے بعد شاہ عبدالعزیز (سعودی) سے خطاب ہے جس نے تمام مزارات کو منہدم کر دیا تھا:

تو ہم آں مے بگیر از ساغر دوست کہ باشی تا ابد اندر بر دوست
سجودے نیست اے عبدالعزیز این برویم از مژہ خاک در دوست

[ص ۹۴۲]

آدم علیہ السلام کو سجدہ (تعظیمی) کرایا گیا تھا (سورۃ البقرہ: ۳۴) اور یوسف علیہ السلام کو بھی (سورۃ یوسف: ۱۰۰)۔ کیا اب حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے در کی خاک روٹی اپنی پلکوں سے کرنے پر بھی قدغن ہے؟

یکے اندر حریم کوچہ دوست ز چشماں اشکِ خون ریزیم و رقصیم

[ص ۹۴۳]

وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۝ اور چاہیے کہ طواف کریں اس قدیم گھر کا۔

(الحج: ۲۹)

یہ بیت اللہ کے لیے ہے۔ لیکن اہل عشق کے لیے حرمِ مدینہ بھی حرمِ کعبہ سے کم نہیں۔

مسلمانیم و آزاد از مکانیم بروں از حلقہ نہ آسمانیم

بما آموختند آں سجدہ کز وے بہائے ہر خداوندے بدانیم

[ص ۹۴۴]

ہم مسلمان ہیں ہمارا کسی مقام سے پیوند نہیں اور ہم سوائے اللہ کے کسی مقام یا کسی چیز کی پرستش نہیں کرتے۔

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا (الروم: ۳۰) طرف رکھو۔ اللہ کی دی ہوئی قابلیت کا اتباع کرو جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔

یعنی صرف اُس ایک اللہ کی پرستش کی صلاحیت دی گئی ہے۔

آخر میں پھر فرنگ کے فتنوں سے ہوشیار رہنے کی نصیحت ہے کہ اس کے لیے فاروقیت کی ضرورت ہے۔ فرنگ اور غلامانِ فرنگ کے متعلق یہ آیت کافی ہے:

إِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ (المجادلہ: ۱۹) شیطان نے ان پر قابو پایا ہے۔ پس اس نے ان کو اللہ سے غافل کر دیا ہے۔

اب قوم سے خطاب ہے!

مقامِ خویش اگر خواہی دریں دیر
حقِ دل بند و راہِ مصطفیٰ رو!

وَ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (آل عمران: ۱۳۲) اور اطاعت کرو اللہ کی اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تاکہ تم رحم کیے جاؤ!

صفحہ ۹۴۹ میں بھی ہے:

ع مشو نو مید و راہِ مصطفیٰ گیر
ازاں نمرود با من سرگران است بہ تعمیرِ حرم کوشیدہ ام من

نمرود (شیطان) مجھ سے اس لیے ناراض ہے کہ میں نے حرم (دین) کی تعمیر کے لیے کوشش کی ہے۔

لِيُحَقِّقَ الْحَقَّ وَ يَبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ (اللہ) تاکہ حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل

ہونا ثابت کر دے۔ گو یہ مجرم لوگ ناپسند ہی

الْمُجْرِمُونَ

(الانفال: ۸) کریں۔

ع نوائے از مقام 'لا تخف' زن

[ص ۹۴۸]

لا تَخَفِ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَىٰ ۝ خوف نہ کر۔ یقیناً تو ہی غالب رہے گا۔

(طلہ: ۶۸)

اسی صفحہ میں ہے:

خودی را گیر و محکم گیر و خوش زی مدہ در دست کس تقدیر خود را

[ص ۹۴۸]

تم اپنے بلند منصب (نیابت الہی) کا احساس کرو اور اس پر پورا یقین رکھو، اور کسی سے مغلوب ہو کر نہ رہو۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ ۗ وَهُوَ يُبَيِّنُ لَكُمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيكُمْ فِي دِينِكُمْ وَيُخْرِجُكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ إِنَّكُمْ لَكُنْتُمْ أَكْثَرًا مُّكْفَرًا ۝ (فاطر: ۳۹) بنایا۔ پس جس نے کفر کیا تو اس کے کفر کا وبال اسی پر پڑے گا (وہی ذلیل اور مغلوب ہوگا)۔

اس کے بعد تمام ”رباعیاں“ صفحہ ۹۵۲ میں خودی سے متعلق ہیں۔

انا الحق کو ”خودی“ کے معنی میں پیش کیا ہے:

اگر فردے بگوید سرزنش بہ اگر تو مے بگوید ناروا نیست

[ص ۹۵۲]

قوم اگر اپنی خودی پہچان لے تو زندہ رہ سکتی ہے۔

بہ آں ملت انا الحق سازگار است کہ از خوش نم ہر شاخسار است

[ص ۹۵۳]

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَ جَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ ۗ (البقرہ: ۲۱۸) بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے راہِ خدا میں ترکِ وطن کیا اور جہاد کیا، ایسے لوگ رحمتِ الہی کے امیدوار ہیں۔

یہی لوگ اپنی جان چھڑکتے ہیں اور اللہ کی رحمتوں سے پروان چڑھتے ہیں۔

نیا ساید ز کارِ آفرینش کہ ”خواب“ و ”خستگی“ بروے حرام است
[ص ۹۵۳]

كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَانٍ ۝ (الرحمن: ۲۹) ہر دن اس کو ایک دھند ہے۔
لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ (البقرہ: ۲۵۵) اس کو اونگھ بھی دبا نہیں سکتی اور نہ نیند۔
وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوبٍ ۝ (ق: ۳۸) اور ہم کو نہ آئی کچھ خستگی (مانگی)۔
یہ اللہ پاک کی صفات ہیں اس لیے اس کے نائب میں بھی یہ صفات ہونی چاہئیں۔

مہ و انجم گرفتارِ کمندش بدستِ اوست تقدیرِ زمانہ
[ص ۹۵۳]
وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ
آسمانوں میں اور زمین میں، سب اس کی طرف سے۔ (الجاثیہ: ۱۳)
سورہ لقمن: آیت ۲۰ میں بھی اسی طرح کا مضمون ہے۔

اگر خواہی شمر از شاخِ منصور بہ دل 'لا غالب الا اللہ' فروریز
[ص ۹۵۴]

منصور حلاج کا یہی پیام ہے کہ صرف اللہ ہر جگہ غالب ہے۔
وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ (یوسف: ۲۱) اور اللہ غالب ہے اپنے کام پر۔

گرفتہم حضرتِ مُلَّا تُرْشِ روست نگاہش مغز را نشناسد از پوست
اگر با این مسلمانان کہ دارم مرا از کعبہ می راند حقِ اوست
[ص ۹۵۴]

میں جانتا ہوں کہ مُلَّا ہم پر طعن کرتا ہے لیکن ذرا اپنا دل بھی ٹٹول کر دیکھیں کہ کیا واقعی ہم مسلمان بھی ہیں۔ اکبر آلہ آبادی کہتے ہیں:

کہتے ہیں لوگ ہائے مسلمان ہیں تباہ ہم کہتے ہیں کہ ہائے مسلمان ہی نہیں
مسلمان تو وہ ہیں جن کا مرنا اور جینا اللہ کے لیے ہو۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝

عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے واسطے ہیں جو سارے جہانوں کا

پروردگار ہے۔

زقراں پیش خود آئینہ آویز دگرگوں گشتہ! از خویش بگریز

ترازوں بنہ کردارِ خود را قیامت ہائے پیشین را بر انگیز

[ص ۹۵۵]

وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تَبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَ هُدًى وَ رَحْمَةً وَ بُشْرًا لِّلْمُسْلِمِيْنَ ۝

اور ہم نے آپ پر کتاب اتاری ہر چیز کی تشریح کے لیے اور یہ ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے مسلمانوں کے لیے۔

قرآن پر عمل کرنے ہی سے مسلمان کا کردار بنتا ہے۔

صفحہ ۷۴ میں ”کافر گر“ واعظ کا حال ہے کہ وہ خود اپنے احوال میں دوزخ سے کم نہیں اور آج کل کے پیروں نے ”مزار پرستی“ کو اپنی روزی کا ذریعہ بنایا ہے۔

اور صفحہ ۹۵۶ میں ہے کہ آج کل نمرودوں کی کیا کمی ہے؟ ہر جگہ آسانی سے وہ مل سکتے ہیں اور ان کی وجہ سے آسانی سے ”پیری“ کا پیشہ چل سکتا ہے۔ پھر رومی کی تعریف بیان کی ہے کہ:

ع مرا با عشق و مستی آشنا کرد

[ص ۹۵۸]

ع دم او ر عثه از سہاب چہند

[ص ۹۵۹]

نصیب از آتش دارم کہ اول سنائی از دل رومی برا گنجت^۹

[ص ۹۶۰]

بگو فاروق را پیغامِ فاروق^{۱۰} کہ خود در فقر و سلطانی بیامیز!

[ص ۹۶۰]

مصر کے شاہ فاروق کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سبق لینا چاہیے کہ امیر المؤمنین ہوتے ہوئے انتہائی سادہ زندگی تھی اور دنیا سے بے رغبتی اور بے نیازی تھی۔

وَلَا تَمُدَّنْ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۗ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۝
 (طہ: ۱۳۱)

تُو نہ دوڑا اپنی نگاہوں کو ان چیزوں کی طرف جن سے ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو بہرہ مند کیا ہے (یعنی دنیوی زندگی کی آرائش کی طرف)۔ یہ اس لیے ہے کہ ہم اس میں ان کو آزمائیں اور تیرے رب کا رزق بہتر ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

جواں مردے کہ خود را فاش بیند
 جہان کہنہ را باز آفریند
 ہزاراں انجمن اندر طوئش
 کہ با او خویشتن خلوت گزیند

[ص ۹۶۱]

جو شخص خود کو پہچانتا ہے وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتا ہے اور تمام دنیا اس کے گرد گھومتی ہے۔
 فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ ۗ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظًا لَّفُطِنْتَ الْقَلْبَ لَا نَفُصُوا مِنْ حَوْلِكَ ۗ
 (آل عمران: ۱۵۹)

تو یہ کچھ اللہ کی رحمت ہے کہ آپ ان کے لیے نرم دل ملے اور اگر آپ سخت گوشت دل ہوتے تو وہ منتشر ہو جاتے آپ کے گرد سے۔

ع بہ روے عقل و دل بکشاے ہر در

[ص ۹۶۱]

اس آیت میں عقل اور دل والے کے لیے ترغیب ہے:

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرًا لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ۝
 اس میں سوچنے کی جگہ ہے اس کو جس کے دل ہے یا کان لگا دے دل سے (دل لگا کر) اور متوجہ ہو۔ (ق: ۳۷)

چرخ او احمرے، چشمش کبودے
 بجز طوفاں نمی خواہم کشودے
 چرخوش زد تڑک ملاے سردے
 بہ دریا گر گرہ افتد بہ کارم

[ص ۹۶۲]

موسیٰ علیہ السلام کے عمل میں ایسی سخت کوشی کا پیام سورہ کہف میں مذکور ہے:
 وَ اِذْ قَالَ مُوسٰى لِفَتٰىهِ لَا اُبْرِحُ حَتّٰى اَنْبَلِغَ ۝ اور (یاد کرو) جب کہا موسیٰ نے اپنے غلام
 مَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْصِىْ حَقْبًا ۝ کو، میں باز نہ رہوں گا جب تک نہ پہنچوں دو
 (الکھف: ۶۰) دریا کے ملاپ تک، یا چلتا جاؤں قرونوں
 (ساہا سال)۔

شعراے عرب سے خطاب

ازاں نورے کہ از قرآن گرفتم سحر کردم صد و سی سالہ شب را
 [ص ۹۶۳] میں تو صرف قرآن ہی سے مستفیض و مستتیر ہوں اور اسی سے اپنی راتوں کو زندہ کرتا ہوں۔
 اِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ۝ بے شک صبح کا قرآن (نماز میں) پڑھنا ہوتا
 (بنی اسرائیل: ۷۸) ہے روبرو۔
 اس وقت فرشتے بھی موجود ہوتے ہیں۔
 عرب کے شاعر سے اقبال فرماتے ہیں:

ع مجو غیر از ضمیر خویش یاری
 [ص ۹۶۴] نوا آن زن کہ از فیض تو اُورا دگر بخشند ذوق انقلابے!
 [ص ۹۶۵] نوائے آفریں در سینہ خویش بہارے می تو اں کردن خزاں را
 [ص ۹۶۶] چومن پا در بیابان حرم نہ کہ بنی اندرو پہنائے خود را
 [ص ۹۶۷]

یعنی ایسا کلام ہونا چاہیے جو قوم میں زندگی اور بیداری پیدا کر دے اور اس کے لیے قرآن اور اسلام ہی سے مستفیض ہونا چاہیے۔ (صفحہ ۹۶۲-۹۶۳ کی آیتیں دیکھیں)۔

فرزندِ صحرا سے خطاب

فروہل خیمہ اے فرزندِ صحرا کہ نتواں زیست بے ذوقِ رحیلے
[ص ۹۶۸]

نچلا نہیں بیٹھنا چاہیے۔ حرکت اور عمل پیش کرنا چاہیے۔

قُلْ يٰعِبَادِ اللّٰذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۗ لِلَّذِيْنَ
اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۗ وَّ اَرْضُ
اللّٰهِ وَّاسِعَةٌ ۗ اِنَّمَا يُؤَفِّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ
بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

(الزمر: ۱۰) ملنا ہے ان کا اجر بغیر حساب کے۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا
فَاَمْشُوْا فِيْهَا مَنَاكِهًا وَّ كَلُوْا مِنْ رِّزْقِهَا
پست کیا۔ اب پھرو اُس کے کندھوں پر اور
کھاؤ اُس کی دی ہوئی کچھ روزی۔

(الملک: ۱۵)

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۗ
لِتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاٰجًا ۝

اور اللہ نے بنا دی زمین تمہارے لیے بچھونا
تاکہ چلو اس میں کشادہ راستے۔

(نوح: ۱۹-۲۰)

اگر فقر تہی دستاں غیور است جہانے رات و بالا تو اں کرد
[ص ۹۶۸]

اگر مسلمان ایسا فقر رکھتا ہے جو اسے غیر اللہ سے بے نیاز کر دے تو وہ بڑے سے بڑا کام کر
سکتا ہے۔ (ع : زندہ توت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی — ضربِ کلیم — وہ سوائے اللہ
کے کسی کو خاطر میں بھی نہیں لاتا۔

فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۗ (ہود: ۱۲۳) پس اُسی کی عبادت کر اور اُسی پر بھروسہ رکھ۔

فَاعْبُدْهُ وَاِصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ ۗ (مریم: ۶۵) پس اُسی کی بندگی کر اور ٹھہراہ اسی کی بندگی پر۔

ع طلوع اُمتان از کوہ و صحراست

[ص ۹۶۸]

کوہ و صحرا مشکل پسندی سکھاتے ہیں۔

ع جنون زیر کے از من فرا گیر

[ص ۹۶۸]

جوش اور ولولہ میرے شعر سے پیدا ہوتا ہے۔ صفحہ ۹۲۵-۹۲۶ کی آیتیں دیکھیں۔

خوش آن قومے پریشاں روزگارے کہ زاید از ضمیرش پختہ کارے

نمودش سزے از اسرار غیب است زہر گردے بروں ناید سوارے!

[ص ۹۶۹]

کوئی پختہ کار (اہل یقین) اگر پیدا ہوتا ہے تو اسے اسرار غیب میں سے سمجھنا چاہیے۔

صفحہ ۹۶۸ کی آیتیں دیکھیں۔

چو برگیرد زمام کارواں را دہد ذوقِ تجلی ہر نہاں را

کند افلاکیاں را آچنناں فاش تہ پامی کشد نہ آسماں را

[ص ۹۷۰]

خلافت و ملوکیت

عرب خود را بہ نورِ مصطفیٰ سوخت چراغِ مردہ مشرق برافروخت

ولیکن آں خلافت راہ گم کرد کہ اوّل مومناں را شاہی آموخت!

[ص ۹۷۱]

پہلے خلافت صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ ہدایت سے مستنیر تھی۔ پھر وہ ملوکیت

اور شہنشاہی بن گئی جو خلافت کی خلاف ورزی ہے۔

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا اللّٰهُ هٰی كُوْهُ سُلْطٰنِ اَسْمٰنُوْنَ اَوْ رِزْمِیْنِ كٰی

فِیْہِنَّ ۙ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ اور جوآن کے بیچ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر

(المائدہ: ۱۲۰) ہے۔

وَاللّٰهُ بِحُكْمِكُمْ لَا مُعَقَّبَ لِحُكْمِهِ ط اور اللہ حکم دیتا ہے۔ اس کے حکم کو ٹالنے والا
(الرعد: ۴۱) کوئی نہیں۔

خلافت بر مقامِ ماگوہی است
حرام است آنچہ بر ماپادشاہی است
[ص ۹۷۲]

بانگِ درا، ص ۲۵۴ میں ہے:

خریدیں نہ ہم جس کو اپنے لہو سے
مسلمان کو ہے نگ وہ پادشاہی! ﷻ
[ص ۹۷۲]

فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَ أُوْحِرُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ
أُوْدُوا فِي سَبِيلِي وَ قُتِلُوا وَ قُتِلُوا لَا كُفْرَانَ
عَنَّهُمْ سَيَاتِيهِمْ وَ لَا ذَخْلَنَّهُمْ جَنَّتِ
ان سے برائیاں ان کی اور داخل کروں گا
جنتوں میں۔
(آل عمران: ۱۹۵)

غلامِ فقرِ آں گیتی پناہم
کہ در دیش ملوکیت حرام است
[ص ۹۷۲]

ملوکیت صرف اللہ کی ہے۔

مقامش عبده آمد و لیکن
جہان شوق را پروردگار راست
[ص ۹۷۳]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقامِ عبدیت خصوصی ہے اور ہر مقام سے بلند ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا
پاک ذات ہے جو لے گیا اپنے عبد کو راتوں
(بنی اسرائیل: ۱۰) رات۔

فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى ط
پھر وحی کی اپنے عبد پر جو وحی کی (راز ہی راز
(النجم: ۱۰) ہے)

عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا
شاید کھڑا کرے آپ کو آپ کا رب مقام
مَحْمُوْدًا (بنی اسرائیل: ۷۹) محمود میں۔

تُرکِ عثمانی

نہ پنداری کہ رست از بندِ افرنگ ہنوز اندر طلسم او اسیر است

خنک مرداں کہ سحر او شکستند بہ پیمانِ فرنگی دل نہ بستند
[ص ۹۷۳]

۲۵ فروری ۱۹۳۶ء کو علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

ترکوں کے متعلق مایوس نہ ہونا چاہیے۔ ان کے ایک خدا پرست جرنیل کے الفاظ ہیں: ”یہ الحاد کی ہوا آئی ہے کچھ دن کے بعد نکل جائے گی“۔ جو کچھ ہوا جذبہ وطن پرستی بلکہ توران پرستی کا نتیجہ تھا۔ اب جو عراق، افغانستان، ایران اور ترکی کے معاہدے کی تجویز ہو رہی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ترکوں نے ”توران پرستی“ کو بحیثیت ایک پالیسی کے ترک کر دیا ہے۔ ”کافر تونانی شدا نا چار مسلمان شو“۔ حالات اس قسم کے ہیں کہ ترک اسلام کو چھوڑ کر کبھی من حیث القوم سرسبز نہیں ہو سکتے۔ باقی یہ بات صحیح ہے کہ ان میں افرنگ زدہ لوگ بکثرت ہیں۔ لیکن کیا عجب ہے کہ..... افرنگ زدگی کے سرچشمے ہی کا خاتمہ ہو جائے۔ سب کچھ اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے.....^{۱۲}

إِلَّا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخٰسِرُونَ ۝ یاد رکھو، شیطان کی جماعت ہی نقصان

(المجادلہ: ۱۹) اٹھانے والی ہے۔

افرنگ نے ترکوں کو فریب میں رکھا۔ پھر افرنگ کی جماعت کو ترک پہنچی۔
پھر ”دختر ان ملت“ کو خطاب ہے:

دل کامل عیار آں پاک جاں برد کہ تیغ خویش را آب از حیا داد
[ص ۹۷۳]

يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۚ ذٰلِكَ
اَدْنٰى اَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْدَيْنُ ۙ
گی تو آزار نہ دی جایا کریں گی۔ (الاحزاب: ۵۹)

جہاں تابی ز نورِ حق پیاموز کہ او با صد تجلی در حجاب است!
[ص ۹۷۵]

دختر ان ملت کو حجاب چاہیے۔ سورۃ النور میں ہے، البتہ بوڑھی عورتوں کے بے حجاب ہونے میں مضائقہ نہیں:

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي لَا يَرْجُونَ
نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ
يَدَيْهِنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ وَأَنْ
يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَهُنَّ
اور بڑی بوڑھی عورتیں جن کو نکاح کی کوئی
امید نہ رہی ہو ان کو اس بات میں کوئی گناہ
نہیں کہ وہ اپنے کپڑے اتار رکھیں۔
بشرطیکہ زینت کا اظہار نہ کریں۔ اور اس
سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے لیے اور زیادہ
(النور: ۶۰)

بہتر ہے۔

جہاں راجحی از امہات است نہادشاں امین ممکنات است

[ص ۹۷۵]

مغرب کی دبا چل پڑی ہے امومت کی ضرورت نہیں، حالانکہ اسی سے دنیا قائم ہے۔ والدہ
ہی کی بدولت اولاد بڑے عظیم الشان کارنامے انجام دیتی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو کیسی
اچھی بشارت سورۃ القصص میں دی گئی ہے:

إِنَّا رَأَوُوهُ إِلَيْكَ وَ جَاعِلُوهُ مِن
الْمُرْسَلِينَ ﴿۷﴾ (القصص: ۷) طرف اور کریں گے اس کو رسولوں میں سے۔
سورۃ الاحقاف کی آیتیں ۱۵-۱۶ دیکھیں۔

چہ پیش آید، چہ پیش افتاد اورا تو اوں دید از جبین امہاتش!

[ص ۹۷۶]

اس کے لیے اوپر کی آیت (القصص: آیت ۷) کافی ہو سکتی ہے اور اس شعر کے لیے بھی:

بتولے باش و پنہاں شوازیں عصر کہ در آغوش شبیرے بگیری

[ص ۹۷۶]

اسی طرح بہن کی قرأت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ متاثر ہو کر دین کی طرف بڑھے:

تومی دانی کہ سوز قرأت تو دگرگوں کرد تقدیر عمر را

[ص ۹۷۶]

والدہ کی طرح بہن بھی عورت تھی جس کی وجہ سے ایسا ہوا۔

عصر حاضر

جو انماں را بدموزاست این عصر شبِ ابلیس را روزاست این عصر
[ص ۹۷۷]

إِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَلَهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ
بِهِ تَقْلِيدٍ فَرَنَّى كُوبَى (المجادله: ۱۹)
شیطان نے ان پر قابو پا لیا ہے۔ پس اس نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔
بہ تقلیدِ فرنگی پائے کوبی بد رگہائے تو آس طغیانِ خون نیست!
[ص ۹۷۸]

برہمن

برہمن از بتاں طاقِ خود آراست تو قرآن را سرِ طاقتے نہادی!
[ص ۹۷۸]

برہمن نے اپنے طاق کو بتوں سے سجایا اور مسلمان نے قرآن کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔
وَ قَالَ الرَّسُولُ يَرْبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا (الفرقان: ۳۰)
اور رسول کہیں گے، اے پروردگار، بے شک میری قوم نے اس قرآن کو نظر انداز کر دیا تھا۔

بیک مسجد دو ملا می نہ گنجد ز افسونِ بتاں گنجد بیک دیر!
[ص ۹۷۹]

دنیوی ہوا و ہوس کی وجہ سے ہمارے ظاہر ہیں علماء میں آپس میں اتفاق نہیں ہے۔
فَأَمَّا مَنْ طَغَى ۚ وَ آثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۚ
پس جو حد سے بڑھا اور جس نے دنیوی
فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۚ
زندگی کو ترجیح دی تو بے شک دوزخ اس کا
(النزعت: ۳۷-۳۹) ٹھکانا ہے۔

تعلیم

تب و تابے کہ باشد جاودانہ سمندرِ زندگی را تازیانہ
بہ فرزندوں بیاموزیں تب و تاب کتاب و مکتب افسون و فسانہ!
[ص ۹۸۰]

جوشِ عمل ہی تعلیم کا مقصد ہونا چاہیے۔ صفحہ ۹۶۸ کی آیتیں دیکھیں۔

ز علم چارہ سازے بے گدازے بے خوشتر نگاہ پاک بازے
نکو تر از نگاہ پاک بازے دلے از ہر دو عالم بے نیازے
[ص ۹۸۰]

نگاہ پاک باز بلکہ دل بے نیاز کی ضرورت ہے۔

أَدْعُوا إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعِيَ
(یوسف: ۱۰۸) قائم ہوں اور میرے ساتھی بھی۔
میں خدا کی طرف بلاتا ہوں۔ میں بصیرت پر
نہ دارم آل مسلمان زادہ را دوست! کہ در دانش فرود و در ادب کاست!
[ص ۹۸۱]

ادب اور تزکیہ کے بغیر علم و دانش بے کار ہے:

فَدَأْفَلَحَ مَنْ زَكَّهَا
تحقیق مراد کو پہنچا جس نے اس (نفس) کو
(الشمس: ۹) سنوارا۔

بایں مکتب، بایں دانش چہ نازی کہ ناں در کف نداد و جاں ز تن برد
[ص ۹۸۲]

اس تعلیم نے روٹی تو دے دی لیکن جان نکال لی۔ جان اور روح تو دین کے لیے اور عمل کے لیے ہیں۔

يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ
أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ (المجادلہ: ۱۱) میں ایمان لائے اور ان کے جنہیں علم دیا گیا۔
دین کا علم یا وہ علم جو دین کے نزدیک صحیح ہے۔^{۳۱}

مباش ایمن ازاں علمے کہ خوانی کہ ازوے روح تو مے می تو اں گشت
[ص ۹۸۳]

جو علم دین یا قومی روح کے منافی ہو وہ حرام ہے۔

اَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَغَشِيَ قَلْبَهُ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً (الجماعہ: ۲۳)
کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا رکھا ہے اور اللہ نے اس کو باوجود علم کے (جو صحیح علم نہیں) گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے۔

تلاش رزق ازاں دادند ما را کہ باشد پر کشودن را بہانہ

[ص ۹۸۵]

حضرت سعدی کہتے ہیں: ”خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است۔“

وَمَا مِنْ ذَاتِيَةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا
اور کوئی نہیں پاؤں چلنے والا زمین پر مگر اللہ پر ہے اس کی روزی۔ (ہود: ۶)

اللہ نے ہر شخص کی روزی کا ذمہ لیا ہے صرف ذرا سا حیلہ چاہیے اور صرف روزی کو زندگی کا مقصد نہیں بنانا چاہیے۔

ع بہ موج آویز و از ساحل بہ پرہیز

[ص ۹۸۵]

مشکلات کا مقابلہ کرنے ہی کے لیے انسان پیدا ہوا ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ (البلد: ۴) ہم نے بنایا انسان کو محنت میں۔

وہ ساری عمر محنت کرتا ہے اور اسے کرنا چاہیے۔

حرم جز قبلہ قلب و نظر نیست طوافِ او طوافِ بام و در نیست

میانِ ما و بیت اللہ رمزیت کہ جبریل امین را ہم خبر نیست!
[ص ۹۸۶]

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۗ (البقره: ۳۰) مجھ کو بنانا ہے زمین میں ایک نائب۔
حَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۗ (الاحزاب: ۷۲) اس (امانت) کو انسان نے اٹھالیا۔
خلیفہ بننا اور امانتِ الہی کو اٹھالینا انسان ہی کے لیے ہے اور اس میں بڑے اسرار و رموز ہیں
جن کی تفسیر اقبال کے نزدیک ”قلب و نظر“ کی تعمیر ہے۔
صفحہ ۹۸۶ سے ”حضورِ عالمِ انسانی“ کا باب شروع ہوتا ہے اور اس کے ذیل میں جاوید
نامہ، ص ۷۳ تا ۷۴ کا یہ شعر آتا ہے:

آدمیت احترامِ آدمی با خبر شو از مقامِ آدمی
وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَ حَمَلْنَاهُمْ فِي الْبُرِّ
وَالْبَحْرِ وَ رَزَقْنَاهُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَ
رُوزی دی اچھی اچھی چیزوں سے اور ان کو بڑی
تَفْضِيلًا ۝ (بنی اسرائیل: ۷۰) فضیلت دی بہتوں پر جن کو ہم نے پیدا کیا ہے۔

دریں گلشن کہ گل چینی حلال است تو زخمی از سر خارے نداری
[ص ۹۹۰]

مشکلات کا مقابلہ کرنا ہی زندگی ہے۔

خودی را فاش تر دیدن پیاموز اگر خواہی خدا را فاش بینی
[ص ۹۹۱]

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ
أَنْفُسَهُمْ ۗ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝
اور اُن جیسے مت ہو جاؤ جنہوں نے بھلا دیا
اللہ کو، پھر اُس نے بھلا دیے اُن کو اُن کے
(الحشر: ۱۹) جی۔ وہ لوگ وہی ہیں بے علم۔

یعنی خدا کو نہ بھولو گے تو خود کو پہچان سکو گے، ورنہ نہیں۔

تو شاپینی و لیکن خویشتن را نگیری تاہم خود نیائی
[ص ۹۹۲]

اگر خود کو پچانو گے تو شاہین کی طرح بلند پرواز اور تیز نگاہ ثابت ہو گے۔ سورۃ المحشر کی آیت سے یہاں بھی استدلال کیا جاسکتا ہے۔ پھر بلند پروازی تو انسان میں ودیعت کی گئی ہے۔

وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَّا فِي
الْاَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ (الجاثیہ: ۱۳) آسمانوں میں اور زمین میں سب اس کی
طرف سے۔

حیاتِ جاوداں اندر یقین است رہِ تخمین و ظن گیری، بمیری!
[ص ۹۹۲]

وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْكَ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا
(النجم: ۲۸) اور ظن و تخمین حقیقت کی تلاش میں کچھ کام
نہیں دیتے۔

مرا کافر کند اندیشہٴ رزق ترا کافر کند علمِ کتابی!
[ص ۹۹۲]

کوئی رزق کی وجہ سے اور کوئی علمِ کتابی کی وجہ سے خدا کو بھول گیا ہے۔
سورۃ الفاتحہ: آیت میں ہے کہ ”وہی رب العالمین ہے“۔

وَ سِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا (الانعام: ۸۰) پھیل گیا ہے میرا رب ہر چیز پر علم سے۔
یعنی تمام چیزیں اس کے علم کے احاطے میں ہیں۔

بگیر از ما کہن صحرا نورداں بہ پشتِ خویش بردن بار خود را
[ص ۹۹۳]

وَ لَا تَنْزِرُ وَاِزْدَادُ وِزْرٍ اٰخِرٰی (الانعام: ۱۶۲) اور بوجھ نہ اٹھائے گا ایک شخص دوسرے کا۔

ز تاویلاتِ مُلایاں نکو تر نشستن با خود آگاہے دے چند
[ص ۹۹۳]

آج کل نیم ملان لوگوں نے اپنے اغراض کے لیے قرآن کی نئی نئی تاویلات کی ہیں۔ ان
تاویلات کو سننے سے بہتر یہ ہے کہ خود ہی تنہائی میں قرآن پر نور و فکر کرے۔

وَ مَنْ اٰصَلُ مَنْ اَتَّبَعَهُ هُوَ بِغَيْرِ هُدٰی مِّنْ اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اپنی

اللہ^ط (القصاص: ۵۰) خواہش کی پیروی کرے اللہ کی ہدایت کے بغیر۔

حکیمان را دریں اندیشہ بگذار
شر از تیشہ خیزد یا ز سنگ است؟
مشو در چار سوئے این جہاں گم
بخود باز آو بشکن چار سو را
[ص ۹۹۴]

فلسفی کی طرح دنیا بھر کی باتیں سوچنا بے کار ہے۔ فلسفی سوچتا ہے کہ چنگاری تیشہ سے نکلتی ہے یا پتھر سے۔ تو ایسی سوچ سے اسے یا کسی اور کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ وہ خود کو پہچانے کہ وہ اطراف و اکناف عالم کو مستخر کر سکتا ہے اور چاہے کہ وہ ایسا کرے۔ صفحہ ۹۹۲ کی آیتیں یہاں بھی کافی ہیں۔

تو اے موجِ اضطرابِ خود نگہدار
کہ دریا را متاعِ خانہ از نُست
[ص ۹۹۵]

موج میں حرکت اور اضطراب نہ ہو تو سمندر کو کوئی سمندر نہ کہے۔ عمل اور حرکت ہی سے زندگی کا ثبوت ملتا ہے۔

وَلِكُلِّ دَرَجَتٍ مِّمَّا عَمِلُوا
اور ہر ایک کے رُتبے ان کے اعمال کے
(الاحقاف: ۱۹) مطابق ہیں۔

بہ نورِ دوشِ ہیں امروزِ خود را
زد دوشِ امروزِ رانخواں ربودن
[ص ۹۹۵]

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي
الْأَلْبَابِ^ط (يوسف: ۱۱۱) والوں کو۔
یعنی ماضی سے حال کے لیے سبق ملتا ہے۔

ولیکن طرحِ فرداے تو اں ریخت
اگر دانی بہاے ایں دے چند!
[ص ۹۹۷]

تہ وبالاکن ایں عالم کہ دروے
تقارے می برد نامرد از مرد
[ص ۹۹۸]

زندگی کا ثبوت عمل سے ملتا ہے اور عمل والے ہی کو مرد کہا جاسکتا ہے۔

صفحہ ۹۹۵ میں سورۃ الاحقاف کی آیت ۱۹ کا حوالہ آچکا ہے۔

بروں کن کینہ را از سینہ خویش کہ دُو دِ خانہ از روزن بروں بہ
ز کشتِ دل مدہ کس را خرابے مشو اے دہ خدا غارت گرِ دہ
[ص ۹۹۸]

اللہ پاک نے ہم کو کینہ و بغض کے خلاف دعا بھی سکھائی ہے:

وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا اور نہ رکھ ہمارے دل میں کینہ ایمان والوں
رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ کا، اے رب، تو ہی نرمی والا مہربان ہے۔

(الحشر: ۱۰)

نشانِ مردِ حقِ دیگر چہ گویم چو مرگ آید تبسم بر لبِ اوست
[ص ۹۹۸]

وَ إِنَّهُ هُوَ أَضْحَكٌ وَ أَبْكِيٌّ اور یہ کہ وہی ہے ہنساتا اور رُلاتا اور یہ کہ وہی
أَمَاتٌ وَ أَحْيَاءٌ (النجم: ۴۳-۴۴) ہے مارتا اور جلاتا۔

اللہ کے نیک بندوں کو صحیح خوشی وہی دیتا ہے اور بُرے لوگوں کو ان کی بد اعمالی سے وہی رُلائے گا۔

دلِ ما آتش و تن موجِ دُودش تپیدِ دم بدم سازِ وجودش
بذکرِ نیم شب جمعیت او چو سیمابے کہ بندد چوبِ عُدوش
[ص ۹۹۹]

سورۃ الذاریت میں شب بیدار متقیین پر اللہ کے انعامات کا ذکر ہے۔

كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ وہ تھے رات کو تھوڑا سوتے اور صبح کے وقت
بِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ معافی مانگتے۔

(الذاریت: ۱۷-۱۸)

یہ دل کی بیداری کا ثبوت ہے اور دل کی غفلت اس کے برعکس ہے۔ یعنی رات کو خوب سونا اور کبھی اللہ سے معافی نہ مانگنا۔

دل ما گر چہ اندر سینہ ماست ولیکن از جهان ما برون است
[ص ۱۰۰۰]

دل کی بیداری یہ بھی ہے کہ انسان اپنے تن سے باہر بھی دیکھے اور یہ کہ اُسے کیا کرنا ہے۔
وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ اور چاہیے کہ ہر نفس دیکھتا رہے کہ اس نے
(الحشر: ۱۸) کل کے لیے آگے کیا بھیجا ہے۔

جہانِ دل جہانِ رنگ و بو نیست در و پست و بلند و کاخ و گو نیست
زمین و آسمان و چار سو نیست دریں عالم بجز اللہ ہو نیست!
[ص ۱۰۰۲]

دل کی دنیا میں صرف اللہ ہے اور غیر اللہ کے لیے کوئی جگہ نہیں۔
وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ (القصص: ۸۸) اور مت پکڑو اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود۔
يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُ وَمَا لَا
يَنْفَعُهُ کرتا اور نہ اس کا بھلا کرتا۔
(الحج: ۱۲)

ع محبت چیست؟ تاثیر نگاہت
[ص ۱۰۰۲]

سورہ آل عمران میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے:
فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ تو یہ اللہ کی رحمت ہے کہ آپ اُن کے لیے
(آل عمران: ۱۵۹) نرم دل ملے۔
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم دلی نے ایک عالم کو ہمیشہ کے لیے اپنا گرویدہ بنا لیا ہے اور
اللہ پاک بھی تو ایسا ہی رحیم ہے۔
كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ تمہارے رب نے اپنے اُوپر رحمت لازم
(الانعام: ۵۴) کر لی ہے۔

صفحہ ۱۰۰۳-۱۰۰۴ تک پھر خودی کی تشریح ہے:

کفِ خاک کے کہ دارم از در اوست گل و ریحانم از ابر تر اوست

”نہ من، رami شناسم من، نہ او را“ و لے دامنم کہ ”من اندر بر اوست
[ص ۱۰۰۴]

”میں“ اور خودی ساتھ ساتھ ہیں لیکن وہ نہیں جس میں تکبر ہے بلکہ خود شناسی اور خود نگری چاہیے۔

ع کند ہر قوم پیدا مرگِ خود را

[ص ۱۰۰۵]

اگر قوم عمل نہیں کرے گی تو خود ہی مرجائے گی اور اگر عمل کرے گی تو زندہ رہے گی۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا
بِأَنفُسِهِمْ (الرعد: ۱۱) نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

[حالی]

شنیدم مرگ با زداں چنین گفت
چہ بے نم چشم آں کز گل بزاید

چو جانِ او بگیرم شرمسارم
ولے او را ز مردن عار ناید!

[ص ۱۰۰۵]

ملک الموت کو مسلمانوں کی روح قبض کرنے میں شرمساری محسوس ہوتی ہے۔ لیکن
افسوس کہ خود مسلمان کو شرمندگی محسوس نہیں ہوتی جب اس کی روح قبض ہوتی ہے کہ اس نے کوئی
عمل پیش نہیں کیا۔

إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ
كَانَ عَنْهُ مُسْتَوْلاً (بنی اسرائیل: ۳۶) پوچھ ہوگی۔

بغیر از جانِ ما سوزے کجا بود
ترا از آتشِ ما آفریدند

[ص ۱۰۰۶]

شیطان سے خطاب ہے کہ تجھ میں یہ سوز اور گرمی انسان ہی کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ اگر تُو سجدہ
کر لیتا تو یہ گرمی تجھ میں پیدا نہ ہوتی۔

أَبِي وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ۝
اس نے قبول نہ رکھا اور تکبر کیا اور وہ

(البقرہ: ۳۴) تھا منکروں میں سے۔

انسان کی خلافت کا ذکر بھی اسی سورۃ البقرہ: آیت ۳۰ میں ہے اور اس سلسلے کے واقعات بھی

اسی کے ساتھ آتے ہیں۔ اقبال اُس شیطان کو شیطان ہی نہیں سمجھتے جو بے عمل اور کمزور انسان کو فریب دیتا ہے۔

من او را مردہ شیطانے شمارم کہ گیرد چوں تو نخبیر زبونی
 بہ این نوزادہ ابلیساں نسا زد گنہگارے کہ طبع او غیور است
 [ص ۱۰۰۹-۱۰۱۰]

مسلمان اگر غیرت مند ہے تو گناہ گار ہونے کے باوجود نئے نئے (مغرب کے) شیطانوں کے فریب میں نہیں آسکتا۔ ایسے مسلمان (غیرت مند) کے لیے یوں سمجھنا چاہیے کہ:
 الَّذِينَ يَحْتَبُونَ كَبِيرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وہ لوگ ایسے ہیں کہ کبیرہ گناہوں سے اور
 إِلَّا اللَّئِمَّ (النجم: ۳۲) بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں۔ سوائے
 کچھ آلودگی کے۔

بہ یارانِ طریق

قلندر جرّہ بازِ آسمانہا بہ بالِ اُوسبکِ گردِ گرانہا
 [ص ۱۰۱۳]
 مرا از منطق آید بوئے خامی دلیل او دلیلِ نا تمای!
 [ص ۱۰۱۴]
 وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا اور ظن و تخمین حقیقت کی تلاش میں کچھ کام
 (النجم: ۲۸) نہیں دیتے۔

دو صد دانا دریں محفل سخن گفت سخن نازک تر از برگِ سمن گفت
 ولے با من بگو آں دیدہ ور کیست کہ خارے دیدہ و احوالِ چمن گفت!
 [ص ۱۰۱۶]

اس محفل میں بہت سے شعراء ہیں لیکن ایسے نہیں جو مشکلات میں راحتوں کے حصول کا سبق دیتے ہیں۔ صفحہ ۱۰۱۳ کی آیتیں دیکھیں۔

ع زمیں را آسماں خود ندانم!

[ص ۱۰۱۸]

اپنی زمین کو میں اپنا آسماں قرار نہیں دیتا بلکہ جوشِ عمل کا پیام دیتا ہوں اور بڑے بڑے کارنامے چاہتا ہوں۔

یہاں بھی صفحہ ۱۰۱۳ کی آیتیں مفید ہیں۔

بالائے سر رہا تو ہے نام اس کا آسماں۔ زیرِ پر آ گیا تو یہی آسماں، زمیں۔

دو صد بُو حامد و رازی نیرزد بنا دانے کہ چشمش راہ بین است!

[ص ۱۰۱۹]

علم سے زیادہ عمل کی ضرورت ہے۔

بِرَفْعِ اللَّهِ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ
أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ
خَبِيرٌ (المجادلہ: ۱۱) اور اللہ اس سے جو تم عمل کرتے ہو، خوب
واقف ہے۔

یعنی ایمان اور اس کے علم کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے بلکہ اللہ تو عمل کو دیکھتا ہے۔

ہمیں یک چوبِ نئے سرمایہ من نہ چوبِ منبرے نئے چوبِ دارے
[ص ۱۰۲۰]

یہ چوبِ نئے (بانسری) یعنی آواز جو عمل کے لیے اٹھ رہی ہے اس کی زیادہ ضرورت ہے۔
يُنَبِّئُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ
زندگی میں صحیح و محکم بات (کلمہ طیبہ) پر
ثابت قدم رکھتا ہے۔ (ابراہیم: ۲۷)

بدوشِ منعم بے دین و دانش قبائے نیست پالانِ حریر است!
[ص ۱۰۲۱]

اِنَّ شَرَّ الدُّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

بے شک بدتر سب جانداروں میں، اللہ کے

فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ^{ج ط} (الانفال: ۵۵) نزدیک، وہ ہیں جو منکر ہوئے، پھر وہ ایمان نہیں لائے۔

ع مقامِ عشق منبرِ نیست، دارِ است

[ص ۱۰۲۲]

عشق محض مشکلات کی دعوت دیتا ہے۔ صفحہ ۹۸۵ میں سورۃ البلد کی آیت ۴ دیکھیں۔

فرنگی را دلے زیرِ تگلیں نیست متاعِ او ہمہ ملک است، دیں نیست

[ص ۱۰۲۴]

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بَغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ (القصص: ۵۰) اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اپنی خواہش کی پیروی کرے اللہ کی ہدایت چھوڑ کر۔

خدا اندر قیاسِ ما نہ گنجہ شناس آں را کہ گوید ما عرفناک

[ص ۱۰۲۵]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما عرفناک حق معرفتک ہم نے تجھ کو نہیں پہچانا جیسا کہ تیرے پہچاننے کا حق ہے۔

خدا کو اگر نہیں پہچانتے تو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لو جو باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں:

لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتَ الْاَفْلَاقَ اَکْرَآپَ نَہ ہوتے تو میں آسمانوں کو بھی پیدا نہ کرتا۔

وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا کَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ (سبأ: ۲۸) اور (اے محمد) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر

نَذِیْرًا سارے انسانوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر۔

قَبَائِلَ لَا اِلٰهَ خُوْنِیْنَ قَبَا اَسْت کہ بر بالائے نامرداں دراز است

[ص ۱۰۲۶]

لا الہ الا اللہ کہنے والا غیر اللہ کو خاطر میں نہیں لاتا اور ایسا ایمان ہو تو کمزور دیکھی طاقت ور

بن سکتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے مشکل پسندی اور سخت کوشی کا کیسا اچھا پیام دیا ہے:

وَ اِذْ قَالَ مُوسَى لِفَتَاهُ لَا ابْرَحْ حَتَّىٰ اَبْلُغَ اور (یاد کرو) جب موسیٰؑ نے کہا اپنے غلام
مَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا O سے کہ میں ہرگز باز نہ رہوں گا جب تک نہ
(الکھف: ۶۰) پہنچوں دو دریا کے ملاپ تک یا چلتا جاؤں
قرونوں (سا لہا سال)۔

نداند کشتہٗ ایں عصرِ بے سوز قیامت ہا کہ درقَدْ قَامَتِ اوست
[ص ۱۰۲۷]

تکبیر ”اللہ اکبر“ اور اقامت ”قد قامت الصلوٰۃ“ کا مقصد یہی ہے کہ غیر اللہ سے
بیزاری اختیار کی جائے۔ صرف زبان سے کہہ لینا کافی نہیں ہے بلکہ اس نماز کی حقیقت کو سمجھنے کی
ضرورت ہے۔ ابھی صفحہ ۱۰۲۶ کی آیت آپکی ہے، وہی یہاں بھی کافی ہے۔

ازال کشتِ خرابے حاصلے نیست کہ آب از خونِ شبیرے ندرد!
[ص ۱۰۲۸]

صرف وہی کھیت مفید ہے جو کسی شبیر کے خون سے پینچی گئی ہو، یعنی ہر ایسے حاکم سے بیزاری
ہونی چاہیے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے بیزار ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيعُوا
اطاعت کرو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی
(النساء: ۵۹) اور جو تم میں سے حاکم ہو (یعنی ایمان والوں
میں سے حاکم ہو اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ
کی اطاعت کرتا ہو)۔

اگر حاکم ایسا نہیں ہے تو پھر اس کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ
عنه کا یہی پیام ہے۔



”ارمغانِ حجاز“ کی اُردو نظمیں

ابلیس کہتا ہے:

- ۱- میں نے دکھلایا فرنگی کو ملوکیت کا خواب
- ۲- میں نے توڑا مسجد وریو کلیسا کا فسوس
- ۳- میں نے ناداروں کو سکھلایا سبقِ تقدیر کا
- ۴- میں نے منعم کو دیاسر مایہ داری کا جنوں!

[ص ۶۳۷]

۱- فرنگی نے ملوکیت پر زور دے رکھا ہے جو غصب کرنا چاہتی ہے۔ سورۃ الکہف میں ایک بادشاہ کا ذکر ہے کہ:

يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا ۝ (الکہف: ۷۹) وہ لے لیتا ہر کشتی چھین کر۔

۲- دین سے بیزاری پیدا کر دی۔

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ۝ (المجادلہ: ۱۹) نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ پس اس

۳- نادار لوگ تقدیر کے قائل ہو گئے کہ کچھ کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اس لیے ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ گئے ہیں۔

لَيْسَ لِلْاِنْسٰنِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝ (النجم: ۳۹) نہیں ہے انسان کے لیے مگر وہ جس کی سعی کی۔

۴- سورۃ الحجرۃ اسی سر مایہ داری کے خلاف ہے:

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَدَهُ ۝ يَحْسِبُ اَنْ مَّالَهُ اَخْلَدَهُ ۝ پست عیب نکالنے والا ہو اور رُو در رُو طعنہ بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کے لیے جو پس

(الهمزة: ۱-۳) دینے والا ہو۔ جو مال جمع کرتا ہو اور اس کو بار بار بارگنتا ہو۔ وہ خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا۔

پھر ابلیس کا پہلا مشیر کہتا ہے:

۱- ہے ازل سے ان غریبوں کے مقدر میں تجود
ان کی فطرت کا تقاضا ہے نماز بے قیام
۲- یہ ہماری سعی پیہم کی کرامت ہے کہ آج
صوفی و ملا، ملوکیت کے بندے ہیں تمام!
۳- طبع مشرق کے لیے موزوں بھی ایون تھی
ورنہ ’قوالی‘ سے کچھ کمتر نہیں ’علم کلام‘

[ص ۲۴۸]

۱- غلامی سیکھ لینے کے بعد قوم ہر اس چیز سے بچنا چاہتی ہے جس کا مقصد ’قوتِ نفس اور روحِ انسان‘ کا ترفع ہو۔ اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ سے رشتہ جوڑنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا
لِيَعْبُدُونِ ○ (الذاریت: ۵۶) یہ میری ہی عبادت کریں (یعنی اللہ کے
آگے جھکنے کے لیے پیدا کیا تھا، غیر اللہ کے
آگے نہیں)

۲- آج کل کے صوفی اور ملا بھی غلام بن گئے ہیں اور اپنا منصب چھوڑ چکے ہیں۔ ان کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ غیر اللہ کے غلام بن جائیں۔۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ
كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ
أَوْ عَشِيرَتَهُمْ
جو لوگ اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں
ان کو تو ایسا نہیں پائے گا کہ وہ محبت کریں ان
سے جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت
کرتے ہوں۔ اگرچہ وہ ان کے باپ ہوں
یا ان کے بیٹے ہوں یا ان کے بھائی ہوں
(المجادلہ: ۲۲)

یا ان کے رشتہ دار ہوں۔

۳۔ آج کل تو حید کو صرف علمِ کلام یا تو الی سمجھ لیا گیا ہے۔ یہ عمل کی چیز ہے یعنی صرف اللہ کو طاقت سمجھنا تو حید ہے۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ (القصص: ۸۸) اور مت پکار اللہ کے سوا کوئی اور حاکم۔

بلیس کا پہلا مشیر یہ بھی کہتا ہے کہ اب حج بھی محض رسم رہ گیا ہے اور جہاد کو غلام احمد قادیانی نے حرام قرار دے دیا ہے۔ یہ سب شیطان کی فتح ہے۔

پھر یہی مشیر یہ کہتا ہے:

ع ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس

[ص ۶۳۹]

گویا ملکیت اور جمہوریت ہم مقصد ہیں۔

ع کہ از مغز دو صد خر فکر انسانی نمی آید

علم کے دعوے دار صرف اپنی پارٹی کی حمایت کرتے ہیں خواہ وہ حق پر ہو یا نہ ہو۔

وَ إِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيْطَانِهِمْ قَالُوا إِنَّا اور جب وہ اکیلے جائیں اپنے شیطانوں
مَعَكُمْ (البقرہ: ۱۳۰) کے پاس تو کہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔

پھر تیسرا مشیر یہ کہتا ہے کہ جمہوریت میں ”روحِ سلطانی“ کو صرف یہودیوں کی شرارت کے جواب کے طور پر پوشیدہ کر کے رکھا ہے۔ پھر رومۃ الکبریٰؑ کی سیاست کا ذکر ہے کہ وہ ”معصومانِ یورپ“ جو دنیاے بنجر سے بھی بغیر خراج لیے باز نہیں آتے، ان کو موسولینی کی عارت گری پر کیوں اعتراض ہے؟

پھر ایک مشیر کہتا ہے:

وہ یہودی فتنہ گر، وہ روح مزدک کا بڑوز

ہر قبا ہونے کو ہے اُس کے جنوں سے تارتار

[ص ۶۵۲]

پھر بلیس ان مشیروں کو جواب دیتا ہے کہ یہ سب ”امانِ سیاست“ اور ”کلیسا کے شیوخ“

میری ایک ہو سے احمق بنائے جاسکتے ہیں لیکن مجھے ڈر ہے تو صرف اس امتِ مسلمہ سے جس میں خال خال اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں۔

۱- خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ کرتے ہیں اشکِ سحر گاہی سے جو ظالم وضو

۲- عصرِ حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف ہو نہ جائے آشکارا شرع پیغمبر کہیں

۳- اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب پادشاہوں کی نہیں، اللہ کی ہے یہ زمیں

۴- چشمِ عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئیں تو خوب یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محروم یقین!

۵- ہے یہی بہتر الہیات میں اُلجھا رہے یہ کتابِ اللہ کی تاویلات میں اُلجھا رہے

[ص ۶۵۴-۶۵۵]

۱- قرآن شب بیداری کی تعلیم دیتا ہے کہ اس طرح انسان کی خفتہ صلاحیتیں بیدار ہوتی ہیں:

إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ بے شک رات کا اٹھنا خوب موثر ہے کچلنے
فِيْلًا (المزمل: ۶) میں (نفس کے) اور بات خوب ٹھیک نکلتی ہے۔

۲- سورہ آل عمران: آیت ۱۱۰ میں ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ
بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُوْمِنُونَ بِاللَّهِ (آل عمران: ۱۱۰) کا اور روکتے ہونا پسندیدہ کاموں سے اور

اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

۳- یہی دین یہ تعلیم بھی دیتا ہے کہ یہ زمین اللہ کی ہے بادشاہوں کی نہیں۔

لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ (الحديد: ۵)
 اسی کو حکومت آسمانوں کی اور زمین کی اور اللہ ہی تک پہنچتے ہیں سب کام۔
 وَإِنْ تَوَلَّوْا يَسْتَبَدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالِكُمْ (محمد: ۳۸)
 اور اگر تم پھر جاؤ گے (اللہ کے طریقے سے) تو وہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو بدل لائے گا۔
 پھر وہ لوگ تمہاری طرح نہ ہوں گے۔

۴- شیطان خوش ہے کہ مسلمان مسلمان نہیں رہا اور خدا پر پورا یقین نہیں رکھتا۔
 وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِهِ (الفرقان: ۵۸)
 اور بھروسہ کر ہمیشہ زندہ رہنے والے پر جو نہیں مرے گا اور تسبیح کر اس کی حمد کے ساتھ۔
 ۵- آج کا مسلمان توحید کو علم کلام کا ایک مسئلہ سمجھتا ہے یا تو الٰہی سمجھتا ہے حالانکہ صرف اللہ کو ماننا اور غیر اللہ کو پس پشت ڈالنا ہی توحید کا مقصد ہے۔
 فَلَا تَحْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ۗ
 پس اُن سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔

(المائدہ: ۳)

ابلیس پھر آج کے مسلمان کے لیے کہتا ہے:

ہے وہی شعر و تصوف اس کے حق میں خوب تر
 جو چھپا دے اس کی آنکھوں سے تماشائے حیات!

[ص ۲۵۶]

جو شعر اور تصوف انسان کو سلا دے اور زندگی (بیداری) سے دور کر دے ابلیس کے نزدیک

پسندیدہ ہے:

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۗ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (النور: ۵۱)
 مسلمانوں کا قول جب ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے، یہ ہے کہ وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا۔
 اور ایسے لوگ فلاح پائیں گے۔

یعنی مسلمانوں کی بات تو یہی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنی

ہر بات میں رجوع کرتے ہیں۔

غیرت ہے بڑی چیز جہان تگ و دو میں پہناتی ہے درویش کو تاج سر دارا
[ص ۲۵۷]

سوائے اللہ کے کسی کا محتاج نہ ہونا بہت بڑی قوت کا جذبہ ہے۔ سورۃ القصص میں ہے:
وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ (القصص: ۸۸) اور اللہ کے سوا کسی اور کو حاکم نہ پکار۔
بڑی بے غیرتی ہے کہ کوئی اللہ کا ہو کر اللہ کے علاوہ دوسروں کا محتاج ہو۔

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا
[ص ۲۵۷]

اور بانگِ دراہ ۱۹۰ میں بھی ہے:

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں

موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

وَالْعَصْرِ ۝ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝ إِلَّا
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
وَنَوَّاصُوا بِالْحَقِّ وَنَوَّاصُوا بِالصَّبْرِ ۝
لائے اور عمل صالح کیے اور آپس میں تقید
(العصر: ۱-۳) کیا حق کا اور آپس میں تقید کیا صبر کیا۔

یعنی ہر فرد کو چاہیے کہ ایمان اور عمل صالح اختیار کرے اور جماعت کو چاہیے کہ حق اور صبر کی
آپس میں تاکید اور وصیت کرے۔

دیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملّت ہے ایسی تجارت میں مسلمان کا خسار
[ص ۲۵۸]

أُولَئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الضَّلَالَةَ بِالْهَدَىٰ ۖ
فَمَا رِبِحَتْ تِجَارَتُهُمْ وَ مَا كَانُوا
مُهْتَدِينَ ۝ (البقرہ: ۱۶) اور نہ وہ راہ پاسکے۔

دنیا کو ہے پھر معرکہ روح و بدن پیش

تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا!

نئی تہذیب نے بدن پروری اور خود غرضی کو اپنا مقصدِ حیات بنا لیا ہے۔

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ
 أَزْوَاجًا مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ
 فِيهِ ۗ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۝
 (طہ: ۱۳۱)

تو نہ دوڑا اپنی نگاہوں کو ان چیزوں کی طرف
 جن سے ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو بہرہ
 مند کیا ہے (یعنی) دنیوی زندگی کی آرائش
 کی طرف۔ یہ اس لیے کہ ہم اس میں اُن کو
 آزمائیں اور تیرے رب کا رزق بہتر ہے
 اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

خبر، عقل و خرد کی ناتوانی نظر، دل کی حیاتِ جاودانی

[ص ۶۶۰]

ناقص علم اور فلسفہ محض ناتوانی ہے کیونکہ یقین سے دُور ہے۔

وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۝
 (النجم: ۲۸)

اور بے شک ظن و تخمین حقیقت کی تلاش میں
 کچھ کام نہیں دیتے۔

لیکن نظر اور بصیرت ہی سے صحیح زندگی ہے۔

قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَالِي
 بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعِيَ ۗ (يوسف: ۱۰۸)

آپ فرمادیں کہ یہ میرا طریق ہے۔ میں خدا
 کی طرف اس طور پر بلاتا ہوں کہ میں
 بصیرت (دلیل) پر قائم ہوں، میں بھی اور
 میرے ساتھی بھی۔

مر کے جی اٹھنا فقط آزاد مردوں کا ہے کام

گرچہ ہر ذی روح کی منزل ہے آغوشِ لحد

[ص ۶۶۲]

وَاللَّهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ
 لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَ
 لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحَسَنٰتِ ۝

اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب
 اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ انجامِ کار یہ ہے
 کہ بُرا کام کرنے والوں کو اُن کے کام کے

(النجم: ۳۱) عوض میں جزا دے گا اور نیک کام کرنے والوں کو ان کے نیک کاموں کے عوض میں جزا دے گا۔

آخرت میں وہی خوش ہوں گے جو اللہ کی مغفرت سے نوازے جائیں گے۔
اوپر کے شعر کے برعکس ایک غلام اور محکوم سے اس کی قبر بھی پناہ مانگتی ہے۔
ع الحذر محکوم کی میت سے سو بار الحذر

[ص ۶۶۳]

أَوْ مَنْ كَانَ مَيِّتًا فَاحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا
يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي
الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا
ہے۔ کیا ایسا شخص اُس شخص کی طرح ہو سکتا
ہے جس کی حالت یہ ہے کہ وہ تاریکیوں میں
ہے، اُن سے نکلنے ہی نہیں پاتا۔

آزاد مرد اور محکوم مرد کی بہت اچھی مثال ہے۔

ع 'شاہ' ہے برطانوی مندر میں اک مٹی کا بُت

[ص ۶۶۴]

صحیح معنوں میں یہ شاہ نہیں بلکہ ”معزول“ شاہ ہے جسے شہنشاہ کہا جا رہا ہے۔
وَصَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَبْكُمُ
لَا يَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ (النحل: ۷۶) غلام ہے جو دوسروں کے بس میں ہے کہ وہ
کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔

یہ علم، یہ حکمت، یہ سیاست، یہ تجارت جو کچھ ہے وہ ہے فکرِ ملوکانہ کی ایجاد!

[ص ۶۶۵]

تن پروری اور سرمایہ داری کے لیے آج کل کے علم و حکمت اور سیاست و تجارت کو استعمال

کیا جا رہا ہے۔

وَ زَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ
عَنِ السَّبِيلِ (العنكبوت: ۳۸) میں مستحسن کر دیا اور ان کو راہ سے روک دیا۔
اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی نظر

خودی ہے زندہ تو ہے موت اک مقامِ حیات
کہ عشقِ موت سے کرتا ہے امتحانِ حیات!

[ص ۶۶۷]

ابھی صفحہ ۶۶۲ میں سورۃ الانعام کی آیت ۱۲۲ آچکی ہے وہ یہاں کے لیے بھی کافی ہے۔

روشن تو وہ ہوتی ہے، جہاں میں نہیں ہوتی
جس آنکھ کے پردوں میں نہیں ہے گلہ پاک!

[ص ۶۷۰]

وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا
(الاعراف: ۱۷۹) سے دیکھتے نہیں۔
اور ان کے پاس آنکھیں ہیں (لیکن) ان

رہے تیری خدائی داغ سے پاک
مرے بے ذوق سجدوں سے حذر کر!

[ص ۶۷۲]

اگر سجدہ بے ذوق و شوق ہے تو مسلمان کے لیے باعثِ ننگ ہے۔

فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ ۗ الَّذِينَ هُمْ عَنْ
صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۗ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ۗ
وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۗ
تو ایسے نمازیوں کے لیے بڑی خرابی ہے جو
اپنی نماز کو بھلا بیٹھے ہیں۔ جو ایسے ہیں (کہ
جب نماز پڑھتے ہیں تو) ریا کاری کرتے
ہیں اور برتنے کی چیز (یا زکوٰۃ) نہیں دیتے۔
(الماعون: ۴-۷)

حذر اُس فقر و رویشی سے جس نے
مسلمان کو سکھا دی سر بزیری!

[ص ۶۷۲]

علامہ اقبال ایک جگہ لکھتے ہیں:

صوفیہ اسلام سے بے پروا اور حکام کے تصرف میں ہیں۔^{۱۵}

اللہ سے رشتہ رکھنے والا اگر غیر اللہ کا غلام بن جائے تو کس قدر شرم کی بات ہے؟
صفحہ ۶۵۷ میں سورۃ القصص کی آیت ۸۸ دیکھیں۔ یہی بات اس مصرعے میں ہے:
ع فرنگی بت کدے میں کھو گیا کون؟

[ص ۶۷۳]

حدیثِ بندۂ مومن دل آویز جگر پُخوں، نفس روشن، نگہ تیز

[ص ۶۷۳]

۱- بندۂ مومن سراپا عمل اور مجسم جوش ہوتا ہے۔ سورۃ الکہف کی آیت ۶۰، صفحہ ۱۰۲۶ (فارسی) میں بھی آچکی ہے۔

۲- بندۂ مومن کا نفس روشن ہوتا ہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا (الشمس: ۹) مراد کو پونچا جس نے اس (نفس کو سنوارا)

یہاں نفس ہے اور اقبال نے نفس استعمال کیا ہے۔ مقصد ایک ہی ہے۔

۳- بندۂ مومن کی نگاہ تیز ہوتی ہے۔ سورۃ المزمل میں ہے:

وَ أَقْوَمُ قِيْلًا (المزمل: ۶) لیتا ہے۔

اور بات خوب ٹھیک نکلتی ہے (خوب پہچان

حفاظت پھول کی ممکن نہیں ہے اگر کانٹے میں ہو خوئے حریری!

[ص ۶۷۴]

مشکلات کا مقابلہ کرنے والا ہی دوسروں کی حفاظت اور خدمت کر سکتا ہے۔ ایثار کا مادہ ایسے ہی شخص میں ہوتا ہے۔

وَ يُؤْتِرُونَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ

اُور وہ (دوسروں کی حاجت کو) ترجیح دیتے ہیں اپنے اوپر، گو اُن کو فاقہ (تکلیف) ہو

حَصَاةٌ (الحشر: ۹) جائے۔

ترے دریا میں طوفان کیوں نہیں ہے؟ خودی تیری مسلمان کیوں نہیں ہے؟

[ص ۶۷۴]

جو کوئی بھی مسلمان ہے اُسے مشکلات کا مقابلہ کرنا ہی ہوگا۔ ہر کام کے لیے عزم اور حوصلہ کی ضرورت ہے۔

وَاصْبِرْ عَلٰی مَا اَصَابَكَ ۗ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ (لقمان: ۱۷) پڑے۔ بے شک یہ بڑے حوصلے کے کاموں میں سے ہے۔

کبھی دریا سے مثل موج اُبھر کر کبھی دریا کے سینے میں اتر کر
کبھی دریا کے ساحل سے گزر کر مقام اپنی خودی کا فاش تر کر!
[ص ۶۷۵]

ہر قدم پر مشکل پسندی ہی کرنا چاہیے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ۝ (البلد: ۴) میں۔

گر صاحبِ ہنگامہ نہ ہو منبر و محراب!
دیں بندہ مومن کے لیے موت ہے یا خواب!
[ص ۶۷۶]

دین عمل کا متقاضی ہے۔ صرف زبان سے دین کو تسلیم کر لینا کافی نہیں۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ۗ قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُلُوْا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۗ (الحجرات: ۱۴) عرب گنوار کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے کہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے۔ ہاں کہو کہ ہم نے تسلیم کر لیا۔ حالت یہ ہے کہ تم لوگوں کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا۔

اے کہ غلامی سے ہے روح تری مضمحل!
سینہ بے سوز میں ڈھونڈ خودی کا مقام
[ص ۶۷۷]

صفحہ ۶۳۸ میں غلامی کے سلسلے میں علامہ اقبال کا بیان پھر آیت بھی دیکھیں۔

گرم ہو جاتا ہے جب محکوم قوموں کا لہو!
تھر تھراتا ہے جہاں چار سو و رنگ و بو
ضربتِ پیہم سے ہو جاتا ہے آخر پاش پاش
حاکمیت کا بہت سنگیں دل و آئینہ رو

[ص ۶۷۸-۶۷۹]

دلوں میں گرمی پیدا ہو تو ظالم حاکمیت قائم نہیں رہ سکتی۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوهُمَا مَا بَشَكَ اللَّهُ اس قَوْمَ كِي حَالَت نِهِيَس بَدَلَتَا
بِأَنفُسِهِمْ (الرعد: ۱۱) جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلے۔
اس سے معلوم ہوا کہ قوم کو شش اور ہمت کرے تو ظالم حاکم کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

خود گیری و خود داری و گل بانگِ انا الحق
آزاد ہو سا لک تو ہیں یہ اس کے مقامات
محکوم ہو سا لک تو یہی اس کا ہمہ اوست
خود مردہ و خود مرقد و خود مرگِ مفاجات!

[ص ۶۸۰]

اگر صوفی صحیح معنی میں صوفی ہے تو پھر وہ غیر اللہ کو خاطر میں نہیں لاتا۔ ورنہ غیر اللہ ہی
اس کا خدا ہوتا ہے۔ صفحہ ۶۷۲ کی آیتیں دیکھیں۔

شیاطینِ ملوکیت کی آنکھوں میں ہے وہ جاؤ
کہ خود نخچیر کے دل میں ہو پیدا ذوقِ نخچیری!

[ص ۶۸۰]

علامہ اقبال لکھتے ہیں:

غلامِ قوم مادیات کو روحانیت پر مقدم سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور جب انسان میں خوں غلامی
راخ ہو جاتی ہے تو ہر ایسی تعلیم سے بیزاری کے بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد قوتِ نفس اور
روحِ انسانی کا ترفع ہو۔^{۱۶}

وَزَيِّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ
اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی نظر

(العنکبوت: ۳۸) میں مستحسن کر دیا۔

جس خاک کے ضمیر میں ہے آتشِ چنار ممکن نہیں کہ سرد ہو وہ خاکِ ارجمند
[ص ۲۸۱]

جو شخص عمل کے لیے سرگرم رہتا ہے وہ کبھی پسپا نہیں ہو سکتا۔
وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ
اور جن لوگوں نے محنت کی ہمارے لیے ہم
(العنکبوت: ۶۹) سجدائیں گے ان کو اپنی راہیں۔

ع حیات است در آتشِ خود تپیدن
[ص ۲۸۲]

اپنا ہوا گرم رکھنا ہی زندگی کی دلیل ہے یعنی انسان اپنے عمل ہی کی وجہ سے زندہ کہلایا جا سکتا ہے۔
وَلِكُلِّ دَرَجَةٍ مِمَّا عَمِلُوا ۙ
اور ہر ایک کے مرتبے ان کے اعمال کے
(الاحقاف: ۱۹) مطابق ہیں۔

یعنی بے عملی کے کوئی مرتبے نہیں ہیں۔
ممکن نہیں محکوم ہو آزاد کا ہم دوش
وہ بندۂ افلاک ہے، یہ خواجہ افلاک
[ص ۲۸۳]

صفحات ۶۷۷-۶۸۰ کی آیتیں دیکھیں۔

نشانِ یہی ہے زمانے میں زندہ قوموں کا
کہ صبح و شام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں
[ص ۲۸۴]

زندہ قوم بے عمل نہیں رہ سکتی۔
۞الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ
وہ جس نے بنایا مرنا اور جینا کہ تم کو جانچے
کہ کون تم میں اچھا عمل پیش کرتا ہے جینا اسی
اَيْكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۙ
لیے ہے کہ عمل کیے جائیں اور وہ اچھے بھی ہوں۔
(الملک: ۲)

چہ کافرانہ قمارِ حیاتِ می بازی کہ بازمانہ بسازی بخود نمی سازی
[ص ۲۸۵]

انسان کی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ عمل کرے اور سخت کوشش بنے لیکن آج وہ فطرت کے مطابق نہیں ہے، زمانے کے مطابق ہے۔ صفحہ ۶۷۸ کی آیت دیکھیں۔

ع عمل سے فارغ ہوا مسلمان بنا کے تقدیر کا بہانہ

[ص ۶۸۷]

صفحات ۶۸۲، ۶۸۳ کی آیتیں دیکھیں۔

خود آگا ہی نے سکھلا دی جس کو تن فراموشی

حرام آئی ہے اس مردِ مجاہد پر زرہ پوشی

[ص ۶۸۸]

جو مردِ مجاہد اپنے تن کی پروا نہیں کرتا اور اللہ کے لیے سرفروشی کرتا ہے اسے زرہ پوشی کی بھی حاجت نہیں رہتی۔

انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ
وَ أَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ذَلِكُمْ خَيْرٌ
لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (التوبہ: ۴۱) حق میں اگر تم کو سمجھ ہے۔

آں عزمِ بلند آور آں سوزِ جگر آور شمشیرِ پدِ خواہی بازوے پدِ آور

[ص ۶۸۸]

بڑا بننا ہے تو بڑوں جیسے عمل بھی پیش کرو اور باطل کے خلاف اپنے اندر قوت پیدا کرو۔
وَ اَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ
اور تم تیار رکھا کرو ان کے لیے جتنا تم سے ہو
سکے قوت کی چیزیں۔ (الانفال: ۶۰)

بہ مصطفیٰ برسوں خولیش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہمی است!

[ص ۶۹۱]

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ
حَسَنَةٌ (الاحزاب: ۲۱) علیہ وسلم، ہی میں اچھا نمونہ ہے۔

یہ دنیا دعوتِ دیدار ہے فرزندِ آدم کو
کہ ہر مستور کو بخشا گیا ہے ذوقِ عربانی
[ص ۶۹۲]

سَرُّهُمْ اَيْنَا فِي الْاَفَاقِ وَ فِيْ اَنْفُسِهِمْ
حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ
(فصلت: ۵۳)

اب ہم دکھا دیں گے ان کو اپنی نشانیاں دنیا
میں اور خود ان کی جان میں، یہاں تک کہ
کھل جائے ان پر کہ یہ ٹھیک ہے۔

وَ فِي الْاَرْضِ اَيُّتٌ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۗ وَ فِيْ
اَنْفُسِكُمْ ۗ اَفَا لَا تَبْصُرُوْنَ ۝
(الذاریت: ۲۰-۲۱)

اور زمین میں نشانیاں یقین لانے والوں کی
اور خود تمہارے اندر۔ کیا تم کو سوجھ نہیں۔

اگر مقصودِ گل میں ہوں تو مجھ سے ماورا کیا ہے؟
مرے ہنگامہ ہائے نو بنو کی انتہا کیا ہے؟

[ص ۶۹۲]

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ
جَمِيْعًا
(البقرہ: ۲۹)

وہی ہے جس نے تمہارے لیے جو کچھ زمین
میں ہے سب کا سب۔

وَ اَنْ لِّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَّا سَعَى ۗ وَ اَنْ
سَعِيْهِ سَوْفَ يُرَى ۗ ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ
الَّذِي كَسَبَ ۗ وَ اَنْ اِلَى رَبِّكَ الْمُنْتَهَى ۗ
(النجم: ۳۹-۴۳)

اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جس کی اس نے
کوشش کی اور یہ کہ اس کی کمائی اس کو دکھانی
ہے۔ پھر اس کو بدلہ دینا ہے اس کا پورا بدلہ
اور یہ کہ تیرے رب تک پہنچنا ہے۔



حوالے اور حواشی

- ۱- اس کی تفسیر مولا مسلمان ندوی کی سیرۃ النبی (مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۵۲ء) ۴۲۸/۵ میں دیکھیں۔
- ۲- اقبال نامہ (اول) ص ۲۰۱-۲۰۲۔
- ۳- ایضاً ص ۴۶۱-۴۶۳۔

- ۴- ایضاً، ص ۲۰۱-۲۰۲۔
- ۵- ایضاً، ص ۳۳۸۔
- ۶- دوشعر کسی لحاظ سے رباعی نہیں کہلائے جاسکتے۔ علامہ اقبال نے اپنے قطعات کو ہر جگہ رباعی کہا ہے جو وزن کے لحاظ سے رباعی نہیں ہیں۔ تاہم انھیں اس بات کا احساس تھا۔ دیکھیں۔ ایضاً، ص ۳۰۳۔
- ۷- ایضاً، ص ۲۵۰۔
- ۸- سعد اللہ مستی پانی پتی کا شعر ہے:
- ز عشقِ مصطفیٰ دل ریش دارم
رقابت با خدائے خویش دارم
- ۹- رومی کہتے ہیں:
- عطار روح بود و سنائی دو چشم او
ما از پے سنائی و عطار آمدیم
- ۱۰- مشہور شعر ہے:
- خاکساران جہاں را بہ حقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد
- ۱۱- اقبال نامہ (اول)، ص ۲۰۶-۲۰۷۔
- ۱۲- علی برادران کی تحریکِ خلافت وغیرہ کے متعلق دیکھیں۔ اقبال نامہ (اول)، ص ۲۵۵-۲۶۸؛ نیز رسالہ صحیفہ (اکتوبر ۱۹۷۳ء) ص ۱۳۹-۱۴۱ دیکھیں۔
- ۱۳-
- علم آں باشد کہ جاں زندہ کند
مرد را باقی و پائندہ کند
- ۱۴- تفصیل کے لیے دیکھیں اقبال نامہ (اول)، ص ۲۰۲۔
- ۱۵- ایضاً، ص ۲۵۰۔
- ۱۶- ایضاً، ص ۲۰۱-۲۰۲۔



تشکیلِ جدید الہیاتِ اسلامیہ

The Reconstruction of Religious Thought in Islam

۵ دسمبر ۱۹۲۸ء کے مکتوب نمبر ۱۰۶ میں علامہ اقبال لکھتے ہیں:

تین لیکچر امسال لکھے گئے ہیں، تین آئندہ سال لکھوں گا اور مدراس
ہی میں دسمبر ۲۹ یا جنوری ۳۰ میں دوں گا۔ حیدرآباد کن بھی ٹھہروں گا،
کیونکہ عثمانیہ یونیورسٹی کا تارا آیا ہے کہ لیکچر وہاں بھی دیے جائیں.....

(اقبال نامہ (اول) ص ۲۱۱)

کتاب اقبال اور قرآن چونکہ اردو میں ہے اس لیے مناسب معلوم ہوا
کہ محترم سید نذیر نیازی کا اردو ترجمہ تشکیلِ جدید الہیاتِ اسلامیہ،
مطبوعہ لاہور، ۱۹۵۸ء حوالے کے لیے پیش نظر رکھا جائے۔ آں محترم کے
حواشی سے بھی فائدہ اٹھایا گیا ہے۔

دیباچہ

”قرآن پاک کا رجحان زیادہ تر اس طرف ہے کہ ’فکر‘ کی بجائے ’عمل‘ پر زور دیا جائے۔“
 قرآن پاک میں تفکر کے لیے (کم و بیش) اُنیس آیتیں، تدبّر کے لیے آٹھ، تفقہ کے لیے بیس، شعور کے لیے اُنتیس، تعقل کے لیے اُنچاس اور تبصّر کے لیے چھیانوے (مجموعہ ۲۳۱)، لیکن عملِ صالح کے لیے تین سو چھپن آیتیں ہیں۔ دنیا کے لیے عمل بھی اگر اللہ کی رضا کے لیے ہو تو وہ بھی ہمارے دین میں عبادت اور آخرت کا عمل بن جاتا ہے۔

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ (الانعام: ۱۶۲)
 آپ فرمادیں، بے شک میری نماز اور میری قربانی (عبادت) اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ (التوبہ: ۱۱۱)
 بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔

مَا لَدَيْ خَلْقِ الْمَوْتِ وَالْحَيَاةِ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا (الملك: ۲)
 وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا کہ تمہاری جانچ ہو کہ تم میں کس کا عمل اچھا ہے۔
 رہا عہد حاضر کا انسان، سو اُسے محسوس یعنی اس قسم کے فکر کی عادت ہوگئی ہے جس کا تعلق اشیا اور حوادث کی دنیا سے ہے اور یہ وہ عادت ہے جس کی اسلام نے اور نہیں تو اپنے تہذیبی نشوونما کے ابتدائی ادوار میں حمایت کی ہے۔

[دیباچہ تشکیل جدید]

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْوَبْرِ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ
 اور بے شک ہم نے برتری دی آدم کی اولاد کو، اور خشکی و تری میں اُن کو سوار کر دیا اور

عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ۝

عمدہ اور پاک چیزوں کی اُن کو روزی دی اور

(بنی اسرائیل: ۷۰) اپنی بہت سی مخلوقات پر اُن کو فضیلت دی۔

خشکی و تری اور فضائی وسعتوں کو بروئے کار لانے کی صلاحیت انسان کو ودیعت کی گئی اور

سلفِ صالحین نے اسی لیے عظیم کارنامے پیش کیے۔

مَا خَلَقَكُمْ وَلَا بَعُثَكُمْ إِلَّا كُنُفُسٍ ۝

تم سب کا پیدا کرنا اور قیامت میں اٹھانا ایسا

(لقمن: ۲۸) ہی ہے جیسا ایک جان کا۔

وَاحِدَةٌ ۝

اس آیت میں جس حیاتی وحدت کی طرف اشارہ ہے اسے سائنس کی زبان میں سمجھنے کی

ضرورت ہے تاکہ آج کل وہ انسان بھی اسے سمجھ سکے جو محسوس کا خوگر ہو چکا ہے۔ علامہ اقبال نے

مذہب اور سائنس کی ہم آہنگی ہی کے لیے مدراس میں یہ خطبات دیے تھے۔



پہلا خطبہ

علم اور مذہبی مشاہدات

(Knowledge and Religious Experience)

وہ (مذہب) فرد سے جماعت کی طرف بڑھتا اور حقیقت مطلقہ کے بارے میں ایک ایسی روش اختیار کرتا ہے جو حدود انسانی سے نکل جاتی، اس کے دعاوی کو وسعت دیتی ہے۔

[ص ۱]

فرد اور جماعت کی بیداری اور اس کی صلاحیتوں کی وسعت کے لیے سورۃ العصر دیکھیں۔
وَالْعَصْرِ ۱ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۲ إِلَّا ۳
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا ۴
بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۵
اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔ (العصر: ۱-۳)

ایمان اور عمل صالح ”فرد“ کے لیے ہے اور ایک دوسرے کو حق اور صبر کی وصیت ”جماعت“ سے متعلق ہے۔

وہ (مذہب) ہمیں توقع دلاتا ہے کہ ذات مطلق کا بلا واسطہ لقا ممکن ہے۔ [ص ۱]

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا ۱
صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ۲
تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اُس سے
چاہیے کہ عمل صالح کرے اور اپنے رب کی
بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔ (الکہف: ۱۱۰)

مذہب کا جوہر ہے ایمان اور ایمان کی مثال یہ ہے کہ ایک پرند کی طرح اپنا
’بے نشان‘ راستہ دیکھ لیتا ہے۔

[ص ۲]

اللہ سے ڈرنے والوں کی یہی تعریف ہے: **الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ** (سورۃ البقرہ، آیت ۳) وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں۔

علامہ اقبال نے ارمنجان حجاز میں یہی تشبیہ استعمال کی ہے:

چو آن مرغے کہ در صحرا سر شام کشاید پر ب فکرِ آشیانہ

[ص ۲۴]

اب جہاں تک اسلام کا تعلق ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کی عقلی اساسات کی جستجو کا آغاز آنحضرت صلعم کی ذات مبارک ہی سے ہو گیا تھا۔

[ص ۴]

آپ ہمیشہ دعا فرماتے:

اللهم ارني الاشیاء كما هي اے اللہ مجھ کو اشیا کی اصل حقیقت سے آگاہ کر۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا (البقرہ: ۳۱) اور اللہ نے آدم کو تمام (اشیا) کے نام سکھائے۔
”شہد کی مکھی ایسی حقیر شے بھی وحی الہی سے بہرہ ور ہوئی۔“

[ص ۵]

وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّعْلِ (النحل: ۶۸) اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کو الہام کیا۔
قرآن مجید نے سب وبھر کا شمار اللہ تعالیٰ کے گراں قدر انعامات میں کیا اور عند اللہ اپنے اعمال و انفعال کا جواب دہ ٹھہرایا۔

[ص ۵]

وَجَعَلَ لَكُمْ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ (النحل: ۷۸) اور تمہیں کان اور آنکھ اور دل دیے کہ تم لعلکم تشکرون (النحل: ۷۸) احسان مانو۔
إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا (بنی اسرائیل: ۳۶) سوال ہونا ہے۔

ابن رشد نے..... اسطو کی پیروی میں بقائے عقلِ فعال کا عقیدہ وضع کیا..... جو میری رائے میں اس تصور کے سر تا سر خلاف ہے جو قرآن پاک نے نفسِ انسانی کی قدر و قیمت اور مقصود و منہتا کے بارے میں قائم کیا ہے۔

[ص ۶]

سَرَّيْهِمْ اَيْنَا فِي الْاَفَاقِ وَ فِيْ اَنْفُسِهِمْ
حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اِنَّهُ الْحَقُّ
کہ بے شک وہ حق ہے۔ (فصلت: ۵۳)

وَ فِي الْاَرْضِ اَيْتٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَ فِيْ
اَنْفُسِكُمْ ۝ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ (الذاریت: ۲۰-۲۱)
اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے
لیے اور خود تم میں۔ کیا تمہیں سوچتا نہیں؟
اور میں نے جن اور آدمی اسی لیے بنائے کہ
لیعبُدُوْنَ ۝ (الذاریت: ۵۶) صرف میری بندگی کریں۔

یعنی غیر اللہ کے آگے نہ جھکیں کیونکہ خلیفۃ اللہ کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ اللہ کے علاوہ
کسی اور کو طاقت تسلیم کرے۔

جہاں تک اظہارات کا تعلق ہے فکری مثال ایک 'کل' کی ہے جسے اگر بعقید زمانہ دیکھیے تو قطعی
تخصیصات کے ایک سلسلے کی شکل اختیار کر لے گا اور جن کا ادراک ہم ایک دوسرے کے حوالے ہی
سے کر سکیں گے، بالفاظ دیگر ان کے کچھ معنی ہیں تو اپنے ذاتی تشخص میں نہیں بلکہ اس وسیع تر 'کل'
میں جس کے وہ مخصوص پہلو ہیں اور جنہیں قرآن پاک نے 'لوح محفوظ' سے تعبیر کیا ہے۔

[ص ۹]

وَ اللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيطٌ ۚ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ
مَّعْجِیْدٌ ۚ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْطٍ ۙ
اور اللہ نے اُن کو ہر طرف سے گھیر رکھا ہے۔
کوئی نہیں، یہ قرآن ہے بڑی شان والا، لکھا
ہوا لوح محفوظ میں۔ (البروج: ۲۰-۲۲)

لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ۝ يَمْحُوْا اللّٰهُ مَا يَشَاءُ
وَ يُثَبِّتُ ۙ وَ عِنْدَهُ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝
ہر وعدے کی ایک لکھت ہے۔ اللہ جو چاہے
مٹاتا اور ثابت کرتا ہے اور اصل لکھا ہوا اسی
کے پاس ہے۔ (الرعد: ۳۸-۳۹)

وَ كُلُّ صَغِيْرٍ وَّ كَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝
ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

(القمر: ۵۳)

ان خطبات میں بھی میرا یہی ارادہ ہے کہ اسلام کے بعض اساسی افکار کی بحث فلسفیانہ نقطہ نظر سے
کروں تاکہ اور نہیں تو بہت ممکن ہے ہم اس حقیقت ہی کو آسانی سے سمجھ سکیں کہ بحیثیت ایک ایسے

پیام کے جس کا خطاب ساری نوع انسانی سے ہے، اسلام کے معنی کیا ہیں۔

[ص ۱۳]

سورۃ سباء میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا
(سباء: ۲۸) سے جو تمام انسانوں کو گھیرنے والی ہے خوش

خبری دیتا اور ڈر سناتا۔

قرآن مجید کا حقیقی مقصد تو یہ ہے کہ انسان اپنے اندر ان گونا گوں روابط کا ایک اعلیٰ اور برتر شعور پیدا کرے جو اُس کے اور کائنات کے درمیان قائم ہیں۔

[ص ۱۳]

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ
اور ہم نے آپ پر یہ قرآن اتارا ہر چیز کی تشریح کے لیے اور یہ ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے مسلمانوں کے لیے۔
(النحل: ۸۹)

انسان اور کائنات کے درمیان روابط بھی اسی کے ذریعے پیدا ہوتے ہیں۔

ہمارے داخل کے حیاتی اور خارج کے ریاضیاتی کا نازک فرق ہے جس سے مسیحیت متاثر ہوئی لیکن جس سے اسلام نے منہ نہیں موڑا۔

[ص ۱۵]

یہ انفس و آفاق کا رشتہ ہے جس کے لیے قرآن پاک میں ارشاد ہے:

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ
حَتَّىٰ يَتَّبِعِنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ (فصلت: ۵۳) میں اور خود اُن میں یہاں تک کہ کھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے۔

دونوں (مسیحیت اور اسلام) کا مطالبہ ہے کہ ہم اس روحانیت کا اثبات کریں جو ہماری ذات کے اندر موجود ہے۔ اختلاف ہے تو اتنا کہ اسلام نے عینی اور واقعی یا حقیقت اور مجاز کے اتصال کا اعتراف کرتے ہوئے دنیاے مادیات کو رد نہیں کیا بلکہ لپیک کہتے ہوئے اُس کی تسخیر و تصرف کا راستہ دکھلایا تاکہ ہم اپنی زندگی کا نظم و انضباط و اقیعت کی اساس پر کریں۔

[ص ۱۵]

سورۃ الجاثیہ میں اسی واقعیت (اور انسانی صلاحیت) کے متعلق ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝

اور تمہارے لیے مسخر کیا گیا جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب اپنے حکم سے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔ (الجاثیہ: ۱۳)

پھر صفحہ ۱۵ سے ۲۱ تک بتایا ہے کہ تخلیق کائنات کا عمل کھیل نہیں ہے (سورۃ الدخان! آیت ۳۸-۳۹)۔ وہ ایک حقیقت ہے (سورۃ آل عمران، آیات ۱۹۰-۱۹۱)۔ اس کی ترکیب میں مزید وسعت کی گنجائش ہے (سورۃ فاطر، آیت ۱)۔ اس کے باطن میں ایک نئی آفرینش پوشیدہ ہے (سورۃ العنکبوت، آیت ۲۰) نس کے پُراسرار ہنراز اور تحریک میں بھی آنکھ والے کے لیے عبرت ہے (سورۃ النور، آیت ۴۴)۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ فطرت پر غلبہ حاصل کرے (سورۃ القمن، آیت ۲۰؛ سورۃ النحل، آیت ۱۲)۔ گو کہ اُسے قدم قدم پر مزاحمت تو توں نے گھیر رکھا ہے۔ (سورۃ التین، آیات ۴-۵)۔ اور ایک ذہ زبردست امانت کا حامل ہے (سورۃ الاحزاب، آیت ۷۲)۔ اور وہ کائنات کی ترکیب میں ایک دوامی عنصر بن سکتا ہے (سورۃ القیٰمہ، آیات ۳۶-۴۰)۔ کیونکہ وہ ایسی روح اپنے اندر رکھتا ہے جو اپنے ارتقا میں ایک مرتبہ وجود سے دوسرے میں قدم رکھتا ہے (سورۃ الانشقاق، آیات ۱۶-۱۹)، لیکن اس کے لیے (خدا کی تائید سے پہلے) انسان کو خود بھی بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے (سورۃ الرعد، آیت ۱۱)۔ چنانچہ علم کی بدولت وہ اس حقیقت سے رابطہ پیدا کر سکتا ہے جو اُسے چہار طرف سے احاطہ کیے ہوئے ہے (سورۃ البقرہ، ۳۰-۳۳)۔ علم انسانی کی نوعیت تصوری ہے لیکن اسی کے ذریعے وہ حقیقتِ مطلقہ کے قابلِ مشاہدہ پہلوؤں کی طرف رخ کرتا ہے۔ (سورۃ البقرہ، آیت ۱۶۴؛ سورۃ الانعام، آیات ۹۸-۱۰۰؛ سورۃ الفرقان، آیات ۴۵-۴۶؛ سورۃ الغاشیہ، آیات ۱۷-۲۰؛ سورۃ الروم، آیت ۲۲)

یہاں توجہ طلب امر قرآن مجید کی وہ اختیاری روش ہے جس سے مسلمانوں کے اندر عالمِ واقعیت کا احترام پیدا ہوا اور جس کی بدولت آگے چل کر انھوں نے علومِ جدیدہ کی بنیاد ڈالی۔

[ص ۲۱]

وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ (الزمر: ۱۰) اور اللہ کی زمین وسیع ہے۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ ذُلُولًا وَهِيَ جَسَدٌ لِّقَوْمٍ يُسِفُونَ

فَأَمْسُوا فِي مَنَابِقِهَا وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهَا

کر دی۔ تو اس کے راستوں میں چلو اور اللہ

(الملک: ۱۵) کی روزی میں سے کھاؤ۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۝
اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو چھوٹا بنایا
لَتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَا جَا ۝ (نوح: ۱۹-۲۰) کہ اس کے وسیع راستوں میں چلو۔
وَ اَتَكُمْ مِنْ كُلِّ مَآ سَالْتُمُوْهُ ۝ (ابراہیم: ۳۴) اور تمہیں بہت کچھ منہ مانگا دیا۔
قرآن پاک نے ہمیں تغیر ایسی زبردست حقیقت کی طرف متوجہ کیا۔

[۲۲ص]

یعنی وہی آیت سورہ النور میں ہے:

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الْاَيْلَ وَالنَّهَارَ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
اللہ بدلی کرتا ہے رات اور دن کی۔ بے شک
لَعِبْرَةً لِّاُولٰٓئِ الْاَبْصَارِ ۝ (النور: ۴۴) اس میں سمجھنے کا مقام ہے نگاہ والوں کو۔
قرآن مجید نے انسان کی اختیاری روش کو اس کی روحانی زندگی کا ایک ناگزیر مرحلہ ٹھہرایا۔

[۲۱ص]

”قرآن پاک کی فطرت پسندی محض اس امر کا اعتراف ہے کہ انسان فطرت سے وابستہ ہے۔“
یعنی حقیقت صرف محسوس تک محدود نہیں۔

[۲۳-۲۲ص]

حقیقتِ مطلقہ کے تمام و کمال لقا کی خاطر ادراک بالحواس کے ساتھ ساتھ اس چیز کے مدرکات کا
اضافہ بھی ضروری ہے جسے قرآن پاک نے ’نواذیا‘ قلب سے تعبیر کیا۔

[۲۳ص]

اس کے لیے علامہ اقبال نے سورۃ السجدہ کی آیتیں (۷-۹) نقل کی ہیں۔ پھر فرماتے ہیں:
قرآن مجید کے نزدیک قلب کو قوت دید حاصل ہے اور اس کی اطلاعات بشرطیکہ اُن کی تعبیر صحت
کے ساتھ کی جائے، بھی غلط نہیں ہوتیں۔

[۲۳ص]

جیسا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سورۃ النجم میں ارشاد ہے:

مَا كَذَبَ الْفُوْاْذُ مَا رَاى (النجم: ۱۱) دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک نے تصدیق کی جو چشم مبارک نے دیکھا۔

(مخاطب کا) جواب ہی بلاشبہ کسی صاحبِ شعور ہستی کی موجودگی کا ثبوت ہے۔

[۲۹ص]

اس کے لیے علامہ نے سورۃ المؤمنون کی آیت ۶۰ اور سورۃ البقرہ کی آیت ۸۶ نقل کی ہیں۔

اس کے برعکس غیر اللہ سے جواب نہ ملنا اُس کے صاحبِ شعور نہ ہونے کا ثبوت بھی تو ہے۔
 اِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ تَمَّ اَنْهٰمْ يَكَارِهُوْهُمۡ تَحٰرِيۡمًا لَّيَسِّرَنَّ لَكُمْۡ سَبِيۡلَهُمْۡ وَمَا يَسْتَجَابُوۡنَ لَكُمْۡ (فاطر: ۱۴) بالفرض سن لیں تو تمہاری حاجت پوری نہ کر سکیں۔
 صوفی یا پیغمبر جب اپنے مذہبی شعور کی تعبیر الفاظ میں کرتا ہے تو اُسے منطقی قضایا ہی کی شکل دے سکتا ہے۔ یہ نہیں کہ اس کا مشمول من وعن دوسروں تک منتقل کر سکے۔

[ص ۳۰]

اس کے لیے علامہ نے سورۃ الشوریٰ کی آیت ۵۱ اور سورۃ النجم کی ابتدائی اٹھارہ آیتیں نقل کی ہیں۔
 اور اللہ پاک ایک شہد کی مکھی کو بھی شعور دے سکتا ہے، جیسا کہ سورۃ النحل میں ہے۔
 وَ اَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَّ مِمَّا یَعْرِشُوْنَ ۝ (النحل: ۶۸) اور چھتوں میں۔

لیکن اس قسم کا ابلاغ ایک صلاحیت کے لیے ہے جو نباتات اور جمادات میں بھی اللہ کی طرف سے پیدا کی جاتی ہے۔ علامہ نے بھی آگے چل کر بحث کی ہے:
 شیطان واقعی اپنی عداوت میں ایسی واردات افتزا کر لیتا ہے جو صوفیانہ مشاہدات کے حلقے میں داخل ہو جاتی ہے۔

[ص ۳۵]

اس کے لیے علامہ نے سورۃ الحج کی آیت ۵۲ نقل کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:
 اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول یا نبی بھیجے سب پر کبھی یہ واقعہ گزرا ہے کہ جب انھوں نے پڑھا تو شیطان نے اُن کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف ملا دیا۔ تو مٹا دیتا ہے اللہ اس شیطان کے ڈالے ہوئے کو۔ پھر اللہ اپنی آیتیں پکڑ کر دیتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔
 یہاں بے محل نہ ہوگا اگر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) کے ایک مکتوب (دفتر اول، ۲۰۷) سے ایک اقتباس نقل کر دیا جائے۔ فرماتے ہیں:

وجدو حال راتا بمیزان شرع نسجد بعباءہ نیم جینٹل نمی خزند و کشف و الہامات راتا بر معیار کتاب و سنت ز نند بہ نیم جوے نمی پسندند۔ مقصود از سلوک طریق صوفیہ حصول ازدیاد یقین است بمعتقدات شرعیہ کہ حقیقت ایمان است و نیز حصول پُسر است در ادائے احکام فقہیہ۔ نہ امر دیگر۔ اس

[مذہب] کا مقصد ہے محسوسات و مدرکات کی ایک الگ تھلگ نوع یعنی مذہبی مشاہدات کی تعبیر جس کے مدلولات کو سائنس کے مدلولات میں مدغم کرنا ممکن نہیں۔

[ص ۳۷]

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ تَكْمُمُ مَوْعِظَةٌ مِّنْ
رَّبِّكُمْ وَ شِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ لَهُ وَ هُدًى
بِمَارِيهِ لِيَسْتَفِيحُوا وَ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝

(یونس: ۵۷) ہدایت اور رحمت ہے۔

اس ہدایت اور رحمت سے حقیقت کا علم بھی حاصل ہو سکتا ہے جس کی تائید عقل بھی کرنے پر
مجبور ہو جاتی ہے۔



دوسرا خطبہ

مذہبی مشاہدات کا فلسفیانہ معیار (علم بالوحی اور عقل)

(The Philosophical Test of the Revelations of Religious Experience)

ہستی مطلق کے یقین تک پہنچنے کے لیے کوئی، غائی اور وجودی تین قسم کے دلائل پیش کیے جاتے ہیں، لیکن ان سب دلائل میں منطقی خامیاں موجود ہیں۔ علامہ اقبال نے ان خامیوں کی نشاندہی کی ہے۔

دلیل غائی کا تجزیہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ کائنات میں تنظیم اور مقصد کوئی سے جو استدلال کیا جاتا ہے اس میں خامی یہ ہے کہ ”اس طرح صرف ایک صالح کا ماننا لازم آتا ہے، خالق کا ماننا لازم نہیں۔“ (گویا وہ کائنات کے کارخانے سے خارج میں بیٹھا ہوا ہے) ص ۴۳ حالانکہ قرآن میں وہ فاطر السموات والارض مثلاً (سورہ یوسف، آیت ۱۰۱) بھی کہا گیا ہے اور خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (سورہ الزمر، آیت ۶۲) بھی پھر اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (البقرہ آیت ۲۰) بھی۔

دلیل وجودی اور غائی میں کوئی معنی پیدا ہوں گے تو صرف اس صورت میں جب یہ ثابت ہو جائے کہ ہم اپنے ارتقا کی جس منزل میں ہیں وہ آخری منزل نہیں۔ علیٰ ہذا یہ کہ فکر اور وجود اپنی کنہ میں ایک ہیں لیکن یہ جب ہی ممکن ہے جب ہم اپنے محسوسات و مدرکات کی تعبیر قرآن پاک کی رہنمائی میں کریں جس نے ان کو اس حقیقت کی آیات ٹھہرایا جو اول بھی ہے اور آخر بھی، ظاہر بھی اور باطن بھی۔^۳

[ص ۴۷]

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۗ وَهِيَ اَوَّلُ، وَهِيَ آخِرُ، وَهِيَ بَاطِنٌ اَوْ وَهِيَ سَبْ
وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (الحديد: ۳) کچھ جانتا ہے۔

لیکن علامہ اقبال نے اس آیت سے نظریہ وحدۃ الوجود کی تائید نہیں کی اور مترجم نے اپنی تصریحات (نمبرج، خطبہ دوم) میں اس کی وضاحت کر دی ہے۔

فَاَيْنَمَا تُوَلُّوا فَانَّم وَجْهَ اللّٰهِ (البقرہ: ۱۱۵) تم جس طرف بھی رخ کرو اسی طرف اللہ ہے۔

وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا (النساء: ۱۳۶) اور اللہ ہر چیز پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔

وَ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ (الحديد: ۴) اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں ہو۔

ذاتی طور سے تو میں بھی یہی سمجھتا ہوں کہ حقیقت اپنی کنہ میں محض 'روح' ہے۔

[ص ۴۷]

گویا یہاں روح کو مادہ کی ضد کہا گیا ہے۔

فَاِذَا سَوَّيْتُهُ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (انسان کو بچتی ہوئی مٹی سے بنانے کے سلسلے میں اللہ پاک نے فرشتوں سے فرمایا: تو جب میں اسے ٹھیک کر لوں اور اس میں اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک دوں تو اس کے لیے سجدے میں گر پڑنا۔

یہاں بھی روح کو مادہ کی ضد کہا گیا ہے۔

عالم فطرت کی یہی خصوصیت یعنی اس کا مرور فی الزمان ہمارے محسوسات و مدارکات کا وہ سب سے زیادہ معنی خیز پہلو ہے جس پر قرآن مجید نے بالخصوص زور دیا..... [جو] حقیقتِ مطلقہ کے ادراک کا بہترین ذریعہ ہے۔

[ص ۷۰]

اس کے لیے علامہ اقبال نے (پہلے خطبے کی آیات کے علاوہ) یہ آیات بھی نقل کی ہیں:

- ۱- سورہ یونس کی آیت ۶۔
- ۲- سورہ الفرقان کی آیت ۶۲۔
- ۳- سورہ لقمن کی آیت ۲۹۔
- ۴- سورہ الزمر کی آیت ۵۔
- ۵- سورہ المؤمنون کی آیت ۸۰۔

ایسے ہی بعض دوسری آیات میں جہاں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ ہمارا حساب زمانی ایک اضافی امر ہے،

یہ بھی مذکور ہے کہ شعور کے بعض ایسے مراتب بھی ہیں جن کا ہمیں کوئی علم نہیں۔

[ص ۷۱]

(۱) یہاں اس اضافی حسابِ زمانی کے لیے سورۃ الحج کی آیت دیکھیں:

وَ اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ۝ (الحج: ۴۷) دن ایسا ہے جیسے تم لوگوں کی گنتی میں ہزار برس۔

(۲) شعور کے ایسے مراتب کے لیے جن کا ہمیں کوئی علم نہیں، مثال کے لیے سورۃ آل عمران دیکھیں:

بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝ فَرِحِينَ ۝ بَلْ كَهُنَّ زَاهِيَاتٌ ۝ فَارِحِينَ ۝ لَمَّا كَانَتْ اُمَّةٌ لَّيْسَ لَهَا رِزْقٌ مِنَ اللّٰهِ فَمِنَّمَا رِزْقُ اللّٰهِ مِنْ فَضْلِهِ ۝ (آل عمران: ۱۶۹-۱۷۰) اُس پر جو اللہ نے دیا اُن کو اپنے فضل سے۔

یہ ہے زمانِ خالص بلا شائبہ مکان، جس کے یعنی استدام کے یہی باسلسلہ اور بے سلسلہ پہلو ہیں جن کی طرف قرآن مجید کی آیات ذیل میں بڑی سادگی اور بلاغت کے ساتھ اشارہ کیا ہے۔

[ص ۷۵]

پھر سورۃ الفرقان کی آیات (۵۸-۵۹) اور سورۃ القمر کی آیات (۴۹-۵۰) دی گئی ہیں اور

لکھا ہے کہ:

عہد نامہ عتیق، (Old Testament) کی طرح قرآن مجید کی اصطلاح میں بھی خدا کا ایک دن ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ (اوپر بھی عرض کیا گیا)۔

وَ اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ۝ (الحج: ۴۷) اور بے شک تمہارے رب کے یہاں ایک دن ایسا ہے جیسے تم لوگوں کی گنتی میں ہزار برس۔

يُذَبِّرُ الْاٰمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ اَلْفَ سَنَةٍ ۝ (المجادلہ: ۵) اللہ کام کی تدبیر فرماتا ہے آسمان سے زمین تک۔ پھر اسی طرف رجوع کرے گا اُس دن کہ جس کی مقدار ہزار برس ہے تمہاری

گنتی میں۔ (المسجدہ: ۵)

مگر ایک دوسرے پہلو سے دیکھا جائے تو تخلیق کا یہی عمل جو ہزار ہا سال پر مشتمل ہے، ایک واحد اور ناقابلِ تجزیہ عمل بن جاتا ہے اور ایسا ہی تیز جیسے آنکھ کا جھپکنا۔

[ص ۷۵]

وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ۝ اور ہمارا کام تو ایک بات کی بات ہے جیسے
(القمر: ۵۰) پلک مارنا۔

قرآن پاک کا بھی یہی ارشاد ہے کہ ہمیں نے ہر شے پیدا کی اور ہمیں نے اس کا اندازہ مقرر کیا۔
[ص ۷۷]

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ۝ (القمر: ۴۹) بے شک ہم نے ہر چیز ایک اندازے سے
پیدا فرمائی۔

صفحہ ۷۸ میں سورۃ الرحمن کی آیت ۲۹ حوالہ دیا ہے:

كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ۝ (الرحمن: ۲۹) اُسے ہر دن ایک کام ہے۔
'(پہلے بھی آچکا ہے کہ) قرآن مجید کی رو سے کائنات میں اضافہ ممکن ہے گویا وہ ایک اضافہ پذیر
کائنات ہے۔

[ص ۸۵]

يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ ۝ (فاطر: ۱) (اللہ) بڑھاتا ہے آفرینش میں جو چاہے۔

میرا خیال ہے کہ اب شاید ہم اس آیت کا مطلب سمجھ لیں:

[ص ۸۵]

یہ سورۃ الفرقان کی آیت (۶۲) ہے جس کا مطلب یہ ہے:

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ
أَرَادَ أَنْ يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا ۝
(الفرقان: ۶۲) شکر کا ارادہ کرے۔

یہ صرف ایک قائم و دائم 'انا' کا خود اپنی ذات میں بصیرت [لا انتہا قدرت کے اندازے] کا عمل
ہے جو استدام کی کثرت یعنی آفاتِ لامتناہیہ کے اس سلسلے کو جس میں ہم اس کو منقسم پاتے ہیں ایک
ترکیب نامی میں جوڑتے ہوئے پھر ایک 'کل' میں بدل دیتا ہے۔

[ص ۸۵]

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ
اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ آپ
(البقرہ: ۲۵۵) زندہ اور دوسروں کا قائم رکھنے والا۔

یعنی واجب الوجود بھی اور کائنات کا ایجاد کرنے والا اور تدبیر فرمانے والا بھی۔
زندہ وہی ہے جو میں ہوں یا انا الموجود کہہ سکے۔

[ص ۸۶]

إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي بے شک میں ہی ہوں اللہ کہ میرے سوا کوئی
معبود نہیں پس تو میری بندگی کر۔ (طہ: ۱۳)

ذاتِ بحت البتہ، جیسا کہ قرآن پاک کا ارشاد ہے، غنی عن العلمین، ہے۔

[ص ۸۶]

وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ اور جو منکر ہو تو اللہ بے شک سارے جہانوں
سے بے پروا ہے۔ (آل عمران: ۹۷)

قرآن پاک کا ارشاد ہے لیس کمثلہ شئی یابں ہمہ اُس نے اُسے ’سمیع و بصیر‘ کہا۔

[ص ۸۶]

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ اس جیسا کوئی نہیں اور وہ سنتا دیکھتا ہے۔
الْبَصِيرُ (الشوری: ۱۱)

فطرت کو ذات الہیہ سے وہی نسبت ہے جو سیرت اور کردار کو ذات انسانی سے۔ قرآن مجید نے بھی
کس خوبی سے اسے ’سنت اللہ‘ ٹھہرایا ہے۔

[ص ۸۶]

ایسی کئی آیتیں ہیں، مثلاً سورۃ الاحزاب میں ہے:

سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَكَانَ اللہ کا دستور چلا آ رہا ہے ان میں جو پہلے گذر
أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَقْدُورًا (الاحزاب: ۳۸) چکے اور اللہ کا کام مقرر تقدیر ہے۔

فَطَوَّرَتِ اللَّهُ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا اللہ کی دی ہوئی قابلیت جس پر اللہ نے
تَبْدِيلَ لِحَلْقِ اللَّهِ (الروم: ۳۰) لوگوں کو پیدا کیا۔ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز کو

بدلنا نہیں چاہیے۔

[لفظ] ’فطرت‘ کا استعمال ’Naturalism‘ اور ’تخلیقی قوت‘ دونوں کے لیے ہوتا ہے۔

فطرت کا تصور بھی بطور ایک زندہ اور ہر لحظہ بڑھتی اور پھیلتی ہوئی وحدت نامیہ کی حیثیت سے کرنا
چاہیے جس کے نشوونما پر ہم خارج سے کوئی حد قائم نہیں کر سکتے۔ اس کی کوئی حد ہے تو داخلی، یعنی وہ

اقبال اور قرآن

ذات مشہود جو اس میں جاری و ساری ہے اور جس نے اس کو سہارا دے رکھا ہے۔ قرآن پاک کا ارشاد بھی یہی ہے۔

[ص ۸۷]

وَ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ۝
اور یہ کہ بے شک تمہارے رب ہی کی طرف۔
(النجم: ۴۲) انتہا ہے۔

فطرت کا علم سنن الہیہ کا علم ہے جس کے مشاہدے میں ہم ذاتِ مطلق ہی سے قرب و اتصال کی سعی کرتے ہیں اور اس لیے یہ بھی گویا عبادت ہی کی ایک دوسری شکل ہے۔

[ص ۸۷]

قُلْ سِيرُوا فِى الْاَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَا الْخَلْقِ
آپ فرمادیں کہ زمین میں سفر کر کے دیکھو،
(العنکبوت: ۲۰) اللہ نے کیونکر پہلے بنایا ہے۔

پھر زمانِ متسلسل بھی تو دراصل استدامِ محض ہے، گو فکر اس کو پارہ پارہ کر دیتا ہے..... قرآن پاک کے ارشاد لہ اختلاف الیل و النهار میں بھی میرے نزدیک یہی حقیقت پیش نظر ہے۔

[ص ۸۹]

وَ هُوَ الَّذِى يُحٰى وَيُمِيتُ وَ لَهُ اَخْتِلَافِ الْيَلِ وَالنَّهَارِ ۗ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝
اور وہی جلّائے اور مارے اور اسی کے لیے
ہیں رات اور دن کی تبدیلیاں تو کیا تمہیں
(المومنون: ۸۰) سمجھ نہیں؟

ہم اُسے (اللہ کو) زندہ کہتے ہیں تو اس لیے کہ قرآن مجید نے اُسے زندہ کہا ہے۔

[ص ۹۰]

اُس کی حقیقی نوعیت کا اظہار مسلسل خَلَاقِی میں ہو رہا ہے جس میں تمہکن کا شائبہ ہے نہ اُوکھڑا اور نیند کا۔

[ص ۹۱]

اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَىُّ الْقَيُّوْمُ ۗ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ۗ
اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ آپ
زندہ اور دوسروں کا قائم رکھنے والا ہے۔
(البقرہ: ۲۵۵) اُسے نہ اُوکھڑے، نہ نیند۔

كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِىْ شَاْنٍ ۝ (الرحمن: ۲۹) اُسے ہر دن ایک کام ہے (یعنی تمہکن نہیں)۔

انسان کا 'ہنوز' کہنا تو بے شک جستجو کی علامت ہے، ناکامی اور نامرادی کی، لیکن خَلَاقِیِ مطلق کا 'ہنوز' عبارت ہے ان لانتہائے حقیقی امکانات سے جو اس کے اپنے وجود میں مضمحل ہیں اور لازم ہے

ایک حقیقت بن کر منصفہ شہود پر آئیں، لیکن جس کی شانِ کُلّیت میں اس سارے عمل کے باوجود سب موفرق نہیں آتا۔

[ص ۹۲]

مَا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِنْ تَفَوُّتٍ ۖ
فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَىٰ مِنْ فُطُورٍ ۗ ثُمَّ
ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ
الْبَصَرُ حَاسِنًا ۗ وَهُوَ حَسِيرٌ ۝
رحمن کے بنانے میں تو کیا فرق دیکھتا ہے؟ تو
نگاہ اٹھا کر دیکھ تجھے کوئی رخ نہ نظر آتا ہے؟ پھر
دوبارہ نگاہ اٹھا۔ نظرتیری نا کام پلٹ آئے گی
تھکی ماندی (اوپر کے قول کا استدلال ان
(الملک: ۳-۴) آیتوں سے کیا جاسکتا ہے۔)

وہ (فلسفہ) گویا دور ہی سے حقیقت کا مشاہدہ کرتا ہے۔ برعکس اس کے مذہب اس سے قرب و
اتصال کا آرزو مند ہے..... لیکن یہ تقرب اور یہ اتصال جب ہی ممکن ہے کہ فکر اپنے حدود
سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے جس میں اسے کامیابی ہوگی تو اس ذہنی روش کی بدولت جسے
مذہب نے دعا سے تعبیر کیا ہے۔ اور جو پیغمبر اسلام کے لبِ مبارک پر تادمِ آخر موجود تھی (یعنی
اللہم بالرفیق الاعلیٰ۔)

[ص ۹۳-۹۴]

مذہب بے شک قرب و اتصال چاہتا ہے:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۗ ^{السجده} (العلق: ۱۹) اور سجدہ کرو اور ہم سے قریب ہو جاؤ۔
وَ إِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي
قَرِيبٌ (البقرہ: ۱۸۶) پوچھیں تو میں قریب ہوں۔



تیسرا خطبہ

ذاتِ الہیہ کا تصور اور حقیقتِ دُعا

(The Conception of God and the Meaning of Prayer)

ہمارے محسوسات و مدارکات کی اساس کوئی باہر اور تحقیقی مشیت ہے جس کو بوجہ ایک 'انا' ہی سے تعبیر کیا جائے گا۔

[ص ۹۵]

اس کے ساتھ علامہ اقبال نے سورۃ اخلاص کو نقل کرتے ہوئے انائے مطلق کی انفرادیت کی وضاحت کی ہے کہ فردِ کامل صرف خدا ہے جس کے اندر سے اس کا غیر کبھی صادر نہیں ہو سکتا۔ لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُؤَلَدْ۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ ان آیتوں سے محض عقیدہ تثلیث کی تردید منظور نہیں بلکہ خدا کے فردِ کامل ہونے کی حیثیت بھی واضح کرنی ہے۔ سورۃ النور کی آیت (۳۵) نقل کر کے بتایا ہے (صفحہ ۹۷) کہ اللہ کو آسمانوں اور زمینوں کا نور کہنے سے وحدت وجود کا نظریہ ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ اس نور کے مرکز کو ایک چراغ میں اور چراغ کو فانوس کے اندر ایک طاق میں رکھنے کی تشبیہ اپنی جگہ خود اللہ کے ذاتِ مطلق اور فردِ کامل ہونے کی دلیل ہے اور وہ زمان و مکان کی لاتناہیوں میں منتشر نہیں ہے۔

خدا کی ذات میں ”(۱) خالقیت، (۲) اس کا علم، (۳) قدرتِ کاملہ، (۴) اور دیہومت“ (سرمدیت) ہے۔

[ص ۹۹]

إِنَّ رَبَّكَ فَعَالٌ لِّمَا يُرِيدُ (ہود: ۱۰۷) بے شک تمہارا رب جب جو چاہے کرے۔
إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ اس کا کام تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کو چاہے

فَيَكُونُ ○ (یس: ۸۲) تو اس سے فرمائے کہ ہو جا، وہ فوراً ہو جاتی ہے۔
الہیاتِ اسلامیہ کے سب سے زیادہ متشرع اور تاحال مقبول عام مذہب یعنی اشاعرہ کے نزدیک
قدرتِ کاملہ الہیہ کا منہاج تخلیق جوہر کی آفرینش ہے۔

[ص ۱۰۳]

پھر ان کے مذہب کے لیے سورۃ الحجر کی آیت نقل کی ہے، یعنی:

وَ اِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَ مَا
نُنزِلُهُ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ ○ (الحجر: ۲۱) خزانے نہ ہوں اور ہم اُسے نہیں اتارتے مگر
ایک معلوم انداز سے۔

اشاعرہ کے نزدیک کائنات کی ترکیب جوہر یعنی ان لا انتہا چھوٹے چھوٹے ذروں سے ہوئی جن
کا مزید تجزیہ ناممکن ہے۔ لیکن خالق کائنات کی تخلیقی فاعلیت کا سلسلہ چونکہ برابر جاری ہے اس
لیے جوہر کی تعداد بھی لامتناہی ہے..... قرآن مجید کا بھی یہی ارشاد ہے يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا
يَشَاءُ سورة فاطر، آیت: ۱ (وہ بڑھاتا ہے آفرینش میں جو چاہے)۔

[ص ۱۰۴]

لیکن اشاعرہ نے جوہر کی حرکت کا کوئی معقول نظریہ پیش نہیں کیا۔ اشاعرہ نے نفس کو بھی
ایک حادث صفت بنا دیا، لیکن جہاں نفسی زندگی نہیں وہاں زمان نہیں اور جہاں زمان نہیں وہاں کوئی
حرکت نہیں ہو سکتی۔

قرآن مجید نے بھی تو اسی لیے حقیقتِ مطلقہ کو انسان کی رگِ جان سے قریب تر ٹھہرایا۔

[ص ۱۱۰]

وَ نَحْنُ اقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرْدِ ○ اور ہم اس سے رگِ جاں سے بھی زیادہ
قریب ہیں۔ (ق: ۱۶)

قرآن مجید نے زمانِ الہیہ کو ام الکتاب ٹھہرایا۔

[ص ۱۱۵]

لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ○ يَمْحُوهُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ ہر وعدے کی ایک لکھت ہے۔ اللہ جو چاہے
وَيُثَبِّتُ صَلْحًا وَ عِنْدَهُ اُمُّ الْكِتَابِ ○ مٹاتا ہے اور ثابت کرتا ہے، اور اصل لکھا ہوا

(الرعد: ۳۸-۳۹) اسی کے پاس ہے۔

’ان‘ کی زندگی اگر ایک طرف دیوموت کی زندگی ہے، یعنی تغیر سے تو اتری، تو دوسری طرف زمان

اقبال اور قرآن

متسلسل کی، ان معنوں میں کہ وہ ایک پیمانہ ہے تغیر بے تو اتر کا اور اس سے نامی طور پر وابستہ۔ قرآن مجید کے اس ارشاد لَهٗ اَخْتِلَافُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ عَمَا مَطْلَبِ بَحِيٍّ هَمَّ كَچھ یونہی سمجھ سکتے ہیں۔
[ص ۱۱۶-۱۱۷]

اللہ تعالیٰ کا علم کلی ادراک کا ایک واحد اور ناقابلِ تجزیہ عمل ہے جس میں یہ سارا عالم تاریخ جس کو ہم مخصوص حوادث کا ایک سلسلہ قرار دیتے ہیں، بلا واسطہ اور بطور ایک دوامی آن کے اُس کے علم میں آجاتا ہے۔

[ص ۱۱۸]

وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝ اور یہ کہ اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

(الطلاق: ۱۲)

”زندگی میں از خود عمل کی استعداد موجود ہے“ (ص ۱۲۰)۔ اس کے متعلق سورۃ البقرہ میں

ارشاد موجود ہے:

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۝ اُس (نفس) کا فائدہ ہے جو اچھا کسب کیا
(البقرہ: ۲۸۶) اور اُس کا نقصان ہے جو بُرا کسب کیا۔

قرآن مجید نے بہ صراحت کہا ہے کہ عالمِ فطرت باہدگر مربوط قوی کا ایک نظام ہے، اور اس لیے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ میں اس کی حکمت کو بڑا دخل ہے

[ص ۱۲۱]

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَإِخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي
تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا
أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ
الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ
دَابَّةٍ ۚ وَتَصْرِيفِ الرِّيْحِ وَالسَّحَابِ
الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ
لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝

اور بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان (البقرہ: ۱۶۴)

مطیع ہیں، اُن لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں
جو عقل رکھتے ہیں۔

قرآن مجید کا یہ بھی توارشاد ہے کہ جو بھی خیر ہے اُسی کے ہاتھ میں ہے۔

[ص ۱۲۱]

بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ سَارٍ بَهْلًا تِيرے ہی ہاتھ ہے۔ بے
قَدِيرٌ ۝ (آل عمران: ۲۶) شک تو سب کچھ کر سکتا ہے۔

قرآن مجید کی تعلیمات بھی جس کا یہ کہنا ہے کہ انسان عملِ صالح اور تو اے طبعی کی تسخیر پر دسترس
رکھتا ہے، رجائیت کی ہیں۔

[ص ۱۲۳]

وَالْعَصْرِ ۝ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝ إِلَّا
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝
(العصر: ۱-۳) تاکیدی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

سورۃ لقمان میں تسخیر کی صلاحیت کا ذکر ہے:

الَّذِينَ آمَنُوا أَن اللّٰهُ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي
السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْأَرْضِ وَ أَسْبَغَ
عَلَيْكُمْ نِعْمَهُ ظَاهِرَةً وَ بَاطِنَةً
اپنی دے دیں، ظاہر بھی اور چھپی ہوئی بھی؟
(لقمن: ۲۰)

سورۃ الجاثیہ (آیت ۱۳) میں بھی اسی طرح کا ذکر ہے۔

صفحہ ۱۲۲ سے ”ہبوطِ آدم“ کا واقعہ شروع ہوتا ہے۔ بتایا ہے کہ عہد نامہ عتیق یعنی Old
Testament اور قرآن کے انداز میں کیا فرق ہے اور کیوں؟ پھر صفحہ ۱۲۵ میں لکھتے ہیں: ”یوں بھی
بہ حیثیت ایک ذی روح، انسان کی آفرینش کا جہاں کہیں ذکر آیا ہے، قرآن پاک نے اس کے
لیے ’بشر‘ اور ’انسان‘ کے الفاظ استعمال کیے ہیں، ’آدم‘ کا لفظ استعمال نہیں کیا۔“ مثلاً سورۃ آل
عمران (آیات ۷۷ اور ۷۹)، المائدہ (آیت ۱۸)، الانعام (آیت ۹۱)، ابراہیم (آیات ۱۰-۱۱)

وغیرہ میں بشر کا لفظ دیکھیں، اور سورۃ النساء (آیت ۲۸)، یونس (آیت ۱۲)، ہود (آیت ۹)، یوسف (آیت ۵) وغیرہ میں لفظ انسان کے استعمالات دیکھیں۔

لفظ آدم سے مقصود تو صرف یہ ظاہر کرنا تھا کہ انسان کے اندر نیابت الہیہ کی صلاحیت موجود ہے۔
[ص ۱۲۵]

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً
میں بنانے والا ہوں زمین میں اپنا خلیفہ۔

(البقرہ: ۳۰)

اوپر کے قول کی مزید وضاحت بیان کی گئی ہے:

آدم کا لفظ بے شک حذف نہیں ہوا، لیکن یہاں اس کا اشارہ کسی مخصوص انسان کی طرف نہیں۔ اس کی حیثیت ایک تصور کی ہے جس کی تائید قرآن پاک ہی سے ہو جاتی ہے اور جس کا ذیل کی آیت ایک قطعی اور واضح ثبوت ہے۔

[ص ۱۲۶]

یہاں سورۃ الاعراف کی آیت (۱۱) مذکور ہے۔

قرآن مجید نے اس قصے کو دو الگ الگ حکایتوں میں تقسیم کر دیا ہے، ایک جس میں صرف الشجرہ، کا ذکر ہے اور دوسری وہ جس میں شجرۃ الخلد، اور ملک لایلی، کا۔

[ص ۱۲۶]

سورۃ الاعراف کی آیات ۱۹، ۲۰ اور ۲۲ میں الشجرہ کا ذکر ہے اور سورۃ طہ کی آیت میں ہے:

فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ يَا آدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلَى
تو شیطان نے اُسے وسوسہ دیا۔ بولا، اے آدَم، کیا میں تمہیں بتا دوں ہمیشہ جینے کا بیڑ
یَبْلَى ○ (طہ: ۱۲۰) اور وہ بادشاہی کہ پرانی نہ پڑے۔

قرآن مجید کے نزدیک وہ (زمین) انسان کا مستقر اور متاع ہے۔

[ص ۱۲۶]

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَ مَتَاعٌ إِلَىٰ أُمَّةٍ أُمَّةٍ
اور تمہارے لیے زمین میں ایک وقت تک
جَبِينِ ○ (البقرہ: ۳۶) ٹھہرنا اور برتنا ہے۔

اس دنیا میں رہنے کے لیے اللہ کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ اس کے لیے سورۃ الاعراف کی آیت (۱۰) نقل کی ہے۔

قرآن پاک نے کہیں یہ نہیں کہا کہ انسان کی حیثیت اس (زمین) میں اجنبی کی ہے واللہ

أَنْبَتَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ۝ (سورہ نوح، آیت ۱۷-۱۸) اور اللہ نے تمہیں سبزے کی طرح زمین سے اُگایا۔ لہذا یہ جنت جس کا اس قصے میں ذکر آیا ہے، نیلواروں کا وہ مسکن نہیں جہاں وہ ہمیشہ رہتے چلے جائیں گے (یعنی غلود جیسا کہ سورۃ البقرہ کی آیت ۸۲، آل عمران کی آیت ۱۰۷ اور الاعراف کی آیت ۳۶ وغیرہ میں ذکر ہے)، کیونکہ ان معنوں میں جہاں کہیں جنت کا ذکر آیا ہے اُس کی تعریف قرآن مجید نے ان الفاظ میں کی ہے: يَتَنَزَّعُونَ فِيهَا كَأَسَا لَا لَعُوَ فِيهَا وَلَا تَأْتِيهِمُ ۝ (سورہ الطور، آیت ۲۳-۲۴) ایک دوسرے سے وہ لیتے ہیں جام جس میں نہ بیہودگی اور نہ گنہگاری ہے۔ نیز ان الفاظ میں لا یمسہم فیہا نصب و ما ہم منہا بمخرحین ۝ (سورۃ الحجر، آیت ۴۸) نہ انہیں اس میں کچھ تکلیف پہنچے نہ وہ اس میں سے نکالے جائیں۔ چنانچہ آگے چل کر اسی قصے کی دوسری حکایت میں اسی باغ (جنت) کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔ إِنَّ لَكَ الْأَتَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ ۝ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَصْحَىٰ ۝ (طہ، آیات ۱۱۸-۱۱۹) بے شک تیرے لیے جنت میں یہ ہے کہ نہ ٹھو بھوکا ہوگا، نہ تنگا ہوگا، اور یہ کہ تجھے نہ اس میں پیاس لگے نہ دھوپ۔ اور اس لیے میں سمجھتا ہوں قرآن پاک کی اس روایت میں لفظ جنت کا اشارہ حیات انسانی کے اُس ابتدائی دور کی طرف ہے جس میں انسان کا اپنے ماحول سے ابھی عملاً کوئی رشتہ قائم نہیں ہوا تھا۔

[ص ۱۲۷]

اس (انسان) کی پہلی نافرمانی وہ پہلا اختیاری عمل تھا جو اس نے اپنے ارادے اور اپنی مرضی سے کیا اور یہی وجہ ہے کہ ارشادِ قرآنی کے مطابق آدم کا یہ گناہ معاف کر دیا گیا

[ص ۱۲۸]

فَتَلَقَىٰ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۗ^ط پھر سیکھ لیے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے
إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی۔ بے شک

(البقرہ: ۳۷) وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

یوں بھی جس ہستی کی تخلیق احسن تقویم پر ہوئی مگر جسے پھر اسفل سافلین میں لوٹا دیا گیا، اُس کی مخفی توتوں کی تربیت کچھ یوں ہی ممکن تھی کہ اس طرح کا خطرہ برداشت کر لیا جاتا۔

[ص ۱۲۹]

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝ بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر
ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۝ بنایا۔ پھر اُسے ہر نیچی سے نیچی حالت کی

(التین: ۴-۵) طرف پھر دیا۔

اوپر کے جملے کے ساتھ ہی یہ جملہ ہے: ”قرآن مجید کا ارشاد ہے: وَ نَبَلُّوْكُمْ بِالْمَیْمَنِ وَالْخَبِیْرِ فَتَنَّةٌ (سورۃ الانبیاء، آیت ۳۵۔ اور تمہاری آزمائش کرتے ہیں برائی اور بھلائی سے جانچنے پر)۔ اب ذات یا خودی کا تقاضا ہی یہ ہے کہ اپنے آپ کو بحیثیت ذات برقرار رکھے، لہذا اسے علم کی جستجو ہے۔ افزائش نسل اور طاقت، یا بالفاظ قرآنی ’ملک لا یبلی‘ کی۔

[ص ۱۲۹]

قرآن مجید میں جب اس پہلو سے کہ آدم کو اشیاء کے نام معلوم ہیں، فرشتوں میں اُس کی برتری ظاہر کی گئی تو پھر اسی کے ساتھ دوسری حکایت کا ذکر بھی کر دیا (آدم کے بہکائے جانے کا)۔ لہذا ان آیات سے جیسا کہ ہم اس سے پہلے عرض کر آئے ہیں، یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ علم انسانی کی نوعیت تصوری ہے (دیکھیں خطبہ اول۔ بحث تعلیمات قرآنی)۔ دوسری یہ کہ..... آدم کو اس درخت کا پھل چکھنے سے روکا گیا تو اس لیے کہ..... وہ ایک دوسری قسم کے علم کا اہل تھا، یعنی اس علم کا جو نتیجہ ہے صبر آزما مشاہدے کا اور جس میں رفتہ رفتہ ہی اضافہ ممکن ہے۔

[ص ۱۲۹-۱۳۰]

سورۃ البقرہ کی آیات (۳۸ تا ۳۰) میں یہ واقعات بیان ہوئے ہیں۔

صفحہ ۱۳۰ میں ہے ”وہ فطرۃ ’عجول‘ ہے۔“

وَ كَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ۝ (بنی اسرائیل: ۱۱) اور انسان بڑا جلد باز ہے۔

خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۝ (الانبیاء: ۳۷) آدمی جلد باز بنایا گیا۔

صفحہ ۱۳۱ میں سورۃ طہ کی آیات نقل کی ہیں یعنی

فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلْ

اُدُلِّكَ عَلٰی شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْكٍ لَّا

یَبِلُ ۝ فَآكَلَا مِنْهَا فَبَدَتَ لَهُمَا سَوَاتِهِمَا

وَ طَفِقَا یَخِصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ

الْجَنَّةِ وَ عَصٰی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی ۝ طحٰن ۝

اجتنبہ رَبَّهٗ فَتَابَ عَلَیْهِ وَ هَدٰی ۝

(طہ: ۱۲۰-۱۲۲)

تو شیطان نے اسے وسوسہ دیا۔ بولا، اے آدم کیا میں تمہیں بتا دوں ہمیشہ جینے کا بیڑ اور وہ بادشاہی کہ پرانی نہ پڑے۔ تو اُن دونوں نے اس میں سے کھا لیا۔ اب اُن پر اُن کی شرم کی چیزیں ظاہر ہوئیں اور جنت کے پتے اپنے اوپر چپکانے لگے اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش ہوئی تو جو

مطلب چاہا تھا اُس کی راہ نہ پائی۔ پھر اُس کے رب نے چُن لیا تو اس پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائی اور اپنے قرب خاص کی راہ دکھائی۔

اس موقع پر علامہ اقبال لکھتے ہیں:

قرآن مجید نے اس تناہلی علامت سے احتراز کیا جو قدیم فن میں استعمال ہوتی تھی۔ اس نے صرف آدم کی اس پریشانی کا ذکر کرتے ہوئے جو بہ باعثِ شرم اُسے اپنے برہنہ جسم کے چھپانے میں پیش آئی اس جنسی فعل کی طرف اشارہ کر دیا۔

[ص ۱۳۱-۱۳۲]

ارشادِ قرآنی بھی یہی ہے 'تم ایک دوسرے کے دشمن ہو'

[ص ۱۳۲]

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ فَرَمَا، تم دونوں مل کر جنت سے اُتو۔ تم عَدُوٌّ (طہ: ۱۲۳) ایک دوسرے کے دشمن ہو۔

قرآن پاک کا ارشاد ہے کہ یہ شخصیت کا باہر گراں ایک امانت ہے جسے آسمانوں اور پہاڑوں نے اٹھانے سے انکار کر دیا تھا مگر جسے انسان نے خود اپنے آپ کو خطرے میں ڈال کر اٹھایا۔

[ص ۱۳۲]

اس کے لیے سورۃ الاحزاب کی آیت (۷۲) بھی نقل کر دی ہے۔ پھر صفحہ ۱۳۳ میں ہے: قرآن مجید کے نزدیک تو انسان ہونا نام ہی اس بات کا ہے کہ ہر قسم کی سختیاں اور مصائب برداشت کی جائیں۔

[ص ۱۳۳]

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبِيْدٍ بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔ (البلد: ۴)

وَالضَّرِيْنَ فِي الْبُاسِ وَالضَّرَّاءِ وَحِيْنَ الْبُاسِ وَالضَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِيْنَ الْبُاسِ (البقرہ: ۱۷۷) کے وقت۔ اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد

اوپر کی بحث میں علامہ اقبال نے سورۃ یوسف کی آیت بھی نقل کی ہے یعنی:

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِہٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (یوسف: ۲۱)

فکر کی حالت میں تو ہمارا ذہن حقیقتِ مطلقہ کا مشاہدہ کرتا اور اس کے اعمال و افعال پر نظر رکھتا ہے، لیکن دعا (عبادت) کی صورت میں وہ ایک آہستہ گام کلیت کی منزل بہ منزل رہنمائی کو چھوڑ کر فکر سے آگے بڑھتا اور حقیقتِ مطلقہ پر تصرف حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

[ص ۱۳۵]

إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا
إِيَّاهُ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ

حکومت صرف اللہ کی ہے۔ اُس نے حکم دیا ہے کہ تم اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

(یوسف: ۴۰) یہی سیدھا طریقہ ہے۔

جب اس کو حاکم مان کر اس کے آگے سر جھکا دیا پھر فکر کی گنجائش کہاں رہی؟ دراصل علم کی جستجو جس رنگ میں بھی کی جائے، عبادت ہی کی ایک شکل ہے اور اس لیے فطرت کا علمی (سائنسی) مشاہدہ بھی کچھ ویسا ہی عمل ہے جیسے حقیقت کی طلب میں صوفی کا سلوک و عرفان کی منزلیں طے کرنا۔

[ص ۱۳۷]

يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ
أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ (المجادلہ: ۱۱) ایمان لائے اور ان کے جنہیں علم دیا گیا۔

ذرا خیال تو فرمائیے کہ روزمرہ کی صلوة باجماعت کے ساتھ ساتھ جب ہر سال مسجد حرام کے ارد گرد مکہ معظمہ میں حج کا منظر ہماری آنکھوں میں پھر جاتا ہے تو ہم کس خوبی سے سمجھ لیتے ہیں کہ اسلام نے اقامتِ صلوة کے ذریعے عالمِ انسانی کے اتحاد و اجتماع کا حلقہ کس طرح وسیع سے وسیع تر کر دیا ہے!

[ص ۱۳۸-۱۳۹]

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ
مُبْرَكًا وَ هُدًى لِّلْعَالَمِينَ

بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لیے مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں

ہے۔ برکت والا اور سارے جہانوں کا راہنما۔ (آل عمران: ۹۶)

وَ اذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَّ
عَلَى كُلِّ صَامِرٍ يَأْتِيَنَّ مِنْ كُلِّ فِجٍّ
عَمِيقٍ

اور لوگوں میں حج کی عام ندا کر دو۔ وہ تمہارے پاس حاضر ہوں گے پیادہ اور ہر دہلی اونٹنی پر کہ ہر دور کی راہ سے آتی ہیں۔ (الحج: ۲۷)

پھر عبادت کے مختلف طریقوں کے سلسلے میں علامہ اقبال نے سورۃ الحج کی آیتیں ۶۷-۶۹ نقل کی ہیں اور اس کے بعد سورۃ البقرہ کی آیتیں ۱۱۵-۱۱۷ بھی اسی مقصد کے لیے نقل کی ہیں۔

قرآن مجید نے نسل اور قوم اور شعوب و قبائل کی تقسیم کو تعارف کا ایک ذریعہ ٹھہرایا تو اس کی وجہ بھی یہی ہے (وحدتِ انسانی)..... صلوة باجماعت سے اس تمنا کا اظہار بھی مقصود ہے کہ ان سب امتیازات کو مٹاتے ہوئے جو انسان اور انسان کے درمیان قائم ہیں، اپنی اس وحدت کی ترجمانی جو گویا ہماری خلقت میں داخل ہے، اس طرح کریں کہ ہماری عملی زندگی میں اس کا اظہار سچ سچ ایک حقیقت کے طور پر ہونے لگے۔

[ص ۱۴۰-۱۴۱]

ع ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز

وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَاۡئِلَ لِتَعَارَفُوْۤا اِنَّ

اٰكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ

(الحجرات: ۱۳) میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ

پرہیزگار ہے۔



چوتھا خطبہ

خودی، جبر و قدر، حیات بعد الموت

(The Human Ego—Its Freedom and Immortality)

انسان کے بارے میں اس (قرآن) کا یہی نظریہ ہے جس کی بنا پر نہ تو (۱) کوئی دوسرے کا بوجھ اٹھا سکتا ہے، (۲) نہ یہ ممکن ہے کہ اسے اپنی کوشش سے سوا کچھ ملے اور جس کے پیش نظر قرآن پاک نے (مسیحی) کفارے کا تصور رد کر دیا۔

[ص ۱۴۲]

۱- $\text{الَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۗ}$ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا (النجم: ۳۸) بوجھ نہیں اٹھاتی۔

سورۃ الانعام (آیت ۱۶۴)، بنی اسرائیل (آیت ۱۵)، فاطر (آیت ۱۸) اور الزمر (آیت ۷) میں بھی ایسی آیت ملتی ہے۔

۲- $\text{وَ اَنْ لِّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۗ}$ اور یہ کہ انسان نہ پائے گا مگر اپنی کوشش کا۔ (النجم: ۳۹)

اس کے بعد علامہ نے انسان کے برگزیدہ ہونے سے متعلق سورۃ طہ کی آیت ۲۲ نقل کی ہے۔ نیابت الہی کے لیے سورۃ البقرہ کی آیت ۳۰، سورۃ الانعام کی آیت ۱۶۵ اور آزاد شخصیت کے امین ہونے کے بارے میں سورۃ الاحزاب کی آیت ۲۷ تحریر کی ہے۔

یہ صرف تصوف تھا جس نے کوشش کی کہ عبادات اور ریاضت کے ذریعے وارداتِ باطن کی وحدت تک پہنچے۔ قرآن پاک کے نزدیک یہ واردات علم کا ایک سرچشمہ ہیں۔

[ص ۱۴۳]

خطبہ اول میں یہ بحث آچکی ہے اور آیات بھی درج ہیں۔ بالخصوص صفحہ ۱۹-۲۵۔ پھر

صفحات ۱۳۵-۱۴۶ میں علامہ اقبال نے ان احوال و مشاہدات کی علمی تحقیق پر زور دیا ہے اور فرمایا ہے کہ مسلمان ”اسلام پر بحیثیت ایک نظام فکر از سر نو فور کریں۔“

خودی کی زندگی اطباء کی ایک حالت ہے جس کو اُس نے اپنے ماحول پر اثر آفرینی یا اس سے اثر پذیری کی خاطر پیدا کر رکھا ہے۔ لہذا یہ کہنا غلط ہوگا کہ اثر آفرینی اور اثر پذیری کی اس کشمکش میں خودی کا وجود اس سے باہر رہتا ہے۔

[ص ۱۵۴]

اس کے لیے علامہ اقبال نے سورہ بنی اسرائیل کی آیت نقل کی ہے، یعنی:

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ۝ (بنی اسرائیل: ۸۵) حکم سے ایک چیز ہے اور تمہیں علم نہیں ملا، اور آپ سے لوگ روح کے متعلق پوچھتے ہیں۔ آپ فرمادیں، روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور تمہیں علم نہیں ملا، مگر تھوڑا۔

اس آیت کے ذیل میں علامہ نے فرمایا ہے کہ ”لفظ ’امر‘ کا مطلب سمجھنے کے لیے ہمیں اس امتیاز کو فراموش نہیں کرنا چاہیے جو قرآن پاک نے امر اور خلق میں کیا ہے۔“

أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَرَّكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝ (الاعراف: ۵۴) برکت والا ہے اللہ رب سارے جہانوں کا۔

مولانا اشرف علی تھانوی اپنی تفسیر میں یہاں لکھتے ہیں: ”یاد رکھو، اللہ ہی کے لیے خاص ہے خالق ہونا (جیسا خلق سے معلوم ہوا) اور حاکم ہونا (امر سے معلوم ہوا)۔ پھر وہ ”مسائل السلوک“ میں یہاں تک لکھتے ہیں کہ ”خلق تحت عرش ہے اور امر، فوق عرش۔“

علامہ اقبال نے صفحہ ۱۵۵ میں ان دونوں آیتوں میں سے ”امر ربی“ اور ”خلق امر“ کی تشریح کی ہے اور پھر فرمایا ہے کہ ”اس کا مطلب یہ ہے کہ باوجود ان تغیرات کے جو باعتبار ایک وحدت خودی کی حد و سبب، توازن اور اثر آفرینی میں پیدا ہوتے ہیں اس کا ایک مخصوص اور منفرد وجود ہے۔“ پھر سورہ بنی اسرائیل کی یہ آیت نقل کی ہے:

قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ فَرُبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ أَهْدَىٰ سَبِيلًا ۝ شے نہیں عمل ہوں۔“

زمان و مکان کی اس دنیا میں خودی کا صدور کیونکر ہوا؟ اس بحث میں بھی قرآن مجید کے ارشادات بالکل صاف اور واضح ہیں۔

[ص ۱۵۶]

یہاں سورۃ المؤمنون کی آیات ۱۲-۱۴ نقل کی ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے:

اور بے شک ہم نے انسان کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا۔ پھر اسے پانی کی بوند کیا ایک مضبوط ٹھہراؤ میں۔ پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو خون کی پھٹک کیا، پھر خون کی پھٹک کی گوشت کی بوٹی، پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں، پھر ان ہڈیوں پر گوشت پہنایا پھر اسے اور صورت میں اٹھان دی۔ تو بڑی برکت والا ہے اللہ، سب سے بہتر خالق۔

اس آخری آیت میں ”حَلَقًا آخِرًا“ (اور صورت میں تخلیق) کا ذکر ہے۔ علامہ لکھتے ہیں:

اس ”حَلَقًا آخِرًا“ کا نشو و نما نظام جسمانی کی بنا پر ہوتا ہے اور نظام جسمانی کیا ہے؟ مگر خودیوں کی وہ ہستی جس کے اندر سے ایک عمیق تر خودی (یعنی ہماری اپنی ذات) مجھ پر عمل کرتی اور مجھے اس امر کا موقع دیتی ہے کہ میں اپنے محسوسات و مدركات کو ایک باقاعدہ وحدت میں سمو ڈالوں۔

[ص ۱۵۶-۱۵۷]

بدنی افعال ہمیشہ اپنے آپ کو دہراتے رہتے ہیں۔ لہذا بدن کو روح کے اعمال کا حاصل جمع کیے، یا یہ کہ وہ اس کی عادت ہے اور اس لیے اس سے ناقابلِ فصل۔

[ص ۱۵۹]

كُلُّ امْرِئٍ مِّمَّا كَسَبَ رَهِينٌ ۝
ہر آدمی اپنے عمل میں گروی ہے (یعنی اپنے
عمل کا نتیجہ ضرور پائے گا)۔ (الطور: ۲۱)

اس آیت مبارکہ میں بدن اور روح دونوں کی ذمہ داری مذکور ہے۔

طبعی سطح کوئی سطح بھی نہیں، ان معنوں میں کہ مادہ ہے تو لیکن اس تخلیقی اتلاف (Synthesis) کا جسے ہم حیات اور نفس سے تعبیر کرتے ہیں، نشو و نما چونکہ اس کی سرشت ہی میں داخل نہیں، لہذا ایک وراء الورا خدا کی ہستی تسلیم کرنا پڑی جو اس کو عقل اور نفس کی صفات عطا کرتا ہے۔ حالانکہ وہ مطلق انا جس کی بدولت صادر کا صدور ہوتا ہے، فطرت میں جاری و ساری ہے اور بے حوالے آئے قرآنی ”اول و آخر بھی ہے، ظاہر اور باطن بھی۔“

[ص ۱۶۱]

یہ سورۃ الحدید کی آیت پہلے بھی آچکی ہے:

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۗ وَ

وہی اول، وہی آخر، وہی ظاہر، وہی باطن

هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (الحديد: ۳) اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔

ہمارے شعوری کردار کی آزادی کی تائید قرآن مجید کے اس نظریے سے بھی ہو جاتی ہے جو اس نے خودی کے اعمال و افعال کے بارے میں قائم کیا۔ چنانچہ آیات ذیل میں اس حقیقت کی طرف قطعی اشارہ موجود ہے (ترجمہ): ”آپ فرمادیں کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے (سورۃ الکہف، آیت ۲۹) ”اگر تم بھلائی کرو گے تو اپنا بھلا کرو گے اور اگر بُرا کرو گے تو اپنا (سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۷)۔“

[ص ۱۶۴]

اوقاتِ صلوة کی تعیین بھی جو قرآن مجید کے نزدیک خودی کو زندگی اور اختیار کے حقیقی سرچشمے سے قریب تر لا کر اُسے، اپنی ذات پر قابو، حاصل کرنے کا موقع دیتی ہے اسی مقصد کے پیش نظر کی گئی تاکہ ہم نیندا اور کسبِ معاش کے میکانیت آفریں اثرات سے محفوظ رہیں۔

[ص ۱۶۴]

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَادْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَ
فُعُودًا وَ عَلَى جُنُوبِكُمْ ۖ فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ
فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ ۚ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى
الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا ۝
پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کی یاد کرو
کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے۔ پھر
جب مطمئن ہو جاؤ تو حسبِ دستور نماز قائم
کرو بے شک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا
(النساء: ۱۰۳) ہو فرض ہے۔

اس تعیین سے واقعی نیندا اور کسبِ معاش کے میکانیت آفریں اثرات سے محفوظ رہا جاسکتا ہے۔^۵ کائنات کی طرف ’حیاتی‘ طریق ہی پر قدم بڑھانا وہ چیز ہے جسے قرآن پاک نے ایمان سے تعبیر کیا ہے..... یہ تپتین اور اعتماد کی وہ کیفیت ہے جس کے لیے انسان کو بڑی نادر واردات اور تجربات سے گذرنا پڑتا ہے اور جس کی اہل صرف وہ شخصیتیں ہو سکتی ہیں جو نہایت درجہ مضبوط ہوں اور اس قسم کی تقدیر پرستی کو جو اس صورت میں ناگزیر ہے برداشت کرنے کی اہل۔“ [ص ۱۶۵]
(صحیح دلی یقینیات اور مضبوط دماغی اور ذہنی تصورات ہی کے ذریعے ہم اپنے لیے راہِ عمل تلاش کر سکتے ہیں۔ اسی لیے قرآن پاک میں ایمان کے ساتھ ساتھ ہمیشہ عمل صالح کا ذکر کیا گیا ہے۔)

مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي
أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَاهُ
کوئی مصیبت نہیں آتی زمین میں اور نہ خود تم
میں مگر یہ کہ وہ ایک کتاب (کتاب الہی)

میں اپنی پیدائش سے پہلے درج ہوتی ہے۔
بے شک یہ اللہ کو آسان ہے اس لیے کہ غم نہ
کھاؤ اس پر جو ہاتھ سے جائے اور خوش نہ ہو
اس پر جو تم کو دیا۔ اور اللہ کو نہیں بھاتا کوئی
اتر آنے والا بڑائی مارنے والا۔

اور کسی کے اختیار میں نہیں کہ وہ اللہ کے حکم
کے بغیر مر سکے۔ یہ لکھا ہوا مقرر ہے اور جو
کوئی دنیا کا معاوضہ چاہے گا تو ہم اس کو اس
میں سے کچھ دیں گے اور جو آخرت کا
معاوضہ چاہے گا تو ہم اس میں سے کچھ
(یہاں) دیں گے اور پورا معاوضہ شکر
کرنے والوں کو آئندہ (وہاں) دیں گے
اور کتنے ہی انبیاء نے جہاد کیا۔ اُن کے
ساتھ بہت سے خدا والے تھے۔ تو نہ سست
پڑے ان مصیبتوں سے جو اللہ کی راہ میں
انہیں پہنچیں اور نہ کمزور ہوئے اور نہ دبے
اور اللہ کو صبر والے محبوب ہیں۔

ان آیتوں سے واضح ہے کہ تقدیر پرستی کا نتیجہ پست ہمتی نہیں بلکہ عزم و حوصلہ اور استقلال و
ثبات ہے۔^۶

اسلامی تصوف کے اعلیٰ مراتب میں اتحاد و تقرب سے یہ مقصود نہیں تھا، کہ متناہی خودی
لا متناہی خودی میں جذب ہو کر اپنی ہستی فنا کر دے، بلکہ یہ کہ لا متناہی متناہی کے آغوشِ محبت میں آ
جائے۔ مولانا روم نے کیا خوب کہا ہے:

[ص ۱۶۶]

علمِ حق در علمِ صوفی گم شود
ایں سخن کے باورِ مردم شود

لہذا اس تقدیر پرستی کا تقاضا ثنی ذات نہیں..... یہ زندگی ہے وہ بے پایاں طاقت اور قدرت جو کسی مزاحمت کو تسلیم نہیں کرتی۔

[ص ۱۶۶]

اتحاد و تقرب جو اسلامی تصوف کی تعلیم ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي أُحِبِّبْكُمْ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ
 (آل عمران: ۳۱) تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی ہی سے لامتناہی، متناہی کے آغوش محبت میں آسکتا ہے اور اس پیروی سے وہ نتیجے نکلتے ہیں جن کا ذکر ابھی سورۃ الحدید (آیات ۲۲-۲۳) اور سورۃ آل عمران (آیات ۱۴۵-۱۴۶) میں ہم پڑھ چکے ہیں۔

ابن رشد نے [ما بعد الطبیعیات کے راستے قدم بڑھا کر] حواس اور عقل میں ایک امتیاز قائم کیا اور اس کی بنا شاید قرآن مجید کے الفاظ 'نفس' اور 'روح' پر کھئی۔

ص ۱۶۹

وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ۚ فَلَهَا مِمَّا فُجِّورُهَا وَ تَقْوَاهَا ۚ
 (الشمس: ۷-۸) اور جان کی (قسم) اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا۔ پھر اس کی بدکاری اور پرہیز گاری دل میں ڈالی۔

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَ نَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي
 (ص: ۷۳) اپنی طرف کی روح پھونکوں۔

(غالباً ابن رشد نے ان آیات سے استدلال کیا ہوگا۔)

قرآن مجید نے تقدیر انسانی [تقصود و منہا] کا جو نظریہ قائم کیا ہے [جس کا ایک پہلو حیات بعد الموت بھی ہے] کچھ تو اخلاقی اور کچھ حیاتی..... (حیاتی کی مثال) برزخ..... جسے گویا موت اور بعثت بعد الموت کے درمیان توقف و انتظار کی ایک حالت سے تعبیر کرنا چاہیے۔ یعنی بعثت بعد الموت کا تصور بھی سر تا سر مختلف ہے۔ اس لیے کہ..... وہ حیات کا ایک عالمگیر مظہر ہے

جس کا اطلاق ایک حد تک وحوش و طیور پر بھی کیا جاسکتا ہے۔

[ص ۱۷۵-۱۷۶]

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَيْرٍ يَطِيرُ
بِحَنَاحِيهِ إِلَّا أُمَّمٌ أَمْثَالُكُمْ
اور نہیں کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی
پرند کہ اپنے پروں پر اڑتا ہے مگر تم جیسی
(الانعام: ۳۸) اُمّیں ہیں۔

وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ۖ
اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں گے۔

(التکویر: ۵)

قرآن پاک کی رُو سے ناممکن ہے انسان پھر اس کرۂ ارضی میں واپس آئے۔

[ص ۱۷۶]

اس کے لیے سورۃ المؤمنون کی آیات ۹۹-۱۰۰، سورۃ الانشقاق کی آیات ۱۸-۱۹ اور سورۃ
الواقعہ کی آیات ۵۸-۶۱ نقل کی ہیں۔

”متناہیت (نفس انسانی) کو بدبختی سے تعبیر کرنا غلطی ہے۔“ [ص ۱۷۷] اس کے لیے سورۃ
مریم کی آیتیں ۹۳-۹۵ نقل کی ہیں اور یہ کہ ”متناہی خودی لامتناہی خودی کے سامنے حاضر ہوگی۔“

وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ (الانعام: ۹۴) اور بے شک تم ہمارے پاس اکیلے آئے۔
کیونکہ ”اپنے گزشتہ اعمال و افعال کو دیکھ کر وہ اس امر کا اندازہ کر سکتی ہے کہ اس کا مستقبل کیا
ہوگا۔“ اس کے لیے سورۃ بنی اسرائیل کی آیتیں ۱۳-۱۴ نقل کی ہیں۔

اس (انسان) کے ۱۲ اجر غیر مومنون (سورۃ التین کی آیت ۶، یعنی انھیں بے حد ثواب ہے) کا
مطلب ہے اس کے ضبط نفس، اس کی یکتائی اور بحیثیت ایک خودی اس کی فعالیت کا زیادہ سے
زیادہ شدت اختیار کرتے جانا، حتیٰ کہ عالمگیر تباہی کا وہ منظر بھی جس سے قیامت کی ابتداء ہوگی
(جیسا کہ سورۃ ابراہیم کی آیت ۴۸ وغیرہ میں ذکر ہے) اس قسم کی تربیت یافتہ خودی کے سکون و
اطمینان پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوگا۔

[ص ۱۷۷-۱۷۸]

اس کے لیے سورۃ الزمر کی آیت ۶۸ نقل کی ہے کہ ”اور صورت پھونکا جائے گا تو بے ہوش
ہو جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں مگر جسے اللہ چاہے۔“

صفحہ ۱۷۸ میں (اوپر کے قول کے سلسلے میں) ہے:

”لیکن ظاہر ہے اس قسم کے استثنا کا اطلاق انھی شخصیتوں پر ہو سکتا ہے جن میں خودی کی شدت

انہا کو پہنچ گئی ہو، لہذا اس کے نشوونما کا معراج کمال یہ ہے کہ ہم اُس خودی سے براہ راست اتصال میں بھی جو سب پر محیط ہے اپنے آپ کو قائم اور برقرار رکھ سکیں جیسا کہ قرآن پاک نے حضور سرور کائنات صلعم کے مشاہدہ ذات کے بارے میں ارشاد فرمایا:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغَىٰ ۝ (۵۳:۱۷) آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

”یہ ہے اسلام کے نزدیک انسانیت کمال کا تصور۔“

قرآن پاک کی رو سے یہ عین ممکن ہے کہ ہم انسان کائنات کے مقصود و مدعا میں حصہ لیتے ہوئے غیر فانی ہو جائیں۔

[ص ۱۷۹]

اس کے لیے سورۃ القیمہ کی آیتیں ۳۶-۴۰ نقل کی ہیں۔ اور ایسی ہستی ”کائنات کے مقصود و مدعا میں شریک ہوگی تو ایک روز افزوں خودی کی حیثیت سے“ (اس کے لیے سورۃ الشمس کی آیتیں ۷-۱۰ نقل کی ہیں۔

”روح کی افزونی کے لیے عمل کی ضرورت ہے“ ص ۱۸۰ (اس کے لیے سورۃ الملک کی آیت ۲ نقل کی ہے)۔

پھر فرماتے ہیں کہ خودی کو برقرار رکھنے کے لیے وہی اعمال ضروری ہیں ”جن کی بنا اس اصول پر ہے کہ ہم بلا امتیاز من و تو خودی کا احترام کریں۔“

جاوید نامہ میں ہے:

آدمیت احترام آدمی

با خبر شو از مقام آدمی

[ص ۷۹۳]

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ (بنی اسرائیل: ۷۰) اور البتہ ہم نے آدم کی اولاد کو بزرگی دی۔ خودی نے اپنے عمل اور سعی کی بدولت اسی زندگی میں اتنا استحکام پیدا کر لیا ہے کہ موت کے صدمے سے محفوظ رہے تو اس صورت میں موت کو بھی ایک راستہ (بقائے دوام کا) تصور کیا جائے گا۔ وہ راستہ جسے قرآن پاک نے برزخ کہا ہے۔

ص ۱۸۰-۱۸۱

برزخ سے متعلق ابھی سورۃ المؤمنون کی آیتیں ۹۹-۱۰۰ آچکی ہیں۔ سورۃ الشکاثر میں بھی

اس برزخ کے متعلق ہے۔

قرآن مجید کا بھی یہی ارشاد ہے کہ ہم اپنی حیاتِ ثانیہ کا قیاس خلقِ اول کی مماثلت پر کریں۔

[ص ۱۸۲]

اس کے لیے سورہ مریم کی آیتیں ۶۶-۶۷ اور سورہ الواقعة کی آیتیں ۶۰-۶۲ نقل کی ہیں۔
پھر صفحہ ۱۸۴ میں حیاتِ عملی کی تکمیل کے لیے اس انفرادیت کا ذکر ہے جو اس ماحول میں
اپنے انتزاع و انتشار کے باوجود اپنے آپ کو قائم اور برقرار رکھ سکے اس کے لیے سورہ ق کی آیتیں
۳-۴ نقل کی ہیں۔

اسی سلسلے میں صفحہ ۱۸۵ میں ہے کہ ”قرآن مجید کی تعلیمات اس باب میں یہ ہیں کہ
بعث بعد الموت پر انسان کی بصارت تیز ہو جائے گی۔“

لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ
حَدِيثٌ ۝ (ق: ۲۲) ہے۔

”وہ اپنی گردن میں خود اپنی تیار کردہ قسمت کا حال آویزاں پائے گا۔“

[ص ۱۸۵]

وَ كُلِّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنُهُ طَبْرَهُ فِي غُفْبِهِ ۝ اور ہر انسان کی قسمت ہم نے اُس کے گلے
وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مِنْهُ ۝ سے لگادی اور اس کے لیے قیامت کے دن
مَنْشُورًا ۝ (بنی اسرائیل: ۱۳) ایک نوشتہ نکالیں گے جسے وہ کھلا ہوا پائے گا۔

صفحہ ۱۸۵ دوزخ کے متعلق سورہ الحمزہ کی آیتیں ۶-۵ نقل کی ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے: ”اللہ
کی آگ کہ بھڑک رہی ہے وہ جو دلوں پر چڑھ جائے گی۔“

”بہشت کا مطلب ہے فنا اور ہلاکت کی قوتوں پر غلبے اور کامرانی کی مسرت۔“

[ص ۱۸۵]

جنت میں جانے والے کو فنا نہیں ہے:

وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ ۝ اور اُن کے لیے تیار کیں جنتیں جن کے نیچے
خَالِدِينَ فِيهَا اَبَدًا ۝ ذَلِكِ الْفَوْزُ ۝ نہریں بہیں۔ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں۔
الْعَظِيمُ ۝ (التوبہ: ۱۰۰) یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

قرآن مجید نے لفظ ”خلود“ (بیٹنگلی) کی تشریح بھی دوسری آیات میں اس طرح کردی ہے کہ اس
سے مراد محض ایک مدتِ زمانی (۷۸: ۲۳) ہے۔

[ص ۱۸۶]

لَبِيبٍ فِيهَا أَحْقَابًا ۝ (النبا: ۲۳) اس میں قرونوں رہیں گے۔
 جہنم بھی کوئی ہاویہ نہیں جسے کسی منتقم خدا نے (یہودیوں کے خیال کے مطابق) اس لیے تیار کر رکھا
 ہے کہ گنہگار ہمیشہ اس میں گرفتار عذاب رہیں۔

[ص ۱۸۶]

وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۖ فَأُمَّهُ هَاوِيَةٌ ۖ وَ
 مَا أَدْرَاكَ مَا هِيَ ۖ نَارٌ حَامِيَةٌ ۖ
 اور جس کی تولیس ہلکی پڑیں وہ (مرنے کے
 بعد) نیچا دکھانے والی گود میں ہے، تُو نے
 کیا جانا، کیا نیچا دکھانے والی، ایک آگ
 (القارعة: ۸-۱۱)
 شعلہ مارتی۔

وہ درحقیقت تاریب کا ایک عمل ہے تاکہ جو خودی پتھر کی طرح سخت ہو گئی ہے۔ فہی کالجحازة
 أو أشد قسوة ۖ (وہ پتھروں کی مثل ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت۔ سورۃ البقرہ، آیت ۷۴) وہ
 پھر رحمت خداوندی کی نسیم جاں فزا کا اثر قبول کر سکے۔

[ص ۱۸۶]

گناہ گار کو عارضی عذاب ہو گا لیکن کافر ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔
 وَمَنْ يَعِصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَحَدَّ
 حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا ۖ
 اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے
 گا اور اس کے حدود سے تجاوز کرے گا تو وہ
 جہنم کی آگ میں داخل کر دیا جائے گا۔
 (النساء: ۱۴)

زندگی ایک ہے اور مسلسل (باعتراب ماہیت) اور اس لیے انسان بھی اس ذات لا متناہی کی نوبہ نو
 تجلیات کے لیے جس کی ہر لحظہ ایک نئی شان ہے کُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ۖ (وہ ہر دن ایک کام
 میں ہے، (سورۃ الرحمن، آیت ۲۹) پھر جس کسی کے حصے میں یہ سعادت آئی ہے کہ تجلیات الہیہ
 سے سرفراز ہو وہ صرف ان کے مشاہدے پر قناعت نہیں کرے گا۔

[ص ۱۸۶-۱۸۷]

نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ
 يَقُولُونَ رَبَّنَا أَنْتُمْ لَنَا نُورٌ نَا وَاعْفِرْ لَنَا
 ان (ایمان والوں) کا نور ان کے سامنے
 اور داہنے دوڑے گا اور وہ کہیں گے اے
 ہمارے پروردگار ہمارے نور کو کامل کر دے
 (التحریم: ۸)
 اور ہمیں مغفرت فرمادے۔

پانچواں خطبہ

اسلامی ثقافت کی رُوح

(The Spirit of Muslim Culture)

یہ خطبہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمہ (المتوفی ۹۴۵ھ) کے اس قول سے شروع ہوتا ہے:
”محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) درقاب قوسین اودانی رفت و بازگردید۔ واللہ ما باز نہ گردیم۔“^۱
اس قول میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج مبارک کا مقام مذکور ہے، جیسا کہ:
فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ۝
پھر یہ گیا فرق دو کمانوں کے برابر یا اس سے
(النجم: ۹) بھی کم۔

علامہ اقبال نے اسی قول سے نبوت اور ولایت کا فرق ظاہر کیا ہے کہ ولی اپنی واردات اتحاد سے ہٹنا نہیں چاہتا لیکن نبی دنیا تعمیر کرنی پڑتی ہے۔ اس لیے ان واردات سے واپس آجاتا ہے۔
یہاں سب سے پہلے عقیدہ ختم نبوت کی ثقافتی قدر و قیمت سمجھنے کی دعوت دی ہے۔

[ص ۱۹۰]

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ ۚ مُحَمَّدٌ تَمَّارٌ مَّرْدُونَ فِي سَكَنِ كَسَىٰ كَالِدِ
وَلَكِنَّ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ
نہیں، ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں
(الاحزاب: ۴۰) میں پچھلے۔

اسی لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے مرد ہونے سے پہلے فوت ہو گئے۔ خاتم النبیین سے یہ بھی مطلب نکلتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو وہ بھی اپنی شریعت پر نہیں بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر چلیں گے اور اس کے بغیر چارہ نہیں کیونکہ یہ شریعت مکمل ہو چکی ہے۔
صفحہ ۱۹۱ میں وحی کی حقیقت اور اس کی قسمیں بتائی ہیں۔ پھر فرمایا ہے:

بنی نوع انسان کے عالم صغریٰ میں ایسا بھی ہوا کہ اس کی نفسی توانائی کا نشوونما (یعنی غور و فکر، ارادہ و اختیار، ادراک و عقل، حکم، تصدیق وغیرہ) شعور کی وہ صورت اختیار کر لے جسے ہم نے شعورِ بڑے سے تعبیر کیا ہے۔

اس شعورِ بڑے کی خصوصیات یہ ہیں:

يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ يُرَكِّبُهُمْ وَيُعَلِّمُهُمُ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (آل عمران: ۱۶۳)
اُن پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک
کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔
یہ نہیں کہ انہیں (افراد کو) اس بارے میں (راہِ عمل کے لیے) خود اپنے فکر اور انتخاب سے کام لینا پڑے۔
[ص ۱۹۱]

یعنی اوامر و نواہی کی تعیین نبی کر دیتا ہے:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ
الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ
الحدید: ۲۵) کی ترازو اتاری کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔
بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو دلیلوں کے
ساتھ بھیجا اور اُن کے ساتھ کتاب اور عدل

نبی کو وحی، الہام اور کشف تینوں سے علم حاصل ہوتا ہے اور یہ سب مکالمہ الہی کے ذیل میں
ہیں دیکھیں سورۃ الشوریٰ، آیت ۵۱۔

پیغمبرِ اسلام کی ذات گرامی کی حیثیت دنیائے قدیم و جدید کے درمیان ایک واسطے کی ہے۔ بہ
اعتبار اپنے سرچشمہ وحی کے آپ کا تعلق دنیائے قدیم سے ہے لیکن بہ اعتبار اس کی روح کے
دنیائے جدید سے۔

[ص ۱۹۳]

وَ كَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا
شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ
عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (البقرہ: ۱۴۳)
اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا
اُمّتِ معتدل (اس لیے سب میں افضل)
کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے
نگہبان و گواہ ہیں۔

وَ مَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَ
نَذِيرًا (سبأ: ۲۸)
اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر ایسی رسالت
سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے، خوش
خبری دینے والا اور ڈرسانے والا۔

اسلام میں نبوت..... اپنے معراج کمال کو پہنچ گئی

[ص ۱۹۳]

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ أَتَمَّمْتُ
عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ
دِينًا (المائدہ: ۳) تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔
قرآن مجید نے 'آفاق و انفس' دونوں کو علم کا ذریعہ ٹھہرایا ہے۔

[ص ۱۹۴]

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَ فِي أَنْفُسِهِمْ
حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ
أُنْ يُرَكَّلُ جَائِعٌ كَمَا بَدَأَ وَهُوَ حَقٌّ هُوَ
(فصلت: ۵۳) ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں آفاق
میں اور خود ان کی ذات میں یہاں تک کہ

اسلامی کلمہ (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کے جزو اول نے انسان کے اندر یہ
نظر پیدا کی کہ عالم خارج کے متعلق اپنے محسوسات و مدرکات کا مطالعہ نگاہ تنقید سے کرے اور
قوائے فطرت کو الوہیت کا رنگ دینے سے باز رہے۔

[ص ۱۹۵]

اسلامی کلمہ یہی سکھاتا ہے کہ اللہ کے علاوہ ہر طاقت سے بغاوت اور نفی کی جائے:

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ (القصص: ۸۸) اور مت پکارو اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود۔
لیکن مشاہدات باطن صرف ایک ذریعہ ہیں علم انسانی کا۔ قرآن پاک کے نزدیک اس کے دو
سرچشمے اور ہیں۔ ایک عالم فطرت، دوسرا عالم تاریخ۔ جن سے استفادہ کرنے میں عالم
اسلام کی بہترین روح کا اظہار ہوا۔ قرآن پاک کے نزدیک یہ (۱) شمس و قمر، یہ (۲) سایوں کا
امتداد، یہ (۳) اختلاف لیل و نہار، یہ (۴) رنگ اور زبان کا فرق، اور یہ (۵) قوموں کی زندگی
میں کامیابی اور ناکامی کے دنوں کی آمد و شد، حاصل کلام یہ کہ سارا عالم فطرت جیسا کہ بذریعہ
حواس ہمیں اس کا ادراک ہوتا ہے۔ حقیقتِ مطلقہ کی آیات ہیں.....

[ص ۱۹۶]

۱- وَ مِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ
وَالْقَمَرُ (فصلت: ۳۷) اور اُس کی نشانیوں میں سے ہیں رات اور
دن اور سورج اور چاند۔
۲- أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ
اور اُس کی نشانیوں میں سے ہیں رات اور دن اور سورج اور چاند۔

وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ۗ ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا (الفرقان: ۴۵-۴۶)

پھیلا یا سایہ اور اگر چاہتا تو اُسے ٹھہرایا ہوا کر دیتا۔ پھر سورج کو ہم نے اس پر دلیل کیا۔ پھر ہم نے آہستہ آہستہ اُسے اپنی طرف سمیٹا۔

۳- إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَّقُونَ (یونس: ۶)

بے شک رات اور دن کا بدلتا آنا اور جو کچھ اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ان میں نشانیاں ہیں ڈروالوں کے لیے۔

۴- وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لآيَاتٍ لِّلْعَالَمِينَ (الروم: ۲۲)

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش اور تمھاری زبانوں اور رنگتوں کا اختلاف۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں جاننے والوں کے لیے۔

۵- إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلَهُ ۗ وَتِلْكَ الْآيَاتُ نَدَائِهَا بَيْنَ النَّاسِ (آل عمران: ۱۴۰)

اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی تو وہ بھی ویسی ہی تکلیف پا چکے ہیں اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے لیے باریاں رکھی ہیں کبھی کسی کی، کبھی کسی کی۔

اس طرح اور بھی آیتیں ہیں۔

جو کوئی اس زندگی میں اندھوں کی طرح ان آیات سے اپنی آنکھیں بند رکھتا ہے وہ آگے چل کر بھی اندھا ہی رہے گا۔

[ص ۱۹۶-۱۹۷]

وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا (بنی اسرائیل: ۷۴)

اور جو اس زندگی میں اندھا ہو وہ آخرت میں اندھا ہے۔ اور بھی زیادہ گمراہ۔

(بنی اسرائیل: ۷۴)

سورہٴ شعراء میں اس دعویٰ کا اثبات کہ انبیاء (علیہم السلام) کی تکذیب سے عذاب لازم آتا ہے، تاریخی نظارے کے حوالے سے کیا گیا ہے۔

[ص ۱۹۸]

فَكَذَّبُوهُ فَأَهْلَكْنَاهُمْ ۗ إِنَّ فِي ذَلِكَ

تو انھوں نے اُسے جھٹلایا تو ہم نے انھیں ہلاک

لَايَةٌ
 انْ كُلُّ الْاَلَا كَدَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابٌ ۝
 (الشعراء: ۱۳۹) کر دیا۔ بے شک اس میں ضرور نشانی ہے۔
 ان میں کوئی ایسا نہیں جس نے رسولوں کو نہ
 (ص: ۱۴) جھٹلایا ہو تو میرا عذاب لازم ہوا۔

علم کی ابتدا محسوس سے ہوتی ہے، کیونکہ جب تک ہمارا ذہن اسے اپنی گرفت اور قابو میں نہیں لے
 آتا، فکر انسانی میں یہ صلاحیت پیدا نہیں ہوتی کہ اس (محسوس) سے آگے بڑھ سکے۔
 [ص ۲۰۲]

يَمْعَشَرُ الْجِنَّ وَالْاِنْسِ اِنْ اِسْتَطَعْتُمْ اَنْ
 تَنْفُذُوا مِنْ اَقْطَارِ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ
 فَانْفُذُوا لَا تَنْفُذُونَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝
 (الرحمن: ۳۳) اے جن وانس کے گروہ، اگر تم سے ہو سکے
 کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل
 جاؤ، تو نکل جاؤ۔ جہاں نکل کر جاؤ گے اُسی
 کی سلطنت ہے۔

ہم سمجھتے ہیں متناہی گویا ایک سد ہے جس نے ذہن انسانی کو (لامتناہی کی طرف) حرکت سے
 روک رکھا ہے اور جس کی حدود سے آگے نکلنے کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ ہمارا ذہن زمان
 متسلسل اور مکان مرئی کی خلائیّت محض پر غالب آجائے۔ قرآن مجید کا بھی ارشاد ہے، (سورۃ
 النجم، آیت ۴۲۔ ”اور بے شک تمہارے رب ہی کی طرف انتہا ہے۔“)

[ص ۲۰۳]

لیکن یہ نفسیات مذہب ہے، جس میں ہم تقریباً اسی مرحلے پر جا پہنچتے ہیں جس میں زمان و مکان کے
 مسئلہ پر کچھ ویسے ہی انداز میں بحث کی گئی تھی جیسے عصر حاضر میں اور جس کے لیے ہمیں عراقی اور
 خواجہ محمد پارسی سے رجوع کرنا چاہیے..... عراقی کے نزدیک مکان کی موجودگی تو ذات الہیہ کی نسبت
 سے بھی ناگزیر ہے چنانچہ وہ اس کا استدلال آیات ذیل سے کرتا ہے (ہم صرف ترجمہ دیتے ہیں):

[ص ۲۰۷]

(الف) الجالدہ، آیت ۷: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو
 کچھ زمین میں ہے۔ جہاں کہیں تین شخصوں کی سرگوشی ہو تو چوتھا وہ موجود ہے اور پانچ کی، تو چھٹا
 وہ۔ اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ کی، مگر یہ کہ وہ ان کے ساتھ ہے جہاں کہیں وہ ہوں۔

(ب) یونس، آیت ۶۱: اور تم کسی کام میں ہو اور اُس کی طرف سے کچھ قرآن پڑھو اور تم
 لوگ کوئی کام کرو، ہم تم پر گواہ ہوتے ہیں جب تم اس کو شروع کرتے ہو اور تمہارے رب سے ڈرہ
 بھر کوئی چیز غائب نہیں زمین میں نہ آسمان میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ اس سے بڑی۔ کوئی چیز
 نہیں جو ایک روشن کتاب میں نہ ہو۔

(ج) ق، آیت ۱۶: اور بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں جو سوسہ اس کا نفس ڈالتا ہے اور ہم دل کی رگ سے بھی اس سے زیادہ نزدیک ہیں۔
قرآن پاک نے تاریخ کو ایام اللہ سے تعبیر کیا اور اسے علم کا ایک سرچشمہ ٹھہرایا ہے۔
[ص ۲۱۲]

وَذَكِّرْهُمْ بِآيِمِ اللَّهِ (ابراہیم: ۵) اور انھیں اللہ کے دن یاد دلا۔

صفحہ ۲۱۲ ہی میں ہے:

(قرآن نے) توجہ دلائی کہ نوع انسانی کے گزشتہ اور موجودہ احوال و مشاؤون کے مطالعے میں غور و فکر سے کام لیں۔
[ص ۲۱۲]

پھر سورہ ابراہیم کی آیت ۵ نقل کی ہے (ترجمہ یہ ہے):

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے اُجالے میں لا اور انھیں اللہ کے دن یاد دلا۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ہر صبر والے لشکر گزار کے لیے۔

سورۃ الاعراف کی آیتیں (۱۸۱-۱۸۳) ہیں:

اور ہمارے بتائے ہوؤں میں ایک گروہ وہ ہے کہ حق بتائیں اور اس پر انصاف کریں، اور جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں جلد ہم آہستہ آہستہ عذاب کی طرف لے جائیں گے جہاں سے انھیں خبر نہ ہوگی۔ اور میں انھیں ڈھیل دوں گا۔ بے شک میری خفیہ تدبیر بہت کچی ہے۔

تم سے پہلے کچھ طریقے برتاؤ میں آچکے ہیں، تو زمین میں چل کر دیکھو، کیسا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا۔
[آل عمران: ۱۳۷]

سورہ آل عمران (آیت ۱۳۰) میں یہ بھی ہے:

اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف پاچکے ہیں اور یہ دن جن میں ہم نے لوگوں کے لیے باریاں رکھی ہیں۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ (الاعراف: ۳۴) اور ہر گروہ کا ایک وعدہ (وقتِ معین) ہے۔

(ابن خلدون) نے بحیثیت ایک قوم عربوں کی سیرت اور کردار کی بحث میں جو کچھ لکھا ہے۔ قرآن پاک ہی کی اس آیت کی تفصیل مزید ہے (ترجمہ): ”سورۃ التوبہ، آیت ۹۷-۹۸: گنوار لوگ کفر اور نفاق میں زیادہ سخت ہیں اور اسی قابل ہیں کہ اللہ نے جو حکم اپنے رسول پر اتارے ہیں اس سے جاہل رہیں اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ اور کچھ گنوار وہ ہیں کہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کریں۔ تو اُسے تاوان سمجھیں اور تم پر گردش آنے کے انتظار میں رہیں۔ اُنھی پر ہے بری گردش۔ اور اللہ سنتا جانتا ہے۔“

[ص ۲۱۳]

اقبال اور قرآن

قرآن مجید نے تاریخی تنقید کا ایک بنیادی اصول قائم کیا..... کہ ہم ان (راوی) کی سیرت اور کردار کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کر سکیں۔

[ص ۲۱۳]

اے ایمان والو، اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو۔

[الجمرات: ۶]

اس آیت سے راوی کی سیرت اور کردار کے سمجھنے کی ہدایت ملتی ہے۔

صفحہ ۲۱۴: زندگی اور زمانے کی ماہیت کے سمجھنے کے لیے بعض اساسی تصورات بھی قرآن سے ماخوذ ہیں۔ وحدت مبداء حیات کے لیے سورۃ النساء کی پہلی آیت ہے:

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں نفسِ واحد سے پیدا کیا۔

زندگی..... عبارت ہے ایک مسلسل اور مستقل حرکت سے۔

[ص ۲۱۶]

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ

أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا (الملك: ۲) تمہاری جانچ ہو کہ تم میں کس کا عمل اچھا ہے۔

اسی آیت سے اوپر کے قول کے لیے استدلال لایا جاسکتا ہے۔

قرآن مجید کا یہ ارشاد کہ 'اختلاف لیل و نہار' کو حقیقتِ مطلقہ کی جس کی ہر لحظہ ایک نئی شان

ہے ایک آیتِ تصور کرنا چاہیے۔

انَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ

اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لآيَاتٍ لِّقَوْمٍ

يَتَّقُونَ (يونس: ۶) میں نشانیاں ہیں ڈروالوں کے لیے۔

كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (الرحمن: ۲۹) اُسے ہر دن ایک کام ہے۔

پھر علامہ اقبال نے مسیح موعود اور مہدی باطل کی تردید میں دلائل قائم کیے ہیں اور

ابنِ خلدون کے نظریہ تاریخ کی تصدیق کی ہے۔ ضربِ کلیمہ، ص ۵۰۶ میں فرماتے ہیں:

دُنیا کو ہے اس مہدی برحق کی ضرورت

ہو جس کی نگہ زلزله عالم افکار



چھٹا خطبہ

الاجتہاد فی الاسلام

(The Principle of Movement in the Structure of Islam)

”اسلام کائنات کو متحرک قرار دیتا ہے۔“

[ص ۲۲۳]

يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ (فاطر: ۱) وہ (اللہ) بڑھاتا ہے آفرینش میں جو چاہے۔
اس (اسلام) نے رنگ و خوں (وطن اور نسل) کے رشتے ٹھکرا دیے اور اپنی توجہ صرف فرد کی ذاتی
قدرو قیمت پر رکھی۔

[ص ۲۲۳]

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَ
جَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ
أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتَّقَىٰكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ
خَبِيرٌ (الحجرات: ۱۳) اے لوگوں! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک
عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور
قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔ بے شک
اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے
جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ
جاننے والا خبردار ہے۔

اسی صفحے میں ہے: ”نوع انسانی ایک ہے اور اس کی زندگی کا مبداء اصلاً روحانی ہے۔“

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَب (البقرہ: ۲۱۳) پہلے سب لوگ ایک ہی اُمت تھے۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ
أَرَادَ أَنْ يَدَّكُرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا

اور وہی ہے جس نے رات اور دن کی بدلی
رکھی اُس کے لیے جو دھیان کرنا چاہے یا شکر

(الفرقان: ۶۲) کا ارادہ کرے۔

اس نئی تہذیب (اسلام) نے اتحادِ عالم کی بنا اصولِ توحید پر رکھی۔

[ص ۲۲۷]

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ پکار۔

(القصص: ۸۸)

اس اصول کا تقاضا ہے کہ ہم صرف اللہ کی اطاعت کریں، نہ کہ ملوک و سلاطین کی۔

[ص ۲۲۷]

وَ أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ اور اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول

وَ أَحْذَرُوا (المائدہ: ۹۲) (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اور ہوشیار رہو۔

وَ قَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اُس کے سوا

کسی کو نہ پوجو۔ (بنی اسرائیل: ۲۳)

اسی صفحے میں ہے: ”اللہ کی اطاعت فطرتِ صحیحہ کی اطاعت ہے۔“

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ پس اپنا منہ سیدھا کرو اللہ کی اطاعت کے

الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لیے ایک اکیلے اسی کے ہو کر اللہ کی ڈالی

ہوئی بنا جس پر لوگوں کو پیدا کیا۔ (الروم: ۳۰)

اسلام کے نزدیک حیات کی یہ روحانی اساس ایک قائم و دائم وجود ہے جسے ہم اختلاف اور تغیر میں

جلوہ گرد دیکھتے ہیں۔

[ص ۲۲۷]

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ خود

زندہ ہے اور اوروں کا قائم رکھنے والا۔ (البقرہ: ۲۵۵)

مسلسل تغیر کی اس بلقی ہوئی دنیا میں ہم اپنا قدم مضبوطی سے جما سکتے ہیں تو دوامی ہی کی بدولت۔

[ص ۲۲۷]

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری۔ اس

مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ کی کچھ آیتیں صاف معنی رکھتی ہیں وہ کتاب

کی اصل ہیں۔ (آل عمران: ۷)

تغیر وہ حقیقت ہے جسے قرآن پاک نے اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی آیت ٹھہرایا ہے۔

[ص ۲۲۷]

لغوی اعتبار سے تو اجتہاد کے معنی ہیں کوشش کرنا، لیکن فقہ اسلامی کی اصطلاح میں اس کا مطلب ہے وہ کوشش جو کسی قانونی مسئلے میں آزادانہ رائے قائم کرنے کے لیے کی جائے اور جس کی بنا جیسا کہ میں سمجھتا ہوں شاید قرآن مجید کی اس آیت وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا پر ہے۔

[ص ۲۲۸]

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ۝
اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھائیں گے اور بے شک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔ (العنکبوت: ۶۹)

وہ عمل دنیوی ہے جس میں ہم زندگی کی اس لامتناہی کثرت کو جو ہر عمل کے پیچھے واقع ہے نظر انداز کر دیتے ہیں اور وہ روحانی، جس میں اس ساری کثرت کا لحاظ رکھ لیا جائے۔

[ص ۲۳۷]

انما الاعمال بالنیات (بے شک اعمال نیتوں سے ہیں)۔ اسی لیے ہم کو سورۃ الانعام میں یہ تعلیم دی گئی ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝
آپ فرمادیں، بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ (الانعام: ۱۶۴)

اوپر کے قول کے مطابق علامہ اقبال نے پھر کہا ہے:

انسان عبارت ہے جس وحدت سے جب اس کے اعمال و افعال کا مشاہدہ عالم خارجی کے حوالے سے کیا جائے تو ہم اسے بدن، لیکن جب اُن کی حقیقی غرض و غایت اور نصب العین پر نظر رکھی گئی تو روح کہیں گے۔

[ص ۲۳۸]

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ (الذاریت: ۵۶)
اور میں نے جن اور انسان کو نہیں پیدا کیا مگر صرف میری اپنی عبادت کے لیے (تاکہ ہر عمل میں وہ میری رضا کو مقدم رکھیں)۔

اسلام نہ تو وطنیت ہے، نہ شہنشاہیت، بلکہ ایک انجمن اقوام جس نے ہمارے خود پیدا کردہ حدود اور

نسلی امتیازات کو تسلیم کیا ہے تو محض سہولتِ تعارف کے لیے۔

[ص ۲۴۶]

اس [اسلام] کا مقصد ہے ایک ایسا نمونہ [فرد و جماعت کے طرز زندگی کا] پیش کرنا جو اتحادِ انسانی کی اس شکل کے لیے جو بالآخر ظہور میں آئے گی مختلف [ہو]۔

[ص ۲۵۸]

وَ كَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (البقرہ: ۱۴۳)

اور یہ بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں معتدل (افضل) کہ لوگوں پر تم گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ۔

اوپر کے قول کے ساتھ ہی یہ بھی ہے: ”(وہ) ایک ایسی امت کی شکل دے جس کا اپنا ایک شعور ذات ہو۔“

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُوْمِنُونَ بِاللَّهِ (آل عمران: ۱۱۰)

تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔ بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس کے بعد اسلامی قانون کے معنی و منشا پر بحث آتی ہے۔

قرآن مجید کا صاف و صریح ارشاد ہے: وَ لَٰهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيٰهِنَّ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ، آیت ۲۲۸۔ اور عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا اُن (شوہروں) کا، شرع کے مطابق۔ قانونِ وراثت میں لڑکی کا حصہ اگر کم متعین ہوا ہے، تو کسی کمتری کی وجہ سے نہیں۔ علامہ اقبال نے خود ہی اس کے دوسرے حصوں کی نشاندہی (بعد کی سطور میں) کر دی ہے۔

[ص ۲۶۲]

بعد کے صفحات میں قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس کی اہمیت کا استقصاء کیا گیا ہے کیونکہ فقہ اسلامی کے ماخذ یہی ہیں۔ اور علامہ چاہتے ہیں کہ ان سے صحیح فائدہ اٹھا کر اپنے فقہ کی نئی تشکیل کی جائے۔

ساتواں خطبہ

کیا مذہب کا امکان ہے؟

(Is Religion Possible?)

[مذہبی زندگی کا] تیسرا دور آتا ہے تو مابعد الطبیعیات کی جگہ نفسیات کے لیے خالی ہو جاتی ہے اور انسان کو یہ آرزو ہوتی ہے کہ حقیقتِ مطلقہ سے براہِ راست اتحاد و اتصال قائم کرے۔ چنانچہ یہی مرحلہ ہے جس میں مذہب کا معاملہ زندگی اور طاقت و قدرت کا معاملہ بن جاتا ہے اور جس میں انسان کے اندر یہ صلاحیت پیدا ہوتی ہے کہ ایک آزاد اور باختیار شخصیت حاصل کر لے، شریعت کے حدود و قیود کو توڑ کر نہیں بلکہ خود اپنے اعماقِ شعور میں اس کے مشاہدے^{۱۲} سے، جیسا کہ صوفیہ اسلام میں ایک بزرگ کا قول ہے کہ جب تک مومن کے دل پر بھی کتاب کا نزول ویسے نہ ہو جائے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا تھا، اس کا سمجھنا محال ہے۔

[ص ۲۷۹]

بالِ جبریل میں ہے:

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی، نہ صاحبِ کشف

[ص ۲۷۰]

اور جس بزرگ کا قول اوپر کے اقتباس میں نقل ہوا ہے وہ دراصل خود علامہ اقبال کے والد ماجد تھے۔ اور خود علامہ نے اُن کا واقعہ نقل کیا ہے کہ:

جب میں ایف۔ اے میں پڑھتا تھا تو صبح کی نماز کے بعد قرآن پاک تلاوت کیا کرتا تھا۔ والد صاحب مسجد سے نماز پڑھ کر آتے تو کچھ منزل ختم کر چکا ہوتا، کبھی جاری ہوتی۔ ایک دن آ کر پوچھتے ہیں کہ کیا پڑھتے ہو؟ مجھے حیرت بھی ہوئی اور غصہ بھی آ گیا کہ بیٹھے مہینے سے ہر روز دیکھتے

ہیں کہ قرآن کریم پڑھتا ہوں، پھر یہ سوال کیسا؟ نہایت نرمی سے فرمایا: میں پوچھتا ہوں کہ کچھ سمجھ میں بھی آتا ہے؟ اب میرا استعجاب اور غصہ جاتا رہا اور کہا، کچھ عربی جانتا ہوں، کہیں کہیں سمجھ میں آجاتا ہے۔ بات ختم ہوگئی۔ کوئی پچھلے ماہ بعد ایک دن لے کر بیٹھ گئے اور فرمایا، بیٹا، قرآن کریم اُس کی سمجھ میں آسکتا ہے جس پر یہ نازل ہوتا ہے۔ میں حیران تھا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قرآن کریم کسی کی سمجھ میں آ ہی نہیں سکتا..... فرمایا..... یہ تم نے کیسے سمجھ لیا کہ قرآن کریم حضور کے بعد اب کسی پر نازل..... ہی نہیں ہو سکتا۔ میں پھر حیران ہوا تو فرمایا۔ انسانیت کو جس معراج پر پہنچانا فطرت کا مقصود تھا اس کا نمونہ ہمارے سامنے محمدؐ کی صورت میں پیش کر دیا گیا ہے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک ہر نبی محمدؐ ہی کے مختلف مدارج تھے۔ وہ سلسلے گویا (Muhammad in the making) تکمیل محمدؐ کے منازل تھے۔ بنیادی اصول ہر جگہ ایک تھا، البتہ شعور انسانی کے ارتقا کے ساتھ ساتھ فروعات کی تکمیل ہوتی جاتی تھی حتیٰ کہ محمدؐ مکمل ہو گیا، بابِ نبوت بند ہو گیا، انسانیت اپنے معراجِ کبریٰ تک پہنچ گئی۔ اب ہر انسان کے سامنے معراجِ انسانیت کا نمونہ محمدؐ موجود ہے۔ کوئی انسان جتنا محمدؐ کے رنگ میں رنگا جاتا ہے اتنا ہی قرآن اس پر نازل ہوتا جاتا ہے، یہ مفہوم تھا میرے کہنے کا، کہ قرآن کریم اس کی سمجھ میں آ سکتا ہے جس پر نازل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔^{۳۳}

سورہ بنی اسرائیل کی آیت سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ ارشاد ہے:

إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ۝

بے شک قرآن پڑھنا صبح کا ہوتا ہے روبرو۔

(بنی اسرائیل: ۷۸)

مفسرین لکھتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ فجر و عصر کے وقت دن اور رات کے فرشتوں کی بدلی ہوتی ہے۔ لہذا ان دو وقتوں میں جب لیل و نہار کے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے تو ہماری قرأت اور نماز ان کے روبرو (مشہود) ہوئی جو مزید برکت و سکینہ کا موجب ہے اور اُس وقت اوپر جانے والے فرشتے خدا کے یہاں شہادت دیں گے کہ جب ہم گئے تب بھی ہم نے تیرے بندوں کو نماز (قرآن) پڑھتے دیکھا اور جب آئے تب بھی۔ چنانچہ صبح کا قرآن مشہود بھی ہے اور مقصود بھی (گویا یہ اُسی کے لیے ہے جو اُس سے فائدہ اٹھانا چاہے)۔

عراقی نے کہا ہے کہ زمان و مکان کے متعدد نظامات ہیں، حتیٰ کہ ایک وہ زمان و مکان بھی ہے جو صرف ذاتِ الہیہ سے مخصوص ہے۔

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَ مَا
بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ (سجدہ: ۴) کچھ اُن کے درمیان ہے چھ دن میں بنائے۔
اس کے بعد کی آیت ہے:

يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ
يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ
مِمَّا تَعُدُّونَ (سجدہ: ۵) کہ جس کی مقدار ہزار برس ہے تمہاری گنتی میں۔
یہ جو سلوک و عرفان کے اُن طریقوں سے جو ازمنہ متوسط میں صوفیوں نے وضع کیے اب اس قسم کے
افراد پیدا نہیں ہو رہے جو قدیم حق و صداقت کا پھر سے انکشاف کریں، تو اس کی سب سے بڑی
وجہ بھی ہماری یہی قدامت پرستی ہے۔

[ص ۲۸۳]

اس قول کی وضاحت کے لیے صفحہ ۱۶۶ کے ذیل میں علامہ اقبال کے مکتوب نمبر ۳۵، ۱۰۳ (اقبال نامہ، حصہ اول) کا حوالہ آچکا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

خودی کی وہ روش جو نتیجہ ہے خود ہمارے اندرون ذات میں زبردست حیاتی تغیرات کا اور جس کو
ناممکن ہے کہ منطق کے معقولات اپنے دام میں لاسکیں، ان کا اظہار ہوگا تو کسی ایسے عمل سے جو
عالم انسانی کو زریورز بر کردے یا پھر یہ کہ ان سے ایک نئی دنیا تعمیر کی جائے۔

ص ۲۸۳-۲۸۴

وَ فِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ ۝ وَ فِي
أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝
(الذاریت: ۲۰-۲۱) سو جھٹانہیں؟

ان آیتوں سے واضح ہوتا ہے کہ اندرون ذات میں کیا کیا صلاحیتیں ہیں۔
عصر حاضر کی ذہنی سرگرمیوں سے جو نتائج مرتب ہوئے اُن کے زیر اثر انسان کی روح مردہ ہو چکی
ہے، یعنی وہ اپنے ضمیر اور باطن سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔

[ص ۲۸۹]

سورۃ الجاثیہ میں بھی اسی مادیت کا ذکر ہے:

وَ قَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَ
نَحْيَا وَ مَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ وَ مَا لَهُمْ
اور وہ (منکرین بعثت) بولے، وہ تو نہیں مگر
یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے (یعنی اس

بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ
زندگی کے علاوہ کوئی زندگی نہیں)۔ مرتے
ہیں اور جیتتے ہیں اور ہمیں ہلاک نہیں کرتا مگر
(الجمالیہ: ۲۴)
زمانہ۔ اور انہیں اس کا علم نہیں، وہ تو نرے
گمان دوڑاتے ہیں۔

اسی سورۃ کی آیت ۳۲ بھی دیکھیں۔

ان واردات کی سنجیدگی سے تحقیق کریں جن کی بدولت غلاموں کے اندر وہ صفات پیدا ہوئیں کہ
انہوں نے دنیا کی امامت اور رہنمائی کا فریضہ ادا کیا۔ اور جن کے زیر اثر قوموں اور نسلوں کے
اخلاق و کردار اس طرح بدلے کہ ان کی زندگی نے ایک بالکل نئی شکل اختیار کر لی۔

[ص ۲۹۴]

سورۃ آل عمران میں اللہ پاک نے اس نعمت اور رحمت کا ذکر فرمایا ہے:

وَأذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ
اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو۔ جب تم
أَعْدَاءَ فَأَلْفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاصْبَحْتُمْ
میں پیر تھا اُس نے تمہارے دلوں میں ملاپ
بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا
کر دیا تو اس کے فضل سے تم آپس میں
(آل عمران: ۱۰۳) بھائی ہو گئے۔

سورۃ الانفال کی آیت ۶۳ میں بھی اس نعمت کا ذکر ہے اور سورۃ النصر کی آیات ۱-۲ میں بھی،

اور سورۃ آل عمران کی درج ذیل آیت میں بھی:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ
بے شک اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا
رَسُولًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ وَإِنَّهُ
کہ ان ہی میں سے ایک رسول کو کھڑا کیا جو
يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ
ان کو اس کی آیتیں تلاوت کرتا ہے (اللہ کے
(آل عمران: ۱۶۴) احکام سناتا ہے) اور ان کو (عیب و خرابی
سے) پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت
کی تعلیم دیتا ہے۔

”وینزکیہم“ والی صفت نے عالم کے اخلاق و کردار کو بدل کر زندگی کی ایک بالکل نئی شکل

عطا کی جس کی شہادت تاریخ میں موجود ہے۔

نفسیاتِ حاضرہ نے مذہبی زندگی کا گویا قشر تک بھی نہیں چھوا۔ وہ اُس تنوع اور گونا گونی سے بالکل بے خبر

ہے جو مذہبی واردات اور مشاہدات میں پائی جاتی ہے، لیکن جس کا تھوڑا بہت اندازہ شاید آپ سترھویں صدی کے ایک بہت بڑے مرشدِ کامل حضرت شیخ احمد سرہندی کی ایک عبارت سے کر سکیں گے۔
[ص ۲۹۸]

پھر حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) کے ایک مکتوب نمبر ۲۵۳ (دفتر اول) سے ایک اقتباس پیش کرتے ہیں۔ ان کا ارشاد ہے کہ:

ان بے مثال واردات اور مشاہدات سے پہلے جو وجود حقیقی کا مظہر ہیں، عالمِ امر^{۱۲} یعنی اس دنیا سے گریز کرنا ضروری ہے جسے ہم رہنما تو انائی کی دنیا کہتے ہیں۔

آلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ (الاعراف: ۵۴) سن لو اُسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا۔

اسلامی تصوف نے تو اس خیال سے کہ ہمارے مشاہدات میں جذبات کی آمیزش نہ ہونے پائے موسیقی تک کو عبادت میں جگہ نہیں دی۔ یعنی ہم اس نے صلوة باجماعت پر زور دیا کہ ایسا نہ ہو کہ ہمارے مراقبوں اور ہمارے ذکر و فکر سے مصالحِ جماعت کو نقصان پہنچے۔

[ص ۳۰۵-۳۰۶]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے دفتر اول کے مکتوبات ۲۲۱، ۲۳۴، ۲۶۱، ۲۶۶ میں اور دفتر سوم کے مکتوب ۳۴ میں سرود و نغمہ کی سختی سے تردید فرمائی ہے۔ اسی طرح صلوة (باجماعت) کے لیے ان کے دفتر اول کے مکتوب ۱۳۷، ۲۶۱، ۲۶۶، ۳۰۵ ملاحظہ ہوں۔ نماز کے متعلق مکتوب ۲۶۱ میں سے چند جملے یہ ہیں (ترجمہ):

ذوق و مواجید اور علوم و معارف اور احوال و مقامات اور انوار و الوان اور تلویحات و تمکینات اور تجلیات باکیف و بے کیف اور ظہورات رنگارنگ و بے رنگ، ان میں جو کچھ نماز کے بغیر میسر ہوں اور نماز کی حقیقت سے آگاہی کے بغیر ظاہر ہوں ان سب کا منشا ظلال و امثال ہے بلکہ وہم و خیال سے وہ پیدا ہوئے ہیں..... جو نمازی کہ نماز کی حقیقت سے آگاہ ہے وہ نماز کے ادا کرتے وقت گویا عالم دنیا سے باہر نکل جاتا ہے اور عالم آخرت میں داخل ہو جاتا ہے لہذا اُس وقت وہ اُس دولت سے حصہ لیتا ہے جو آخرت کے ساتھ مخصوص ہے اور اصل سے ظلمت کی آمیزش کے بغیر فائدہ حاصل کر لیتا ہے.....

صفحہ ۳۰۶ میں ہے: خودی کا نصب العین یہ نہیں کہ کچھ دیکھے، بلکہ یہ کہ کچھ بن جائے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (مکتوب ۳۹، دفتر اول) میں فرماتے ہیں:

کام کا مدار دل پر ہے۔ اگر دل حق تعالیٰ کے غیر کے ساتھ گرفتار ہے تو خراب و ابتر ہے، محض ظاہری

اعمال اور رسمی عبادت سے مقصد حاصل نہیں ہو سکتا ماسوائے حق کی طرف توجہ کرنے سے۔ دل کو سلامت رکھنا اور اعمالِ صالحہ جو بدن سے تعلق رکھتے ہیں اور شریعت نے جن کے بجالانے کا حکم دیا، دونوں درکار ہیں۔

دفترِ اوّل کے مکتوب ۴۲، ۴۶، ۶۱ وغیرہ بھی دیکھیں۔ نیز خوارقِ عادات اور کشف کے غیر معتبر ہونے کے متعلق دفترِ اوّل کے مکتوب ۲۱۶-۲۹۳، نیز دفترِ دوم کا مکتوب ۹۲ وغیرہ دیکھیں۔

اسی صفحے (۳۰۶) میں آگے چل کر فرماتے ہیں کہ:

اس [خودی] کا آخری عمل فکرِ کامل نہیں۔ وہ ایک حیاتی عمل ہے جو اس میں گہرائی اور پختگی پیدا کرتا اور اس کے ارادوں کو تقویت دیتے ہوئے ایک شانِ خلاق کے ساتھ اس تيقن کا باعث ہوتا ہے کہ دنیا محض دیکھنے یا افکار و تصورات کی شکل میں سمجھنے کی چیز نہیں، بلکہ ایک ایسی چیز جس کو ہم اپنے مسلسل عمل سے بار بار بناتے اور بنا کر پھر بناتے رہتے ہیں۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ يَبْدَأُ كَيْفَ تَمَّارُ لِيَسْئَلَهُ
جَمِيعًا (البقرہ: ۲۹) سب جو زمین میں ہے۔

سورہ بقرہ اور سورہ الجاثیہ کی آیت ۲۰ اور ۱۳ بھی اُپر آچکی ہیں کہ انسانی خودی میں آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو مسخر کرنے کی صلاحیت و دیعت کی گئی ہے۔ چنانچہ ان سب کے حصول کے لیے مسلسل اور ان تھک عمل کی ضرورت ہے جو سخت کوش اور مشکل پسند ہو۔

آخر میں علامہ اقبال نے جاوید نامہ کی ”تمہیدز مینی“ کے چودہ اشعار نقل کر کے خطبہ ہفتم کو ختم کیا ہے۔

صد جہاں باقی ست در قرآن ہنوز
اندر آیتش کیے خود را بسوز

[ص ۷۹۸]



تمت بالخیر — الحمد للہ

حوالے اور حواشی

- اور ہم نے نہیں بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل کے طور پر۔ ہم نے انھیں نہیں بنایا مگر حق کے ساتھ لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے۔
(یہاں ”حق کے ساتھ“ ایسی مصلحت ہے جس کو مستشرقین نے کبھی سمجھنے کی کوشش نہیں کی)۔
- ۲- جناب مترجم کا خیال ہے کہ یہ آیت علامہ اقبال کے ارشاد پر منطبق نہیں ہوتی۔ دیکھیں صفحہ ۳۵ پر ان کا حاشیہ ۱۱۲۔
- ۳- وجود یہ حضرات ان آیتوں کو بھی اپنے نظریے کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ لیکن ان سے بھی سوائے تاویل کے کوئی قطعی تائید نہیں ہوتی۔ علامہ اقبال نے محسوسات اور مدارکات پر مختلف زاویوں سے بحث کر کے ان کے عوامل کی حقیقت کا انکشاف کیا ہے۔
- ۴- آیت کا ترجمہ یہ ہے:

- سب اپنے کینڈے پر کام کرتے ہیں تو تمہارا رب خوب جانتا ہے کون زیادہ راہ پر ہے۔
- ۵- مولانا سلیمان ندوی نے سیرۃ النبیؐ (اعظم گڑھ، ۱۹۵۲ء) کی جلد پنجم صفحہ ۱۱۳ میں لکھا ہے۔
ہر انسان ہر روز مختلف قسم کے کاموں میں اپنی عمر کے یہ چوبیس گھنٹے بسر کرتا ہے۔ صبح کو یہ بیدار ہوتا ہے، دوپہر تک کام کر کے تھوڑی دیر سستا تا ہے، پھر سہ پہر تک اپنا بقیہ کام سرانجام دیتا ہے اور اس کو تمام کر کے سیر و تفریح اور دلچسپ مشاغل میں دل بہلاتا ہے۔ شام ہوتی ہے تو گھر آ کر خانگی زندگی کا آغاز کرتا ہے اور کھانپ کر تھوڑی دیر کے بعد طویل آرام اور رغبت کی نیند کے لیے تیار ہوتا ہے۔ اسلامی نمازوں کے اوقات پر ایک غائر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے روزانہ کے ان مختلف انسانی مشاغل کے ہر آغاز پر ایک وقت کی نماز رکھی ہے۔ تاکہ پورے اوقات خدا ہی کی یاد میں محسوس ہوں۔

- ۶- تقدیر سے متعلق خطبہ دوم میں بھی علامہ اقبال نے مفصل بحث کی ہے۔
- ۷- علامہ اقبال نے اقبال نامہ، اول، مکتوب نمبر ۱۰۳، ص ۲۰۲-۲۰۳ میں لکھا ہے:
- حدود خودی کے تعیین کا نام شریعت ہے اور شریعت کو اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام طریقت ہے۔ جب احکام الہی خودی میں اس حد تک سرایت کر جائیں کہ خودی کے پرائیویٹ امیال و عواطف باقی نہ رہیں اور صرف رضائے الہی اس کا مقصود ہو جائے تو زندگی کی اس کیفیت کو بعض اکابر صوفیہ اسلام نے فنا کہا ہے۔ بعض نے اس کا نام بقا رکھا ہے۔
- مکتوب نمبر ۳۵ (ص ۷۸-۷۹) میں بھی لکھتے ہیں:

- میرا تو عقیدہ ہے کہ غلو فی الزہد اور مسئلہ وجود مسلمانوں میں زیادہ تر بدھ (سمبنت) مذہب کے اثرات کا نتیجہ ہیں۔ خواجہ نقشبند اور مجدد سرہند کی میرے دل میں بڑی عزت ہے۔ مگر افسوس ہے کہ آج یہ سلسلہ بھی عجمیت کے رنگ میں رنگ گیا ہے۔ یہی حال سلسلہ قادریہ کا ہے جس میں میں خود بیعت رکھتا ہوں.....
- ۸- مولوی اعجاز الحق قدوسی نے اپنی کتاب شیخ عبدالقدوس گنگوہی (کراچی ۱۹۶۱ء) کے صفحہ ۳۲

اقبال اور قرآن

میں لطفِ قدوسی کے حوالے سے یہ فقرہ نقل کیا ہے۔ سیدنزیر نیازی نے اپنے حاشیے میں وضاحت کی ہے کہ چونکہ انھیں اصل عبارت دستیاب نہیں ہو سکی۔ لہذا انگریزی اقتباس کا یہ فارسی ترجمہ قیاسی ہے:

محمد عربی بر فلک الافلاک رفت و باز آمد۔ واللہ اگر من رفتے ہرگز باز نیامدے۔

۹- خواجہ محمد پارسا (المتوفی ۸۲۲ھ) کا کوئی قول یہاں علامہ اقبال نے نقل نہیں کیا۔ خواجہ نے رسالہ در زمان و مکان لکھا تھا لیکن وہ اب مایاب ہے۔ ملک محمد اقبال صاحب نے خواجہ کا رسالہ قدسیہ مرتب کیا ہے (راولپنڈی، ۱۹۷۵ء) اور اس کے مقدمے (پیش گفتار) کے صفحہ ۳۴ میں خواجہ کے زمان و مکان کے مسئلے کا محور اساز ذکر کیا ہے کہ وہ زمان و مکان دونوں کو جسمانی بھی اور روحانی بھی قرار دیتے تھے، اور یہ بھی فرماتے تھے کہ ”سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم در شپ معراج از تنگنای زمان و مکان بیرون شد“، لیکن حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) نے دفتر اول کے مکتوب ۲۸۳ میں فرمایا ہے کہ ”رویت آن سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام در شپ معراج در دنیا واقع نہ شدہ است بلکہ در آخرت واقع شدہ۔ زیرا کہ آن سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام در آن شب چون از دائرۃ مکان و زمان بیرون جست و از تنگی مکان برآمد ازل و ابد را در آن واحد یافت و بدایت و نہایت را در یک نقطہ متحد دید.....“

۱۰- دراصل جیسے خطبے میں صفحہ ۲۵ سے آخر تک فقہ اسلامی اور اجتہاد پر مختلف زاویوں سے بحث ہے۔ علامہ اقبال نے مولانا سلیمان ندوی سے اپنے مکتوب مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۲۶ء میں اور اس کے بعد کے دو خطوں میں بھی انہی مسائل سے متعلق استفسار کیا ہے۔ اس کے بعد کے خطوں میں زمان سے متعلق بھی استفسارات ہیں۔ دیکھیں مکتوبات اقبال حصہ اول، مکاتیب نمبر ۷۳ تا ۷۶، ۸۰ تا ۸۲ مکتوب نمبر ۱۹ بھی دیکھیں۔

۱۱- محترم سیدزیر نیازی نے بھی ترجمہ کے صفحہ ۲۶۲ (حاشیہ ۱۵۱) میں اس پر بحث کی ہے۔

۱۲- پس چہ باید کرد مثنوی کا ایک شعر ہے:

پس طریقت چیست اے والا صفات

شرع را دیدن بہ اعماق حیات

۱۳- رسالہ فکر و نظر، اسلام آباد، اگست ۱۹۷۶ء، صفحہ ۱۱۹۔

اقبال نامہ (اول) مکتوب نمبر ۷ میں بھی ایک لطیف اشارہ ہے کہ:

”مسلم جو حامل ہے محمدییت (محمدیت) کا اور وارث ہے موسویت کا اور ابراہیمییت کا، کیونکہ کسی شے میں جذب ہو سکتا ہے؟“

۱۴- عالم خلق کا تعلق مادیت سے اور عالم امر کا مجردات سے ہے۔ صوفی اس مسئلے کے لیے سورۃ الاعراف کی یہی آیت (۵۴) پیش کرتے ہیں۔ عالم امر کے لیے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا مکتوب نمبر ۲۵ (دفتر اول) بھی ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ اقبال نے ۱۹۳۲ء میں انگلستان میں حضرت مجدد پر ایک تقریر کی تھی۔ دیکھیں ان کا مکتوب نمبر

۲۶۵۔ [اقبال نامہ (اول)]۔

